اللہ کی پہلی وحی سے لے کر آخری وحی تک
صحف سماوی قرآن کریم کے آئینے میں

آسمانی صحیفے اور قرآن کریم

مؤلف
مشتاق احمد قریشی

Marfat.com

وہ تمام کتب الٰہیہ جو حضرت آدم سے لے کر نبی آخرالزماںؐ تک نازل ہوئیں وہ تمام صحیفے جو معدوم ہو گئے اور وہ تمام اللہ کی کتابیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات شاید یہی رہی ہوں یا اس سے ملتی جلتی تعلیمات ان صحف میں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انبیاء علیہ السلام پر اتارے تھے۔ (واللہ علم بالصواب)

اللہ کی پہلی وحی سے لے کر آخری وحی تک
صحفِ سماوی قرآنِ کریم کے آئینے میں

آسمانی صحیفے اور قرآن کریم

مؤلف: مشتاق احمد قریشی

Marfat.com

۲۹۹
۲۰۳
۱۲۴۳۹۸

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب .... آسمانی صحیفے اور قرآن کریم

مولف .... مشتاق احمد قریشی

کمپوزنگ .... طاہر احمد قریشی

ناشر .... نئے افق پبلی کیشنز، کراچی

طباعت .... بخاری پریس، لاہور

سن اشاعت 2014

قیمت .... -/500 روپے

ملنے کا پتہ

نئے افق پبلی کیشنز۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

مکتبہ القریش۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ فضل الرحیم اشرفی

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم......امابعد!

زیر نظر کتاب ''آسمانی صحیفے اور قرآن کریم'' جناب مشتاق احمد قریشی صاحب کی تالیف ہے موصوف کی اب تک کئی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں موصوف نے کم وبیش بیس سورتوں کی تفسیر اکابرین اور مستند تفاسیر کے حوالے سے تالیف کی ہیں جن پر ہمارے بہت سارے اکابر نے تقریظات لکھی ہیں۔

احقر نے بھی موصوف کی کئی سورتوں کی طبع شدہ تفسیر پر دعائیہ کلمات تحریر کیے ہیں الحمدللہ موصوف اپنی تصانیف کی وجہ سے قبولیت عامہ حاصل کر چکے ہیں۔ مذکورہ کتاب سماوی مذاہب اور قرآن کریم کے دوسرے تمام سماوی صحیفوں کے مضامین کو جامع ہونے پر لکھی گئی ہے۔

قارئین کرام! اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ نفس وشیطان کے بھکاوے میں آ کر راہ راست سے بھٹکے ہوئے انسان کو صراط مستقیم پر لانے کے لیے خالق کائنات سے انسانیت پر احسان عظیم فرمایا کہ حضرات انبیا علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر وہ احکامات نازل فرمائے جو کہ رشد وہدایت کا منبع تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

انا انزلنا التورۃ فیھا ھدی و نور. (المائدہ۴۴)

(ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت وروشنی تھی۔

و اتینہ الانجیل فیہ ھدی و نور. (المائدہ۴۶)

Marfat.com

ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور و ہدایت تھی۔

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تورات و انجیل ہدایت و نور کا سرچشمہ تھیں جن پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا حصہ ہے لیکن اس کے برعکس موجودہ بائیبل (عہد نامہ قدیم و جدید) میں عقیدہ توحید کو مسخ کیا گیا ہے۔ عقیدہ تثلیث کو شامل کیا گیا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے، خرافات کو شامل کیا گیا ہے۔ دہشت گردی کو یہودی مذہبی کارناموں میں بطور فخر شامل کیا گیا ہے۔ عشقیہ اشعار اور حیا سے بالاتر گفتگو شامل کی گئی ہے۔ یہ تمام باتیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ موجودہ بائیبل وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تورات و انجیل نہیں جو رشد و ہدایت کا منبع تھا بلکہ جگہ جگہ تحریفی رنگ نظر آتا ہے موجودہ بائیبل کی تحریف اور اس کے مصنفین کے مجہول ہونے کا یہودی اور عیسائی مذہبی اسکالر بارہا اعتراف کر چکے ہیں۔ قربان جائیں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ تورات و انجیل اور ان کی تحریف کے بارے میں اس مدلل انداز سے بیان فرما گئے ہیں کہ آج تک عیسائی اور یہودی دنیا ان تحریفات کا جواب نہ دے سکی۔

مذکورہ کتاب ''آسمانی صحیفے اور قرآن کریم'' کا احقر نے چیدہ چیدہ متعدد مقامات سے مطالعہ کیا ہے موصوف نے بائیبل کی تاریخ و تلخیص کو مختصر و احسن انداز میں سمیٹا ہے اور حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت تک مستند حوالوں سے تحریر لکھی ہے۔ سماوی مذاہب کے حوالے سے مذکورہ کتاب اہم دستاویز ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب دینی مدارس، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تقابل ادیان کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے انتہائی مفید اور نفع بخش ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنی بارگاہ سے اپنی شان کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی محنت و کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور تمام مسلمانوں کے لیے نافع اور مفید فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتی خالد محمود
نائب مدیر اقرأ روضۃ الاطفال ٹرسٹ

آسمانی صحیفے اور قرآن کریم

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت وراہنمائی کے لیے انبیاء کرام کا سلسلہ جاری فرمایا، ہر قوم اور ہر علاقہ میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسول بھیجے۔ قرآن کریم جابجا اس حقیقت کو بیان کرتا ہے:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ ﴾ (یونس:۴۷)

ترجمہ: ’’اور ہر امت کے لیے ایک رسول بھیجا گیا ہے‘‘۔

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا﴾ (نحل:۳۶)

ترجمہ: ’’اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے‘‘۔

﴿وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (رعد:۷)

ترجمہ: ’’اور ہر قوم کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو ہدایت کا راستہ دکھائے‘‘۔

﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (فاطر:۲۴)

ترجمہ: ’’اور کوئی اُمت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ آیا ہو‘‘۔

اس سلسلۂ نبوت کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اور اس کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف منصب نبوت ہی عطا نہیں ہوا، بلکہ ختم نبوت کے تاج سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا، اس سے پہلے جو نبی اور رسول دنیا میں آئے ان کی نبوت ورسالت ایک خاص علاقہ، محدود زمین، زمانہ اور متعین قوم کے لیے تھی، لیکن آقائے نامدار، سرکار دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے آپ کی نبوت کسی قوم، کسی خطہ کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی کسی زمانہ تک محدود ہے، بلکہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے، ہر قوم اور ہر زمانہ پر محیط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تمام انبیاء سابقہ کی شریعتیں منسوخ قرار دے دی گئیں، لیکن اس کے باوجود اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے لیے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح آپ سے پہلے جتنے انبیاء اور رسول بھیجے گئے ان پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، کیوں کہ وہ تمام انبیاء اور رسول برحق اور سچے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تھے۔ اور یہ اسلام کی وسعت ظرفی ہے۔

Marfat.com

ایک یہودی صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مان کر اور باقی تمام انبیاء کا انکار کر کے یہودی رہ سکتا ہے، ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مان کر اور باقی تمام انبیاء کا انکار کر کے عیسائیت پر برقرار رہ سکتا ہے، لیکن ایک مسلمان صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر اور باقی تمام انبیاء نہیں صرف ایک نبی کا بھی انکار کر دے تو وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اسلام پر باقی رہنے کے لیے تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف﴾ (البقرة:۲۸۵)

ترجمہ: ''اور (ان کے ساتھ) تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں، کسی پر نہ لائیں)''۔

دوسری جگہ انبیاء اور ان کی کتابوں کے تذکرہ کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ز وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (البقرة:۱۳۶)

ترجمہ: ''ہم ان پیغمبروں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے، اور ہم اُسی (ایک خدا) کے تابع فرمان ہیں''۔

رسولوں کے درمیان تفریق کا مطلب یہ ہے کہ بعض کو مانا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے۔ اس کی اسلام میں ممانعت ہے، بلکہ سب کو ماننا ضروری ہے اور سب پر ایمان لانے کو قرآن کریم نے نیکی قرار دیا۔

﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج﴾ (البقرة:۱۷۷)

ترجمہ: ''بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں''۔

قرآن کریم ان تمام انبیاء پر ایمان لانے اور ان کے درمیان تفریق نہ کرنے والوں کو انعامِ خداوندی کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ج﴾ (النساء:۱۵۲)

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں، اور ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہ کریں، تو اللہ ایسے لوگوں کو ان کے اجر عطا کرے گا''۔

صرف یہی نہیں کہ قرآن کریم ان رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے، بلکہ ان کی تکفیر اور انکار کرنے والوں کو پکا کافر، گمراہ قرار دے کر ان کو رسوا کن عذاب کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ لا وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

Marfat.com

حقًّا ج وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾(النساء:۱۵۰-۱۵۱)

ترجمہ:''جولوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کچھ(رسولوں) پر تو ہم ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں، اور (اس طرح) وہ چاہتے ہیں کہ (کفر اور ایمان کے درمیان) ایک بیچ کی راہ نکال لیں۔ایسے لوگ صحیح معنی میں کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت آمیز عذاب تیار کررکھا ہے''۔

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً م بَعِيْدًا﴾(النساء:۱۳۶)

ترجمہ:''اور جو شخص اللہ کا،اس کے فرشتوں کا،اس کی کتابوں کا،اس کے رسولوں کا اور یوم آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء پر کتابیں نازل کیں،بعض کتابیں بڑی تھیں اور بعض کتابیں چھوٹی تھیں،جن کو صحائف یا صحف کہا گیا جو صحیفہ کی جمع ہے۔قرآن کریم میں چار کتابوں کے نام صراحت کے ساتھ مذکور ہیں۔توریت،زبور،انجیل،قرآن کریم۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ﴾(المائدہ:۴۴)

ترجمہ:''بیشک ہم نے تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا''۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾(حم السجدہ:۴۵)

ترجمہ:''اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی''۔

﴿وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾(النساء:۱۶۳)

ترجمہ:''اور ہم نے داود کو زبور (نامی کتاب) دی تھی''۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ﴾(المائدہ:۴۶)

ترجمہ:''اور ان کو ہم نے انجیل دی تھی جس میں ہدایت اور نور تھا''۔

﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ﴾(الحدید:۲۷)

ترجمہ:''اور اُن کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا کی''۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب کے نازل ہونے کا تذکرہ تو متعدد جگہ پر ہے اور قرآن کا لفظ بھی کئی جگہ آیا ہے،اس کے علاوہ بھی قرآن کریم کے کئی نام مذکور ہوئے ہیں۔

ان چار کتابوں کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحف کا تذکرہ صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں موجود ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى﴾(الاعلیٰ:۱۸-۱۹)

ترجمہ:''یہ بات یقیناً پچھلے (آسمانی) صحیفوں میں بھی درج ہے۔ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں''۔

اس کے علاوہ سورہ النجم آیت نمبر ۳۶،۳۷ میں بھی صحفِ موسیٰ اور صحفِ ابراہیم (علیہما السلام) کا ذکر ہے

Marfat.com

۔اس کے علاوہ قرآن کریم میں اجمالی طور پر کتب سابقہ اور صحف کا تذکرہ موجود ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لَفِیۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِیۡنَ﴾ (شعراء:۱۹۶)

ترجمہ: ''اور اس (قرآن) کا تذکرہ پچھلی (آسمانی) کتابوں میں بھی موجود ہے''۔

﴿اَوَلَمۡ تَاۡتِهِمۡ بَیِّنَةُ مَا فِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی﴾ (طٰہٰ:۱۳۳)

ترجمہ: ''بھلا کیا ان کے پاس پچھلے (آسمانی) صحیفوں کے مضامین کی گواہی نہیں آ گئی؟''۔

اس کے علاوہ متعدد آیات سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل انبیاء کی طرف بھی وحی بھیجی جاتی ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدۡ قِیۡلَ لِلرُّسُلِ مِنۡ قَبۡلِکَ﴾ (حم السجدۃ:۴۳)

ترجمہ: ''(اے پیغمبر!) تم سے جو باتیں کہی جا رہی ہیں، وہ وہی ہیں جو تم سے پہلے پیغمبروں سے کہی گئی تھیں''۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿قُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَمَاۤ اُوۡتِیَ مُوۡسٰی وَعِیۡسٰی وَمَاۤ اُوۡتِیَ النَّبِیُّوۡنَ مِنۡ رَّبِّهِمۡ﴾ (البقرۃ:۱۳۶)

ترجمہ: ''(مسلمانو!) کہہ دو کہ: ''ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور اس کلام پر بھی جو ہم پر اتارا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا''۔

اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، ان کے خاندان اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی طرف وحی بھیجنے اور کتاب نازل کرنے کا ذکر ہے۔ اس سے زیادہ واضح آیت یہ سورہ نساء کی ہے، جس میں مزید صحائف انبیاء کی طرف بھیجنے کا ذکر ہے اور اس میں یہ بھی بتایا گیا کہ کچھ رسول تو وہ ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے، جب کہ بہت سے رسول وہ ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود نہیں۔ ان سب کی طرف بھی اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ کَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِیۡسٰی وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ ۚ وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۝ وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَیۡکَ ؕ وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ﴾ (النساء:۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵)

ترجمہ: ''(اے پیغمبر!) ہم نے تمہارے پاس اسی طرح وحی بھیجی ہے جیسے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کے پاس بھیجی تھی، اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کے پاس، اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کے پاس بھی وحی بھیجی تھی، اور ہم نے داود کو زبور عطا کی تھی۔ اور بہت سے رسول ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں سنائے ہیں اور بہت رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان کے واقعات

Marfat.com

تمہیں پہلے نہیں سنائے۔ اور موسیٰ سے تو اللہ براہِ راست ہم کلام ہوا۔ یہ سب رسول وہ تھے جو (ثواب کی) خوشخبری سنانے اور (دوزخ سے) ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ ان رسولوں کے آجانے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل"۔

جب تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے تو جو کتابیں اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء پر نازل کیں ان سب پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، جن کتابوں کا نام اور تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے۔ ان کے ناموں کے ساتھ اور اس تفصیل کے ساتھ اور جن کا اجمالی تذکرہ ہے ان کے اجمال کیساتھ ایمان لانا ضروری ہے اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ قرآن کریم نے ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، کچھ آیات اس سے قبل ہم نقل کر چکے ہیں، اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ج وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ (البقرة:۴)

ترجمہ: "اور جو اس (وحی) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اتاری گئی اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری گئی اور آخرت پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں"۔

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ (البقرة:۲۸۵)

ترجمہ: "یہ رسول (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور (ان کیساتھ) تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں"۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ پر ایمان رکھو اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری تھی"۔

اور کتاب کے انکار کرنے والوں کو سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ط يُسْحَبُوْنَ ○ فِي الْحَمِيْمِ ۵ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ○﴾ (مؤمن:۷۰-۷۱-۷۲)

ترجمہ: "یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اس کتاب کو بھی جھٹلایا ہے اور اس (تعلیم) کو بھی جس کا حامل بنا کر ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے تھے۔ چنانچہ انہیں عنقریب پتہ لگ جائے گا۔ جب ان کے گلوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی"۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

''یہود تورات کے سوا کچھ نہیں مانتے، عیسائی تورات کے احکام نہیں مانتے لیکن اس کی اخلاقی نصیحتوں کو قبول کرتے ہیں، تاہم انجیل سے پہلے کی دوسری زبانوں اور ملکوں کی آسمانی کتابوں کی نسبت مسلمانوں کی طرح ادب اور احتیاط کا پہلو بھی اختیار نہیں کرتے، پارسی ''اوستا'' کے باہر خدا کے کلام ہونے کا شبہ بھی نہیں کر سکتے اور برہمن ویدوں کے باہر خدا کے فیضان کا تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن قرآن پر ایمان لانے والا مجبور ہے، کہ صحیفۂ ابراہیم، تورات، زبور اور انجیل کو خدا کی کتابیں یقین کرے اور دوسری اگلی آسمانی کتابوں کی جن میں آسمانی تعلیمات کی خصوصیتیں پائی جاتی ہوں، تکذیب نہ کرے کہ ان کا کتبِ الٰہی ہونا ممکن ہے۔

حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دنیا کی مہتم بالشان تعلیمات میں سے ہے جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا، یہ رواداری بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے۔ یہودی اپنی کتاب کو چھوڑ کر تمام دوسری آسمانی کتابوں سے انکار کر کے بھی نجات کا منتظر رہ سکتا ہے، عیسائی تورات اور تمام دوسرے صحیفوں کا انکار کر کے بھی آسمانی بادشاہی کا متوقع ہو سکتا ہے، پارسی ''اوستا'' کے سوا دوسری ربانی کتابوں کو باطل مان کر بھی جنت کا استحقاق پیدا کر سکتا ہے، ہندو اپنے ویدوں کے سوا دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کو دجل و فریب مان کر بھی آواگون سے نجات حاصل کر سکتا ہے، بودھ مت والے اپنے سوا تمام دنیا کی وحیوں کا انکار کر کے بھی نروان کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں، مگر مسلمان جب تک قرآن کے ساتھ تمام دنیا کی آسمانی کتابوں کو من جانب اللہ نہ تسلیم نہ کرے جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا''۔ (سیرۃ النبی ﷺ، علامہ سید سلیمان ندوی، جلد ۴، ص: ۳۱۵)

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا میں بھیجے ان کی دعوت ایک تھی، ان کا دین ایک تھا اور ان کے اصول ایک تھے۔ جن کو دین سے تعبیر کیا جاتا ہے، البتہ اس دین پر عمل کرنے کے طریقے مختلف تھے، جن کو شریعت کہا جاتا ہے، اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح تعبیر کیا:

''الانبیاء إخوۃ للعلات امھاتھم شتی و دینھم واحد'' (بخاری)

یعنی: ''تمام انبیاء علاتی (باپ شریک) بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں مگر ان کا دین ایک ہے''۔

اس لیے تمام رسولوں اور تمام کتابوں پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک وہ سب ایک تھے، اس لیے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اسلام اسی ایک مذہب کا نام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک باری باری انبیاء کے ذریعہ آتا رہا۔ اور قرآن کریم میں وہی تعلیم دی گئی جو سابقہ کتب سماوی میں دی گئی تھی، البتہ قرآن کریم کی تعلیمات جامع، کامل و مکمل ہیں کہ اس کے بعد اب کسی مزید تعلیم، مزید کسی ہدایت نامہ کی ضرورت نہیں، اسی لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو سابقہ کتبِ سماوی کی تصدیق کرنے والا بتایا ہے اور اس کا تذکرہ کیا ہے کہ قرآن کریم کی باتیں صحف ابراہیم، صحف موسیٰ اور دیگر کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ اسی کو ہمارے محترم مکرم جناب الحاج مشتاق احمد قریشی صاحب نے یوں تعبیر کیا ہے:

''یہ بات ضروری اور سمجھنے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس دین

Marfat.com

اسلام کو مکمل فرمایا وہ وہی دین تھا جس کی ابتدا اللہ رب العزت نے اپنے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے سے کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام کلام الٰہی جو رب ذوالجلال نے وقتاً فوقتاً مختلف اقوام پر اپنے منتخب نمائندوں، نبیوں، پیغمبروں اور رسولوں کے توسط سے اپنے بندوں کے لیے نازل فرمایا تھا وہ سب دین اسلام کی تکمیل کے ساتھ ہی تمام احکامات اور ہدایات کو جو پہلے انبیاء اور رسولوں کو دی گئی تھیں قرآن کریم میں جمع کر دیا اور تمام امتوں کو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جمع کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالموں کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے بے حد و بے حساب محبت و شفقت فرماتا ہے چونکہ دین اسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل کر دیا گیا، اس لیے قرآن کریم بھی مکمل کلام الٰہی ہے۔ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اور پھر ان سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی پیغمبر رسول آئے وہ سلسلہ بھی پایۂ تکمیل کو پہنچا اور ساتھ ہی ابتدائی کلام الٰہی سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام کلام الٰہی ہدایت الٰہی اور قوانین الٰہی جمع کر کے قرآن کریم کو مکمل فرما دیا۔ گو کہ زبور، تورات، انجیل کے احکامات و شریعت الٰہی اپنی جگہ منفرد موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ ایمان کا حصہ ہیں۔ ان کتب الٰہیہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

دین اسلام کو مکمل ہونے میں کئی ہزار سال لگے، کیوں کہ دین اسلام کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی، اسی طرح قرآن کریم کی تکمیل میں بھی ہزاروں سال کا عرصہ لگا، کیوں کہ دین اسلام کی ابتدا سے ہی کتب الٰہیہ کا نزول شروع ہو چکا تھا، اس لیے وہ تمام کتب الٰہیہ جو ماضی میں انبیاء سابقین پر نازل کی گئی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے مضامین میں توحید الٰہی کو بھی تکمیل دین کے ساتھ تکمیل قرآن کا حصہ بنا دیا یوں بظاہر تو قرآن مکمل ہونے میں تئیس (۲۳) برس لگے، لیکن حقیقتاً کئی ہزار صدیوں کا سفر قرآن کی تکمیل میں لگا تب جا کر لوح محفوظ پر موجود قرآن مکمل ہوا ہے اور دین اسلام بھی مکمل ہوا ہے چونکہ دین اسلام تمام عالم انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، اسی لیے تمام امتوں سے ملا کر مسلمانوں کو ایک امت بنا دیا گیا ہے۔ (آسمانی صحیفے اور قرآن کریم، ص:۳-۴-۵)

خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں (انبیاء و رسل) پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں نازل کیں جن میں سے چار مشہور کتابوں: تورات، زبور، انجیل، قرآن کریم کا تذکرہ اور صحف ابراہیم و موسیٰ کا تذکرہ صراحتاً قرآن کریم میں مذکور ہے۔ باقی کا تذکرہ اجمالاً ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ان تمام کتابوں پر ایمان لانا (کہ یہ اپنے اپنے وقت میں برحق اور سچی کتابیں تھیں) ضروری ہے مگر ان چار کتابوں میں سے اس وقت دنیا میں صرف تین کتابیں موجود ہیں۔ (۱) قرآن کریم (۲) توریت (۳) انجیل۔

اور توریت و انجیل کا حال یہ ہے کہ موجودہ کتابیں وہ نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی تھیں، بلکہ یہ تحریف شدہ اور تبدیل شدہ کتابیں جو بعد میں لوگوں نے خود اپنے انداز سے خود مرتب کی ہیں۔ کیوں کہ ان کتابوں کو اللہ نے نازل ضرور کیا تھا، لیکن ان کی ضرورت ایک زمانہ تک کے لیے تھی قیامت تک کیلئے نہیں تھی، اس لیے نہ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کی حفاظت کا ذمہ لیا اور نہ ان کی حفاظت کی، بلکہ خود اللہ تعالیٰ واضح

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ ان انبیاء کے ماننے والوں نے اس میں تحریف وتبدیلی کردی،قرآن کریم میں ہے:

﴿وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللّٰہ ثم یحرفون من بعد ما عقلوہ و ھم یعلمون﴾(البقرۃ:۷۵)

ترجمہ:''حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اللہ کا کلام سنتے تھے، پھر اس کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد بھی جانتے بوجھتے اس میں تحریف کرڈالتے تھے''۔

﴿یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللّٰہ﴾(البقرۃ:۷۹)

ترجمہ:''اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے''۔

جب کہ کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خودلیا:

﴿انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون﴾(الحجر:۹)

ترجمہ:''اور (اے پیغمبر!) ہم تم سے پہلے بھی پچھلی قوموں کے مختلف گروہوں میں اپنے پیغمبر بھیج چکے ہیں''۔

﴿انّ علینا جمعہ و قرانہ O فاذا قرانہ فاتبع قرانہ O ثم ان علینا بیانہ O﴾(القیٰمۃ:۱۷-۱۸-۱۹)

ترجمہ:''یقین رکھو کہ اس کو یاد کرانا اور پڑھوانا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر جب ہم اسے (جبرئیل کے واسطے سے) پڑھ رہے ہوں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔ پھر اُس کی وضاحت بھی ہماری ذمہ داری ہے''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی قرأت، لفظ وعبارت اور بیان ومعنی دونوں کی ذمہ داری خود لی ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کتاب محفوظ ہے اور باطل اس میں کسی طرح راہ نہیں پاسکتا ۔ارشادِ خداوندی ہے:

﴿و انہ لکتٰب عزیز O لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید﴾(حٰم السجدۃ:۴۱-۴۲)

ترجمہ:''حالانکہ وہ بڑی عزت والی کتاب ہے۔جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے اس ذات کی طرف سے اتاری جارہی ہے جو حکمت کا مالک ہے، تمام تعریفیں اسی کی طرف لوٹتی ہیں''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہی قرآن کریم کی حفاظت کی جاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی اور اپنی نگرانی میں قرآن کریم لکھوایا، قرآن پڑھ پڑھ کر سنایا، آپ کی زندگی میں ہی پورے قرآن کریم کے سینکڑوں حفاظ موجود تھے اور پھر ہر دور میں اس کے حفاظ وقرا کا سلسلہ چلتا رہا جو آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی خطہ میں جاکر قرآن کریم کے نسخوں کو ملاحظہ کیا جائے کہیں اس میں الفاظ کیا ایک حرکت اور نقطہ کا فرق نظر نہیں آئے گا، بلکہ قرآن کریم کا تلفظ اور اس کے پڑھنے کا طریقہ بھی یکساں نظر آئے گا، جبکہ دیگر آسمانی کتابوں کا اوّل تو

Marfat.com

وجود نہیں، جن کا وجود ہے ان کے انبیاء کی حیات میں بھی ان کا کوئی حافظ موجود نہیں تھا اور آج تک بھی ان کا کوئی حافظ اس روئے زمین پر نہیں ملے گا۔ اور پھر توریت کے نسخہ کو ان کے نبی کے حکم سے چھپا کر رکھا گیا، اسے عوام کے سامنے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں تھی، صرف سات سال میں ایک مرتبہ عوام کے سامنے پڑھنے کی اجازت تھی اور پھر تورات متعدد بار جل جل کر خاک ہوئی کہ اس کا وجود ناپید ہو گیا۔ ان سوختہ اوراق سے اس کے ماننے والوں نے اسے بار بار اپنے انداز سے تحریر کیا، اس کے ترجمے کیے اور ان کی تحریفوں سے وہ اپنی اصلیت کھو بیٹھی اور انجیل میں تحریف تو نبی کے بعد ہی شروع کر دی گئی اور احبار و رہبان نے اپنی مرضی سے اس میں تبدیلیاں کیں۔ اصل انجیل کا کوئی پتہ نہیں۔ عیسائی مذہب کی نسبت اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی جاتی ہے، مگر اس کی تعلیمات کا اصل بانی ایک ایسا شخص ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سخت مخالف اور جانی دشمن یہودی تھا، مگر یکا یک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتا ہے اور ان کے مذہب کی تبلیغ و ترویج میں مشغول ہو جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے دو یروشلم کونسل سے پہلے انتقال کر گئے۔ سات حواریوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد کوئی حال معلوم نہیں۔ دو حواری ''برنباس'' اور ''پطرس'' پولس سے شدید اور سنگین نظریاتی اختلافات کی بناء پر علیحدہ ہو گئے۔ ایک حواری ''یوحنا'' رہ جاتے ہیں، مگر وہ بھی یروشلم کونسل کے بعد اچانک گم ہو جاتے ہیں۔

اب جس شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ وقت نہ گزارا ہو، ان کی باتیں نہ سنی ہوں، ان سے کتاب کی تعلیم نہ لی ہو، نبی کے خادمین خاص اور ہر وقت کے ساتھی بھی اس کے ساتھ نہ ہوں، وہ جس مذہب کی بنیاد رکھے گا اور جو تعلیمات منظر عام پر لائے گا ان پر کتنا اعتماد کیا جا سکتا ہے، اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

اس لیے آج آسمانی تعلیمات صرف اور صرف قرآن کریم کی شکل میں اپنی اصلی حالت میں زندہ ہیں اور جو شخص اللہ سے رابطہ اور تعلق پیدا کرنے اور وحی الٰہی سے فیضیاب ہونے کا ارادہ رکھتا ہو وہ قرآن کریم کا دامن تھام لے اس کے علاوہ الٰہی رابطہ اور اللہ کی تعلیمات سے وابستہ ہونے کی اور کوئی شکل نہیں۔ ہم نے آسمانی کتابوں کی اہمیت، ان کی حقیقت اور ان پر ایمان لانے کے بارے میں قرآن کریم کی مدد سے اشارتاً کچھ باتیں گوش گزار کی ہیں۔

ہمارے مخدوم مکرم الحاج مشتاق احمد قریشی صاحب نے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تفسیر کا خاص ذوق عطا کیا ہے اور انہوں نے مستند تفاسیر کی مدد سے قرآن کریم کی بہت سی چھوٹی سورتوں کی تفسیر لکھی ہے، انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ قرآن کریم کی روشنی میں ان آسمانی کتابوں سے آسان الفاظ میں تعارف عوام الناس کے سامنے اس طرح پیش کریں کہ وہ علمی مباحث سے بچتے ہوئے آسان الفاظ اور سہل انداز میں ان کتابوں کا تعارف کرا دیں چنانچہ خود لکھتے ہیں:

''میری کوشش ہوگی کہ تفصیل میں جائے بغیر مختصراً وہ سب کچھ یکجا کر دیا جائے جو نہایت ضروری اور اہم ہو۔ طوالانی بحثوں سے جتنا بچا جا سکتا ہے، بچا جائے۔ میری کوشش ہوگی کہ دیگر آسمانی کتب اور صحائف کے

Marfat.com

بارے میں ابتدائی اطلاعاتی معلومات دے کر قرآن کریم اور انجیل مقدس کی تدوین و ترتیب کے بارے میں مختصر مگر بہتر سے بہتر معلومات جمع کر دی جائیں تاکہ پڑھنے والوں کی بھرپور تشفی ہو سکے۔ یقیناً یہ ایک کٹھن اور مشکل کام ہے بلکہ مجھ ایسے کم علم کم فہم کے لیے تو تقریباً ناممکن نظر آتا ہے، لیکن ذاتِ باری تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ وہ مالک الملک، سمیع و علیم قادر مطلق اس سلسلے میں نہ صرف میری راہنمائی و راہبری فرمائے گا، بلکہ میری مشکل کشائی بھی حسب سابق فرمائے گا۔" (آسمانی صحیفے اور قرآن کریم، ص: ۷)

مشتاق احمد قریشی صاحب نے ابتدا میں قرآن کریم کی روشنی میں بتایا ہے کہ نبی اور رسول کسے کہتے ہیں، امت سے رسول کا کیا تعلق ہے، وہ کس مقصد کے لیے مبعوث ہوتے ہیں، انبیاء کا کام کیا ہوتا ہے، اس کے بعد آسمانی کتب کا تذکرہ کیا ہے اور تورات، زبور، عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدقدیم، عہد نامہ جدید اور انجیل (بائبل) کا تعارف کرایا ہے۔ عہد نامہ عتیق کے ضمن میں ان "۳۹" کتابوں کا تعارف بھی کروایا ہے جن پر عہد نامہ عتیق مشتمل ہے۔ اسی طرح اناجیل اربعہ (چار مشہور انجیلیں) اور ان تمام کتب کا تعارف بھی شامل ہے جو انجیل میں شامل ہیں اور ان کا تعارف بائبل کی زبانی ہی کیا گیا ہے۔

اس کے بعد قرآن کریم کا تعارف، قرآن کریم کی تدوین، قرآن کریم کی حفاظت اور قرآن کریم سے متعلق قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ اس کے بعد قرآن کریم کی روشنی میں متعدد صحیفوں کا تذکرہ لکھا گیا ہے۔

قریشی صاحب نے ہر صحیفہ کے آغاز میں لکھا ہے کہ: "تمام صحیفے قرآن کریم کی روشنی میں مرتب کیے جا رہے ہیں۔" ان سے متفق ہونا ضروری نہیں، گزشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا کہ اللہ تعالیٰ نے مشہور کتابوں کے علاوہ بہت سے انبیاء پر صحیفے اتارے، مگر اب وہ محفوظ نہیں، اگر کسی کتاب کے ضمن میں وہ موجود بھی ہوں تو اصلی حالت میں نہیں۔ اب قرآن کریم کی مدد سے ان صحیفوں کو مرتب کرنا اور یہ کہنا کہ یہ وہی صحیفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء پر اتارے تھے، میرے خیال میں درست تعبیر نہیں۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء کی تعلیمات یہ تھیں اور شاید یہی تعلیمات یا اس سے ملتی جلتی تعلیمات ان صحف میں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء پر اتارے۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

اس کے بعد توریت اور انجیل کے بارے میں مفصل معلومات ہیں۔ بہر حال علمی حیثیت کے بارے میں تو علماء کرام ہی اظہار خیال فرمائیں گے۔ اور کتاب کا جو مقصد (آسمانی کتابوں کا تعارف) اس میں مؤلف کس حد تک کامیاب ہوئے اسے قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی نافع بنائے اور اس میں اگر کوئی کوتاہی یا لغزش ہوگئی ہو تو وہ معاف فرمائے، آمین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر تنویر احمد

ڈائریکٹر آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
معروف تاریخ دان

بسیار نویسی کو عام طور پر اچھا تصور نہیں کیا جاتا کہ بعد میں تاریخ لاکھوں شعروں میں سے ''بہتر نشتر'' ہی منتخب کر پاتی ہے۔ لیکن بعض لوگ بہت لکھتے ہیں اور بہت اچھا لکھتے ہیں۔ ان میں جناب مشتاق قریشی بھی ہیں جو چند برسوں میں 20 سے زائد تالیفات شائع کر چکے ہیں۔ جناب مشتاق قریشی نے ایک ضخیم کتاب ''آسمانی صحیفے اور قرآن کریم'' تالیف کی ہے۔ اس کتاب میں مولف نے حضرت آدم سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ان تمام انبیاء پر نازل ہونے والی ہدایت اور تعلیمات کو علیحدہ علیحدہ شکل میں یک جا کر دیا ہے جن کا قرآن میں ذکر ہے۔ تاہم ان کا یہ استدلال کہ ''تمام سابقہ کتب الٰہی اپنی اصل شکل وصورت میں اللہ تبارک نے اپنی اس آخری کتاب قرآن مجید میں جمع فرما دی ہیں۔'' ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو تعلیمات اتاری ہیں ان تمام تعلیمات کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں کے ذریعے دی جانے والی تعلیمات پر ہے۔ لیکن یہ تاثر کہ تمام صحائف اور کتب جن پر ایمان لانا اسلام کا بنیادی جز ہے قرآن مجید میں اصل شکل وصورت میں جمع کر دی گئی ہیں۔ درست نہیں اگر یہ تاثر درست ہوتا تو قرآن میں یہ نہیں کہا جاتا کہ تمام صحائف اور کتب اور اس کتاب پر ایمان لائیں اگر تم نجات چاہتے ہو۔ اس طرح قرآن کریم' زبور' توریت اور انجیل اور صحائف سے بالذات ایک الگ کتاب کے طور پر سامنے آتا ہے جس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات جو دیگر تمام انبیاء کے ذریعے ان کی امتوں پر بھی نازل کی گئی تھیں شامل ہیں۔ اسی لیے میں سمجھتا ہوں کہ زیر تبصرہ کتاب کا نام بھی نظر ثانی کا متقاضی ہے (نوٹ: نام تبدیل کر دیا گیا ہے، مولف) کیونکہ اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ صرف قرآن ہی کتاب الٰہی ہے جبکہ سورۃ یوسف میں اور دیگر متعدد مقامات پر قرآن کریم

Marfat.com

کو ایک الگ کتاب کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور قرآن اس پر اصرار کرتا ہے کہ دیگر وحی کردہ کتب اور صحائف بھی کلامِ الٰہی ہیں لیکن چونکہ قرآن خاتم النبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی میں اتارا گیا اس لیے ان میں ان تمام بنیادی تعلیمات کی تکرار کی گئی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئیں۔ یہ بات یاد رہے کہ قرآن عربی زبان میں اتارا گیا اور اس کے اولین مخاطب خطہ عرب میں آباد یہودی' عیسائی اور ایسے افراد تھے جو حضرت ابراہیم اور ان انبیاء کے پیروکار کہلاتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے خالق کائنات ہونے پر زیادہ دلائل نہیں دیتا بلکہ توحید' قیامت' یوم حشر اور رسالت پر زیادہ زور دیتا ہے۔ کیونکہ عرب کے عوام کسی نہ کسی طرح خالق کائنات کے طور پر اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ لیکن مذہبی کجروی کے باعث اس میں تثلیث' بتوں کی پرستش وغیرہ شامل کر لی گئی تھی۔ مزید براں وہ اس تصور کو تسلیم نہیں کرتے تھے کہ یوم حشر بھی ہوگا اور تمام انسان دوبارہ پیدا کیے جائیں گے اور ان کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا اور سزا و جزا بھی ہوگی۔ چنانچہ قرآن میں اسی تصور کو زیادہ زور دے کر اور زیادہ دلائل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے۔ اگر ہم توریت' زبور اور انجیل کا مطالعہ کریں حتیٰ کہ ان آیات قرانی کا جن میں حضرت محمد صلی اللہ وسلم سے پہلے کے انبیاء کو دی جانے والی تعلیمات کا ذکر ہے تو اس میں قیامت اور روز جزا کا ذکر نہیں نظر آتا۔ قرآن سے پہلے کی تمام الہامی کتب کا مخاطب نبی اسرائیل ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری اور فرماں برداری کے عوض خوشحالی ترقی' دشمنوں پر غلبہ کی نوید دی گئی ہے۔ نیک اعمال کے نتیجے میں حیات بعد الموت میں جنت کی بشارت نظر نہیں آتی اسی طرح نافرمانی کی صورت میں رزق کی کمی' شہروں کی تباہی اور دشمنوں کے ہاتھوں بربادی کی خبر دی گئی جہنم کے عذابوں کا ذکر نہیں ہے۔ چونکہ میرا مذہبی علوم سے تعلق محض سرسری قاری کا ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ میں ان کتب اور متعلقہ آیات میں ان امور کے مذکور سے لاعلم ہوں۔ توقع کرتا ہوں کہ جناب مشتاق قریشی صاحب اس اہم مسئلہ پر بھی روشنی ڈالیں گے۔

قرآن کریم میں مذکورہ تمام انبیاء' رسولوں اور ان پر اتاری گئی تمام الہامی کتب اور صحائف کا تعلق خطہ عرب سے ہے جن کے جدامجد کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ابھر کر آتا ہے۔ اس طرح مذکورہ الہامی مذاہب کی بنیاد حضرت ابراہیم کی نبوت پر قائم ہوتی ہے۔ اسی لیے رسالت مآب کی بعثت کے دور میں تمام عرب حضرت ابراہیمؑ کو مانتے تھے اور اسی لیے ان کی سنت کی

Marfat.com

پیروی میں حج کے تمام اراکین پہلے سے رائج تھے اور خانہ کعبہ کی حرمت عربوں میں بھی رائج تھی۔
اگر ہم قرآن سے پہلے کی الہامی کتب اور خصوصاً ان آیات کا مطالعہ کریں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء کے بارے میں قرآن میں درج ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد بنی اسرائیل میں رائج عقائد کی درستگی، بنی اسرائیل کو یکجا کرنا اور انہیں دوسری قوموں پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے تیار کرنا اور سماجی و معاشرتی امور میں بہتری کے احکامات پر عمل درآمد کرانا ہے۔
قرآن میں عرب میں آباد دوسری قوموں کی اصلاح اور انہیں اسلام کی طرف لانے کے لیے بھیجے گئے پیغمبروں اور انبیاء کا ذکر نہیں ہے۔ ان الہامی کتب کے مطالعہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ بنی اسرائیل کے غلبہ سے ہی خطہ عرب پر غلبہ اسلام مترادف ہے۔ ظاہر ہے یہ یہودی علماء اور بعد ازاں عیسائی علماء اور دانشوروں کی طرف سے کلام الٰہی میں تحریف اور رد و بدل کا شاخسانہ ہوسکتا ہے جس کے باعث انہوں نے بنی اسرائیل کو خدا کی چنیدہ قوم قرار دیا۔
زیر نظر کتاب میں جناب مشتاق قریشی نے انتہائی محنت اور تحقیق سے ان تمام آیات قرآنی کو الگ شکل میں پیش کیا ہے جو حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر نبی آخر الزماں تک آنے والے انبیاء رسولوں سے متعلق تھیں پھر ان آیات کا موازنہ موجودہ زبور، توریت اور انجیل میں درج احکامات، واقعات اور تاریخ سے کیا ہے انہوں نے بجا طور پر قرآن کو سند مانتے ہوئے اناجیل اور اضافوں، تحریفوں اور رد و بدل کو نمایاں طور پر پیش کیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے عام قاری کو نہ صرف اناجیل کے مندرجات سے آگاہی ہوتی ہے بلکہ وہ ان میں کیا کلام الٰہی ہے اور کیا انسانی دماغ کی کارگزاریاں ہیں ان سے بھی واقف ہوجاتا ہے۔ انتہائی سادہ انداز بیان اور سلیس زبان میں تحریر یہ کتاب عام مسلمانوں خصوصاً نئی نسل کو مذہب اسلام کی طرف راغب کرنے، انہیں اسلام اور تعلیمات خداوندی سے آگاہ کرنے کے لیے اہم اضافہ ہے۔ امید ہے کہ اسے قبولیت عامہ حاصل ہوگی۔ خداوند باری تعالیٰ جناب مشتاق قریشی کی اس عرق ریز کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں ہمت اور توفیق دے کہ وہ اس نیک کام میں مزید کارہائے نمایاں انجام دیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

آج جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں ستائیس رجب سن ۱۴۳۲ ہجری ہے' یہ تاریخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی تکمیل کی تاریخ ہے۔ یہ وہ مبارک لمحات ہیں جب رب کائنات نے اپنے محبوب اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قربِ خاص سے نوازا۔ آج اس مبارک ترین تاریخ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے ربِ کریم کے فضل وکرم اور عطائے علم نے مجھے یہ راہ دکھائی کہ میں' ان تمام کتب الٰہیہ کے بارے میں قرآن حکیم کی روشنی میں یہ جاننے سمجھنے کی کوشش کروں کہ وہ تمام کتب اور صحائف جن پر ایمان لانے کی لازمی شرط رکھی گئی ہے وہ کتابیں کیا ہیں اور کیسی ہیں اور کون کون سی ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں وہ کم ہے یہ اللہ رحیم وکریم کا بڑا ہی کرم ہے کہ مجھ ناچیز نااہل' کم فہم کو اس نے اپنی توفیقِ خاص سے خدمتِ قرآن کا موقع نصیب فرمایا ہے۔ اب تک اللہ کے فضل وکرم' اس کی عنایت خاص سے قرآنی آیات اور سورتوں کی بیس تالیفات کو مقبولیت عطا فرمائی اور انہیں اپنے بندوں کے لیے نافع بنایا۔ یقیناً یہ اس ربِ کریم کا ہی عطیہ ہے کہ اس نے مجھ جیسے کم فہم' کم علم کو وہ سہولتیں اور توفیق عطا فرمائی کہ جس کے سبب اتنی تالیفات نہ صرف لکھ سکا بلکہ بندگانِ الٰہی کی خدمت میں پیش بھی کر سکا ہوں۔

یہ بات ضروری اور سمجھنے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس دین اسلام کو مکمل فرمایا وہ وہی دین ہے جس کی ابتدا اللہ رب العزت نے اپنے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے سے کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام کلامِ الٰہی جو ربِ ذوالجلال نے وقتاً فوقتاً مختلف اقوام پر اپنے منتخب نمائندوں' نبیوں' پیغمبروں اور رسولوں کے توسط سے اپنے بندوں کے لیے نازل فرمایا تھا وہ سب دینِ اسلام کی تکمیل کے ساتھ ہی تمام احکامات اور ہدایات کو جو توحید الٰہی سے متعلق پہلے انبیاء اور رسولوں کو دی گئی تھیں قرآن کریم میں جمع کر دیا اور تمام امتوں کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جمع کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالموں کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے بے حد و بے حساب محبت وشفقت فرماتا ہے چونکہ دینِ اسلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل کر دیا گیا اس لیے تمام

Marfat.com

کلامِ الٰہی قرآن کریم کے ذریعے مکمل کر دیا گیا۔ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اور پھر ان سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے نبی پیغمبر رسول آئے وہ سلسلۂ رسالت بھی پایۂ تکمیل کو پہنچا اور ساتھ ہی ابتدائی کلامِ الٰہی سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام کلامِ الٰہی ہدایاتِ الٰہی اور قوانینِ الٰہی جمع کر کے قرآن کریم کو مکمل فرما دیا۔ گو کہ زبور، تورات، انجیل کے عام احکامات وشریعت الٰہی اپنی جگہ منفرد موجود ہیں لیکن قوانینِ الٰہی واحکاماتِ الٰہی کو قرآن میں جمع کر دیا گیا یہی وجہ ہے کہ وہ تمام کتب بھی ایمان کا حصہ ہیں۔ ان کتبِ الٰہیہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

دینِ اسلام کو مکمل ہونے میں کئی ہزار سال لگے کیونکہ دینِ اسلام کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی اسی طرح قرآن کریم کی تکمیل میں بھی ہزاروں سال کا عرصہ لگا کیونکہ دین اسلام کی ابتدا سے ہی آیاتِ الٰہیہ کا نزول شروع ہو چکا تھا اس لیے وہ تمام کتبِ الٰہیہ جو ماضی میں انبیاء سابقین پر نازل کی گئی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے مضامینِ توحیدِ الٰہی کو بھی تکمیلِ دین کے ساتھ قرآن کا حصہ بنا دیا یوں بظاہر تو قرآن مکمل ہونے میں تیئس (۲۳) برس لگے لیکن حقیقتاً کئی ہزار صدیوں کا سفر قرآن کی تکمیل میں لگا تب جا کر لوحِ محفوظ پر موجود قرآن مکمل ہوا ہے اور دینِ اسلام بھی مکمل ہوا ہے چونکہ دین اسلام تمام عالمِ انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اسی لیے تمام امتوں کو ملا کر مسلمانوں کو ایک امت بنا دیا گیا ہے۔

اب جس کام کی راہ پر میرے مولا نے مجھے لگایا ہے گو کہ وہ کام بہت مشکل بلکہ ناممکن دکھائی دیتا ہے لیکن مجھے قوی امید ہے کہ میرا مولا اپنے فضل وکرم سے میری تمام مشکلات کو میرے لیے آسان فرما دے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مشکل کام مشکل نہیں رہے گا۔

یوں تو تمام آسمانی صحیفے اور آسمانی کتب کے تمام اہم توحیدی احکام کو ربِ کریم نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اپنی آخری کتاب قرآنِ کریم میں یکجا فرما دیا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی اطلاع عام کر دی ہے کہ تمام سابق کتبِ الٰہیہ میں ان اقوام کے افراد نے جن پر وہ نازل کی گئی تھیں یا ان کے بعد میں آنے والی اقوام نے اپنی منشاء ومرضی کے مطابق احکاماتِ الٰہی وقوانینِ الٰہی جو ان کی بہتری اور آخرت کی راحت کے لیے اتارے گئے تھے کو تبدیل کر دیا کچھ احکام کو رد کر دیا کچھ کو تبدیل کر دیا۔ اور اپنے پیغمبروں، نبیوں، رسولوں کی ہدایت ورہنمائی کے خلاف شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس کے پیچھے چل پڑے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب تمام اقوام کے لوگوں پر اپنے منتخب نمائندوں کو بھیج کر ان کے ذریعے اپنے احکامات وہدایت کی روشنی پہنچا کر حجت تمام کر لی تو تمام سابقہ اقوام اور مذاہب کے نام نہاد ماننے والوں میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نئے دین، نئے مذہب کا نہ اعلان کیا تھا نہ بنیاد ڈالی تھی بلکہ اصل دینِ اسلام جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ اسلام سے ہوئی تھی جس کو منحرفینِ مذاہب نے بگاڑ کر کچھ سے کچھ بنا دیا تھا اس کی اصل حقیقت اور اصلاح کرنے اور اس دین مبین کی تکمیل کرنے کے لیے

Marfat.com

تشریف لائے تھے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تمام مذاہب کی کتب فرداً فرداً الگ الگ ہی تھیں۔ گو کہ انہوں نے اپنے طور پر اپنی تصنیف کردہ کتابوں کو معتبر اور روحانی و الہٰی بنانے کے لیے کچھ اصل احکام و قوانینِ الٰہی کو توڑ مروڑ کر برقرار رکھا تھا لیکن جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتابِ الٰہی قرآن مجید مکمل ہوئی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نگرانی میں حکمِ الٰہی کے مطابق لکھواتے جاتے اور ترتیب کراتے جاتے تھے۔ کاتبین وحی سے ساتھ ساتھ کتابت کراتے جاتے تھے' احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں عہدِ نبوت میں قرآن مجید کے لکھے ہوئے نسخے موجود تھے' امام مالک کا قول ہے کہ قرآن مجید اسی طریقہ سے مرتب کیا گیا ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتے تھے۔ یہی قول امام نوویؒ کا بھی ہے۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم کہتے تھے کہ ہمارے پاس باقاعدہ لکھے ہوئے قرآن مجید ہوتے تھے جن سے ہم خود قرآن مجید سیکھا کرتے اور اپنی عورتوں اور اولادوں' خادموں کو سکھایا کرتے۔ (تفسیر جامع البیان) قرآن مجید کی ترتیب اور خاص طور پر اس کے جمع کرنے اور کتابت کرنے کا ثبوت بخاری کی اس حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سال ایک بار (تراویح) میں قرآن مجید سنایا جاتا تھا۔ مگر جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس سال قرآن کریم دو مرتبہ سنایا گیا۔ یہ وہی عرصہ اخیرہ ہے جو موجودہ ترتیب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تھا۔ (الفتح الباری۔ مسند احمد) جب قرآن کریم مکمل ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے ان کی ہدایت کی روشنی میں ہی اس کی ترتیب و تدوین کی گئی جبکہ دیگر تمام سابق انبیائے کرام علیہ السلام کی کتب اور صحائف ان کے انتقال کے مدتوں بعد ان کے شاگردوں اور صحابہ نے تحریر کیے تھے وہ بھی اپنی اپنی یادداشت کے زور پر اس لیے ان میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں جبکہ قرآن ایسے تمام الزامات اور اغلاط سے پاک ہے۔
جب اہلِ اسلام نے اپنی مذہبی کتاب قرآن کریم کو عام کیا تو نہ صرف اکثر مسلمانوں کو کلامِ الٰہی زبانی حفظ تھا بلکہ تحریری طور پر بھی اکثر صحابہ کے پاس موجود تھا۔ جبکہ دوسری طرف صورتِ حال خاصی مختلف تھی یعنی یہود و نصاریٰ کے پاس ان کی مذہبی کتب منتشر حالتوں میں تھیں اور وہ بھی تحریف شدہ۔ پھر کلیسا کو ہوش آیا کیونکہ بنی اسرائیل اس بات کو ماننے کے لیے کسی طرح تیار ہی نہیں تھے کہ بنی اسرائیل کی جگہ آخری نبی بنی اسمٰعیل سے کیسے آ سکتا ہے اس لیے وہ اسلام اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر طرح سے خم ٹھونک کر مقابلے پر میدان میں آ گئے اور بائبل جو عیسائیوں کی مقدس کتاب سمجھی جاتی ہے جسے وہ آسمانی کتاب کہتے ہی نہیں بلکہ تسلیم بھی کرتے ہیں اس کی از سرِ نو ترتیب و تدوین کا کام شروع کیا گیا کیونکہ قرآن مجید ان کی کتب کے مقابلے میں ہر

Marfat.com

طرح سے مکمل مرتب اور جامع کتاب ہے۔اس لیے انہوں نے بھی اپنے تمام ایسے صحائف جن پر کسی طرح کوئی اعتراض کیا جاسکتا تھا یا جو کسی بھی طرح ان کی مذہبی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے تھے انہیں رد کر دیا اور دیگر تالیفات وتصانیف کو اناجیل کا نام دے کر ایک نئی بائبل یا انجیل کہیں یا کتاب مقدس ترتیب دے لی۔

موضوع اپنے اندر بڑی وسعت وگہرائی لیے ہوئے ہے لیکن میری یہی کوشش ہوگی کہ تفصیل میں جائے بغیر مختصراً وہ سب کچھ یکجا کر دیا جائے جو نہایت ضروری اور اہم ہو۔طوالانی بحثوں سے جتنا بچا جاسکتا ہے بچا جائے۔میری کوشش ہوگی کہ دیگر آسمانی کتب اور صحائف کے بارے میں ابتدائی اطلاعاتی معلومات دے کر قرآن کریم اور انجیل مقدس کی تدوین وترتیب کے بارے میں مختصر مگر بہتر سے بہتر معلومات جمع کر دی جائیں تا کہ پڑھنے والوں کی بھرپور تشفی ہو سکے۔یقیناً یہ ایک کٹھن اور مشکل کام ہے بلکہ مجھ ایسے کم علم کم فہم کے لیے تو تقریباً ناممکن نظر آتا ہے لیکن ذاتِ باری تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ وہ مالک الملک، سمیع وعلیم قادر مطلق اس سلسلے میں نہ صرف میری رہنمائی ورہبری فرمائے گا بلکہ میری مشکل کشائی بھی حسب سابق فرمائے گا اور دیگر تالیفات کی مانند اپنے فضلِ خاص سے اس کتاب کی خوش اسلوبی سے تکمیل فرمادے گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔

الحمدللہ اب جب کہ یہ کتاب تکمیل کے مراحل طے پا چکی ہے تو اسے میں نے صاحب علم و بصیرت جناب ڈاکٹر تنویر احمد طاہر جو واقعی تحقیقی نظر رکھتے ہیں اور صاحب علم ہیں کی رائے کے لئے پیش کیا انہوں نے اس کتاب کے مسودے کے مندرجات پر کچھ خامیوں کی نشاندہی کی اور جن دلائل کے اندراج کی طرف توجہ دلائی انہوں نے نہ صرف اس کتاب کا رخ ہی بدل دیا اور یہ ایک بہتر کتاب میں تبدیل ہوگئی پہلے اکثر مقامات پر جہاں جہاں میں نے ٹھوکر کھائی تھی ان کی درستگی ہوسکی اور بہتر وضاحت ہوسکی ہے میں ان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ انہیں صراط مستقیم کا راہی بنائے اور ان کے علم میں اضافہ فرمائے آمین۔

ایک بار پھر انہوں نے میرے ساتھ ساتھ میرے قارئین کی رہنمائی اپنی رائے سے کی ہے۔ ان کے ساتھ میں جناب مفتی خالد محمود نائب ناظم اقرأ روضۃ الطفال اور حضرت حافظ فضل رحیم نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کا بھی تہہ دل سے شکر گزر ہوں جنہوں نے اپنی موقر رائے سے میری رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی اور اس کتاب کا نام بھی تجویز کیا۔

طالبِ دعا

مؤلف: مشتاق احمد قریشی

Marfat.com

پیغمبر، نبی اور رسول

اس سے پہلے کہ ہم آسمانی کتب کے بارے میں بات کریں ضروری ہے کہ ان کتبِ آسمانی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس ذریعے سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرلیں۔ قرآن کریم میں دو حیثیتوں سے ان صاحبِ کتاب لوگوں کا ذکر آیا ہے ایک رسول اور دوسرے نبی۔ ہمیں یہاں یہ سمجھنا ہے کہ ایک نبی اور ایک رسول کے درمیان کیا فرق ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنی الہامی کتاب میں جو جو کتابیں جمع کرلی ہیں وہ سب کی سب تو نہیں لیکن اکثر کتابوں کو انہوں نے نبیوں اور رسولوں کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کتبِ الٰہی کی نسبت کے لیے بعض اہلِ کتب رسولوں نبیوں کو ایک عام سڑک چھاپ انسان کی مانند خود اپنی ہی لائی ہوئی یا اپنی قوموں کو بتائی ہوئی شریعت کے خلاف عمل کرتے ہوئے بتایا گیا ہے اور انہیں انتہائی درجے کی بدکاری میں ملوث بتایا گیا ہے جبکہ نبی اور رسول تو زمین پر اللہ کے نائب اور خلیفہ فی الارض کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ اللہ کے منتخب نمائندے ہوتے ہیں اور اپنی قوم وملت کے لیے مثالی شخصیت اور نمونے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے پیروکاران کے ہی قول وفعل کی پیروی واتباع کرتے ہیں۔ اگر نبی یا رسول ہی بدراہ ہوجائے تو پھر وہ اپنے پیروکاروں سے کیسے امید رکھ سکتا ہے کہ وہ سیدھی اور سچی راہ پر گامزن ہوں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم یہاں یہ سمجھ لیں کہ نبی کیا ہوتے ہیں اور رسول کیا ہوتے ہیں؟

نبی اور رسول میں یہ فرق ہوتا ہے کہ رسول بہ یک وقت رسول بھی ہوتا ہے اور نبی بھی ہوتا ہے جبکہ یہ ضروری نہیں کہ نبی رسول بھی ہو، کیونکہ رسول وہ ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے وحی بھیجے یا اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ رسول کو وحی حضرت جبرائیل کے ذریعے آتی ہے اور رسول صاحبِ کتاب اور صاحبِ شریعت ہوتا ہے۔ اسے تبلیغِ رسالت کا حکم ملا ہوتا ہے اور رسول اپنے سے پہلے رسولوں کی کسی شریعت اور کتاب کا تابع نہیں ہوتا۔ اور نبی وہ ہے جسے کسی فرشتے کے ذریعے یا قلبی الہام کے ذریعے وحی ہو اسے تبلیغ کا حکم ہو یا نہ ہو۔ (تھانوی، کشاف، دستور العلماء)

رسول اور اس کی امت کے درمیان ایک قریبی تعلق ہوتا ہے۔ رسول، اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی امت کو پہنچاتا ہے۔ وہ سب سے پہلے خود وحیِ الٰہی پر ایمان لاتا ہے اور اس کے ماننے والے بھی اللہ کا کلام اور احکام پر ایمان لاتے ہیں۔ رسول خود بھی احکامِ الٰہی پر عمل کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں

١٢٤٣٩٨

Marfat.com

کو بھی عمل کی تلقین کرتا ہے۔ اور احکاماتِ الٰہی کی توضیح وتشریح کر کے امت کے لیے لائحہ عمل اور درست طریقِ کار متعین کرتا ہے۔ رسول زمامِ قیادت وسیاوت اپنے ہاتھ میں لے کر انسانی فلاح کے لیے روحانی بنیادوں پر انقلاب برپا کرتا ہے۔

رسول چونکہ اللہ کا منتخب بندہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے نفس کو ان کے قابو میں کیا ہوتا ہے اور زمین پر وہ اللہ تعالیٰ کی نیابت سرانجام دے رہا ہوتا ہے اور خلیفہ فی الارض کی ذمہ داری پر فائز ہوتا ہے اس لیے وہ تمام انسانی کمزوریاں جو عام انسانوں میں پائی جاتی ہیں ان سے پاک ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم مرضی ومنشا کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے۔

قرآن حکیم میں بھی ارشادِ الٰہی ہے کہ رسول نہ اپنی مرضی سے کچھ کہتا ہے نہ اپنی مرضی سے کچھ کرتا ہے یعنی اس کے اقوال وافعال سب کے سب احکامِ الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔

رسول اللہ تبارک وتعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لیے مبعوث فرماتا ہے۔ سورۃ الحج میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾

(۱) ترجمہ:۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغام پہنچانے والوں کو چھانٹ لیا ہے۔ فرشتوں میں اور انسانوں میں سے بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (الحج۔۷۵)

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

(۲) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ منصب رسالت کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔ (الانعام۔۱۲۴)

رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾

(۳) ترجمہ:۔ ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوش خبری سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا حکمت والا ہے۔ (النساء۔۱۶۵)

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾

(۴) ترجمہ:۔ ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ

Marfat.com

بنا دیا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے؟ تیرا ربّ سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (الفرقان۔۲۰)

(۵) سب واضح دلائل لے کر آئے تھے۔ (الروم۔۴۷)...... (۶) سب کا پیغام ایک ہی تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (انبیاء۔۲۵)...... (۷) ان رسولوں میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل تھی۔ (بقرۃ۔۲۵۳)...... (۸) تمام رسولوں کو یہی حکم تھا کہ وہ پاکیزہ چیزیں کھائیں اور اعمال صالحہ پر کاربند رہیں۔ (المومنون۔۵۱)...... (۹) رسولوں میں سے بعض کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا اور بعض کے بارے میں نہیں بتایا گیا۔ (النساء۔۱۶۴)...... (۱۰) اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا ہے جس نے پیغام دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور شیطان سے بچو۔ (النحل۔۳۶)...... (۱۱) ایک ڈرانے والا اگلے ڈرانے والوں میں سے۔ (النجم۔۵۶)...... (۱۲) اور در حقیقت ایمان لانے والوں پر اللہ کا بڑا ہی احسان ہے کہ اس نے ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول اٹھایا۔ (آل عمران۔۱۶۴)...... (۱۳) اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے جو تمہارے سامنے بہت سی ان چیزوں کو کھول کر بیان کرتا ہے جنہیں تم کتاب میں چھپاتے ہو۔ (المائدہ۔۵)

سب رسول اپنی اپنی مخصوص قوموں یا قبائل اور اپنے اپنے زمانوں کے لیے آئے تھے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تکمیل دین کے لیے بھیجے گئے تھے اس لیے وہ ہر زمانے اور تمام عالم انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے جیسا کہ قرآن کریم میں سورۃ انبیاء: ۱۰۷ میں القصص: ۵۷ اور ۴۶ میں ذکر ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی نہیں تھے بلکہ ان کے فرائض منصبی میں قرآن کریم کی تشریح و توضیح بھی شامل تھی۔ النحل: ۴۴) مفسّرین کے مطابق رسول چھ ہیں (احقاف: ۳۵) حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، یہی حضرات صاحبِ شریعت بھی ہیں۔ جبکہ قرآن حکیم نے حضرت لوط علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام کو بھی رسول کا اعزاز دیا ہے (تھانوی: الکشاف) جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ذوالنون علیہ السلام، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں بعض اوقات رسول کہا گیا ہے اور بعض اوقات نبی۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رسول صاحب شریعت صاحبِ کتاب اللہ کا منتخب نمائندہ ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا فرد ہوتا ہے۔ جو ہر طرح سے احکام الٰہی اور قوانین الٰہی کا پابند ہوتا ہے اپنے ہر قول و عمل سے وہ کسی طرح بھی احکامِ الٰہی سے انحراف نہیں کرتا نہ کر سکتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو رسالت یا نبوت کے لیے منتخب فرماتا ہے تو اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے ایسا پاک صاف اور معصوم بنا دیتا ہے

Marfat.com

کہ اس سے کسی دانستہ گناہ کا ارتکاب ممکن ہی نہیں رہتا۔

جب کسی بھی انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص اللہ کا سچا رسول' پیغمبر' نبی ہے تو پھر اس شخص پر اس رسول یا پیغمبر کی بات ماننا اس کی اطاعت کرنا اور اس کے طریقے کی پیروی کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ یہ بات بالکل ہی عقل کے خلاف ہوگی کہ ایک شخص کو اللہ کا رسول یا پیغمبر تسلیم کر لیا جائے اور اس کی بات نہ مانی جائے۔ کیونکہ رسول و پیغمبر کو ماننے یا تسلیم کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہم نے مان لیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے کر رہا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے کہہ رہا اور کر رہا ہے' اللہ کی مرضی کے مطابق کر رہا ہے' اب جو کچھ اس کے خلاف کہیں گے یا کریں گے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے خلاف ہوگا اور جو بات اللہ کے خلاف ہو وہ کبھی حق سچ نہیں ہو سکتی' اس لیے کسی بھی رسول' پیغمبر' نبی کو تسلیم کرنے سے یہ بات خود بخود لازم ہو جاتی ہے کہ اس کی بات کو بے چون و چرا مان لیا جائے۔ اس کے حکم کے آگے سر جھکا دیا جائے' خواہ اس بات یا عمل کی حکمت اور فائدہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے کیونکہ جو بات پیغمبر کی طرف سے کہی گئی ہے یا کی گئی ہے اس کا ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سچی ہے' حق ہے اور اس میں وہ تمام حکمتیں مصلحتیں موجود ہیں جو ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بڑا علیم و خبیر ہے وہ ہر بات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے اور علم رکھتا ہے۔

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ رسول نبی اور پیغمبر بھی ہوتا ہے جبکہ نبی رسول نہیں ہوتا کیونکہ رسول صاحب کتاب' صاحب شریعت ہوتا ہے نبی پیغامبر ہوتا ہے۔ وہ بھی اللہ کا منتخب بندہ ہی ہوتا ہے اور خاص منتخب بندوں میں سے ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ نبی کو وحی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نہیں ملتی بلکہ دیگر فرشتوں کے ذریعے یا رویا (خواب) الہام اور القاء (اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف اپنے برگزیدہ منتخب بندوں کے دل میں آئی ہوئی بات) کے ذریعے انہیں وحی ملتی ہے جس پر نہ صرف وہ خود عمل پیرا ہوتے ہیں بلکہ اپنے پیروکاروں کو بھی اس کی ہدایت و نصیحت کرتے ہیں۔ اس میں سمجھنے والی بات صرف اتنی ہے کہ رسول' پیغمبر' نبی سب کے سب اللہ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہی حکم سے اعلان نبوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہوتا ہے جسے وہ لوگوں تک پہنچاتے ہیں جو کوئی ان پر ایمان نہیں لاتا وہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو تمام انسانوں کا ہی نہیں بلکہ تمام عالموں کا خالق و مالک اور شہنشاہ ہے حقیقی بادشاہ ہے۔ جس شخص کو بھی اس نے انسانوں کی بھلائی و فلاح کی ہدایت کے لیے بھیجا یا منتخب کیا ہو اس کی اطاعت و پیروی اختیار کرنا اپنے مالک و خالق کی اطاعت و پیروی کرنا ہے اور اس سے منہ موڑنا کفر ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس سلسلے میں مزید غور و فکر کریں بہتر ہوگا کہ یہ سمجھ لیں کہ نبوت کا سلسلہ ہے کیا؟ اور یہ دیکھ لیں کہ نوع انسانی میں پیغمبری کا سلسلہ کس طرح شروع ہوا اور کس طرح تکمیل کے

Marfat.com

مراحل طے کرتا ہوا نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوا۔

سلسلۂ نبوت پر ایک نظر:۔ جب خالق کائنات نے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام کو خلق کیا اور انہیں زمین پر آباد کیا تو انہیں زمینی زندگی بسر کرنے کے تمام طریقے وسلیقے سکھا دیے اور بتا دیے اور انہیں ہی اپنا سب سے پہلا پیغمبر نامزد بھی کر دیا تا کہ وہ اپنی آنے بلکہ ہونے والی نسل کے لیے اسلام' جو تمام انسانیت کے لیے روز اول سے ہی مقرر کر دیا گیا تھا اور جس کے متعلق تمام تر تفصیل و تعلیم سے حضرت آدم علیہ السلام کو آراستہ کر دیا گیا تھا تا کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کریں انہیں سمجھائیں' بتائیں کہ ان کا خالق و مالک اور ان کی پرورش و نگہداشت کرنے والا ایک اکیلا اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اُسی کی تمہیں عبادت کرنی ہے اُسی ایک اکیلے اللہ کے سامنے سر جھکانا ہے اور اس سے ہر قسم کی مدد مانگنی ہے۔ کیونکہ یہ سارا نظام دنیا و کائنات اسی خالق کائنات کی مرضی و منشاء کے مطابق کام کر رہا ہے۔ اگر تم اللہ کی ہدایت پر عمل کرو گے اس کے بتائے ہوئے طور طریقوں کو اپنا کر زندگی بسر کرو گے تو تم کو بہتر سے بہتر انعام ملے گا اور اگر کہیں تم نے اس کی ہدایت سے انکار کرتے ہوئے کفر کرتے ہوئے کوئی عمل کیا تو تمہیں اس کی سزا ملے گی۔

ابتدا میں تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک چلتا رہا مگر جیسے جیسے زمین پر انسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ویسے ان کے مسائل میں بھی اضافہ ہوتا گیا کیونکہ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن مقرر ہو چکا تھا اور جس نے اپنے رب سے مہلت مانگ لی تھی اور اجازت حاصل کی تھی کہ وہ زمین پر رہتے بستے انسانوں کو ضرور بہکائے گا و رغلائے گا تا کہ وہ توحید الٰہی کی سیدھی سچی راہ سے ہٹ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیے جانے والے اپنے امتحان میں ناکام و نامراد ہو جائیں اور آبادی کے اضافے کے ساتھ ساتھ ایسا ہی ہوا کہ لوگ شیطان کے چنگل میں پھنستے گئے اور اللہ کی پرستش و عبادت جو ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں بتائی سکھائی تھی اس سے منحرف ہوتے گئے اور شیطان کے سکھائے میں آ کر ایک اکیلے اللہ کو چھوڑ کر کچھ لوگ سورج کی پرستش کرنے لگے تو کچھ چاند کی اور تاروں' درختوں' جانوروں اور دریا کو پوجنے لگے ہر طاقت کے سامنے سر جھکانے لگے۔ یوں رفتہ رفتہ ان کے معبودوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی نسل دنیا کے مختلف حصوں میں پھیل گئی تھی اور بیسیوں مذہب شیطان نے بنوا دیے تھے۔ ہر قوم کا اپنا الگ ہی مذہب ہو گیا تھا۔ ہر قسم کی برائیوں اور جاہلانہ رسوم و رواج فروغ پا چکے تھے تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے سلسلہ نبوت شروع ہوا جیسا کہ سورۃ البقرہ

Marfat.com

میں ارشاد ہوا ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢١٣﴾

ترجمہ:۔دراصل ابتدا میں سب ایک ہی گروہ تھے (ایک ہی طریقے پر تھے) اللہ تعالیٰ نے نبیوں کوخوش خبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اوران کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تا کہ لوگوں کے ہر اختلافی معاملے کا فیصلہ ہوجائے۔اور صرف ان ہی لوگوں نے جو اسے دیئے گئے تھے اپنے پاس دلائل آ چکنے کے بعد آپس کے بغض وعناد کی وجہ سے اس میں اختلاف کیا' اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان والوں کے اس اختلاف میں بھی حق کی طرف اپنی مشیت سے رہبری کی'اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔(البقرہ۔۲۱۳)

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کے ذریعے انبیاء علیہ السلام کی آمد کی وجہ بتائی گئی' کیونکہ ابتدائے آفرینش سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تک کا عرصہ تقریباً دس صدی پر محیط ہے اس وقت تک لوگ توحید الٰہی پر جس کی تعلیم انبیاء کرام علیھم السلام دیتے رہے' قائم رہے۔اس کے بعد شیطان کی وسوسہ اندازی سے ان میں اختلافات پیدا ہونا شروع ہوگئے جو بڑھتے ہی چلے گئے تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبیوں رسولوں کو اپنی کتابوں کے ساتھ بھیجا' تا کہ لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات کا فیصلہ ہوسکے جو حق اور توحید کو قائم اور واضح کردے۔(ابن کثیر)

پیغمبروں کا کام......؟: اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن پیغمبروں کو بھیجا' مبعوث فرمایا ان کے ذمہ کوئی نیا کام یا کسی نئے دین کی تبلیغ کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی تھی بلکہ سب کو اپنی اپنی قوموں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کا کام سونپا گیا تھا۔سب کے سب نے وہی تعلیم وہی مذہب جس کی تعلیم ابتدا میں ہی حضرت آدم علیہ السلام نے دی تھی یعنی ایک اکیلے اللہ کی پرستش کرنا' اور شرک وبت پرستی اور جاہلانہ رسموں سے جس میں انہیں شیطان نے لگا دیا تھا' سے روکنا اور اللہ کی مرضی ومنشاء کے مطابق زندگی بسر کرنے کا طریقہ بتانا' سکھانا اور صحیح قوانین الٰہی بتا کر ان کی پیروی کی ہدایت کرنا تھا۔اسی سبب اللہ تعالیٰ نے زمین کے تمام خطوں میں جہاں انسانی آبادیاں قائم تھیں وہاں انہی قوموں کے لوگوں میں سے اپنی ہدایات پہنچانے کے لیے کسی خاص شخصیت کو منتخب کر کے اس

Marfat.com

سے تبلیغ کا کام لیا گیا ہے۔ پھر یوں ہوا کہ آنے والے تقریباً تمام ہی پیغمبروں کی امتوں نے اپنے اصل مذہب یعنی اسلام کو بگاڑ کر اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق اپنے اپنے مذاہب بنانا شروع کر دیئے تب اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل کے لیے اور کتب آسمانی کے سلسلے کو مکمل کرنے کے لیے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ان پر کتب آسمانی کے سلسلہ کو قرآن کریم کے ذریعے مکمل فرمادیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک رسالت کی تکمیل کے لیے تمام احکاماتِ الٰہی جن میں قوموں نے اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق خوب ردوبدل کر لی تھی کی اصل کو بھی قرآن کریم میں شامل فرمادیا تا کہ یہ بات لوگ اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسلام کوئی نیا دین نہیں ہے نہ ہی قرآن کریم کوئی نئی کتاب یا نیا ہدایت نامہ ہے اسی سبب اللہ تعالیٰ نے جب ان کتب الٰہیہ کے اہم احکامات کو قرآن میں جمع کر دیا تو وہ تمام تحریف شدہ کتب آسمانی خود بخود منسوخ ہو گئیں ان کی انفرادی حیثیت کو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ختم فرمادیا لیکن ان کی اہمیت وحیثیت کو برقرار رکھنے کے لیے ہی انہیں ایمان کا لازمی حصہ بنادیا کیوں کہ تمام سابقہ کتب الٰہی پر ایمان لانے کا مطلب اس امر کا اقرار کرنا ہے کہ یہ کتابیں اور رسول جب بھیجے گئے تو وہ منجانب اللہ تھے اسی طرح قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے رسول ہیں۔ کتب آسمانی پر ایمان لانا دراصل قرآن کریم پر ایمان لانا ہے ایسے ہی تمام رسولوں پیغمبروں پر ایمان لانا بھی اسی لیے ہے کہ اہل ایمان یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اُن انبیاء علیہ السلام کی کوششیں رائیگاں نہیں گئیں، تمام ملاوٹوں کے باوجود کچھ نہ کچھ اصل صداقت، ہر قوم کی کتاب میں باقی رہ گئی تھی جو اب اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم کا حصہ بن چکی ہیں۔

آخر میں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگوں کا خیال ہی نہیں بلکہ یہ گمان اور کہنا ہے کہ نبی، رسول، پیغمبر بھی ہماری طرح کے انسان ہوتے ہیں ان سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں، وہ کوئی فرشتے نہیں تھے نہ مافوق الفطرت ہستی ہوتے تھے، وہ ایک عام انسان ہوتے تھے اس لیے ان سے بھی وہ گناہ وہ غلطیاں سرزد ہوتی تھیں جو عام انسانوں سے ہونا ممکن ہے۔ ایسا لوگ اس لیے بھی کہتے اور سمجھتے ہیں کیونکہ یہود ونصاریٰ نے اپنی اپنی مذہبی کتب تورات، زبور اور انجیل میں اپنے نبیوں پیغمبروں کو گناہ آلود کر دیا ہے ان سے محرمات کا نہ صرف ارتکاب کرادیا ہے یہاں تک کہ انہیں دینِ حق دینِ اسلام چھوڑ کر جس کی وہ تمام زندگی تبلیغ وترویج کرتے رہے تھے کسی عورت کے چکر میں پھنس کر تمام ریاضتوں پر پانی پھیرتے ہوئے بدکاری اور بت پرستی میں ملوث کر دیا گیا ہے جبکہ ایسا صرف انہوں نے اس لیے کیا ہے کہ خود ان فحاشی بدکاری بدمعاشی کو اتباع رسول کے طور پر سرانجام دینے کی دلیل بنا سکیں۔

جبکہ انبیاء علیہم اسلام کے جو حالات قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں ان سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو یکا یک اچانک ہی کسی راہ چلتے شخص کو پکڑ کر اس کے سر نبوت کا تاج سجا

Marfat.com

دیتا ہے اور نہ اپنی ایک کتاب تھما کر اسے لوگوں تک پہنچانے پر مامور کر دیتا ہے اور نہ ہی وہ مالک الملک اپنے کسی بندے کو جز وقتی کام پر مقرر کرتا ہے جو مقررہ اوقات میں مقررہ کام کر دیتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی قوم میں کوئی نبی بھیجا ہے تو اس کام کے لیے اس نے اس قوم میں ہی ایک شخص کو خاص طور پر منتخب فرمایا تاکہ وہ نبوت کی خدمت انجام دے' اس کے اندر انسانیت کی وہ بلند ترین صفات اور اعلیٰ درجے کی ذہنی' روحانی قوتیں ودیعت فرمائیں جو اس اہم ترین منصب کے لیے ضروری اور اہم تھیں اُس کی پیدائش کے وقت سے ہی اسے اللہ تعالیٰ اپنی خاص نگرانی وحفاظت کے حصار میں رکھتا ہے اور اللہ کی خاص نگرانی میں ہی اس کی پرورش وتربیت کا انتظام ہوتا ہے اور نبوت عطا کرنے سے پہلے اس کو تمام اخلاقی عیوب سے گمراہیوں اور غلط کاریوں سے محفوظ و پاک رکھا جاتا ہے اور ہر قسم کے خطرات سے اسے بچایا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں ہونے والے نبی رسول پیغمبر کی پرورش ہوتی ہے جن میں ان کی استعداد نبوت ترقی کر کے فضیلت کی طرف بڑھتی ہے اور جب وہ اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے خاص اپنے پاس سے علم اور قوتِ فیصلہ اور نورِ ہدایت عطا فرما کر نبوت کے منصب پر فائز فرما دیتا ہے پھر اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس طرح کام لیتا ہے کہ وہ منصب نبوت پر آنے کے بعد مرتے دم تک اسی کام میں مصروف عمل رہتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی شدید نگرانی رہتی ہے کہ اس کا نائب اور خلیفہ فی الارض کوئی خطا نہ کر پائے۔ ہوائے نفس اور شیطانی وسواس سے بھی ان کی سخت ترین حفاظت کی جاتی ہے ان کے معاملات کو بشری عقل اور انسانی اجتہاد پر نہیں چھوڑا جاتا بلکہ جہاں کہیں منتخب شخصیت جسے نبوت پر فائز کیا گیا ہوتا ہے بشری تقاضوں کی طرف غلطی سے قدم بڑھانے کی کوشش بھی کرتا ہے تو اسے وہیں ٹوک دیا جاتا ہے روک دیا جاتا ہے کیونکہ وہ زمین پر اللہ کی نمائندگی کر رہا ہوتا ہے۔ وہی اگر خود بہک جائے تو اس کی پیدائش اور اس کی بعثت کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے جبکہ اس کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو سواء السبیل اور صراط مستقیم پر چلائے اور اس لکیر سے ذرا بھی نہ ہٹے جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرما رکھی ہے اگر پیغمبر ہی اس راہ حق سے ہٹ جائے گا تو پھر ایک عام انسان جو اس کی پیروی کرنے والا ہے وہ کیسے راہِ حق پا سکے گا۔

لہٰذا انبیاء علیہم السلام اپنی پیدائش سے پہلے ہی نبوت کے لیے نامزد کر دیئے جاتے ہیں' ان کو خاص طور پر اسی مقصد کے لیے پیدا کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم ہمیں یہ مختلف انبیاء کے احوال کے ذریعے بتاتا ہے۔ مثلاً حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی پیدائش اور نبوت کی خوش خبری سنا دی گئی۔ (الصّفّت۔ ۱۱۰ تا ۱۱۳) حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق ان کے بچپن میں ہی ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں برگزیدہ کرنے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی طرح ان پر اپنی نعمت کا اتمام کرنے والا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بیٹے کے لیے دعا کرتے ہیں تو ان

Marfat.com

کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوش خبری سنائی جاتی ہے۔(آل عمران۔۱۳۹) جب حضرت مریم کے پاس خاص فرشتہ آیا اور اس نے انہیں ایک پاک طینت بیٹے (علامِ زکی) کی بشارت دی اور جب ان کی زچگی کا وقت آیا تو خاص حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف سے زچگی کے انتظامات ہوئے (ملاحظہ کیجئے سورۃ المریم رکوع دوم) حضرت موسیٰ کی پیدائش کا معاملہ کہ فرعون جوان کے قبیلے بنی اسرائیل کے ہر پیدا ہونے والے لڑکے کو قتل کر دیا کرتا تھا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو محفوظ بنایا اور ان کی پرورش خود ان کے انتہائی دشمن فرعون مصر کے ہی محلوں میں کرائی۔

اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو نبوت کے لیے پیدا فرماتا ہے وہ عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے بلکہ وہ غیر معمولی قابلیت کے حامل ہوتے ہیں وہ نیک اور پاک فطرت پختہ ذہن ہوتے ہیں۔ ان کے علوم کسبی نہیں ہوتے بلکہ جبلی وفطری ہوتے ہیں' حق و باطل' صحیح وغلط کا امتیاز ان کی سرشت میں ودیعت کر دیا جاتا ہے۔ وہ فطرتاً پختہ' درست سوچ رکھنے والے اور سچ بولنے والے لوگ ہوتے ہیں وہ عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتے بلکہ غیر معمولی قابلیت اور صلاحیتوں کے ساتھ وجود میں آتے ہیں۔ ان کی فطرت نہایت ہی پاکیزہ ہوتی ہے ان کا ذہن اور سوچ ایسی ہوتی ہے کہ وہ جو بات کرتے ہیں سیدھی اور سچی کرتے ہیں' غلط روی' کج روی کی استعداد ہی اللہ ان میں نہیں رکھتا۔ ان کی تخلیق اللہ تعالیٰ بطور خاص فرماتا ہے' وہ فطرتاً صحیح سوچتے ہیں اور صحیح بولتے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾

ترجمہ: ''اے یحییٰ! میری کتاب کو مضبوطی سے تھام لے۔'' اور ہم نے اسے لڑکپن ہی سے دانائی عطا فرمادی۔ اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی' وہ پرہیزگار شخص تھا۔(مریم۔۱۲۔۱۳)

آیتِ کریمہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے جو اپنے والد حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھے جب وہ کچھ بڑے ہوئے' ابھی بچے ہی تھے کہ انہیں یہ حکمِ الٰہی ہوا کہ اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑلیں یعنی اس پر عمل کریں یہاں کتاب سے مراد تورات ہے یا پھر جو خود ان پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہو جس کا اب کسی کو کوئی علم نہیں ہے۔ اس سے بھی یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اہلِ نبوت کی تعلیم وتربیت کا بندوبست ان کی ابتدا سے ہی اللہ کی طرف سے ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اُن کی والدہ کی گود میں ہی

Marfat.com

کہلوانا۔

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾

ترجمہ:۔ مریم نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا سب کہنے لگے کہ لو ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں۔ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ (مریم۔۳۰)

اس آیت سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ السلام اپنی پیدائش کے وقت ہی سے اللہ کے پیغمبر تھے یا اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ پیدائشی پیغمبر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابھی نوجوان ہی تھے درجہ نبوت پر فائز نہیں ہوئے تھے کہ ربِ کائنات نے انہیں کائنات کی سیر کرادی انہیں مشاہدہ کرادیا ارض وسماوات کا جیسا کہ سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ (الانعام۔۷۵)

اس مشاہدے کا علم حاصل کرنے کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا تھا۔

يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾

ترجمہ: میرے مہرباں باپ! آپ دیکھیے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں، تو آپ میری ہی پیروی کریں بالکل سیدھی راہ کی طرف میں آپ کی رہبری کروں گا۔ (مریم۔۴۳)

ایسے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں قران کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ

ترجمہ:۔ اور جب (یوسف) پختگی (جوانی) کی عمر کو پہنچ گئے تو ہم نے اسے قوتِ فیصلہ اور علم دیا۔ (یوسف۔۲۲)

یعنی نبوت یا نبوت سے قبل کی دانائی اور قوت فیصلہ عطا کیا گیا اس آیت کے بعد آنے والی آیات میں ہی حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کی بیوی کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ جو قرآن کی الٰہی شہادت ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکبازی اور عفت وعصمت کے بارے میں دی گئی ہے اور ان سے منسوب بائبل کی کتاب غزلیات میں جو بے ہودگی اور فحش باتیں تحریر کی ہیں وہ

Marfat.com

سب یہودیوں نے اپنی بدکاری زنا کاری کو مذہبی جواز و دلیل بنانے کے لیے کیا ہے ایک ایسے پاکباز نبی جس کی تربیت اس کی پیدائش بلکہ اس سے بھی پہلے سے شروع کر دی جاتی ہے تاکہ اسے خلافت فی الارض کا اہل بنایا جا سکے۔ یہی بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں بھی فرمائی گئی ہے سورۃ القصص میں اس طرح ارشاد ہوا ہے ''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا۔ (القصص۔۱۴) یہی حکم قرآن حکیم میں حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے ''اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھی حکمت اور علم دیا۔ (الانبیاء۔۷۴) اسی غیر معمولی علم سے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سرفراز کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

ترجمہ:۔ اور اللہ نے تیرے اوپر کتاب اور حکمت اتاری اور تجھے وہ علم دیا جو پہلے تو جانتا نہ تھا۔ (النساء۔۱۱۳)

ان آیات میں جس چیز کا ذکر کیا گیا ہے وہ محض کتاب نہیں ہے، بلکہ وہ روشنی ہے جو انبیاء علیہم السلام کے نفس کو منور کرتی ہے۔ اسی لیے اس کا ذکر کتاب سے الگ کیا گیا ہے۔ اسے انبیاء کی صفت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ وہ اس روشنی سے حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ نبی کی نظر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بصیرت سے اور روشنی کے زور سے آن واحد میں معاملہ کی تہہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن حکیم بتاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو نہ صرف حکمت وقوتِ فیصلہ اور غیر معمولی دانش وبینش عطا کی گئی تھی، بلکہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ان پر خاص نظر رکھتا ہے اور غلطیوں سے ان کی حفاظت فرماتا ہے انہیں گمراہیوں سے بچاتا ہے۔ اگر بشریت کے تقاضے سے وہ کبھی اپنے اجتہاد میں بھی کوئی غلطی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فوراً ہی ان کی اصلاح کر دیتا ہے۔ اگر ہم حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو دیکھیں کہ قریب تھا کہ عزیز مصر کی بیوی ان کو اپنے جال میں پھنسا لے اور اپنی ہوس پوری کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی ''برہان'' دکھا کر ان کو بدکاری سے محفوظ کر دیا۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔ اس عورت نے یوسف کی طرف کا قصد کیا اور یوسف بھی اس کا قصد کرتے اگر وہ اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھتے، یونہی ہوا اس لیے کہ ہم نے اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دی، بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ (یوسف۔۲۴)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو انہیں خوف ہوا کہ کہیں فرعون ان پر کوئی زیادتی نہ کرے۔ اس پر حق تعالیٰ نے

Marfat.com

انہیں کہا کہ کچھ خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں اور سب کچھ دیکھ اور سن رہا ہوں۔(طہ۔۴۵۔۴۶)دونوں انبیاء کا خوف بشریت کے باعث تھالیکن ان کی اس کمزوری کواللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعے دور کردیا۔ایسا ہی واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کا بھی ہے کہ جب ان کا بیٹا ڈوبنے لگا تو وہ چیخ اٹھے"یاالٰہی یہ میرا بیٹا ہے" یہ ان کی بشری کمزوری تھی اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ حقیقت واضح کردی کہ وہ تیرے نطفہ سے ہوتو ہوا کرے مگر تیرے اہل سے نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال غیر صالح ہیں۔بشریت کے تقاضے کے تحت وہ پدری جوش میں ذرا سی دیر کے لیے بھول گئے اور حقیقت ان سے اوجھل ہوگئی پھر حق تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعے ان کی آنکھوں پر پڑے پردے سرکا دیئے اور وہ سمجھ گئے کہ حق کے معاملے میں باپ بیٹا بھائی کوئی بھی رشتہ اور چیز حائل نہیں ہوسکتی جب یہ سمجھ لیا تو وہ مطمئن ہوگئے۔

قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون حلیمہ سعدیہؓ کو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے فوری بعد دودھ پلانے پر مامور کیا گیا۔ان کا کہنا ہے کہ جب میں نے ننھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کی والدہ حضرت آمنہؓ سے اپنی گود میں لیا تو میری چھاتیوں میں اس وقت اتنا دودھ نہیں تھا کہ میں بہ یک وقت اپنے بچے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دودھ پلا سکتی لیکن جونہی وہ بچہ میری گود میں آیا تو میری چھاتیوں میں ایک دم سے دودھ بڑھ گیا اور جب میں انہیں اپنے گھر لائی تو ہمارے دودھ دینے والے تمام جانوروں کے تھن دودھ سے بھر گئے۔بنی سعد کے قیام کے دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ گھر کے پچھلے حصے میں کھیل رہے تھے تو دو سفید پوش اشخاص آئے انہوں نے ننھے بچے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لٹا کر ان کا سینہ چاک کیا اور ایک سونے کے طشت میں لایا ہوا دل تبدیل کردیا اور پیٹ کے اندرونی حصوں کو اچھی طرح دھویا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار اور بعض روایات کے مطابق پانچ برس کی عمر تک اپنی دایہ حلیمہ سعدیہؓ کے پاس رہے۔ بعض روایات اور اقوال کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیصلہ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا فیصلہ تو اللہ رب العزت نے روز اول ہی کردیا تھا جب قلم کو حکم دیا اور اس نے سب کچھ لوح محفوظ پر تحریر کردیا۔جیسا کہ قرآن کریم میں سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا ہے (ترجمہ)"ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف وغم نہیں۔"(البقرۃ۔۳۸) اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ نبی پیغمبر رسول کی پرورش نگہداشت تعلیم وتربیت کا پورا پورا انتظام فرماتا ہے اور اپنے نبیوں پیغمبروں رسولوں کی ہردم نگرانی اور رہنمائی فرماتا ہے۔

Marfat.com

آسمانی کتب

آسمانی کتب یا الہامی کتب: وہ کتب الہیہ ہیں جو کچھ قوموں اور امتوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کے ذریعے نازل ہوئیں۔ اکثر پیغمبروں کو وحی الٰہی صرف مصحف کرانے کی ہدایت ہوئی یعنی انہیں صحائف لکھنے کا حکم ملا۔ صرف چند ہی پیغمبروں پر کتب الٰہی نازل ہوئیں۔ جو کتابیں پیغبروں پر اتریں وہ آسمانی کتب کہلاتی ہیں۔ یہ کتابیں تعداد میں یوں تو چار ہیں۔ (۱) زبور (۲) تورات (۳) انجیل (۴) قرآن کریم لیکن کچھ کتب جو اب ناپید ہو چکی ہیں وہ بھی قرآن میں شامل ہیں۔ کچھ محققین مغرب کے نزدیک زرتشت کی کتاب ''ژنداوست'' بھی آسمانی کتاب ہے۔ یوں تو دنیا میں مختلف مذاہب میں ان کی مذہبی کتابیں موجود ہیں لیکن وہ سب کی سب نہ تو آسمانی ہیں نہ ہی الہامی کتب ہیں اور نہ ہی ان کا ذکر اللہ کی کتاب قرآن کریم میں ہے۔

اس سے قبل کہ ہم آگے بڑھیں یہ سمجھ لیں کہ صحیفہ کیا ہے؟

صحیفہ کی جمع صحف اور صحائف ہے اس کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جس پر کچھ لکھا جاسکے اسی مناسبت سے ورق کے ایک جانب کو صفحہ اور صحیفہ بھی کہتے ہیں جدید عربی میں اخبار یا جریدے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے' اس کے علاوہ قرآن کریم' حدیث نبوی اور عربی ادب میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے نامہ اعمال' مکتوب' حکم نامہ' اور کتب سماویہ۔ قرآن کریم میں یہ لفظ آٹھ مرتبہ جمع یعنی ''صحف'' آیا ہے لیکن واحد یعنی صحیفہ کہیں نہیں آیا۔

صحابی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سورۃ الاعلیٰ نازل ہوئی اور اس کی آخری آیات میں کہ قرآن کریم کی یہ سورۃ یا جملہ مضامینِ قرآن کریم وہ ہدایاتِ ربانی اور مقدس پیغامات ہیں جو صحف اولیٰ یعنی گزشتہ انبیاء کرام علیھم السلام کے صحیفوں اور خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحف میں موجود تھے' تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کل کتنی کتابیں نازل کی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے کل ایک سو چار (۱۰۴) کتابیں نازل فرمائی ہیں' ان میں سے دس حضرت آدم علیہ السلام پر پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر' تیس (۳۰) صحیفے حضرت اشنوخ پر یعنی حضرت ادریس علیہ السلام پر اترے' دس صحیفے حضرت

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام پر اتارے گئے اور چار کتابیں تورات' زبور' انجیل' اور فرقان (قرآن مجید) نازل ہوئیں۔ (الکشاف' فتح البیان' روح المعانی)

قرآن کریم میں جن انبیائے کرام علیہ السلام کے قصص اور تذکرے موجود ہیں ان کے بارے میں صراحت سے بیان ہوا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی مگر ان سب کی کتبِ سماویہ کا ذکر نہیں آیا صرف صحف ابراہیم وموسیٰ اور چار کتب سماویہ یعنی تورات (قانون) انجیل (بشارت) زبور (یعنی فرشتہ) اور فرقان (حق وباطل کے درمیان فرق واضح کرنے والا) کا صراحت سے ذکر ہوا ہے' فرقانِ مجید کو زیادہ تر تقریباً آٹھ مرتبہ قرآن کے مقدس لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں دیگر کتب سماویہ کو ضم یعنی جمع کر دیا گیا ہے۔

اہلِ اسلام کے لیے جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے ان میں صحیفے یا آسمانی کتب بھی شامل ہیں۔ قرآن کریم میں ان کو دو ناموں سے یاد کیا گیا ہے' کتاب اور صحائف۔ بظاہر تو ان میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا لیکن مفسرین کے مطابق قرآن کریم میں جن کا ذکر نام لے کر کیا گیا ہے وہ کتابیں ہیں یعنی (۱) زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی (۲) تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ (۳) انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی (۴) قرآن کریم جو اللہ کے محبوب اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید اللہ کی تمام پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب بھی ہے۔ صحائف ان سے کم درجے کی الہامی کتابیں ہیں' جو مختلف پیغمبروں پر نازل ہوئیں لیکن ان کی تصریح قرآن کریم میں نہیں کی گئی۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٣٣﴾

ترجمہ:۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں لایا؟ اور کیا ان کے پاس اگلی کتابوں کی واضح دلیل نہیں پہنچی۔ (طٰہٰ۔۱۳۳)

یعنی یہ کیا کوئی کم معجزہ ہے کہ انہی میں سے ایک ایسے شخص نے جو امی ہے نے وہ کتاب پیش کی ہے جو شروع سے اب تک کی تمام آسمانی کتب کے مضامین تعلیمات کا عطر پیش کر رہی ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیت اس بات کی تصدیق کر رہی ہے کہ قرآن کریم وہ کتاب الٰہی ہے جس میں شروع سے لے کر آخر تک کی تمام کتبِ آسمانی کے مضامین اور تعلیمات توحید الٰہی کو جمع کر دیا گیا ہے۔ انسانوں کی تعلیمات ہدایت' ورہنمائی کے لیے ان کتب میں جو کچھ توحید الٰہی سے متعلق تھا وہ سب نہ صرف اس کتاب الٰہی قرآن مجید میں جمع کر دیا گیا ہے بلکہ اس کو ایسا کھول کر واضح کر دیا گیا ہے کہ عرب کے صحرانشین بدو تک اسے آسانی سے سمجھ کر فائدہ اٹھا سکے۔ اس سے بڑا اور اہم معجزہ کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

Marfat.com

آیت میں صحفِ اولیٰ سے مراد تورات، زبور اور انجیل اور دیگر صحائف جو انبیائے آل ابراہیم پر نازل کیے گئے تھے ان سب کی ہدایت الٰہی کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس بات کو سورۃ الزخرف کی ابتدا میں واضح کر دیا گیا ہے۔

وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿٤﴾

ترجمہ:۔ قسم ہے اس واضح کتاب کی، کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ اسے سمجھ لو اور یقیناً یہ ام الکتاب (لوحِ محفوظ) میں ثبت ہے۔ اور ہمارے نزدیک بڑی بلند مرتبہ اور حکمت والی ہے۔ (الزخرف۔۲ تا۴)

آیتِ مبارکہ میں جس بات پر قسم کھائی گئی ہے وہ ہے کہ اس کتاب (قرآن کریم) کے مصنف 'ہم' (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ) ہیں قسم کھانے کے لیے رب کائنات نے قرآن کریم کو کتاب مبین کہا ہے' اور ام الکتاب سے مراد اصل کتاب یعنی وہ کتاب جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے جس سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی کتابیں ماخوذ ہیں یعنی یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم تسلسل ہے تمام سابقہ کتبِ الٰہی کا۔

تمام کتبِ الٰہیہ میں قرآن کریم واحد کتابِ الٰہی ہے جس میں پندرہ صدیاں گزرنے کے باوجود اب تک کسی قسم کی کوئی تحریف نہیں ہو سکی یہ ہر قسم کی تحریف اور ردوقد سے پاک ہے اپنی اصلی حالت میں آج بھی محفوظ وموجود ہے جبکہ دیگر کتبِ آسمانی میں زبور تو تقریباً ناپید ہو چکی ہے جبکہ تورات اور انجیل بھی اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے۔ ان میں نہ صرف لفظی بلکہ معنوی اور بنیادی تبدیلیاں کی جا چکی ہیں۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمادیا ہے۔

جتنے بھی مقدس صحیفے یا کتابیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں وہ ہر رسول کی قوم کی ہی زبان میں نازل فرمائی، تاکہ ان پر راہ حق خوب اچھی طرح واضح ہو سکے اور وہ بلا تکلف اور بلا واسطہ پیغامِ ربانی کو سن کر سمجھ سکیں اور نبی ہر قوم میں مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں صحف کے سلسلے میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾

ترجمہ:۔ یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی ہیں (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں۔ (الاعلیٰ۔۱۸۔۱۹)

قرآن کریم کے بارے میں جیسا کہ سورۂ عبس کی آیات ۱۳ تا ۱۶ میں ارشاد ہوا ہے (یہ تو) عظمت والے صحیفوں میں (ہے) جو بلند وبالا اور پاک صاف ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں

Marfat.com

میں جو بزرگ و پاک باز ہیں۔

تقریباً یہی بات ذرا مختلف انداز میں سورۃ النجم ۳۷ اور ۳۸ میں بھی آئی ہے۔و ابرھیم الذی وفی الاتزر وازراۃ اخری ترجمہ: کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ (علیہ السلام) کے۔اور وفادار ابرہیم (علیہ السلام) کے صحیفوں میں تھی۔یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کا ذکر آیا ہے۔صحفِ ابراہیمی کے احکامات سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی امت کو سنائے پھر شام میں ان کے چھوٹے صاحب زادے حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنی قوم کو سنائے اور عرب میں ان کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی قوم کو سنائے پھر یہ صحائف حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولادوں میں مسلسل ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتے رہے پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو صحفِ ابراہیمی میں موجود عبرت اور موعظت اور توحید کی باتیں تورات کے وسیلے سے ان پر نازل کی گئیں اور پھر صحفِ ابراہیمی منسوخ قرار پائے۔اس لئے کہ پھر نئی کتاب تورات نازل ہو رہی تھی دینِ حق اسلام آگے بڑھ رہا تھا اس لئے اُس کا نصابِ الٰہی بھی آگے بڑھا تو پچھلی جماعت کی کتاب اُس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے لئے کارآمد نہیں رہی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء بنی اسرائیل یہی تورات تلاوت کر کے لوگوں کو راہِ حق دکھاتے اور راہِ ہدایت کی نصیحت کرتے اور انہیں دعوتِ عمل دیتے رہے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی دعوت حق کا آغاز بھی تورات کی تلاوت سے ہی کیا۔اس کا ذکر قرآن کریم میں رب کائنات نے فرمایا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ انہیں لکھنا اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔(آل عمران۔۴۸)

جب فرشتے نے حضرت مریم علیہ السلام کو لڑکے کی خوش خبری سنائی تو وہ پریشان اور حیران ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔اس پر فرشتے نے کہا' اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو کہہ دیتا ہے ہو جا! اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ جب جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی سرکشی' نافرمانی اور ظلم کی وجہ سے تورات میں کچھ احکامات سخت کر دیئے تھے اس لیے نزولِ انجیل کے وقت کچھ سخت احکام کو منسوخ کر دیا اور ان کی جگہ نئے احکام نازل کر دیئے' اور تورات کے بھی غیر منسوخ احکامات بھی قابل عمل برقرار رہے۔اسی سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے' تورات و انجیل پر بھی ایمان رکھتے تھے اور عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید پر بھی عمل پیرا ہوتے رہے۔

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ البقرہ ۱۳۶ اور آل عمران ۸۴ میں ایک بات ارشاد فرمائی ہے اور کئی انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات کا تذکرہ فرمایا ہے جس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ان کی تعلیمات احکام ہدایات توحید ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ دین اسلام شروع سے ایک ہی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور مسلسل مختلف انبیاء علیہم السلام کے ذریعے آگے بڑھتا رہا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

ترجمہ:۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم (علیہ السلام) اور اسمٰعیل (علیہ السلام) اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور جو کچھ موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے دیئے گئے ان سب پر ایمان لائے ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار (مسلم) ہیں۔ (آل عمران۔۸۴۔البقرہ۔۱۳۶)

صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جس کے پیروکاروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر نبی اور ہر کتابِ الٰہی پر بغیر کسی تفریق کے ایمان لائیں۔ یعنی تمام سچے نبیوں رسولوں پر ایمان لانا کہ جو اپنے اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تھے اور ان پر جو صحیفے اور کتابیں نازل ہوئیں ان کی بابت بھی یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ آسمانی کتابیں تھیں جو واقعی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ گو کہ اب سب سے آخری کتاب قرآنِ حکیم ہی ہے جس پر عمل ہوگا کیونکہ پچھلی تمام کتب کی تعلیمات کو قرآن میں شامل کر دیا اور ان تمام کتب کے اہم واقعات اور قصص کو قرآن کریم میں یک جا کر دیا گیا ہے۔

آیتِ کریمہ میں جو ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے یہی حقیقی اسلامی تصورِ حیات ہے اس میں بڑی وسعت ہے اس میں تمام سابقہ روایتیں شامل ہوگئی ہیں اسلامی نظامِ حیات میں تمام انبیاء ورسل کو جمع کر دیا گیا ہے جنھوں نے کبھی رسالتِ الٰہی کا فریضہ سرانجام دیا تھا۔ اسلامی نظام کی اساس عقیدۂ توحید پر ہے اسی تصور کے مطابق تمام انبیاء علیہ السلام کا منبع ہدایت ایک ہے یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کی وحدت اسی لیے ذاتِ باری تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ دراصل اس طرح ان کے مشن توحید الٰہی کی تصدیق کرنا مقصود ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اہلِ ایمان بندوں کے لیے جو دین پسند فرمایا وہ دینِ اسلام ہے۔

Marfat.com

جس میں سب ملتوں کا اتحاد ہے' سب رسولوں کے درمیان وحدت ہے اور یہی اسلامی تصورِ حیات کی اساس ہے اور یہی فکر ہے جو امتِ مسلمہ کو ایک ایسی ملت بنا دیتی ہے جو اس زمین پر توحیدِ الٰہی کی واحد وارث ہے اسلام کا نظریہ اللہ کے دین پر مبنی ہے جس کی جڑ حضرت آدم علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مربوط ہے۔ اسلامی معاشرہ ایک کھلا ہوا معاشرہ ہے جس کے دروازے تمام انسانوں کے لیے ہر وقت کھلے ہوئے ہیں۔

حقیقی نفس الامری کے اعتبار سے امّت مسلمہ ہی وہ امّت ہے جس نے عہدِ الٰہی کو نہ صرف اپنایا ہے بلکہ اس پر پوری طرح عمل بھی کیا ہے وہ عہد جو اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حقیقی نمائندوں یعنی نبیوں کے درمیان طے پایا تھا صرف اسی امّتِ آخر نے اس حقیقت کا ادراک وفہم پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہے' اس کا نازل کردہ نظام ایک ہے' اور اس کے منتخب نمائندوں رسولوں نبیوں کا قافلہ بھی ایک ہی ہے جیسا کہ تاریخِ امّتِ اسلام گواہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مسجد اقصیٰ لے جا کر تمام انبیاء علیھم السلام کی امامت کرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امام الانبیاء کے جلیل القدر منصب پر فائز فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیائے کرام نے ایک ہی دین اسلام پیش کیا ہے۔ اسی سبب ربِّ کائنات نے اپنے محبوب ومکرم نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقتِ عظیم کا اعلان فرما دیں کہ یہ امّتِ آخر تمام نبیوں پر ان کی کتابوں پر ایمان لاتی ہے' اور تمام رسل کا پوری طرح احترام کرتی ہے' اور اس دین کی پیروکار ہے جسے اللہ نے پسند کیا ہے جو اللہ کے یہاں قبول ہے۔

ایک اہم بات جو قابل غور وفکر ہے اور نوٹ کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے' پھر اس کتاب پر ایمان لانے کا حکم ہے جو مسلمانوں پر نازل ہوئی اور پھر ان کتابوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے جو پہلی قوموں کے مسلمانوں کے لیے ان کے انبیاء پر نازل ہوئیں۔

قرآن کریم میں دیگر کتبِ آسمانی کے لیے ''انزال'' یعنی اتارنا کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور قرآن کریم کے لیے ''تنزیل'' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی اچھے طریقے سے ٹھہر ٹھہر کر اتارنا ہے۔ (مواھب الرحمٰن)

قرآن کریم کو اہلِ ایمان جس طرح کلام الٰہی مانتے ہیں اسی طرح دیگر کتب آسمانی اور صحیفوں کو بھی کلامِ الٰہی ہونے پر یقین رکھتے ہیں لیکن مختلف وجوہ کے باعث دیگر آسمانی صحیفوں اور کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کر لی گئی ہے جبکہ قرآن حکیم اپنی حقیقی اور اصل حالت میں محفوظ ہے۔ اسی لیے اہل ایمان مجبور ہیں کہ دیگر کتب الٰہی کو اجمالاً مقدس مان کر ان کی تعظیم کریں۔

Marfat.com

انبیاء بنی اسرائیل پر جس قدر بھی کتابیں صحیفے نازل ہوئے ہیں ان کو علمائے بنی اسرائیل (کلیسا) نے بائبل کے عنوان سے کتاب کی شکل میں مرتب کر کے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ (۱) عہد نامہ عتیق۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے جتنی کتابیں بنی اسرائیل کے انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوئیں، جمع کر دی گئی ہیں۔ (۲) عہد نامہ جدید۔ اس میں چاروں اناجیل اور ان کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے حوارین کے اعمال، خطوط اور مکاشفات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم دونوں عہد نامہ کے متعلق الگ الگ تفصیل و تشریح کی کوشش کریں گے۔

قرآن کریم میں جن نبیوں اور رسولوں کے اسمائے گرامی کا ذکر آیا ہے یا ان کے واقعات قرآن حکیم میں بیان کیے گئے ہیں ان کی کل تعداد چوبیس یا پچیس ہے اور جن انبیاء و رسل کا ذکر اور واقعات قرآن کریم میں بیان نہیں کیے گئے ان کی تعداد کتنی ہے اور وہ کہاں کہاں کن لوگوں کن علاقوں میں تشریف لائے یہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ایک اور حدیث میں صرف آٹھ ہزار بتائی گئی ہے چونکہ یہ مختلف روایات ضعیف ہیں اس لیے ان پر قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

قرآن کریم اور حدیث مبارکہ سے اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار و حالات میں مبشرین و منذرین (انبیاء علیہم السلام) ضرور آتے رہے ہیں یہ سلسلہ نبوت نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیل کو پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کتنے نبی آئے؟ ان کی درست تعداد اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم۔ قرآن کریم میں جن ستائیس انبیاء کرام کا ذکر آیا ہے مفسرین کے مطابق یہ وہ انبیاء علیہم السلام ہیں جن پر صحائفِ الٰہی کا نزول ہوا ہے۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام (۲) حضرت نوح علیہ السلام (۳) حضرت ہود علیہ السلام (۴) حضرت صالح علیہ السلام (۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۶) حضرت لوط علیہ السلام (۷) حضرت اسماعیل علیہ السلام (۸) حضرت اسحاق علیہ السلام (۹) حضرت شعیب علیہ السلام (۱۰) حضرت یعقوب علیہ السلام (۱۱) حضرت یوسف علیہ السلام (۱۲) حضرت داؤد علیہ السلام (۱۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۱۴) حضرت ہارون علیہ السلام (۱۵) حضرت سلیمان علیہ السلام (۱۶) حضرت زکریا علیہ السلام (۱۷) حضرت یحییٰ علیہ السلام (۱۸) حضرت الیاس علیہ السلام (۱۹) حضرت ایوب علیہ السلام (۲۰) حضرت شموئیل علیہ السلام (۲۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۲۲) حضرت الیسع علیہ السلام (۲۳) حضرت ذوالکفیل علیہ السلام (۲۴) حضرت یونس علیہ السلام (۲۵) حضرت لقمان علیہ السلام (۲۶) حضرت مریم علیہ السلام (۲۷) نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

Marfat.com

ان تمام انبیاء اکرام علیہم السلام میں سے صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام اور نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جزیرہ نما عرب میں مبعوث ہوئے باقی تمام انبیاء مصر، فلسطین اور برِ اعظم افریقہ میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی اقوام اور نبوت کا دائرہ کار رہا۔

یہاں ہم تین ہی قومیتوں یا امتوں کی الہامی کتب کے بارے میں بات کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن حکیم میں ان کا ہی ذکر آیا ہے۔ دیگر اقوام اور امتوں کے بارے میں کلام الٰہی خاموش ہے اس لیے ہمیں بھی ضرورت نہیں کہ انہیں کریدا جائے اور ادھوری معلومات پر انحصار کیا جائے۔

(۱) **عہد نامہ عتیق**:۔ بنی اسرائیل وہ واحد قوم یا امت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنا فضل وکرم فرمایا ہے اس کے باوجود کہ وہ اپنی بے شمار بداعمالیوں بدکرداریوں میں مشغول وقائم رہے۔ کیونکہ عرب جو قرآن کریم کے سب سے پہلے مخاطب تھے اور خود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت رکھنے والا سمجھتے تھے اور کئی نسلوں سے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیم کو جن کا تعلق بنی اسرائیل سے چلا آرہا تھا۔ مانتے اور جانتے تھے۔ اس لیے قرآن حکیم میں صرف سلسلہ ابراہیمی سے تعلق رکھنے والے انبیاء کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ اس قوم پر سب سے زیادہ اللہ کے پیغمبر رسول اور نبی بھیجے گئے جنہوں نے ان کی اصلاح وبھلائی کی ہدایت کی پوری پوری کوششیں کیں۔ اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے بے شمار صحیفوں کے ساتھ ساتھ تین آسمانی کتب زبور، تورات اور انجیل نازل فرمائیں جو بالترتیب حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئیں۔

عیسائیوں کی مقدس کتابیں عہد نامہ جدید انجیل یا کتابِ مقدس کہلاتی ہیں ان کتابوں کی تعداد ستائیس (۲۷) ہے انہیں عہد نامہ جدید کہا جاتا ہے۔ کئی دیگر الہامی کتابوں کی طرح یہ بھی غیر الہامی غیر الٰہی کلام پر منحصر ہیں، تاریخ سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باقاعدہ کوئی کتاب اپنے پیروکاروں کو دے گئے یا اپنے پیچھے کوئی کتاب چھوڑ گئے تھے۔ تمام انجیلیں ان کے حواریوں کے بہت بعد کے لوگوں نے تحریر کی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان یا ان کے ساتھ کسی بھی طرح نہیں رہا سب کے سب نے سنی سنائی باتوں اور اقوال کو اپنے اپنے انداز میں لکھا ہے۔

(۲) **تالموذ**:۔ دورِ جدید کے یہودیوں کی مذہبی کتاب یہودی عہد نامہ عتیق کے علاوہ ایک اور کتاب "تالموذ" کو بھی آسمانی کتاب کہتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں۔ اُن کے خیال وفکر کے مطابق اس میں حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی اولاد کے اقوال درج ہیں۔ اس کتاب' تالمود کے دو حصے ہیں ایک "مشناہ" اور دوسرا' جمارا" مشناہ میں وہ اقوال درج ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

Marfat.com

وحی سے منسوب کیے گئے ہیں۔ اور ''جمارا'' میں ان کی تشریح ہے۔

''تالمود'' بھی دو ہیں۔ ایک فلسطینی اور دوسری بابلی۔ فلسطینی میں تاریخ جغرافیہ اور آثار قدیمہ کے جواہر ریزے جمع کیے گئے ہیں اور بابلی میں دقیق اور طویل عبارتیں ہیں۔ اسی کتاب کے باعث یہودیوں میں ایک فرقہ جو خود کو ''کریم'' کہلاتا ہے پیدا ہو گیا ہے۔ تالمود یہودیوں کے لیے عہد نامہ عتیق کے بعد سب سے اہم کتاب مانی جاتی ہے۔ تورات بھی کہیں کہیں پڑھی جاتی ہے۔

(۳) **قرآن مجید:**۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اول تا آخر کلام آخر جو اس نے عالم انسانیت کی ہدایت ورہنمائی کے لیے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توسط سے نازل فرمایا۔ دیگر الہامی کتابیں ایک خاص قوم یا قبیلہ بنی اسرائیل کی مجموعی رہنمائی کے لئے اتاری گئیں جن کا مخاطب افراد نہیں بلکہ پوری قوم یا قبیلہ ہے جبکہ قرآن نہ صرف تمام اقوام عالم کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے نازل کیا گیا بلکہ یہ افراد کی انفرادی اصلاح اور قومیت کا اہتمام بھی کرتا ہے۔

قرآن مجید وہ واحد آسمانی کتاب ہے جس میں روز اول سے لے کر آج تک نہ کسی قسم کی تحریف کی جا سکی نہ ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل اسی طرح محفوظ اور مکمل ہے جیسے اللہ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔

دیگر تمام آسمانی کتب کے بارے میں یہ رائے پائی جاتی ہے کہ وہ یک مشت نازل کی گئیں جبکہ قرآن مجید تقریباً تئیس (۲۳) سال کے طویل عرصے میں نازل ہوا ہے۔ یہ واحد الٰہی کلام ہے جو اپنے نزول کے وقت سے مسلسل مختلف ذرائع سے تحریر کیا جاتا رہا اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین حفظ کر کے یاد کرتے رہے۔ اس کی تدوین وتالیف کا کام بھی وفاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوری بعد ہی خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کر دیا تھا۔ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو باقاعدہ کاغذ پر منتقل کرایا۔ کیونکہ اس سے پہلے آیاتِ قرآنی نزول وحی کے وقت فوری طور پر ملنے والی اشیا پر تحریر کی گئی تھیں پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنی نگرانی میں شائع بھی کرا دیا تھا۔ اس لیے بھی اس میں کسی قسم کی غلطی یا ردوکد کا قطعی کوئی امکان نہیں رہا۔

Marfat.com

تورات

بنی اسرائیل یعنی یہودی جو نبی کریم اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت مدینہ اور اس سے متصل بستیوں میں آباد تھے۔ یہودی اس وقت بھی پہلے سے توحید، رسالت، وحی، آخرت اور ملائکہ کے قائل تھے اور اس ضابطہ شرعی کو تسلیم کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا اور اصولاً ان کا دین وہی اسلام تھا جس کی تعلیم جناب رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے۔ لیکن صدیوں کے مسلسل انحطاط نے انہیں ان کے اصل دین سے دور کر دیا تھا کیونکہ اس وقت جب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گزرے ہوئے تقریباً انیس (۱۹) صدیاں ہو چکی تھیں اور اسرائیلی تاریخ کے حساب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ۱۲۷۲ قبل از مسیح میں وفات پائی تھی جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۶۱۰ عیسوی میں منصب نبوت پر سرفراز کیے گئے تھے۔ اس طویل عرصے میں یہودیوں کے عقائد میں بہت سے غیر اسلامی عناصر کی آمیزش ہو گئی تھی جن کے لیے تورات میں کوئی سند موجود نہیں تھی۔ ان کی عملی زندگی میں کثرت سے ایسی رسوم اور طریقے رواج پا گئے تھے جو اصل دین میں تو تھے ہی نہیں اور جن کا تورات میں بھی کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا۔

عام طور پر تورات سے مراد بائبل کے پرانے عہد نامے کی ابتدائی پانچ کتابیں اور انجیل سے نئے عہد نامے کی چار مشہور انجیلیں لیتے ہیں۔ لیکن ان کتب کے مطالعے سے یہ الجھن پیدا ہوتی ہے کہ کیا واقعی یہ کتابیں کلام الٰہی ہیں؟ اور کیا واقعی قرآن کریم ان سب باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو ان میں درج ہیں؟ جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ تورات موجودہ بائبل کی پہلی پانچ کتابوں کا نام نہیں ہے، بلکہ ان میں کسی حد تک مندرج ہے۔ ایسے ہی انجیل بھی نئے عہد نامے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ بھی تھوڑی سی اُن کے اندر پائی جاتی ہے۔ ان دونوں کتابوں کی اصل کس قدر ان میں موجود ہے اس کا اندازہ قرآن کریم کے تقابل سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

دراصل تورات سے مراد وہ احکام ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے لے کر ان کی وفات کے تقریباً چالیس برسوں کے دوران ان پر نازل ہوئے تھے۔ ان میں سے دس احکام تو وہ تھے جو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے پتھر کی لوح پر کندہ کر کے انہیں دیئے تھے۔ باقی ماندہ احکام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود لکھوا کر اس کی بارہ نقلیں بنی اسرائیل کے بارہ

Marfat.com

قبیلوں کو دے دی تھیں اور ایک نقل بنی لاوی کے حوالے کی تھی تا کہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ اسی کتاب کا نام تورات تھا جو ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے بیت المقدس کی پہلی تباہی تک محفوظ تھی۔ بیت المقدس کی بار بار تباہی نے ان تمام صحائف اور کتب کو بھی معدوم کر دیا جو تورات کا کبھی حصہ رہے تھے۔

تورات کی اصل پانچ کتابیں یہ ہیں۔(۱) تکوین یا خلقیہ یا پیدائش (۲) خروج (۳) احبار (۴) گنتی یا عدد (۵) استثناء ان پانچ کتابوں کا نام تورات ہے یہ عبرانی کا نام ہے اس کے معنی شریعت اور تعلیم ہے۔

اس کے بعد تورات کو یہودیوں نے خود ہی انسانی کلام کے انداز میں غلط سلط کر دیا تھا اور کلام الٰہی جس حد تک بھی لفظاً معناً محفوظ تھا اس کو بھی انہوں نے اپنی من مانی تاویلوں اور تفسیروں سے مسخ کر دیا تھا۔ جس میں سے دین کی حقیقی روح نکل چکی تھی اور بظاہر مذہبیت کا محض ایک بے جان ڈھانچا ہی رہ گیا تھا جس کو قوم یہود سینے سے لگائے ہوئے تھی۔ یہودیوں کے علماء اور مشائخ ان کے سردار اور عوام سب کی اخلاقی، عملی اعتقادی حالت انتہائی بگڑی ہوئی تھی۔ اور وہ کسی بھی اصلاح کے لیے قطعی آمادہ و تیار ہی نہیں تھے۔ اس بگڑی ہوئی مذہبی حالت سے وہ مطمئن اور شاد تھے جس کو بدلنے کو وہ تیار نہیں تھے اور جب کوئی اللہ کا بندہ انہیں سیدھی راہ بتانے دکھانے کی کوشش کرتا تو وہ اسے اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے تھے اور ہر طرح سے اس کی راہ روکنے کی کوشش کرتے تا کہ کوئی کسی طرح کی کامیابی اسے نہ مل سکے۔

اگر یوں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ وہ حقیقتاً آج کے بگڑے ہوئے مسلمان تھے جن کے ہاں بدعتوں اور تحریفوں، موشگافیوں اور فرقہ بندیوں، استخواں گیری، دنیا پرستی کی بدولت ان میں انحطاط اس درجے پہنچ چکا تھا کہ وہ اپنا اصل نام "مسلم" تک کو بھول چکے تھے اور محض "یہودی" بن کر رہ گئے تھے۔ اور اللہ کے دین کو انہوں نے محض نسلِ اسرائیل کی آبائی وراثت بنا کر رکھ دیا تھا۔

دراصل تورات اب ان منتشر اجزا کا نام ہے جو سیرت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر بکھرے ہوئے ہیں، ہم انہیں صرف اس علامت سے پہچان سکتے ہیں کہ اس تاریخی بیان کے دوران جہاں کہیں بھی سیرتِ موسوی کا مصنف یہ کہتا ہے کہ "موسیٰ نے فرمایا" یا موسیٰ نے کہا کہ 'خداوند تمہارا خدا یہ کہتا ہے' وہاں سے تورات کا ایک جز ختم ہوتا ہے۔ بیچ بیچ میں جہاں کہیں کوئی چیز بائبل کے مصنف نے تفسیر و تشریح کے طور پر بڑھا دی ہے وہاں عام آدمی کے لیے یہ تمیز کرنا سخت مشکل ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو دین اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا وہ اسلام ہے اور یہی دین

Marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل فرمائی ہے اس حقیقت کا انکشاف بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔ ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی جو مسلم تھے، اُسی کے مطابق ان یہودی بن جانے والوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اور اسی طرح ربانی اور اَحبار بھی (اسی پر فیصلہ کا مدار رکھتے تھے) کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے پس (اے گروہِ یہود!) تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو ذرا ذرا سے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔ (المائدہ۔۴۴) (قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ آیت اصل اور حقیقی تورات میں شامل رہی ہوگی)۔

آیتِ مبارکہ خود اپنی تفسیر ہے۔ اس سے یہ بات قطعی واضح ہوگئی کہ تمام پیغمبروں کا دین ایک ہی رہا ہے یعنی اسلام۔ جس کی بنیادی دعوت یہ تھی کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کی عبادت میں کسی کو کسی بھی طرح شریک نہ کیا جائے۔ ہر نبی نے سب سے پہلے اپنی قوم کو یہی دعوتِ توحید و اخلاص پیش کی ہے یہی بات سورۃ الانبیاء میں بھی کہی گئی ہے (ترجمہ) ''ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے، ان سب کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء۔۲۵) اسی بات کو سورۂ شوریٰ میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔ (ترجمہ) ''آپ کے لیے ہم نے وہی دین مقرر کیا ہے جو آپ سے قبل دیگر انبیاء کے لیے کیا تھا۔'' (شوریٰ۔۱۳) آیت میں اللہ تعالیٰ سوال کر رہا ہے کہ ہم نے تو تمہیں کتاب کے ذریعے ایمان کی روشنی دی اور تمہیں مسلم کہا لیکن تم نے اس کے خلاف عمل کرتے ہوئے خود کو یہودی بنا کر اپنے اصل دین اسلام سے ہٹالیا اور فرقہ بندی میں مبتلا ہو کر صرف یہودی بن کر رہ گئے۔

سورۃ المائدہ کی اس آیت ۴۴ کے بعد آنے والی آیات ۴۵ اور ۴۶ بھی تورات سے متعلق ہیں ہم یہاں ان آیات کے صرف ترجمے ہی پیش کر رہے ہیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی رہے۔

''تورات میں ہم نے یہودیوں کے ذمہ یہ بات مقرر کردی تھی کہ جان کے بدلے جان اور

Marfat.com

آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان' دانت کے بدلے دانت اور تمام خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔ (المائدہ ۴۵) (یہ آیت کریمہ بھی جیسا کہ خود آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے تورات کا ہی حصہ رہی ہوگی۔)

اس آیت کریمہ کا متن تورات کی کتاب خروج میں باب ۲۱۔ آیت ۲۳ تا ۲۵ میں اس طرح آیا ہے۔

(۲۳) لیکن اگر نقصان ہو جائے تو جان کے بدلے جان لے۔ (۲۴) اور آنکھ کے بدلے آنکھ لے۔ دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ پاؤں کے بدلے پاؤں لے۔ (۲۵) جلانے کے بدلے جلانا۔ زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ۔

المائدہ کی دوسری آیت (۴۶) کا ترجمہ اس طرح سے ہے۔

''پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا۔ تورات سے جو کچھ اس کے سامنے موجود تھا وہ اس کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے' اور وہ بھی تورات میں جو کچھ موجود تھا اس کی تصدیق کرنے والی تھی' اور وہ سراسر ہدایت تھی پارسا لوگوں کے لیے۔ (المائدہ۔ ۴۶) (اس آیت سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور ارشاد الٰہی پر غور کیا جائے تو یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہ آیت کریمہ بھی تورات اور پھر انجیل کا حصہ رہی ہوگی۔)

ان آیات سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ نہ حضرت موسیٰ اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نیا مذہب لے کر آئے تھے بلکہ وہی ایک دین جو پچھلے تمام انبیاء کا دین تھا' پچھلی شریعتوں میں بعض احکامات ایک دوسرے سے مختلف تھے بعض میں کچھ چیزیں حرام تھیں تو دوسری میں وہی حلال تھیں' بعض میں کسی مسئلے پر تشدید تھی تو دوسری میں تخفیف تھی' لیکن دین سب کا ایک ہی تھا یعنی توحید الٰہی۔ اس لحاظ سے سب کی دعوت ایک ہی تھی لیکن شریعت محمدیہ کے بعد اب ساری شریعتیں بھی منسوخ ہو چکی ہیں۔ اور اب دین بھی ایک ہے اور شریعت بھی ایک ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

ترجمہ:۔ جو لوگ ایسے پیغمبر نبی امی کی پیروی اختیار کریں گے جن کا ذکر وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ (الاعراف۔ ۱۵۷)

آیتِ مبارکہ نصِ قطعی کی حیثیت رکھتی ہے اور اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ رسالتِ محمدیہ پر

Marfat.com

ایمان لائے بغیر نجاتِ اخروی ممکن نہیں اور ایمان وہی معتبر ہے جس کی تفصیلات رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ اس آیت سے تصورِ ''وحدت ادیان'' کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ (اس آیت سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم کا ذکر تورات اور انجیل میں تھا۔)

آیتِ کریمہ میں بنی اسرائیل کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی دعوت دی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کے لیے جو شرائط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں عائد کی گئی تھیں۔ آج بھی وہی قائم ہیں دراصل ان ہی شرائط کا تقاضا ہے کہ تم اس پیغمبر پر ایمان لاؤ۔ آیت کریمہ میں نبی امی کے لفظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ یہاں اس آیت میں لفظ امی کا بڑا ہی معنی خیز استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل جنہیں اس آیت بلکہ پوری سورۃ الاعراف میں ہی انہیں مخاطب کیا گیا ہے وہ اپنے سوا تمام دوسری قوموں کو اُمی یعنی غیر تعلیم یافتہ یا غیر پڑھا لکھا کہتے تھے اور سمجھتے بھی تھے۔ ان کا قومی غرور کسی اُمی کی پیشوائی کو کیسے تسلیم کرتا۔ وہ تو اس بات پر بھی تیار نہیں تھے کہ کسی اُمی کو اپنے برابر انسانی حقوق دیے جائیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سورۂ آل عمران آیت ۷۵ میں ارشاد ہوا ہے۔ (ترجمہ) اُمیوں کے مال (غیر یہودی) کھانے پر ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔'' آیتِ کریمہ میں اُمی کا لفظ استعمال فرما کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ان کی اصطلاح کو استعمال فرمایا ہے کہ اب اسی اُمی کے ساتھ تمہاری قسمت وابستہ ہے۔ اس کی پیروی قبول کرو گے تو میری رحمت سے صلہ پاؤ گے ورنہ وہی ذلت تمہارے لیے مقدر ہے جس میں تم صدیوں سے گرفتار چلے آ رہے ہو۔

تورات اور انجیل میں حسب ذیل مقامات پر نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق صاف اشارات موجود ہیں۔

بائبل کی کتاب استثناء کے صفحہ ۲۴۹ پر باب نمبر ۱۸ میں ذیلی عنوان ''ایک نبی بھیجنے کا وعدہ'' کے عنوان سے اس کی آیات اس طرح آئی ہیں (۱۵) خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا۔ (۱۶) یہ تیری اُس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورِب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مر نہ جاؤں۔ (۱۷) اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ (۱۸) میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا۔ (۱۹) اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ (استثنا باب ۱۸ آیت ۱۵ تا ۱۹)

متی باب ۲۱ آیت ۳۳ تا ۴۶ مرقس باب ۱ آیات ۱۰ تا ۱۲ لوقا باب ۲۰ آیات ۹ تا ۱۹ کی تحریر

Marfat.com

یکساں ہیں جنہیں ان ابواب میں تاکستان کے ٹھیکیداروں کی تمثیل کا عنوان دیا گیا ہے جن کا ذکر آگے کر دیا گیا ہے۔

یوحنا کی انجیل میں باب اول میں اور باب ۱۴ میں اس طرح ذکر آیا ہے۔ (۱۹) یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے۔ (۲۰) تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ (۲۱) انہوں نے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ (متی باب ۱ آیات ۱۹ تا ۲۱)

روح القدس کا وعدہ:۔ یوحنا باب ۱۴ (۱۵) اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ (۱۶) اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ (۱۷) یعنی روح حق ہے جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے۔ تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہو گا۔ (۲۵) میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ (۲۶) لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ (یوحنا باب ۱۴ آیات ۱۵ تا ۱۷، باب ۱۴ آیات ۲۵ تا ۲۶) یوحنا باب۔ ۱۵ دنیا کی عداوت (۲۵) لیکن یہ اس لیے ہوا کہ وہ قول پورا ہو جو ان کی شریعت میں لکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے مفت عداوت رکھی۔ (۲۶) لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔ (یوحنا باب ۶) روح القدس کا کام:۔ لیکن میں تم سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ (۸) اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ (۹) گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۰) راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ (۱۱) عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ (۱۲) مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے۔ (۱۳) لیکن جب وہ یعنی روحِ حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (۱۴) وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لیے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔ (۱۵) جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ وہ مجھ سے ہی حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔ (باب ۱۶ آیات ۷ تا ۱۵) بائبل کی کتاب استثنا، متی اور یوحنا میں تمام تر تحریف کے باوجود ان آیات سے بخوبی اندازہ کیا جا

Marfat.com

سکتا ہے کہ ان میں آمد رسالت جناب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح اشارات موجود ہیں۔

كَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَى الۡمُقۡتَسِمِيۡنَ ۞ الَّذِيۡنَ جَعَلُوا الۡقُرۡاٰنَ عِضِيۡنَ ۞

ترجمہ:۔جیسے کہ ہم نے ان (تفرقہ کرنے والوں) تقسیم کرنے والوں پر اتارا۔جنہوں نے اس کتابِ الٰہی (قرآن) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔(الحجر۔۹۰۔۹۱)

یہودیوں کو اس آیت میں مقتسمین کہا گیا ہے کیونکہ یہودیوں نے دین کو تقسیم کر ڈالا تھا اور وہ دین کی بعض باتوں کو مانتے اور بعض سے انکار کرتے تھے اور اپنی کتاب الٰہی تورات وزبور میں طرح طرح کی کمی بیشی کر کے بیسیوں فرقے بنا لیے۔یہاں قرآن سے مراد تورات ہے جو ان کو اسی طرح دی گئی تھی جس طرح امتِ محمدیہ کو قرآن دیا گیا ہے۔اور قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے سے مراد وہی فعل ہے کہ کچھ باتوں کو احکام کو مانتے ہیں کچھ کو نہیں مانتے جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوا ہے۔''کیا تم کتاب اللہ کی بعض باتوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے کفر کرتے ہو'' (البقرہ ۸۵) دراصل یہ وہ تنبیہ ہے جو یہود کو کی گئی تھی جسے قرآن کریم میں دہرایا گیا ہے تا کہ مسلمان اس سے عبرت حاصل کریں اور وہ کام جو تنبیہ کے باوجود یہود کرتے رہے' جو ان کے عذاب کا سبب بنے تھے اس سے اہلِ ایمان مسلمان خود کو محفوظ رکھ سکیں۔

وہ آسمانی کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی جس کا قرآن کریم میں متعدد جگہ ذکر ہے۔نصِ قرآنی کے مطابق اہلِ یہود نے اس میں حسب ضرورت ترامیم کر لی ہیں۔اس میں بھی تقریباً وہی قصص اور احکام پائے جاتے ہیں جو کہ قرآن مجید میں ہیں کیونکہ تورات سمیت تمام کتب آسمانی کا قرآن کریم تسلسل ہے اور تمام ادیان بھی دین اسلام کا ہی حصہ اور تسلسل ہیں ایسے ہی تمام انبیاء رسالت کی کڑیاں ہیں جس کے ایک سرے پر حضرت آدم علیہ السلام اور اس کی تکمیل کے آخری سرے پر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ قرآن کے علاوہ تمام کتبِ الٰہی میں تحریف وتخفیف کی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ عقائد اور تمام مسائل میں زمین وآسمان کا فرق آ گیا ہے۔وہ تمام عقائد واحکامات جو دینِ اسلام کو دینِ حق اور اللہ کا پسندیدہ دین اور سچا مذہب ثابت کرتے ہیں وہ تمام کتبِ وصحائف الہیٰہ سے نکال دی گئی ہیں۔

اصل تورات عہد نامہ عتیق (عہد نامہ قدیم)۔علمائے یہود نے عہد نامہ قدیم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔(۱)تورات قانون یا شریعت LAW (۲)صحائف انبیاء (Prophets)(۳)صحائفِ مقدسہ(Haglographa)لہٰذا تورات نہ تو کل بائبل ہے اور نہ ہی کل عہدِ نامہ قدیم ہے۔تورات کے علاوہ اور بھی صحائف یہودیوں کی کتابِ مقدس کا لازمی جزو ہیں لیکن ان میں تورات کو خاص اہمیت حاصل ہے اسے عہد نامہ قدیم میں اولیت واہمیت حاصل ہے اور تورات کو اس کی ضخامت کے باعث بھی بائبل میں بڑی اہمیت حاصل ہے

Marfat.com

تورات عہد نامہ قدیم کی ابتدائی پانچ کتابوں کے مجموعے کا نام ہے جسے صحفِ خمسہ (PENTATEUCH) بھی کہا جاتا ہے۔(۱) اول "سفر تکوین۔ یا کتاب پیدائش جس میں ابتدائے عالم، حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حوا علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے۔(۲) دوم "سفرِ خروج (EXODUS) اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا اپنی قوم بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے نکلنے اور فرعونِ مصر کا ذکر ہے اس کے علاوہ اس میں ابتدائی قانونی ترتیبات۔(۳) سوم "سفرِ الاحبار (Leoitieus) یعنی شریعت وقانون، حرام وحلال کیا ہے۔(۴) چہارم "سفر العدد (Numbers) یعنی مصر سے نکلنے کے وقت بنی اسرائیل کی تعداد یا گنتی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعض غزوات یا بعض احکامِ شریعت بھی ہیں۔(۵) پنجم "سفر استثنا" (Deuteronmy) یعنی قوانین واحکاماتِ شریعت، عہد نامہ عتیق میں اور جو کتابیں شامل ہیں وہ سب تورات نہیں ہیں لیکن عرف عام میں وہ تورات سمجھی جاتی ہیں۔

جب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تورات کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "کتابوں کو نہ سچ کہو نہ غلط بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کی کتابوں پر ایمان لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہودی تورات کے مضامین کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ان کو اس پر مطعون کیا گیا ہے کہ وہ بعض باتیں ظاہر کرتے ہیں اور بعض کو چھپاتے ہیں، ان ہی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیغمبر ہونے کی بھی بشارت وشہادت ہے۔ یہود سے تو یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو تورات لاؤ اور اسے سب کے سامنے سناؤ۔

تورات یہودیوں کی الہامی کتاب ہے جو عبرانی زبان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اب عام طور پر تورات سے مراد بائبل کے عہد نامہ قدیم کی ابتدائی پانچ کتابیں لی جاتی ہے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ تورات ان پانچ کتابوں کا نام نہیں بلکہ تورات تو ان پانچ کتابوں میں شامل کردی گئی ہے۔ وہ اس لیے کہ تحریف وتبدیلی کے بعد تورات ان میں سمٹ گئی ہے۔ اصل تورات حضرت موسیٰؑ پر چالیس برسوں میں کوہ طور پر نازل ہوئی تھی جو انہوں نے الواح پر لکھ لیا تھا۔ ان الواح پر اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے متعلق احکام وہدایات کی تفصیل لکھوادی تھی۔ (دراصل ابتدائی دس الواح حضرت موسیٰ نے لکھی نہیں تھیں بلکہ انہیں عطا کی گئی تھیں جو احکامات پر مشتمل تھیں اور انہیں یک مشت عطا کیا گیا تھا)

حضرت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی تحقیق کے مطابق تورات سے مراد وہ احکامِ الٰہی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی بعثت سے لے کر ان کی وفات تک تقریباً چالیس برسوں میں ان

Marfat.com

پر نازل ہوئے۔ ان میں دس احکام تو وہ تھے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پتھر کی لوحوں (تختیوں) پر لکھ کر (کندہ) انہیں دیے تھے۔ باقی احکاماتِ الٰہی کو خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لکھوا کر اس کی بارہ نقلیں بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کو دے دی تھیں' اور ایک نقل بنی لاوی کے سپرد کی تھی تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ اسی کتاب کا نام تورات تھا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تحریر کرائی تھی یہ ایک نقل کتاب کی حیثیت سے بیت المقدس کی پہلی تباہی کے وقت تک وہاں محفوظ رہی۔ یہ وہ نقل تھی جو بنی لاوی کے سپرد حفاظت کے لیے کی گئی تھی۔ پتھر کی ان لوحوں کو عہد کے صندوق (تابوتِ سکینہ) میں بند کر کے رکھ دیا گیا تھا بنی اسرائیل (یہودی) اس کو ہی تورات کے نام سے جانتے ہیں۔

(بیت المقدس کی تباہی) حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب اسرائیلی ریاست ان کے پوتوں میں اختلاف کے باعث دو حصوں میں بٹ گئی اور بنی اسرائیل فواحش' حرام کاری' عیاشی میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے اللہ کی عبادت کی جگہ بتوں کی پرستش شروع کر دی اس وقت تک حضرت سلیمان کے بیٹے رجعام بن سلیمان کو تخت پر بیٹھے پانچ سال ہی ہوئے تھے کہ یہود کو پہلی تباہی سے بخت نصر نے ۵۹۸ قبل از مسیح میں دوچار کیا اور ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کا نام نشان تک مٹا دیا اور تمام صحائف کو اپنے ساتھ لے گیا اسی میں تورات بھی غائب ہو گئی۔ بخت نصر کے بعد تابوت سکینہ عہد کا صندوق (یہ وہی صندوق ہے جس میں تورات کو محفوظ کیا گیا تھا) بھی غائب ہو گیا یوں تورات کی اصل ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو کر رہ گئی۔) تورات جن پانچ صحائف پر مشتمل ہے انہی کو صحائف موسیٰ علیہ السلام کا نام دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی رو سے وہ تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے سامنے پیش کی وہ اسی طرح من اللہ تھی جیسے قرآن کریم من اللہ ہے۔ اس حیثیت سے اس پر اعتقاد مسلمانوں کے لیے لازمی ہو جاتا ہے۔

تورات کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس نے تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ اس لیے اہل ایمان کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ تورات بھی نزول وحی کے سلسلے کی ایک عظیم المرتبت کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر نازل فرمائی۔ اس کی سب سے بڑی خوبی اور اہمیت یہ ہے کہ یہ ایک مکمل شریعت یا دستورِ حیات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے دیا گیا تھا۔ گو کہ اس کے بعد بھی بنی اسرائیل ہی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے دو مزید صحیفے زبور اور انجیل بھی نازل ہوئے لیکن ان سب میں شریعتِ موسوی برقرار رہی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اسے قائم رکھا۔ جیسا کہ خود انجیل میں ان کا قول نقل ہے۔ "یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں' نہیں بلکہ انہیں پورا کرنے آیا ہوں۔" (متی۔۱۷)

Marfat.com

قرآن کریم میں تورات کا ذکر کئی جگہ آیا ہے اور کہیں اسے الفرقان وضیاء کہا گیا ہے تو کہیں بصائر کے القابات سے نوازا گیا ہے جیسے درج ذیل آیات میں آیا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ:۔اور پہلے ہم موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرقان اور روشنی اور ذکر (کتاب) عطا کر چکے ہیں ان متقی لوگوں کی بھلائی کے لیے۔ (الانبیاء۔۴۸)

اس آیت کا ایک ترجمہ یوں بھی ہے کہ ''اور ہم موسیٰ وہارون کو فیصلے کرنے والی نورانی وعظ ونعمت والی کتاب پرہیزگاروں کے لیے عطا کر چکے ہیں۔

آیتِ کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے کہ ہم نے تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی تھی اس میں متقین کے لیے ہی نصیحت وہدایات تھی کیونکہ جن دلوں میں تقویٰ نہیں ہوتا وہ اللہ کی کتاب کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے تو پھر کوئی بھی آسمانی کتاب ان کے لیے کیسے نصیحت وہدایت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ نصیحت وہدایت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے اور اس کے احکام وہدایت پر غور وفکر کیا جائے۔ آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تورات کے بارے میں تعریفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ یعنی اللہ کی کتاب تورات حق وباطل کا فرق دکھانے والی کسوٹی تھی جو انسانوں کو زندگی کا سیدھا سچا راستہ دکھانے والی روشنی والی اور اولاد آدم علیہ السلام کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے والی نصیحت کرنے والی کتاب تھی۔ آنے والی آیت میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تورات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ:۔اور ان اگلے زمانے والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ایسی کتاب عطا فرمائی جو لوگوں کے لیے دلیل اور ہدایت ورحمت بن کر آئی تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (القصص۔۴۳)

آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ ہم نے جب تمام نافرمان قوموں کو ہلاک کر دیا یعنی فرعون اور اس کی قوم اور قوم نوح علیہ السلام اور قوم عاد وثمود کی ہلاکت کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو کتاب (تورات) دی گئی تاکہ لوگ جو گمراہی اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے وہ حق کو پہچان لیں اور حق کو تسلیم کر لیں، اختیار کر لیں اور خود کو اللہ کی رحمت کا مستحق بنا لیں۔ اور اللہ کی شکر گزاری کرتے ہوئے خود کو اللہ کے شکر گزار بندوں میں شامل کر لیں۔ اور اللہ کی جانب سے ہدایت کی روشنی (تورات) آجانے کے بعد پھر کوئی جواز نہیں رہتا کہ وہ اللہ پر ایمان نہ لائیں اور اُس کی، اُس کے پیغمبروں کی اطاعت نہ کریں جو انہیں ان کی بہتری وفلاح

Marfat.com

کے لیے خیر و شر اور فلاح کی حقیقی راہ بتاتے سمجھاتے ہیں۔

کتابِ الٰہی تورات کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے سورۃ القصص کی اس آیت کے بعد والی آیت یعنی ۴۴ بھی بڑی اہم آیت ہے جس میں ربِّ کائنات اپنے محبوب اور رسول آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما رہا ہے ارشاد باری تعالیٰ یوں ہوا۔

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٤٤﴾

ترجمہ:۔(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور طور کے مغربی جانب جب کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی تو (تم اس وقت) موجود نہیں تھے اور نہ ہی تم دیکھنے والوں میں سے تھے۔(القصص۔۴۴)

آیتِ کریمہ میں ربِّ کائنات اپنے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر خود انہیں تورات اور صاحبِ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خبر دے رہا ہے کیونکہ تم اس وقت نہ وہاں موجود تھے نہ تم نے ایسا ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔مغربی گوشے سے مراد جزیرہ نما سینا کا وہ پہاڑ طور ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکامِ شریعت یعنی تورات عطا کی گئی اور نہ ہی تم بنی اسرائیل کے ان ستر نمائندوں میں شامل تھے جن کو شریعت کی پابندی کا عہد لینے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بلایا گیا تھا۔جس کا ذکر کلامِ الٰہی قرآن حکیم کی سورۂ اعراف آیت ۵۵ میں کیا گیا ہے اور بائبل کی کتابِ خروج میں بھی موجود ہے چونکہ تم وہاں نہ موجود تھے نہ منظر دیکھنے والوں میں نہ منتظر لوگوں میں کیونکہ یہ غیب کی وہ باتیں ہیں جو ہم وحی کے ذریعے تمہیں پہلے سے بتا رہے ہیں جو اس بات کی دلیل بھی ہے کہ تم بھی ہمارے (اللہ) بھیجے ہوئے پیغمبر ہو۔ کیونکہ تم نے بھی یہ باتیں نہ تو کسی سے سیکھی ہیں اور نہ خود تم نے مشاہدہ کیا ہے۔تمہارے پاس ان تمام معلومات کا براہ راست کوئی ذریعہ نہیں تھا آج جبکہ ان واقعات کو دو ہزار برس سے زیادہ کی مدت گزر چکی ہے تب بھی تم اسے ایسے بیان کر رہے ہو جیسے سب کچھ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ تمہیں تمہارے رب نے سب کچھ وحی کے ذریعے سے بتا دیا ہے۔(یہ مضمون قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان ہوا ہے جیسے سورۂ آل عمران ۴۴۔سورۂ ہود ۴۹۔سورۂ یوسف ۱۰۲۔سورۂ طٰہٰ ۹۹۔وغیرہ)

قرآنِ حکیم کی ان آیات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کے سامنے پیش کی تھی وہ بالکل ایسے ہی اللہ کی کتاب تھی جیسے کہ قرآن کریم ہے۔ایسے ہی تمام صحائف اصل اور حقیقی صورتوں میں تھیں جو اللہ کی جانب سے نازل کی گئیں ان سب پر کتاب اللہ کی حیثیت سے اعتقاد رکھنا اور ایمان لانا لازمی ہے۔

موجودہ تورات جو اب کتابِ مقدس یعنی انجیل کا حصہ بن چکی ہے اس کی تدوین وتالیف کے

Marfat.com

زمانے کا قطعی تعین کرنا آج ممکن نہیں ہے۔ جو تورات بنی لاوی کے سپرد کی گئی تھی تا کہ وہ اس کی حفاظت کریں جسے علمائے بنی اسرائیل نے صندوق جیسے تابوت سکینہ کا نام دیا تھا۔ میں بند کر کے بیت المقدس میں رکھ دی تھی۔ یہودی اس سے اس قدر غافل اور بے پروا ہو گئے تھے کہ یہ ایک عرصہ تک یہی سمجھتے رہے کہ بخت نصر کے حملوں میں تابوت سکینہ ضائع ہو گیا یا بخت نصر اور چیزوں کے ساتھ وہ بھی اپنے ہی ساتھ لے گیا لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ جب یہودیوں کے بادشاہ یوسیاہ کے دور حکومت میں ہیکل سلیمانی کی مرمت شروع کی گئی تو اتفاقاً سردار کاہن یعنی ہیکل کے سجادہ نشین اور یہودیوں کے سب سے بڑے پیشوا خلقیاہ کو ایک جگہ تورات رکھی ہوئی مل گئی جس پر اسے بڑی حیرانی و پریشانی ہوئی اس نے اس تورات کو ایک بڑے ہی عجوبے کی مانند شاہی منشی کو دے دیا جس نے اسے لے جا کر بادشاہ یوسیاہ کے سامنے پیش کیا جیسے کوئی بہت بڑا حیران کن انکشاف ہوا ہو۔ کیونکہ جب بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کیا تھا تو تمام کتابیں تلف ہو گئی تھیں۔ ان کتابوں کے احکامات کسی حد تک معناً یہودی ربانیوں کے حافظے میں کسی قدر موجود تھے' کیونکہ وہ مذہبی مجالس میں ان کتابوں کے مفہوم لوگوں کو سناتے رہتے تھے۔ زمانہ اسیری میں ان کتابوں کو دوبارہ جمع کرنے کا نہ موقع تھا نہ ہی کسی نے حقیقت میں کوئی کوشش کی چنانچہ بابل کی اسیری کے بعد جب کاہن عزار کے زمانے کے بچے کھچے لوگ بابل کی قید سے واپس یروشلم آئے اور دوبارہ بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز ہوا تو چند مذہبی بزرگوں نے اس کام یعنی تورات کو جمع کرنے کا عزم کیا تب کاہن عزار (حضرت عزیر) کے ساتھ مل کر چند دوسرے علمائے یہود نے اس اہم کام کی تکمیل کی۔ تورات کے ساتھ ہی زبور بھی ازسرنو تالیف کی گئی۔ یہ کام ۴۴۵ قبل از مسیح میں انجام پایا۔ لیکن ۱۶۸ قبل مسیح میں یونانی بادشاہ انٹرمینس نے ایک بار پھر بخت نصر کے حملوں کی یاد تازہ کر دی اور بیت المقدس اور یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس نے کاہن عزار (حضرت عزیر) کی جمع و تالیف کردہ تورات و زبور کو بھی آگ لگوا دی تھی۔ اس کے بعد یہودیوں نے ایک بار پھر تورات کو ازسرنو تدوین و تالیف کے مراحل سے گزارا اور اس میں تیسرے سلسلے کے اضافے بھی کیے گئے پھر جب رومیوں نے یروشلم پر حملہ کیا تو یروشلم اور بیت المقدس ایک بار پھر حملہ آوروں کی دست برد کا شکار ہوا اور ایک بار پھر سب کچھ جمع کیا کرایا ضائع ہو گیا اور یوں تورات کو بار بار ضائع ہونے کے بعد ازسرنو مرتب کیا جاتا رہا جس کی وجہ سے ہر بار اس میں من چاہے اور مطلوبہ اضافوں کا بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ قرآن کریم ان اصل اور منتشر اجزا کو تورات کہتا ہے اور ان کی ہی تصدیق کرتا ہے جو درحقیقت کلام الٰہی ہیں اگر ان اجزا کو جمع کر کے قرآن سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو معمولی اختلاف کے باوجود اصل دونوں کی ایک ہی ہیں۔

جب جب تورات کی تدوین نو کی گئی اس کی زبان و بیان بھی بدل دی جاتی تھی پہلے تورات عبرانی زبان میں تھی۔ حضرت عزیر نے جب اسے دوبارہ جمع کیا تو انہوں نے تورات کو ارامی

Marfat.com

زبان میں منتقل کر دیا کیونکہ ارامی زبان ان کی اسیری کی زبان تھی اور یہ بھی تھا کہ نینوا کی قید میں تمام یہودی اپنی زبان کو بھول چکے تھے انہوں نے مقامی زبان ارامی کو اپنا لیا تھا۔ پھر جب یونانیوں نے یہودیوں کو قید کر کے اسکندریہ میں قید کر دیا تو یہودیوں نے قید خانے میں ہی یونانی زبان کو اپنا لیا اس میں انہیں کسی قسم کے تردد کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ اس کے بعد تورات کی تدوین وتالیف یونانی زبان میں کی گئی جسے مصر کے بادشاہ بطلیموس نے اسکندریہ کے کتب خانوں کے لیے یونانی زبان میں تیار کرایا۔ پھر جب یہودی رومیوں کی غلامی میں چلے گئے تو انہوں نے رومی زبان کو اپنا لیا یوں تورات کا ترجمہ رومی زبان میں ہوا۔

ان جملہ تاریخی حقائق سے یہ واضح ہو گیا کہ یہودیوں کی اصل مذہبی کتاب تورات حوادث زمانہ کی نذر ہو گئی اور موجودہ تورات بہت بعد میں مرتب کی گئی جو اتنے بہت سے حوادث کے باعث اپنی اصل کھو بیٹھی اور یہودی کاہنوں' ربانیوں کے ہاتھوں پڑ کر کچھ سے کچھ بنتی چلی گئی اس میں حسب توفیق تحریف ہوتی رہی اس میں بہت سی ایسی باتیں بھی شامل ہوتی گئیں جو من جانب اللہ تعالیٰ نہیں تھیں' بلکہ ترتیب دینے والوں کے اپنے ذہنوں کی اختراع تھیں۔

اسی باعث قرآن کریم میں ربِ کائنات نے جگہ جگہ تورات کے اس پہلو کو اجاگر فرما دیا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ:۔ (اے مسلمانو!) کیا تمہاری خواہش ہے کہ یہ لوگ ایمان دار بن جائیں' حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو (ایک گروہ) کلام اللہ کو سن کر' عقل وعلم والے ہوتے ہوئے' بھی (دانستہ) اس میں تحریف کرتے ہیں۔ (البقرہ۔۷۵)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان افراد کو مخاطب فرما کر انہیں بتا رہا ہے کہ بنی اسرائیل کے لوگوں میں ایک گروہ علما اور عاملینِ شریعت کا ایسا بھی ہے جو جانتے بوجھتے ہوئے بھی کلام اللہ یعنی تورات اور زبور اور دوسری الٰہی کتب جو ان کو ان کے انبیاء کرام علیہ السلام کے ذریعے پہنچی تھیں میں اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق ان میں ردوبدل کر لیتے ہیں اور تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آیت میں مدینہ کے ان نومسلموں سے خطاب فرمایا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے موقع پر ہی ایمان لے آئے تھے کیونکہ انہوں نے اہلِ یہود سے ان کی کتابوں کے حوالوں سے سن رکھا تھا۔ ملائکہ کے بارے میں آخرت ونبوت کے بارے میں شریعت کے بارے میں یہ سب انہوں نے اپنے ہمسایہ یہودیوں سے سن رکھا تھا یہ بھی

Marfat.com

انہوں نے ان یہودیوں سے ہی سنا تھا کہ دنیا میں ایک پیغمبر آنے والے ہیں اور جو لوگ ان کا ساتھ دیں گے وہ ساری دنیا پر چھا جائیں گے۔ یہی معلومات اور علم تھا جس کی بنا پر اہل مدینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا چرچا سن کر متوجہ ہوئے اور جوق در جوق ایمان لانے لگے۔ وہ لوگ یہ توقع رکھتے تھے کہ جو لوگ پہلے ہی انبیاء کی کتب کے پیروکار ہیں جن کی دی ہوئی خبروں کی وجہ سے ہم ایمان لائے ہیں وہ بھی ضرور ہمارا ساتھ دیں گے اور ایمان لے آئیں گے' بلکہ وہ تو ایمان لانے میں خود پیش پیش ہوں گے۔ اسی باعث نو مسلم اہل مدینہ اپنے ہم سائے اور دوست یہودیوں کے پاس یہ امید لے کر جاتے کہ وہ بھی ایمان لے آئیں گے لیکن وہ تمام یہودی ان نو مسلموں کی دعوتِ ایمان کو رد کر دیتے تھے۔ یہی بات آیتِ کریمہ کے ذریعے اہل ایمان کو سمجھائی گئی ہے کہ وہ پتھر دل لوگ ہیں وہ ایمان نہیں لائیں گے' وہ اسی اپنے مسخ شدہ دین سے نجات کی امید لگائے بیٹھے رہیں گے۔ ان لوگوں سے ایمان کی توقع رکھنا فضول ہے۔ وہ اپنے اختلاف کو کم یا ختم کرنے والے نہیں ہیں جس طرح وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کلامِ الٰہی قرآن کریم کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ایسے ہی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ان کی کتاب تورات سے بھی اختلاف کرتے رہے تھے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾

ترجمہ:۔ اور اس سے پہلے ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی تھی اور اس معاملے میں بھی یہی اختلاف ہوا تھا۔ اگر تیرے رب نے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر دی ہوتی تو ان اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ چکا دیا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس کی طرف سے سخت اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (حم السجدہ۔ ۴۵)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ کسی کو بھی اچانک بغیر مہلت دیے عذاب نہیں دیتا۔ عذاب سے پہلے وہ مہلت ضرور دیتا ہے کسی کو کم کسی کو زیادہ مہلت مل جاتی ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اتمام حجت کرتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ فاطر کی آخری آیت ۴۵ میں ارشاد ہوا ہے۔ ترجمہ "اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب گرفت فرماتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار نہ چھوڑتا' لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک مقررہ میعاد تک مہلت دے رہا ہے' اور جب ان کی وہ میعاد آ پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔" یعنی پھر فوراً ہی عذاب دے کر ان کو تباہ کر دے گا۔ یہود نے حضرت موسیٰ اور ان کی کتاب تورات کا انکار اپنی عقل و بصیرت کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ محض شک کی وجہ سے کیا تھا جو انہیں بے چین رکھتا تھا۔ اللہ کا یہ قانون ہے کہ وہ ہر

Marfat.com

کسی کو عذاب نہیں دیتا وہ صرف انہی کو عذاب دیتا ہے جو گناہ گار ہوتے ہیں۔'' محاسبہ تو ہر ایک کا ہوگا پھر اس کے اعمال کے مطابق ہی جزا یا سزا کا فیصلہ ہوگا۔ معین میعاد دنیا کی بھی ہوسکتی ہے اور یوم قیامت تو ہے ہی۔ یہ معین میعاد کی خبر اہل ایمان کے لیے تسلی اور کفار منکرین کے لیے وعید الٰہی ہے۔ اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے کہ انہیں وہ عہد یاد دلاؤ جو اہل کتاب سے اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا جیسا کہ آنے والی آیت میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ:۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ ان کا یہ بیوپار بہت ہی برا ہے۔ (آل عمران۔۱۸۷)

آیتِ کریمہ میں جس عہد کا ذکر کیا گیا ہے اس کا ذکر جگہ جگہ بائبل میں بھی آیا ہے۔ خصوصاً بائبل کی کتاب استثناء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جو آخری تقریر نقل کی گئی ہے اس میں تو وہ بار بار اپنی قوم بنی اسرائیل سے عہد لیتے ہیں کہ ''جو احکام میں نے تمہیں پہنچا دیے ہیں انہیں خوب اچھی طرح اپنے ذہن و قلب پر نقش کرلو، اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کو انہیں سکھانا، گھر میں بیٹھے ہوئے راستہ چلتے ہوئے، لیٹتے ہوئے، اٹھتے ہوئے ہر وقت ہر دم ان کا ذکر ان کا چرچا کرتے رہنا اور اپنے گھر کے دروازوں، پھاٹکوں پر ان کو لکھ دینا۔'' (انجیل استثنا باب ۶۔ آیات ۴ تا ۹) (تورات)

آیتِ کریمہ میں اہل کتاب کو ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت کی گئی ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لیا تھا کہ وہ کتابِ الٰہی (تورات اور انجیل) میں بیان کی گئی ہیں، انہیں آئندہ آنے والے لوگوں کے سامنے بیان کریں گے۔ اپنی آنے والی نسلوں کو ان سے باخبر رکھیں گے، انہیں چھپائیں گے نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے لیے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے اس عہد کو بھلا دیا، پس پشت ڈال دیا۔ گویا یہ بنی اسرائیل کے اہلِ علم کو تلقین و تنبیہہ ہے کہ ان کے پاس جو نافع علم تھا، جس سے لوگوں کے عقائد کی اعمال کی اصلاح ہوسکتی تھی جسے لوگوں تک ضرور پہنچنا چاہیے تھا لیکن انہوں نے دنیاوی مفادات واغراض کی خاطر اس کو چھپالیا، یہ بہت بڑا جرم ان سے سرزد ہوا جس کی قیامت والے دن انہیں آگ کی لگام پہنا کر سزا دی جائے گی۔

انجیل کے حصہ تورات میں ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری وصیت اس طرح نقل کی گئی ہے۔ ''پھر اپنی آخری وصیت میں انہوں نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نے تاکید کی کہ فلسطین کی سرحد میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کرنا کہ کوہ عیبال پر بڑے بڑے پتھر نصب

Marfat.com

کر کے تورات کے احکام ان پر کندہ کر دینا۔'' (استثنا باب ۲۷۔آیات ۲ تا ۴) ایک اور جگہ اس طرح آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبیلہ بنی لاوی کو تورات کا ایک نسخہ دیتے وقت یہ ہدایت فرمائی تھی'' کہ ہر ساتویں سال عیدِ خیام کے موقع پر قوم کے تمام مردوں' عورتوں' بچوں' سب کو ایک جگہ جمع کر کے یہ پوری کتاب (تورات) لفظ بہ لفظ سناتے رہنا۔ (سلاطین باب ۲۲۔آیات ۸ تا ۱۳) لیکن اس پر بھی کتاب اللہ تورات سے بنی اسرائیل کی غفلت اس قدر بڑھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صرف سات سو سال بعد ہیکل سلیمانی کے سجادہ نشین اور یروشلم کے یہودی فرماں روا تک کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے ہاں تورات نامی کتاب بھی موجود ہے۔ (سلاطین)

تورات کے بارے میں یہ بات کہ وہ تحریف کا شکار ہوئی صرف قرآن حکیم ہی نہیں کہہ رہا بلکہ خود علمائے یہود ونصاریٰ بھی اب اس بات کو تسلیم کرنے لگے ہیں۔ عہد قدیم کے دیگر صحائف سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تحریف کا آغاز بہت ابتدائی زمانے سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ بعض انبیاء بنی اسرائیل نے بھی اس کی مذمت کی ہے اور اس فعل کو مذموم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ کتاب اشعیاء میں آیا ہے۔

'' سرزمین ان کے نیچے جو اس پر بستے ہیں' نجس ہوئی کہ انہوں نے شریعتوں کو عدول کیا۔ قانون کو بدلا' عہدِ ابدی کو توڑا۔'' (اشعیاء نیا نام۔یسعیاہ باب ۲۴۔آیت ۵)

'' تم نے زندہ خدا رب الافواج' ہمارے خدا کی باتوں کو بگاڑ ڈالا۔ (ارمیا نیا نام یرمیاہ۔باب ۲۳۔آیت ۳۶)

خود یہود کے بڑے اہم عالم عزار جس نے نینوا' بابل کی قید سے رہائی کے بعد تورات کو از سر نو لکھایا لکھوایا جو ہسپانوی نژاد تھا اس کی تحقیق ہے صحائف خمسہ (تورات) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تالیف کی گئی۔

ایسے ہی فرانسیسی یہودی عالم پیلو نے یہ ثابت کیا ہے کہ تورات کا اصل متن عبرانی میں بغیر ماثوری اعراب کے اور طریقوں پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس میں جو عبرانی متن موجود ہے وہ بھی حتمی طور پر درست نہیں ہے۔ ایک اور جرمن فاضل عالم رائماروس نے ۱۷۴۷ء میں اپنی ضخیم کتاب میں بائبل کے من جانب اللہ ہونے سے انکار کیا ہے۔

تورات کے بارے میں ان نظریات کا حامل کوئی ایک فرد نہیں ہے بلکہ علمائے یہود ونصاریٰ کی اکثریت کا یہی نظریہ تھا۔ جدید تحقیق وتنقید نے بالآخر یہ ثابت کر دیا ہے کہ موجودہ تورات اور دیگر صحائف عہد قدیم اللہ کا کلام یا وحی من جانب اللہ نہیں ہیں بلکہ ان تمام مختلف صحائف کو مختلف ادوار میں مختلف اشخاص نے تصنیف وتالیف کیا ہے۔

تحقیق وتنقید جدید نے اس بات کو پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا کہ موجودہ تورات منزل من اللہ کتاب

Marfat.com

نہیں ہے تو پھر اس بات کی جستجو شروع ہوگئی کہ ان صحائف کے حقیقی مصنفین کون ہیں ان کا پتہ لگانے کی کوشش شروع کردی گئی۔ محققین تورات وزبور اور دیگر صحائف آسمانی کے خیال کے مطابق کہ عہد قدیم کی ثلاثی تقسیم اور اس کی تدوین تین مختلف ادوار میں ہوئی ہے۔ سب سے پہلے تورات کو مدون کیا گیا اس کے بعد دیگر صحائفِ انبیاء اور پھر صحائفِ مقدسہ کی تدوین ہوئی ہے۔

اس بارے میں کہ موجودہ تورات کس سن میں مرتب کی گئی اب تک کوئی تحقیقی ثبوت میسر نہیں آئے لیکن اندرونی شہادت کی بنا پر اسکی تدوین ۴۴۴ قبل از مسیح ہوسکتی ہے۔ کیونکہ صحائف انبیاء کی ترتیب کا زمانہ تقریباً ۲۰۰ دوسو قبل از مسیح اور ڈھائی سو سال (۲۵۰) قبل از مسیح کے درمیان کا ہے۔ جبکہ صحائف مقدسہ کے بارے میں گمان ہے کہ وہ سو سال (۱۰۰) قبل از مسیح سے لے کر ایک سو پچاس (۱۵۰) سال قبل از مسیح کے درمیانی عرصے میں مرتب ومدون کیے گئے۔

قرآن کریم نے توچودہ سو سال قبل ہی اس بات کی تصدیق کردی تھی کہ تورات مُجملاً منزل من اللہ ہونے اس میں یہودیوں نے تحریف کردی ہے اس کے بعض حصے خود ہی تصنیف کرلیے ہیں۔ موجودہ دور کے محققین یہود اس بات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے اور قرآن کریم کے دعوے کو درست تسلیم کرلیا بلکہ کچھ نے موجودہ تورات کا وحی الٰہی ہونے سے ہی انکار کردیا۔

حالانکہ محققین یہود ونصاریٰ نے جس انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے موجودہ تورات کو یکسر رد کرتے ہوئے اس کا وحی الٰہی ہونے سے ہی انکار کردیا ہے وہ بھی درست نہیں ہے۔ جہاں جہاں تورات وزبور اور انجیل میں انسانی ذہن اور ہاتھوں نے کام دکھایا اور اپنی طرف سے تحریف وتالیف سے کام لیا ہے وہ اپنے لب ولہجے اور ہیئت سے الگ محسوس کیے جاسکتے ہیں اور کلامِ الٰہی نمایاں نظر آسکتا ہے۔ یقیناً وہاں تک عام قاری بمشکل پہنچ پائے گا لیکن جولوگ آسمانی کتب کی بصیرت رکھتے ہیں اور تفسیر وشرح سے واقف ہیں وہ بڑی حد تک تورات اور دیگر صحائف الٰہی صحت کے ساتھ معلوم کرسکتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ کون کون سے اجزا ہیں جن کا اضافہ کیا اور مُلحق کردیے گئے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی ان ہی اصل اور حقیقی حصوں کو تورات کے نام سے پکارا ہے اور ان کی ہی تصدیق بھی کی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم آج بھی ان اجزائے تورات کا قرآن کریم سے موازنہ کرسکتے ہیں۔ بجز اس کے کہ کہیں کہیں جزوی احکامات میں اختلاف ہے لیکن اصولِ تعلیمات دونوں کتابوں کے درمیان یکساں پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ خود قرآن کریم اور دین اسلام تو ان ہی اصل صحائف الٰہی کا تسلسل ہیں۔

Marfat.com

زبور

اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی جو ان کے ماننے والوں اور ایمان لانے والوں کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے الٰہی ہدایت نامہ تھی اس کتاب میں کوئی شرعی حکم نہیں تھا۔ اس سے قبل کہ ہم آسمانی کتاب زبور کے بارے میں جانیں، سمجھیں بہتر ہوگا کہ اللہ کے پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں کچھ جان لیں۔ زبور کو دراصل حضرت داؤد علیہ السلام کے گیت کہا جاتا ہے اصل کتاب ناپید ہے اس کا کچھ حصہ توریت میں شامل ہے جو خود انجیل کا حصہ بن چکی ہے۔

زبور کا تعارف کتابِ مقدس یعنی خود انجیل میں اس طرح دیا گیا ہے۔ زبور (مزامر) کی کتاب بائبل مقدس میں گیتوں اور دعاؤں (مناجات) کی کتاب ہے، ایک طویل عرصہ کے دوران مختلف مصنفین (اور شاعروں) نے ان کو لکھے اور تالیف کیے۔ بنی اسرائیل نے ان گیتوں اور دعاؤں (مناجات) کو اکٹھا اور مرتب کیا۔ وہ انہیں عبادتوں میں استعمال کرتے تھے۔ آخر انہیں نوشتوں میں شامل کرلیا گیا۔

یہ مذہبی نظمیں مختلف قسموں کی ہیں۔ کچھ خدا کی حمد وثنا اور پرستش کے گیت ہیں، کچھ مدد اور حفاظت اور نجات (چھٹکارے) کے لیے دعائیں ہیں کچھ معافی کے لیے التجائیں ہیں، کچھ خدا کی برکتوں کے لیے شکر گزاری اور احسان مندی کے گیت ہیں اور کچھ دشمنوں کو سزا دینے کی درخواستیں ہیں۔ یہ دعائیں شخصی وذاتی اور قومی واجتماعی بھی ہیں۔ بعض ایک فردِ واحد کے گہرے جنسی اور دلی احساسات کو پیش کرتی ہیں جبکہ دوسری خدا کے سارے لوگوں کی ضروریات اور احساسات کی نمائندگی کرتی ہیں۔

یہ زبور یسوع مسیح نے بھی استعمال کیئے۔ نئے عہدنامہ کے مصنفین نے انہیں اقتباس کیا۔ یہ زبور مسیحی کلیسیا کے ابتدائی دنوں ہی سے عبادت و پرستش کی گرانقدر اور قیمتی کتاب بن گئی۔

زبور میں کل ۱۵۰ حصے یا سورتیں ہیں جو پانچ مجموعوں یا کتابوں میں یکجا کیے گئے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ اسلام کا سلسلہ نسب گیارہ پشتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ اور محترم پیغمبر کا ذکر قرآن کریم کی نو سورتوں میں سولہ مقامات پر فرمایا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو ان کا مطیع وفرمانبردار بنادیا تھا جو صبح وشام ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

(سبا۔۱۰۔ص۔۱۸'۱۹)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۙ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے داؤد پر بڑا فضل کیا (ہم نے حکم دیا) اے پہاڑو! اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور (یہی حکم ہم نے) پرندوں کو بھی دیا۔اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔(سبا۔۱۰)

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ:۔ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں۔اور پرندوں کو بھی کہ جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر فرمان تھے۔(ص۔۱۹)

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔داؤد کے ساتھ ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کر دیا تھا جو تسبیح کرتے تھے۔اس فعل کے کرنے والے ہم تھے۔(الانبیاء۔۷۹)

ان تمام آیاتِ الٰہی میں ربِ کائنات نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اپنے بے شمار بے حد وحساب عنایات ونعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام بیت اللحم کے رہنے والے تھے۔وہ اپنے قبیلے یہودہ کے ایک عام سے معمولی جوان تھے۔بنو اسرائیل کا ایک لشکر طالوت کی قیادت میں جالوت کے خلاف برسرِ پیکار تھا' اسی جنگ میں جب انہوں نے بنو اسرائیل کو پس وپیش کرتے دیکھا تو طالوت کی اجازت سے جالوت کے مقابلے پر کود پڑے اور اسے قتل کر دیا۔یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہی تھے۔یہ قصہ سورۃ البقرہ ۲۴۷ تا ۲۵۱ میں بھی مذکور ہے۔

ترجمہ:۔''اور انہیں ان کے نبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا دیا ہے۔تو کہنے لگے بھلا اس کی ہم پر حکومت کیسے ہو سکتی ہے؟ اس سے تو بہت زیادہ حق دار بادشاہت کے ہم ہیں' اس کو تو مالی کشادگی بھی نہیں دی گئی۔نبی نے فرمایا سنو! اللہ تعالیٰ نے اسی کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اسے علمی اور جسمانی برتری بھی عطا فرمائی ہے۔بات یہ ہے کہ اللہ جسے چاہے اپنا ملک دے' اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔ان کے نبی نے انہیں پھر کہا کہ اس کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دل جمعی ہے اور آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کا بقیہ ترکہ ہے' فرشتے اسے اٹھا کر لائیں گے۔یقیناً یہ تمہارے لیے کھلی دلیل ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

جب (حضرت) طالوت لشکروں کو لے کر نکلے تو کہا' سنو! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے' جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرا نہیں اور جو اسے نہ چکھے وہ میرا ہے' ہاں یہ اور بات ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔لیکن سوائے چند کے باقی سب نے وہ پانی پی لیا (حضرت)

Marfat.com

طالوت مومنین سمیت جب نہر سے گزر گئے تو وہ لوگ کہنے لگے آج تو ہم میں طاقت نہیں کہ جالوت اور اس کے لشکر سے لڑیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر یقین رکھنے والوں نے کہا' بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی سی جماعتیں بڑی اور بہت سی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پا لیتی ہیں' اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جب ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دعا مانگی کہ اے پروردگار ہمیں صبر دے' ثابت قدمی دے اور قوم کفار پر ہماری مدد فرما۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے جالوتیوں کو شکست دے دی اور (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کے ہاتھوں جالوت قتل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کو مملکت و حکمت اور جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔" (البقرۃ: ۲۴۷ تا ۲۵۱)۔

جالوت جیسے گرانڈیل دشمن کو قتل کر کے حضرت داؤد علیہ السلام یکا یک بنی اسرائیل کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ اسی واقعے سے ان کا عروج شروع ہوا اور پھر انہیں حضرت طالوت کی وفات کے بعد پہلے جبرون میں یہودیہ کا حکمراں بنایا گیا۔ پھر چند سال میں ہی بنی اسرائیل کے تمام قبائل نے مل کر مشترکہ طور پر انہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے یروشلم کو فتح کر کے اسے اسرائیل کا دارالحکومت بنا لیا۔ ان کی قیادت میں پہلی مرتبہ ایک حق پرست حکومت وجود میں آئی جس کی حدود خلیج عقبہ سے دریائے فرات کے مغربی کناروں تک پھیلی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہت اور کئی نمایاں اور اہم اعزازات سے نوازا تھا۔ انہیں ایک خوبصورت رسیلی آواز عطا فرمائی تھی۔ لحنِ داؤدی آج بھی ضرب المثل ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے تو پتھر کے ٹھوس پہاڑ تک ان کے ساتھ تسبیح خوانی میں مصروف ہو جاتے تھے' اڑتے ہوئے پرندے ٹھہر جاتے اور ان کی آواز میں آواز ملا کر تسبیح خواں ہو جاتے۔ ایسا پہاڑ و پرندے اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت اور حکم سے کرتے جیسا کہ آیاتِ الٰہی سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ پہاڑ و پرندے بھی ان کے تابع کر دیے گئے تھے۔ (فتح القدیر)

حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باپ بیٹوں کو پرندوں کی بولیوں کی تعلیم و فہم عطا فرمائی تھی۔ جیسا کہ سورۃ النمل میں ارشاد ہوا ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾

ترجمہ:۔ اور داؤد کے وارث سلیمان ہوئے' اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم کو سب کچھ میں سے دیا گیا ہے۔ بے شک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے۔ (النمل۔ ۱۶)

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے ان کا اصل عبرانی نام سولومون تھا جو سلیم کا ہم معنی ہے۔ وہ ۹۶۵ قبل مسیح میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جانشین ہوئے تھے اور تقریباً چالیس سال تک انہوں نے نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہی کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہے کو موم کی مانند نرم کر دیا تھا وہ لوہے کو جس طرح چاہتے تھے موڑ لیتے تھے جیسا کہ سورۂ صبا آیت ۱۰ اور سورۃ الانبیاء ۸۰ میں آیا ہے۔ ''کہ ہم نے انہیں ایسا لباس تیار کرنے کا فن سکھایا جو تمہیں شدتِ جنگ کے وقت محفوظ رکھتا ہے۔'' (الانبیاء۔۸۰) ایک اور جگہ سورۃ ص کی آیت ۲۵ میں ارشاد ہوا ہے' اللہ تعالیٰ نے انہیں منصبِ نبوت وخطابت کی فصاحت اور صحیح فیصلے کی قوت بخشی۔'' حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کیے جانے کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول برحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع اور خبر کرنے کے انداز میں کیا ہے۔ جس میں دیگر انبیاء علیہ السلام کے اسمائے گرامی کا تذکرہ بھی فرمایا گیا ہے۔

اِنَّآ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ‌ ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ۚ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ:۔ (اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ (علیہ السلام) اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی تھی' ہم نے وحی کی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی کی تھی' اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا فرمائی۔ (النساء۔۱۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی انسان پر اللہ تعالیٰ نے کچھ نازل نہیں کیا اور یوں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت (وحی) سے بھی انکار کیا' جس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (ابن کثیر) آیتِ مبارکہ میں انکار کرنے والوں کے قول کو نہ صرف رد کیا گیا ہے اور انبیاء سابقین کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی تصدیق کی گئی ہے۔ زبور کا جو حصہ موجودہ بائبل میں پایا جاتا ہے وہ پوری کی پوری زبور داؤد علیہ السلام نہیں ہے' اس میں حضرت داؤد کی زبور کی آیات جنہیں مزامیر داؤد کہا جاتا ہے کے علاوہ دیگر افراد کی مزامیر یعنی آیات بھی جمع کر دی گئی ہیں یعنی اصل زبور میں تحریف کر دی گئی ہے وہ تمام مزامیر (آیات) اپنے اپنے مصنفین کی طرف منسوب ہیں۔ البتہ جن مزامیر پر تصریح ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہیں ان میں حقیقت میں کلام حق کی روشنی محسوس ہوتی ہے' اسی طرح بائبل میں امثالِ سلیمان علیہ السلام کے نام سے جو کتاب موجود ہے اس

Marfat.com

میں بھی بڑی حد تک تحریف کی گئی ہے خصوصاً اس کے دونوں آخری ابواب صریحاً الحاقی ہیں اس کے باوجود امثال کا ایک بڑا حصہ صحیح و برحق معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے ساتھ ایک کتاب حضرت ایوب علیہ السلام کے نام سے بھی بائبل میں موجود ہے۔ جو حکمت و دانائی لیے ہونے کے باوجود اسے پڑھتے ہوئے یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ واقعی حضرت ایوب علیہ السلام سے نسبت رکھتی ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے جس صبر اور استقامت کا اظہار فرمایا ہے اور ان کے صبرِ عظیم کی جس طرح رب کائنات نے تعریف فرمائی ہے۔ بائبل میں شامل اُن کے مزامیر کے قطعی برعکس اور مختلف ہیں۔ اس میں اظہار کیا گیا ہے حضرت ایوب علیہ السلام اپنی مصیبت و ابتلا کے سارے زمانے میں اللہ تعالیٰ کے خلاف سراپا شکایت بنے رہے اور ان کے ہم نشین ساتھی انہیں مطمئن کرنے کے لیے انہیں سمجھاتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے جسے وہ (حضرت ایوب) کسی طرح ماننے کو تیار نہیں ہوتے۔

بائبل کے اس حصے میں جو زبور کے نام سے جانا جاتا ہے میں انبیاء بنی اسرائیل کے سترہ (۱۷) دیگر صحائف اور بھی درج ہیں جن کا بیشتر حصہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ خصوصاً ''یسعیاہ' اور 'یرمیاہ' حزقی ایل' عاموس' اور بعض دوسرے صحیفے جن میں الہامی کلام کی شان واضح طور پر محسوس ہوتی ہے' کیونکہ ان کی اخلاقی تعلیمات 'ان کا شرک کے خلاف جہاد اور توحیدِ الٰہی کے حق میں پر زور استدلال' اور قوم بنی اسرائیل کے اخلاقی زوال پر سخت تنقید' ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ مسیح کے واعظ تقریر اور قرآن حکیم کی آیات اور یہ صحیفے سب کا ایک ہی سرچشمہ ہو۔

جو لوگ کتبِ آسمانی کی حقیقی تعلیم سے واقف ہیں اور جاہلانہ تعصب' ضد' آبائی تقلید اور نفس کی بندگی سے آزاد ہو کر اس امرِ حق کو سچے دل سے مانتے ہیں جس کا ثبوت آسمانی کتابوں سے ملتا ہے ا ن کی روش' یہودیوں' کافروں کی عام روش سے بالکل مختلف ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی وسعت نظری اور وسعتِ علم کے باعث سمجھ لیتے ہیں کہ جس دینِ حق کی تعلیم انبیاء علیہم السلام نے دی تھی وہی تعلیم قرآن مجید دے رہا ہے۔ قرآن حکیم کی اس آیت کے آخر میں زبور کے لیے ''زبورا کا لفظ آیا ہے جو نکرہ ہے جبکہ ایک زبور (کتاب) قرآن کریم میں لفظ زبور آیا ہے وہ مفرد صرف حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کے لیے مخصوص ہے۔

حضرت امام راغب اصفہانیؒ کا قول ہے کہ بعض علمائے محقق کا قول ہے کہ زبور اس کتاب کا نام ہے جو صرف عقلی حکمتوں پر محیط ہو اس میں شرعی احکامات نہ ہوں اور کتاب وہ ہے جس میں احکام اور حکمتیں دونوں ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں کوئی شرعی حکم نہیں تھا' اسے صحیفہ حکمت ہونے کی وجہ سے زبور کہا گیا' جبکہ قرآن کریم میں زبور کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ

Marfat.com

یوں ہوا ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ:۔اور زبور میں ہم پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔(الانبیاء۔۱۰۵)

ارشادِ باری تعالیٰ ہوا ہے کہ زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی اس میں تمام ہدایات واحکامات درج کر دیے گئے تھے جیسا کہ امام راغب اور دیگر محققین کا قول ہے کہ زبور شرعی امور کی نہیں احکام اور حکمتوں کی کتاب ہے اس کی تصدیق خود ارشادِ باری تعالیٰ سے ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں بنی اسرائیل کے لوگوں کے لیے جو ہدایات واحکامات دیے تھے دنیاوی معاملات کو درست کرنے اور ایک اکیلے اللہ کی عبادت واطاعت کرنے کے بارے میں تھے کچھ مفسرین نے ''ذکر'' سے مراد پند و نصیحت لیا ہے تو کچھ نے اس سے تورات مراد لی ہے جو زبور سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور کچھ کے نزدیک ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے جو ایک مکمل کتاب ہے جس پر اللہ ذوالجلال نے اپنی تمام منصوبہ بندی تحریر کر رکھی ہے۔اور تمام آسمانی کتابیں بھی اس میں درج ہیں۔ بہرحال یہ مسئلہ غور طلب ہے اور یہ سمجھنا ہے کہ آیتِ مبارکہ میں اس سے کیا مراد ہے؟ یہی بات تھوڑے سے لہجے کے فرق سے زبور میں درج ہے۔ حوالہ زبور باب ۳۷۔آیات ۹۔۱۰۔۱۱۔۱۸۔۲۹۔

زیرِ تشریح آیت کا اگر زبور کی آیات سے موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ اصل زبور میں کیا کیا اور کتنا اضافہ کیا گیا ہے۔

۳۷ داؤد کا مزمور۔آیت نمبر ۹:۔ کیونکہ بدکردار کاٹ ڈالے جائیں گے لیکن جن کو خداوند کی آس ہے ملک کے وارث ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۰:۔ کیونکہ تھوڑی دیر میں شریر نابود ہو جائے گا تو اس کی جگہ کو غور سے دیکھے گا پر وہ نہ ہوگا۔

آیت نمبر ۱۱:۔ لیکن حلیم ملک کے وارث ہوں گے اور سلامتی کی فراوانی سے شادمان رہیں گے۔

آیت ۱۸:۔ کامل لوگوں کے ایام کو خداوند جانتا ہے۔ان کی میراث ہمیشہ کے لیے ہوگی۔

آیت ۲۹:۔ صادق زمین کے وارث ہوں گے۔ اور اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے۔(باب ۳۷۔داؤد کا مزمور۔از:زبور)

(نوٹ) زبور کا حوالہ زیرِ تشریح آیت الانبیاء۔۱۰۵ سے بہ طور موازنہ دیا گیا ہے)

زمین کے وارث نیک بندے ہوں گے اور وہی نیک بندے زمین پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے نائب وخلیفہ فی الارض ہوں گے۔آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام اہل ایمان لوگوں کو آگاہ فرما دیا ہے کہ جو احکامات آج قرآن کریم کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتا رہے

Marfat.com

سمجھا رہے ہیں یہ ہم سے پہلی امت حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی ان کی کتاب زبور کے ذریعے بتا اور سمجھا دیئے گئے تھے۔ یہ کوئی نئی بات ہے نہ ہی نئے احکاماتِ الٰہی ہیں۔ اہلِ ایمان جب تک اللہ کا نیک بندہ بن کر رہے گا وہ زمین پر اقتدار کا مالک رہے گا کیونکہ یہ سنتِ الٰہی ہے کہ وہ اپنے نیک وصالح بندوں کی ہر طرح سے مدد و معاونت فرماتا ہے۔ جب بھی مسلمان اس خوبی سے محروم ہوئے وہ اقتدار زمین سے بھی محروم کر دیئے گئے۔ اللہ کا یہ وعدہ مشروط ہے کہ صالحین عباد کے ساتھ آیت کریمہ کو اگر پوری طرح سمجھا جائے تو یہ حقیقت خوب واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا سب کھول کر بیان فرما دیتا ہے۔ اس طرح گویا حصول اقتدار کا طریقہ بتلا دیا گیا ہے اور وہ ہے صالحت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کے مطابق زندگی گزارنا اور تمام حدود وضابطوں کی پابندی کرنا جیسا کہ زبور کے انگلش ایڈیشن "نیو انگلش بائبل باب ۳۷۔ آیت ۷۔

Rest in the Lord, and wait patiently for him.
Do not fret because of him who prospers in his way,
Because of the man who brings wicked schemes to pass.

میں ہے' اس نبیؐ کے انتظار کا بیان ہے۔ قرآن حکیم میں ذکر سے مراد کتابِ الٰہی لیا گیا ہے جیسے النحل میں ارشاد ہوا ہے۔

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔ (پچھلے رسولوں کو بھی ہم نے) دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ بھیجا اور اب یہ ذکر (کتاب) ہم نے تم پر اتارا ہے کہ لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔ (النحل۔ ۴۴)

آیتِ کریمہ میں رب کائنات کی حکمت بیان کر دی گئی ہے" کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر رہنے والے انسانوں کی رہنمائی وہدایت کے لیے اسی قوم قبیلے سے ایک انسان کو منتخب کر کے بھیجا تا کہ جب یہ ہدایت دینے والا ہدایت دے تو نہ وہ خود نہ اس کی زبان' لہجہ اجنبی ہو جب بھی کسی علاقے میں کوئی نبی کوئی پیغمبر مبعوث ہوا تو اس نے اعلانِ نبوت یونہی نہیں کر دیا کہ لو میں آ گیا ہوں اللہ کا پیغام لے کر' نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے جب کسی کو ہدایت و رہنمائی کی ذمہ داری سونپی گئی تو ہر قسم کے دلائل و براہان کے ساتھ بھیجا گیا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح وحی کے ذریعے قرآن نازل کیا گیا ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسولوں پر بھی کلامِ الٰہی نازل کیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر

Marfat.com

حضرت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ رب کائنات کے لیے کچھ مشکل نہیں تھا کہ وہ اپنے ایک ہی حکم سے سب کو راہ راست پر چلنے والا صراط مستقیم کا مسافر بنا دیتا یا اپنی ہدایت و رہنمائی کے لیے فرشتوں کو استعمال کرتا یا یہ بھی کر سکتا تھا کہ کوئی بھی کتاب کوئی صحیفہ چھاپ کر براہ راست ہر انسان کے ہاتھ تھما دیتا' اس کے لیے تو سب کچھ ممکن ہے۔ مگر ذکر بھیج کر مقصد الٰہی پورا نہیں ہوتا۔ اس لیے ضروری تھا اور اللہ کی حکمت و ربوبیت کی تنزیل اسی کی متقاضی تھی کہ اللہ کے ذکر (کتاب) کو ایک قابل ترین انسان ہی لے کر آئے۔ جو اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے یہی عمل تمام اہلِ کتب رسولوں کے لیے اختیار فرمایا۔ کہ اپنے اپنے لوگوں کے سامنے خود اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کریں اس طرح اپنی امت کی انفرادی و اجتماعی تربیت کریں۔

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝55

ترجمہ:۔ تیرا رب زمین اور آسمانوں پر جو بھی ہے سب کو بخوبی جانتا ہے' ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دی ہے' اور ہم نے داؤدؑ کو زبور دی تھی۔ (بنی اسرائیل۔۵۵)

آیتِ مبارکہ میں ربِ کائنات اپنی قدرتِ کاملہ کے بابت اظہار فرما رہا ہے کہ وہ نہ صرف ہر نفس سے بلکہ اس کے وسواس تک سے پوری طرح باخبر رہتا ہے وہ یہ بھی خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کو کس فضیلت کے باعث کس پر فوقیت و برتری دینا ہے۔ گو کہ آیتِ کریمہ میں کفارِ مکہ کو مخاطب کیا گیا ہے کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا ایک معمولی انسان ہی سمجھتے تھے' اس لیے آپ کی جانب سے نبوت کا دعویٰ سن کر وہ اعتراض کیا کرتے تھے ان کا کہنا تھا اگلے وقتوں کے پیغمبروں کا سکہ تو بڑے بڑے مانتے تھے یہ کیسا شخص ہے جس میں ہمیں کوئی فضل و شرف نظر نہیں آتا۔

آیتِ کریمہ میں دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان ہی کو ایک مختصر اور جامع جواب دیا ہے کہ "زمین و آسمان کی ساری مخلوق ہماری نظر میں ہے۔ تم نہیں جانتے کہ کون کیا ہے اور کس کا کیا مرتبہ ہے۔ اپنے فضل کے ہم خود مالک ہیں' پہلے بھی ایک سے بڑھ کر ایک عالی مرتبہ نبی پیدا کر چکے ہیں۔

آیتِ کریمہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور دینے کا ذکر کیا گیا ہے جس سے صرف زبور کا کلامِ الٰہی ہونا ہی ثابت نہیں ہو رہا بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی پیغمبری و بزرگی کا اظہار بھی ہو رہا ہے کہ وہ کتنے عالی مرتبت پیغمبر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی بزرگی اور شرف عطا فرمایا تھا تو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو تو براہ راست آسمانوں پر بلا کر معراج سے سرفراز فرمایا ہے۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کس پر کس کو فوقیت عطا فرماتا ہے۔ ہمارے لیے تو سب ہی انتہائی معزز اور محترم ہستیاں ہیں۔

Marfat.com

عہد نامہ عتیق

عہد نامہ عتیق میں کل انتالیس (۳۹) کتابیں (صحیفے) شامل ہیں، علمائے یہود نے انہیں چوبیس (۲۴) کتابیں شمار کر کے تین سلسلوں میں مرتب کیا ہے۔ ان میں سے پہلی پانچ کتابوں کے مجموعے کو تورات کہا جاتا ہے۔ یہ کتابیں ابتدا میں ایک ہی وحدت کی حیثیت رکھتی تھیں۔

تورات جس کو قانون بھی کہتے ہیں اس میں پانچ اسفار یعنی کتابیں شامل ہیں۔ (۱) تکوین یا پیدائش (۲) خروج (۳) احبار۔ (۴) اعداد (۵) توراتِ ثنیٰ۔ سن ۸۵۔۲۸۴ قبل مسیح میں تقریباً بہتر (۷۲) علمائے یہود نے اس کتاب کا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ کیا اور کتاب کو ان کے مضامین کے اعتبار سے مندرجہ بالا پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا۔

ابواب و آیات کی تقسیم ۱۲۴۴ ق م میں کارڈینیل ہوگونے کی، اصل کتاب عبرانی میں تھی جواب دنیا میں کہیں بھی دستیاب نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل پر آمدہ عذابِ الٰہی اور اقتدار کی رسہ کشی کے باعث ہونے والی تباہیوں نے ان کے علمی مذہبی سرمائے کو ضائع کر دیا ہے جسے وہ بار بار مرتب کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ آج تک علمائے یہود کسی متفقہ مجموعے پر یکجا نہیں ہو سکے، اس کے علاوہ ان کے مستند اور غیر مستند ہونے کا مسئلہ الگ ہے۔

عہد نامہ عتیق کا دوسرا سلسلہ ''نبیم'' ہے۔ اس میں ان کے بارہ چھوٹے پیغمبر شامل ہیں۔ (۱) جو یشوع (۲) قضاۃ (۳) سموئیل اول اور دوم (۴) سلاطین یا ملوک اول اور دوم (۵) یشعیاہ (۶) یرمیاہ (۷) حزقی ایل اور دیگر بارہ چھوٹے پیغمبر شامل ہیں۔

عہد نامہ عتیق کا تیسرا سلسلہ ''کیتم'' ہے اس میں (۱) زبور (۲) امثالِ سلیمانؑ (۳) ایوبؑ (۴) رعوت (۵) لنوحہ یرمیاہ (۶) اداعظہ (۷) آستر (۸) دانیال (۹) عزرا (۱۰) نحمیاں (۱۱) ایام قول یا تواریخ اول اور دوم۔

عہد نامہ عتیق کے موجودہ مجموعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی کچھ آسمانی کتب رہی ہوں گی جو اب معدوم ہو چکی ہیں، کیونکہ ان کا حوالہ عہد نامہ عتیق میں موجود ہے۔

وہ صحیفے جو اب دستیاب نہیں معدوم ہو چکے ہیں۔

(۱)۔ عہد نامہ موسیٰؑ۔ اس کا تعلق سلسلہ اول کی کتاب خروج سے ہے۔

(۲)۔ جنگ نامہ خداوند۔ اس کا تعلق بھی سلسلہ اول کی کتاب اعداد سے ہے۔

Marfat.com

(۳)۔کتاب یشیر۔اس کا تعلق عہد نامہ عتیق کے دوسرے سلسلہ نبیم کی کتاب یوشع یا یشوع سے ہے۔

(۴)۔کتاب ناتن نبی واحیہ ومکاشفاتِ یعدو کاہن یہ عہد نامہ عتیق کے سلسلہ سوم کتیم میں شامل کتاب ایام دوم سے ہے۔

(۵)۔کتاب یاہو بن حنانی اور کتاب اشعیا بن عموص۔ان کا تعلق بھی کتاب کتیم میں شامل کتاب ایام دوم سے ہے۔

(۶)امثال ونغماتِ سلیمان وکتابِ خواص نباتات وحیوانات واعمالِ سلیمان۔اس کتاب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین ہزار امثال اوران کے ایک ہزار پانچ سونغمات شامل تھے اس میں لبنان میں اگنے والے تمام درختوں کا شاہ بلوط سے لے کر دیوار پر اگنے والی بیلوں تک کا ذکر کیا گیا ہےاوراس میں حیوانات' پرندوں اورحشرات الارض اور مچھلی تک کا ذکر ہے اور بقیہ افعال واعمال اورحکم حضرت سلیمان علیہ السلام اس میں درج ہیں۔

یہود یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد پر نازل ہونے والی آسمانی کتب کی بربادی کا سب سے بڑا سبب خود ان کی اولادوں میں ہونے والا ہولناک تصادم ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا ہو گیا ان کے پوتے دو الگ الگ سلطنتوں میں بٹ گئے ان کے دو پوتے یہودا اور بنیامن نے رحعام بن سلیمانؑ کی تقلید کی لیکن ان کے دیگر دس پوتوں نے بغاوت کرتے ہوئے شمال کی جانب سماریہ کو اپنا دارالحکومت بنا کر حکومت قائم کر لی اور خداوند یہواہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ سونے کے بچھڑے کی پرستش بھی شروع کر دی۔(ملوک اول کی آیات)

۲۲ے قبل از مسیح میں اسیریا والوں نے سماریہ پر حملہ کر کے اسے اپنے قبضے میں کر لیا اور تمام بنی اسرائیل کو گرفتار کر کے بابل لے آئے اور یوں حضرت سلیمان کے دس پوتے اس جنگ میں مارے گئے یا بت پرستوں میں شامل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الگ ہو گئے۔بابل کی اسیری ختم ہونے پر عزرا فقیہہ جو بطور کاتب مشہور تھا اس نے ۲۰۴ کتابوں کو اپنی یادداشت اور حافظے کی بنا پر املا کرایا ان کتابوں کی ایک بڑی تعداد کو عوام الناس سے پوشیدہ رکھا گیا کیونکہ ان کے خیال میں عام لوگ اس قابل نہیں تھے کہ ان کے سامنے یہ علوم پیش کیے جا سکیں۔صرف خواص یعنی اس وقت کی روحانی پیشوا ہی ان کی سینہ بہ سینہ تعلیم حاصل کر سکتے تھے۔ایسی کتابوں کی تعداد ستر (۷۰) تھی لیکن اس کے برعکس یہودیوں کے مستند مؤرخ جوزلفس جو پہلی صدی عیسوی میں گزرا ہے اور مشہور کتاب ANTINITUSOJEWS کا مصنف ہے اس کے مطابق ان کی تعداد صرف بائیس ۲۲ ہے۔موجودہ انتالیس کتابوں میں سے صرف سترہ کتابوں کے نام درج ہیں جو آج ناپید ہیں۔اس لیے محققینِ مغرب اور کلیسا کا یہ کہنا ہے کہ یہودیوں نے اپنی بے پروائی اور دینی غفلت کی

Marfat.com

وجہ سے اپنی متعدد دینی کتابوں کو ضائع کر دیا ہے۔

ان کے علاوہ پینتیس (۳۵) یا اڑتیس (۳۸) (اس پر اختلاف ہے) ایسی کتابیں تھیں جو کسی نہ کسی وقت میں عہد نامہ عتیق میں شامل رہی تھیں اور عبادت گاہوں میں ان کی تلاوت بھی ہوتی رہی تھی۔ لیکن پروٹسٹنٹ فرقے نے انہیں اپوکریفہ یعنی پوشیدہ مکتوب قرار دے کر اپنی عبادات سے اور مذہبی کتب سے خارج کر دیا جن پینتیس کتب کو پروٹسٹنٹ نے رد کیا۔

یہ سب کتابیں عہد نامہ عتیق کے یونانی ترجمہ نسخہ تبلیعنہ میں موجود ہیں اور آج بھی یونانی کلیسا میں مقدس کتابوں میں شامل ہیں جبکہ پروٹسٹنٹ کلیسا نے انہیں خارج کر دیا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ کچھ اور کتب بھی تھیں جو اسی زمانے میں معدوم ہو گئی تھیں۔ ان کا حوالہ ان کتب میں پایا جاتا ہے۔ جیسے (۱) تاریخ یوحن (۲) ہرکنیس جس کا حوالہ کتاب اول مقابیان میں موجود ہے۔ اور کتاب یوسف وا سینت' ان سب کتابوں کو پوشیدہ یا ''اپوکریفہ'' کہا گیا ہے یہ اہل یہود کلیسا کی خفیہ کتب تھیں یا ہیں جن کا علم صرف کلیسا سے متعلق علماء کو ہی ہو سکتا ہے لیکن اب موجودہ دور کے علمائے کلیسا ان کی اہمیت کو ماننے لگے ہیں کیونکہ ان کتب کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل کے تقریباً دو سو سال سے لے کر تین سو سال کی تاریخ پر کافی معلومات حاصل ہوتی ہیں اور سب سے اہم بات جسے علمائے کلیسا نے محسوس کیا وہ یہ ہے کہ تورات اور انجیل کے درمیان کے وقفے میں یہ کتب آسمانی یا صحیفے مذہبی رہنمائی پیشوائی کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں۔

عہد نامہ عتیق سے پروٹسٹنٹوں نے جو کتب آسمانی خارج کی ہیں وہ سب کی سب تعصب اور فرقہ وارانہ اختلافات کے باعث ہوا ہے۔ اور انفرادی رجحانات کے مطابق جسے انہوں نے اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق پایا اسے رہنے دیا جس پر ان کو اختلاف ہوا ان کا دل نہیں ٹھکا اسے نکال دیا اور اسے گھڑا ہوا قرار دے دیا۔ اب مشکل یہ درپیش آ گئی کہ اصل عہد نامہ عتیق اور ردوبدل کے بعد تیار کردہ جعلی عہد نامے کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔

اپوکریفہ یعنی وہ ''جعلی کتابیں'' جن کو یہود نے مسترد کر دیا تھا اور انہیں عہد نامہ عتیق سے نکال دیا تھا وہ بھی اس میں شامل ہیں اور یہ بھی کہ کتاب امثال سلیمان اور یرمیاہ اور زبور کی ترتیب بھی بدلی ہوئی ہے زبور میں ایک نغمے کا اضافہ کیا گیا ہے ترجمہ لفظی نہیں ہے بعض مقامات پر فاش غلطیاں ہیں۔ کتاب دانیال کا پورا ترجمہ ہی لغو تھا جسے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

بہت سے مقامات پر تصرف کیا گیا ہے خصوصاً ان مقامات پر جہاں خدا کی عظمت اور روحانیت میں کچھ شبہ نہ ہو جیسے کتاب پیدائش کے باب ۱۸ آیت ۳۰ کی اصل عبرانی میں اس طرح تحریر ہے ''ہاں خداوند خفا نہ ہونا میں عرض کرتا ہوں'' جبکہ موجودہ ترجمہ بدل کر اس طرح کر دیا گیا ہے ''خداوند کیا یہ ایسی بات نہیں کہ میں کچھ عرض کروں'' یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ

Marfat.com

السلام قوم لوط علیہ السلام کے لیے سفارش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں اور دس دس کم کرتے جاتے ہیں اور ہر مرتبہ خداوند کو اطمینان دلاتے ہیں آخری دس پر وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔قرآن کریم میں اس واقعہ کو سورۃ ھود میں اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: جب ابراہیم (علیہ السلام) کا ڈر خوف جاتا رہا اور اُسے بشارت بھی پہنچ چکی تو ہم سے قومِ لوط کے بارے میں کہنے سننے لگے۔(ھود:۷۴)

عہد نامہ قدیم:۔ اس میں تین قسم کے صحائف ہیں(۱) پیغمبروں کے تاریخی صحائف (۲) دعائیہ زبور (۳) امثال۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے تمام انبیائے کرام اور رسولوں کی کتابیں، صحیفے خاص طور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت زکریا علیہ السلام تک کی تمام کتب عہد نامہ قدیم کہلاتی ہیں۔عہد نامہ قدیم کا اطلاق جزوی طور پر عہد نامہ عتیق پر بھی ہوتا ہے۔عہد نامہ قدیم کی کتابیں اصلاً عبرانی میں لکھی ہوئی ہیں اور عہد نامہ جدید کی کتابیں یونانی زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔

اپوکریفا APOCRYPHA کے غیر مستند، غیر متروک یعنی پوشیدہ مکتوب یا صحیفے جو بائبل کے عہد نامہ عتیق کے یونانی نسخے میں تو موجو ہیں لیکن اصل عبرانی نسخوں میں ان کا ذکر نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ثقہ عیسائی فرقہ جو پروٹسٹنٹ کا ہے وہ انہیں نہیں مانتے، ایسے ہی یہودی بھی انہیں الہامی یا مقدس نہیں مانتے۔صرف رومن کیتھولک عیسائیوں کی بائبل کا یہ جزو ہیں جو صحیفے رومن کیتھولک عیسائیوں کی بائبل میں شامل ہیں۔

عہد نامہ جدید:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پردہ کرنے (بلکہ زندہ اٹھائے جانے) کے بعد تقریباً بیس سال تک کسی کو ہوش نہیں تھا اور نہ یہ خیال آیا کہ نئی کتاب کی تدوین کی جائے اور جب خیال آیا تو عہد نامہ قدیم کا نمونہ ان کے سامنے تھا اسے ہی سامنے رکھ کر عہد نامہ جدید کی تدوین شروع کی گئی۔(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا)

عہد نامہ جدید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع شخصیت والوہیت اور ناسوتیت (شریعت کی ظاہر عبادت، علم اجسام) میں بڑی اہمیت رکھتی تھی اس لیے بڑی جدوجہد کر کے عہد نامہ جدید کی تالیف وتدوین کی گئی جسے موجودہ شکل دینے کے لیے ۳۶۷ء میں کام شروع کیا گیا جو ۳۸۲ میں مکمل ہوا۔

عہد نامہ جدید میں بڑی زبردست اور اہم تحریف ہوئی ہے گو کہ کلیسائی علماء نے اس عہد نامے کی تصحیح کے لیے بڑی کوششیں کی ہیں کہ ایک متفق عہد نامہ تیار ہو جائے جس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ

Marfat.com

رہے لیکن ہوا اس کے برعکس ہمیشہ اختلافات بڑھتے ہی گئے کچھ محققین نے عہدنامہ جدید کے چند مختلف نسخوں کا موازنہ کیا تو ان میں تقریباً ۲۳ ہزار کے قریب اختلافات شمار کیے گئے اور جب کلیسائی محقق جان جیمس ویطسطین نے مختلف ممالک میں جا کر وہاں استعمال ہونے والے نسخوں کی جانچ پڑتال کی اور خود تحقیق کی اور مقابلہ کیا تو تقریباً دس لاکھ کے قریب اختلافات سامنے آئے۔ جن میں زیادہ تر اختلافات قرأت، کتابت اور چھپائی کے ہیں لیکن ان میں بکثرت ایسے اہم اختلافات بھی ہیں جن سے حق و باطل اور اصل اور غیر اصل عبارت اور مضامین میں تمیز کرنا ممکن نہیں رہا۔ کہیں کچھ حصوں کو تبدیل کر دیا گیا ہے تو کہیں عبارت کو ہی تبدیل کر دیا گیا ہے۔ عہدنامہ جدید کے نسخوں کے اس اختلاف نے انجیل سے تعلق رکھنے والے متعدد مسائل پیدا کر دیے۔

یہودیوں کے مطابق تو عہدنامہ جدید کوئی الہامی اور دینی صحیفہ ہی نہیں ہے، اور نہ وہ اس کے تقدس کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ عہدنامہ جدید کے جو قدیم ترین نسخے اب تک دستیاب ہو سکے ہیں وہ سب کے سب یونانی میں ہیں ان میں سے کوئی بھی عبرانی، سریانی اور آرامی میں نہیں ہیں۔ تمام اناجیل کا ترجمہ یونانی نسخوں سے ہی کیا جا رہا ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نسل، مذہب اور وطن کے اعتبار سے اسرائیلی تھے ان کی مادری زبان جو ان کی مذہبی اور وطنی زبان بھی تھی وہ عبرانی زبان تھی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اناجیل کے اصل نسخے تو ضائع ہو گئے تھے اور موجودہ نسخے جو یونانی نسخوں سے ترجمہ کیے گئے ہیں وہ اصل نہیں ہیں۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹیکا جلد نمبر ۱)

بیت المقدس کی آخری تباہی کے بعد جب یہودیت کا شیرازہ بکھر گیا تو احبار (یہودیوں کے علماء) نے دوسری صدی عیسوی میں چوبیس (۲۴) مروجہ کتابوں کو جو اہل کلیسا یعنی عیسائیوں میں عہد عتیق کے نام سے مشہور ہیں ترتیب دے کر یکجا کرنا شروع کیا ان کے بارے میں عیسائی دنیا کا مؤرخ ریورنڈ یارن اپنی کتاب علومِ بائبل کے پہلے حصے میں لکھتا ہے ''عہد عتیق کی اصل کتابیں عبرانی زبان میں ہیں جو دو ناموں سے پکاری جاتی ہیں ایک ''اپوگرافس'' یعنی وہ کتابیں جن کو خود الہامی لکھنے والوں نے لکھا تھا جو اب قطعی ناپید ہو چکی ہیں دوسرے ''ایپوگرافس'' یعنی وہ نسخے جو اصل نسخوں سے نقل ہوئے تھے اور بعد میں بھی بار بار نقل ہوتے رہے۔ عہد عتیق کی کتابیں گو کہ دوسری صدی عیسوی میں مرتب ہو گئی تھیں لیکن ان پر اختلاف ہوتا رہا جو بتدریج وقت کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔

پہلی صدی عیسوی کے آخر تک عیسائی یہ امید کرتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے دوبارہ ضرور تشریف لے آئیں گے اسی باعث انہوں نے انجیل کی تالیف و تصنیف کو موقوف و معطل رکھا، البتہ ان کے حواریوں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفادار دوست یا شاگرد جو تعداد میں

Marfat.com

دس یا بارہ تھے) کے اقوال وافعال بطور حدیث روایت کرتے تھے جب دوسری صدی عیسوی میں عیسائیوں کے دو ابتدائی فرقے یا گروہوں کے درمیان کش مکش شروع ہوئی اور فرقہ بندی عمل میں آئی تو پھر ہر فرقے نے اپنی اپنی انجیلیں مرتب کرلیں جن کی تعداد تقریباً ۳۴ ہے' ان کے نام انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں اپوکریفل لٹریچر میں اس طرح اس ترتیب سے درج ہیں۔ یہاں ان کے نام کا ترجمہ دیا جارہا ہے۔ (۱) انجیل طفولیت جو متی نے لکھی (۲) انجیل پطرس (۳) انجیل یوحنا اول (۴) انجیل یوحنا دوم (۵) انجیل اندریاہ (۶) انجیل فلپ (۷) انجیل بارتھالومی (۸) انجیل توما (۹) انجیل طفولیت توشتہ توما' اول اور دوم (۱۰) انجیل یعقوب (۱۱) انجیل نیقودیما (۱۲) انجیل متھی آز (۱۳) انجیل مرقس مصریوں کی (۱۴) انجیل مرقس مروجہ (۱۵) انجیل برناباس (۱۶) انجیل لوقا (۱۷) انجیل متی (۱۸) انجیل تھی ڈس (۱۹) انجیل پال (۲۰) انجیل بسی لیڈس (۲۱) انجیل سرنتھس (۲۲) انجیل ایبانی (۲۳) انجیل یہود (۲۴) انجیل جوڈ (۲۵) انجیل مارشین (۲۶) انجیل ناصرین (۲۷) انجیل ٹاٹیاں (۲۸) انجیل ولسن ٹیٹس (۲۹) انجیل تھینس (۳۰) انجیل اپلس (۳۱) انجیل انکارٹیٹس (۳۲) انجیل ولادتِ مریمؑ (۳۳) انجیل جواڈس (۳۴) انجیل کاملیٹ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے احبابِ خاص جنہیں حواری کہا جاتا ہے ان کی مادری قومی زبان "مغربی ارامک" تھی مندرجہ بالا فہرست میں سے صرف انجیل یہود جو ۲۳ نمبر پر ہے وہی اس زبان میں لکھی گئی تھی جو ناصرین اور ابیان قبائل میں ۱۵۰ عیسوی تک رائج رہی پھر ان فرقوں کے تباہی و بربادی کے ساتھ یہ انجیل بھی گم ہوگئی۔ اس کے علاوہ سب دیگر اناجیل یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں۔ کلامِ الٰہی کی کتاب تو حضرت عیسیٰ اور ان کی قوم کی مادری زبان ارامک میں ہی نازل ہوئی تھیں۔ جو حوارث زمانہ کے باعث محفوظ نہ رہ سکیں۔

ان اناجیل کے علاوہ بڑی تعداد ایسے خطوط کی تھی جو حواریوں کی طرف منسوب کیے جاتے تھے جن کی تعداد ایک سو تیرہ تھی انہیں ہر فرقہ اپنے طور پر الگ الگ بطور سند پیش کیا کرتا تھا۔ ان کے مضامین میں ہی بہت زیادہ اختلافات پائے جاتے تھے۔ باقی تفصیل انجیل کے باب میں ملاحظہ کیجیے۔

Marfat.com

انجیل......بائبل

کتاب مقدس

HOLY BIBLE

The old Testament

عہد نامہ قدیم

انجیل عیسائیوں کی مذہبی کتاب ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی قرآن مجید کی سورۃ الصف ۶ میں اسے بشارت قرار دیا گیا ہے۔ یونانی زبان میں بھی انجیل کے معنی بشارت ہی کے ہیں۔ یہ وہ احکام اور خطبات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری تین برسوں میں ارشاد فرمائے تھے۔ انہیں ان کی زندگی میں لکھا گیا یا نہیں اس کی کوئی تصدیق نہیں ہے نہ ہی کچھ معلومات ہیں۔ کیونکہ ابتدا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں اور ان کے حواریوں (قریبی ساتھیوں) کی ایک بڑی تعداد تو موجود تھی، جو لوگوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات و احکامات کو بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مدت تک یونہی یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن جب کافی عرصہ گزر جانے کے بعد ان کا یہودیوں سے اختلاف بڑھنے لگا تو انہوں نے ان تمام معتقدین سمیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک الگ امت قرار دے دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے عیسائی کہلائے جانے لگے تو پھر انہوں نے اپنی مذہبی ضرورت اور عبادت کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور تعلیمات پر کتابیں تصنیف کرنا شروع کیں جو ان مصنفین تک زبانی روایات کے ذریعے پہنچی تھیں۔ ہر فرقے نے اپنی الگ کتاب تحریر کی اور اسے ہی انجیل کا نام دیا جن کی تعداد چوبیس تک جا پہنچی۔ ان میں صرف ایک انجیل یہود یہ ہی سریانی زبان میں لکھی گئی تھی، دیگر تمام اناجیل یونانی زبان میں لکھی گئی تھیں جن کی تعداد تقریباً ۳۱ ہے ان میں ایک قسم کی عبارت تو وہ ہے جو یہودی اور عیسائی مصنفین نے خود لکھی تھی اور دوسری وہ ہے جو ان کے ارشادات یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال پر مبنی ہے یعنی اللہ نے ایسا کہا یا موسیٰ یا عیسیٰ نے کہا اس طرح بہ آسانی اصل عبارت جو واقعی کلامِ الٰہی ہے سامنے آجاتی ہے۔

Marfat.com

وہ اناجیل جو سریانی زبان میں لکھی گئیں اور پائی گئیں۔

(۱) طفولیت متی (۲) پطرس (۳) یوحنا اول (۴) یوحنا دوم (۵) اندریاہ (۶) فلپ (۷) بارتھالومی (۸) اول توما (۹) دوم توما (۱۰) متی (۱۱) تھی ڈیکس (۱۲) پال (۱۳) بسی لیڈس (۱۴) سرنتھس (۱۵) ابیانی (۱۶) یہودیہ (۱۷) مارشین (۱۸) ناصرین (۱۹) ٹاٹیان (۲۰) ولسن ٹینس (۲۱) سی تھیکس (۲۲) اپلس (۲۳) انکارٹیلس (۲۴) ولادتِ مریم (۲۵) یعقوب (۲۶) نیقودیس (۲۷) متھی آنو (۲۸) مرقس (۲۹) مرقس عام (۳۰) جوڈاس (۳۱) کاملیٹ کی اناجیل۔

ان تمام اناجیل میں سے کوئی بھی انجیل ۷۰ء سے پہلے نہیں لکھی گئی سب سے پہلے مرقس کی انجیل ۷۰ء میں تحریر کی گئی جبکہ انجیل یہودیہ تو اپنے ابتدائی دور میں ہی لا پتہ ہوگئی تھی۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد تقریباً ایک سو تیرہ (۱۱۳) ایسے مکاتب کی ہے جو حواریوں سے منسوب ہیں۔ آج کل عیسائیوں کے نزدیک بنیادی طور پر چار اناجیل' مرقس' متی' لوقا' یوحنا اور تیرہ (۱۳) مکاتب رائج ہیں۔ باقی اناجیل اور مکاتب ۳۲۵ عیسوی میں منعقد ہونے والے تمام کلیسوں کے پیشواؤں کی مجلس نیقہ نے متفقہ قرارداد پاس کر کے متروک قرار دے دیں۔ ان میں یوحنا کے مکاشفات شامل کر کے اس کا نام عہد نامہ جدید رکھ دیا گیا۔

موجودہ بائبل میں شامل چاروں اناجیل ان یونانی زبان بولنے والے عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں' جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس مذہب میں داخل ہوئے تھے۔ ان تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال و اعمال کی تفصیلات زبانی کلامی ہی پہنچی تھیں۔ اور یہ بھی کہ اناجیل کا کوئی بھی اصل نسخہ اس یونانی زبان میں محفوظ نہیں ہے جس میں ابتدا میں یہ تصانیف ہوئی تھیں۔ اس معاملہ کو جو چیز خصوصاً مشتبہ بنا دیتی ہے وہ یہ ہے کہ عیسائی اپنی اناجیل میں اپنی پسند کے مطابق دانستہ طور پر تغیر و تبدل کو بالکل جائز سمجھتے رہے ہیں۔ یہ تغیرات و تبدل صریحاً کچھ لوگوں نے دانستہ بالقصد کی جنہیں اصل کتاب میں شامل کرنے کے لیے کہیں سے کوئی مواد مل گیا اسے شامل کر لیا گیا۔ بہت سے اضافے تو دوسری صدی عیسوی میں ہی ہو گئے تھے۔

اناجیل میں تقریباً دس لاکھ سے بھی زیادہ شدید اختلافات بلکہ تضادات پائے جاتے تھے۔ انہیں دور کرنے کے لیے اہل کلیسا بار بار کانفرنسیں منعقد کرتے رہے لیکن اختلافات کسی طرح کم ہونے میں نہیں آ رہے تھے۔ ۱۵۱۰ سے لے کر ۱۵۶۳ء تک منعقد کونسل ٹرینٹ نے ویلگٹ کے نسخے کو الہامی قرار دے کر ایک کمیٹی کے ذریعے نسخے کو مرتب کیا مگر اس میں بھی بار بار ردوبدل ہوتا

Marfat.com

رہا کسی ایک متن پر اتفاق کے بجائے اختلاف ہوتا رہا پھر ۱۷۰۷ میں مل نے اور ۱۷۵۱ میں ویٹسٹائن نے یہ ثابت کیا کہ انجیل زبردست تحریف و تصریف کا شکار ہوئی ہے۔

انجیل میں تحریف ہونے کی سب سے بڑی وجہ تو سریانی اور یونانی زبانوں کے بیشتر حروف کی مشابہت کو بتایا جاتا ہے جن کے معنوں میں فرق کی وجہ سے ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لکھ کر مفہوم میں اختلاف پیدا کر دیا گیا ہے دوسرا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہر انجیل نویس نے اسے اپنی طرف سے تذکرے کی صورت تحریر کیا ہے جس سے صحیح تعلیمات مسخ ہوگئیں۔ تیسرا سبب نکتہ چینوں نے جب مفہوم کی اصلاح کی کوشش کی تو انہوں نے ازخود بہت سی تبدیلیاں کر دیں۔

انجیل کے موجودہ دور کے شارحین میں ایک بڑا طبقہ بائبل کو لفظ بلفظ اللہ کی الہامی کتاب سمجھتا ہے۔ جبکہ کچھ علمائے عیسائیت ایسے بھی ہیں جو انجیل کو محض مذہبی اخلاق کی رہنما کتاب سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق عہد نامہ جدید سینٹ پال کے خیالات کا آئینہ دار ہے جو زیادہ تر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے آخری تین برسوں کے گرد گھومتا ہے۔ اس میں معاملاتِ دنیا کا فقدان ہے یہ کسی بھی طرح اصلی انجیل نہیں ہے۔

قرآن کریم میں جس انجیل کا ذکر ہے' اس سے مراد یہ موجودہ انجیل نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد وہ کتاب یا تعلیم ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ امام رازیؒ کے قول کے مطابق زمانے کی ابتری اور جنگ و جدل کے باعث اصل انجیل ضائع ہوگئی تھی۔ مولانا عبدالحق حقانی لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دراصل نہ تو تورات اور نہ ہی انجیل موجود تھی۔ اسی باعث قتادہؒ جیسے تابعین کے بقول انجیل سے وہ کتاب احکامات مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بذریعہ وحی نازل ہوئے۔

اب مختصر طور پر اناجیل اربعہ کا ذکر کرتے چلیں جن پر عیسائی مذہب اعتقاد کرتا ہے۔ ان اناجیل میں سب سے قدیم انجیل مرقس کی ہے۔ اس کا مصنف یونان کا ایک یہودی مارک تھا۔ یہ شخص یہودی عالم پال اور برناباس کے ساتھیوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے ان ساتھیوں کو چھوڑ کر پطرس کی رفاقت اختیار کر لی پطرس کے قتل کے بعد مرقس نے یہ انجیل لکھی' اس کی تصنیف کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کے کافی عرصے بعد کا ہے۔ یوں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدائشی نبی تھے لیکن باقاعدہ اُن کو تیس (۳۰) سال کی عمر میں نبوت سے نوازا گیا اور تین سال بعد انہیں مصلوب کر دیا گیا ان کی عمر ۳۳ برس تھی جبکہ مرقس کی انجیل کا زمانہ تحریر ۶۵ء تا ۷۰ عیسوی کا ہے۔ یہ انجیل یونانی زبان میں لکھی گئی تھی اس میں کل سولہ ابواب ہیں۔

Marfat.com

دوسری انجیل متی کی ہے اس کے متعلق محققین کا خیال ہے کہ اس کا مصنف متی تھا مگر اس کا اپنا لکھا ہوا سب ضائع ہو چکا ہے۔ اس کے نام سے لکھی ہوئی موجودہ کتاب متی کسی اور ہی مصنف کی تالیف ہے یہ کتاب بھی ٦٥ تا ٧٠ عیسوی کے درمیان لکھی گئی ہے جبکہ مشہور محقق پروفیسر ہارنگ کے مطابق متی کے یہ انجیل ٨٠ء تا ١٠٠ کے درمیان لکھی گئی ہے۔ اس میں کل اٹھائیس (٢٨) ابواب ہیں۔

تیسری انجیل لوقا کی ہے اس کا زمانہ تالیف بھی ٨٠ء تا ٩٠ عیسوی کا ہے۔ اسے اٹلی کے ایک باشندے لوقا نے لکھا تھا جو پولوس کا ایک طبیب تھا۔ اس انجیل میں کل چوبیس ابواب ہیں۔ عہد نامہ جدید کا حصہ ''رسولوں کے اعمال'' بھی اسی شخص کا لکھا ہوا ہے۔

چوتھی انجیل گو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد یوحنا سے منسوب ہے لیکن خود اہل کلیسا کی جدید تحقیق کے مطابق یوحنا کوئی اور شخص تھا جو حضرت عیسیٰ کا شاگرد نہیں تھا وہ ایشیائے کوچک کا باشندہ تھا کیونکہ اسلوب اور مضامین کے لحاظ سے یہ انجیل بالکل مختلف ہے۔ اس کا سن تصنیف ١٠٠ سے ١٤٠ عیسوی کے درمیان کا ہے۔ اس میں یونانی فلسفے کی نمایاں جھلک پائی جاتی ہے۔ ان چاروں اناجیل کے علاوہ بھی عیسائی دنیا میں ایک اور انجیل جس کا تذکرہ خاصہ پایا جاتا ہے وہ ہے انجیل برناباس جو اپنے متن اور اسلوب کے لحاظ سے اصل انجیل سے زیادہ قریب دکھائی دیتی ہے۔ مگر عیسائی علماء اسے انجیل مانتے ہی نہیں اس سے انکار کرتے ہیں۔

انجیل برناباس:۔ یہ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی شاگرد اور ساتھی برناباس کی لکھی ہوئی انجیل ہے۔ قدیم عیسائی کلیسائی ادب میں اس کتاب کا ذکر ایک گمشدہ کتاب کے طور پر ملتا ہے۔ مسیحی کلیسا نے جن اناجیل کو متروک قرار دیا تھا ان میں سے ایک یہ انجیل بھی ہے برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری تھا جس نے ان کے بعد اس انجیل کو لکھا تھا برناباس کے متعلق لوقا کی کتاب اعمال میں اس طرح تذکرہ کیا گیا ہے۔ ''عیسائی علما برناباس کو ایک مرتد عیسائی کہتے ہیں ان کے نزدیک برناباس کی لکھی ہوئی انجیل کا کوئی وجود نہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ برباد اور ختم ہو چکی ہے اب اگر کوئی نسخہ کہیں دستیاب بھی ہے تو وہ کسی مسلمان کا لکھا ہوا ہے۔'' عیسائی کلیسائی ادب میں جہاں کہیں اس انجیل کا تذکرہ اگر آ بھی جاتا ہے تو اسے ایک جعلی انجیل کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ عیسائی کلیسا دراصل اس انجیل کو کسی مسلمان کی لکھی ہوئی اور جعلی انجیل محض اس لیے کہتا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ بہ صراحت حضور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئیاں ملتی ہیں۔ اول تو اسے پڑھتے ہی بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کتاب کسی مسلمان کی ہرگز لکھی ہوئی نہیں ہے۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ اس کا ذکر کسی بھی مسلمان کے یہاں نہیں ملتا نہ کوئی ایسا اشارہ ہی ملتا

Marfat.com

ہے۔ جبکہ خود عیسائی محققین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ قدیم عیسائی ادب میں انجیل برنا باس کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں صرف برناباس ہی ایسا حواری ہے جو ان کے بارہ حواریوں میں سے ایک ہے جو شروع سے لے کر حضرت عیسیٰ کے آخری لمحوں تک ان کے ساتھ رہا تھا جبکہ موجودہ انجیل یا کتابِ مقدس کی چاروں اناجیل کے لکھنے والوں میں سے کوئی ایک بھی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حواری نہیں تھا اور نہ ہی ان میں سے کسی نے حضرت عیسیٰ کا حواری ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جبکہ برناباس کا کہنا ہے کہ وہ مسیحؑ کے اولین بارہ حواریوں میں سے ایک ہے اور شروع سے آخر تک وہ ان کے ساتھ رہا ہے۔ اور اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے واقعات اور کانوں سے سنے ہوئے اقوالِ مسیح علیہ السلام اس انجیل میں درج کی ہیں۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سب سے زیادہ معلومات ملتی ہیں۔ اور اسی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی نبی آخر الزماں کی تشریف آوری کی بشارتیں دی گئی ہیں۔ اسی کتاب میں بہت واضح اور صاف طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد رسول اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

انجیل' کا اردو میں ترجمہ کتابِ مقدس کیا گیا ہے جو پرانے اور نئے عہد ناموں یعنی عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید پر محیط ہے۔ اس کو بائبل کا نام دیا گیا ہے اور اس میں زبور تورات اور انجیل کو جمع کردیا گیا ہے۔ کتاب مقدس کے ابتدا میں تعارف کے عنوان سے اردو ترجمے کے بارے میں تفصیل دی گئی ہے اس میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اردو بائبل کی تاریخ گواہ ہے کہ ہر بیس پچیس سال بعد ترجمے پر نظر ثانی کی جاتی ہے لیکن ۱۹۳۰ء سے ابتک اس میں مزید کوئی کام نہیں کیا گیا۔

قرآن کریم مکمل نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جبکہ بائبل تقریباً ۳۹ کتب جنہیں قرآن کے تقابل میں سورتیں بھی کہہ سکتے ہیں انبیاء نبی اسرائیل پر نازل ہوئی تھیں یا ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام علیھم السلام کے نام سے سورتوں کو منسوب فرمایا ہے لیکن ان تمام کا نزول نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی ہوا ہے۔

موجودہ انجیل کا پرانا عہد نامہ تمام کا تمام تقریباً تورات' زبور اور دیگر انبیاء کے صحائف پر محیط بتایا گیا ہے۔ اس میں کل ۳۹ صحائف اور کتب شامل ہیں جن کی تفصیل آئندہ صفحات پر ملاحظہ کیجیے۔

Marfat.com

The first Book of Miosses Called

GENESIS

(۱) کتابِ پیدائش

(تورات)

لفظ پیدائش سے مراد خلقتِ عام، تکوین، آغاز یہ کتاب کائنات کی تخلیق کے بارے میں اور بنی نوع انسان کے وجود میں آنے کے بارے میں اور دنیا میں گناہوں، دکھوں کے آغاز کو بتاتی ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے کیسے معاملہ کرتا ہے۔ اس کتاب کے دو بڑے حصے ہیں۔

(۱) دنیا کی تخلیق اور نسل انسانی کی ابتدا اور قدیم تاریخ کے بارے میں ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام، قابیل، ہابیل، نوح علیہ السلام اور طوفان نوح اور بابل کے برج کے حالات وواقعات شامل ہیں۔

(۲) اس حصے میں اسرائیلوں کے آباؤاجداد کی تاریخ اور سب سے پہلے مسلمان یعنی اللہ پر ایمان لانے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام (ابرہام) ان کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام (اضحاقؑ) اور حضرت ابراہیم کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام جو اسرائیل کہلائے ان کے بارے میں ان کے بارہ بیٹوں کے بارے میں جن سے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل وجود میں آئے خصوصاً ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کو اپنے خاندان سمیت مصر لانے اور رہائش اختیار کرنے کا ذکر ہے۔

اگرچہ یہ کتاب لوگوں کے حالات و واقعات بتاتی ہے۔ لیکن سب سے پہلے یہ روداد ہے "سب کچھ" کی جو خدا نے کیا۔ یہ شروع ہوتی ہے اس اثباتی بیان سے کہ خدا نے کائنات کو تخلیق کیا اور ختم ہوتی ہے اس وعدے پر کہ خدا اپنے لوگوں سے تعلق قائم رکھے گا اور ان کی فکر کرتا رہے گا کتاب کے شروع سے آخر تک بڑا اور مقدم کردار خدا ہے۔ جو بدی کرتے ہیں وہ ان کی عدالت کرتا ہے اور انہیں سزا دیتا ہے۔ اپنے لوگوں کی رہنمائی اور مدد کرتا اور ان کی تاریخ کی تشکیل کرتا ہے۔ یہ قدیم کتاب لوگوں کے ایمان کی کہانی کو قلم بند کرنے اور ایمان کو زندہ رکھنے میں مدد دینے

Marfat.com

کے لیے لکھی گئی ہے۔اس میں زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر حضرت آدم علیہ السّلام، حضرت نوح علیہ السّلام، حضرت ابراہیم علیہ السّلام، حضرت اسحٰق علیہ السّلام اور حضرت یوسف علیہ السّلام کے زمانے کی تاریخ ہے اور یہ حضرت یوسف علیہ السّلام کی وفات پر ختم ہوتی ہے اس کتاب کے پچاس ابواب ہیں۔

قرآن حکیم میں بہت سی آیات اس کتاب سے مماثل موجود ہیں جن سے ان کی اصلیت کا اظہار ہو رہا ہے اور یہ بھی کہ اس میں کتنا کلامِ الٰہی ہے اور کتنی اور کیسی تحریف کی گئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑا ہی سمیع و علیم اور خبر رکھنے والا ہے وہ ہر چیز یہاں تک کہ خوردبینی جراثیم تک کی پوری طرح خبر رکھتا ہے۔اس نے اپنی آخری کتاب میں جو کچھ فرمایا وہی مکمل درست اور سچائی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں جو کچھ قرآن میں آیا اور جو کچھ اس عظیم کائنات کے بارے میں ہے وہی درست ہے۔ بائبل کے اس حصے یا کتاب پیدائش میں درحقیقت کئی آسمانی صحیفے شامل کیے گئے ہیں اس کی ابتدا میں صحیفہ حضرت آدم علیہ السلام جس میں حضرت آدم علیہ السلام کو اور ان کی اولاد کو زندگی بسر کرنے کا سلیقہ وہدایت دی گئی تھیں اور انہیں یہ بتایا سمجھایا گیا تھا کہ ان کی تخلیق یا پیدائش کیسے ہوئی تاکہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں اور اپنی اصلیت کو ہمیشہ مدنظر رکھیں اور احکامِ الٰہی کی پابندی کریں اس وقت چونکہ اولاد آدم اس قدر نہیں تھی کہ ان میں کسی قسم کے مذہبی اختلافات جنم لیتے اس لیے ان کے صحیفے میں تمام تر ہدایات واحکامات انسان کو زمین پر کیسے رہنا تھا بلکہ افزائش نسل کس طرح کرنا ہے اور آدم علیہ السلام کو اپنی ہونے والی اولاد کے مسائل یعنی کس طرح جوڑے بنانا ہے یا ان میں اگر کوئی اختلاف ہو تو اسے کس طرح حل کرنا ہے جیسے ہابیل اور قابیل کا واقعہ رونما ہوا تو اس کے لیے انہوں نے حکم الٰہی کے مطابق ہی فیصلہ کیا یہ سب کچھ انجیل کی اس کتاب پیدائش میں بھی ہے لیکن تحریف شدہ ہے جبکہ یہی سب کچھ اپنی اصل حیثیت میں قرآن کریم میں دیا گیا ہے تاکہ بنی اسرائیل کی تحریفات کا درست طور پر پتہ چلے اور اسی سبب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر نازل کردہ صحائف کو قرآن کریم میں شامل کر دیا ہے۔

دوسرا صحیفہ میں شیث علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا بیان شامل کیا گیا ہے ان کو بھی اصل حالت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جمع فرمادیا ہے خصوصاً حضرت نوح علیہ السلام کا صحیفہ جس میں ان کی قوم کا احوال اور طوفان نوح کا واقعہ ہونا اور ان کی قوم کی تباہی کے احوال شامل کر دیے گئے ہیں جتنا اور جو کچھ قرآن میں اس کے بارے میں دیا گیا ہے وہی درست اور حقیقی ہے اس باب میں انجیل میں جو کچھ دیا گیا ہے اس کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے کاہنوں راہبوں

Marfat.com

نے کس قدر اور کیسی تحریف کی ہے۔

تیسرا صحیفہ' کتاب پیدائش میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہے۔ ان کے صحائف میں بھی ترمیم وتحریف کی جس کا اندازہ قرآن کریم سے ہو رہا ہے۔ قرآن کریم اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری اور جامع کتاب ہے تمام آسمانی صحائف پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے آئے تھے وہی ابتدا سے لے کر انتہا تک قادر الکلام ہے اس لیے اس قادر نے اپنا کلام جس میں بنی اسرائیل نے تحریف وترمیم کر دی تھی اسے ویسے ہی جیسا کہ ان انبیاء پر نازل کیا تھا قرآن کریم میں دہرا دیا تاکہ آخری نبی کی آخری امت کی آخری کتاب میں تمام اغلاط کی درستی ہو جائے۔ جیسا کہ سب سے اہم اور بڑی تحریف بنی اسرائیل کے لوگوں نے یہ کی تھی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے حکم کو انہوں نے حضرت اسحاق سے بدل دیا۔

چوتھا صحیفہ جو اس کتاب پیدائش میں ہے وہ صحیفہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے اس صحیفے کی ابتدا میں ہی تحریف کر کے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بھائی عیس کے بارے میں ان کی پیدائش کے بارے میں تفصیل دی ہے جبکہ قرآن اس بارے میں خاموش ہے۔ لیکن بنی اسرائیل نے اس صحیفے میں خوب خوب تحریف کی ہیں کیونکہ قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے بارے میں سب کچھ ہی بتا دیا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے صحیفے میں جو کچھ اصل رہا ہوگا وہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرما دیا ہے۔ ویسے بھی وہ سارے صحیفے کلامِ الٰہی ہی تھے پھر صاحب کلام اگر اس کی درستی کرے تو کون ہوگا جو اس کی کسی طرح تردید کر سکے۔ بائبل کے اس حصے میں بھی تمام تحریفات الگ پہچان لی جاتی ہیں بس قرآنی آیات سے ان کا تقابل کرنے کی ضرورت ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ نظر آنے لگتا ہے۔ کتاب پیدائش میں شامل حضرت یوسف علیہ السلام کا صحیفہ آخری صحیفہ ہے۔ اس کے بعد انجیل کا دوسرا باب شروع ہوتا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی ذاتِ والا صفات پر ساری انسانیت کے تمام زندہ الہامی سلسلہ مذاہب کے پیروکار جن میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی نصرانی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یکساں وابستگی رکھتے ہیں اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے اہم واقعات کا بائبل میں ذکر نہیں کیا گیا۔ ان کی زندگی کے عراقی دور تک کو بائبل میں نظر انداز کیا گیا ہے جن میں نمرود سے ان کی مڈبھیڑ' والد اور قوم سے کشمکش' بت پرستی کے خلاف جدوجہد' آگ میں ڈالے جانے کا واقعہ اور ملک چھوڑنے پر مجبور ہونا۔ یہ سب کتاب پیدائش کے مصنف کی نظر میں غیر اہم تھا

Marfat.com

اس نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کا ذکر کیا ہے وہ بھی اس انداز میں کہ جیسے وہ تلاش معاش کے سلسلے میں اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں جا کر آباد ہو گئے۔ قرآن کریم اور بائبل کا سب سے دلچسپ اختلاف یہ ہے کہ قرآن کے بیان کی رو سے (جو یقیناً درست ہے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے) کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشرک باپ ان پر ظلم کرنے میں پیش پیش تھا۔ جیسا کہ سورۂ مریم کی آیت ۴۶ میں ارشاد ہوا ہے۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿٤٦﴾

ترجمہ:۔اس نے کہا (حضرت ابراہیمؑ کے والد نے) کہ اے ابراہیمؑ کیا تو ہمارے معبودوں سے پھر گیا ہے۔ تو سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا' جا ایک مدتِ دراز تک مجھ سے الگ ہو جا۔ (سورۂ مریم ۴۶)

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾

ترجمہ: کہا اچھا تم پر سلام ہو' میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا' وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔ (مریم:۴۷)

جبکہ اسی واقعہ کو بائبل میں پیدائش کے باب میں یوں لکھا گیا ہے "اور تارخ (حضرت ابراہیمؑ کا باپ) نے اپنے بیٹے ابرہام کو اور اپنے پوتے لوط کو جو حاران کا بیٹا تھا اور اپنی بہو ساری کو جو اس کے بیٹے ابرہام کی بیوی تھی کو ساتھ لیا اور سب کو کسدیوں کی طرف لے کر روانہ ہوا اور کنعان کے ملک میں جا بسا" (بائبل پیدائش باب ۱۱۔ آیت ۳۱) اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بائبل کی اس کتاب میں کیسی اور کس قدر تبدیلیاں کی گئی ہیں۔

Marfat.com

The second book of Mosas called

EXODUS

(۲) کتابِ خروج

(تورات)

اس کا مطلب ہے برآمد ہونا' باہر نکلنا' روانگی' کوچ' انجیل کی یہ کتاب اسرائیلی قوم کی تاریخ کے سب سے اہم واقعہ کا بیان کرتی ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کا مصر سے نکلنے اور فرعونِ مصر کی غلامی سے آزادی کا ذکر کرتی ہے۔ اس کتاب کے چار بڑے حصے ہیں۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر ان کی دعوتِ اسلام اور فرعون کا غرق دریا ہونا اور کوہ سینا پر اللہ سے ہم کلام ہونے کے واقعات اور تورات کے احکام مذکور ہیں۔ یہ کتاب بنی اسرائیل کے صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے پر ختم ہوتی ہے۔ اسے خروج اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کا واقعہ مذکور ہے۔

(۱)۔ بنی اسرائیل کا عبرانیوں کی غلامی سے آزاد ہونا۔

(۲)۔ مصر سے کوہِ سینا کا سفر۔

(۳)۔ کوہِ سینا پر اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل سے عہد باندھنا جس میں ان کو اخلاقی' سیاسی' مذہبی' آئین وقوانین دیے گئے جن کے مطابق انہیں زندگی بسر کرنا تھی۔

(۴)۔ اسرائیلیوں کو اپنی عبادت کے لیے ایک جگہ بنا کر اسے آراستہ کرنا' کاہنوں کے اور اللہ کی پرستش وعبادت کے آئین واحکامات۔

اس کتاب کا سب سے اہم ترین حصہ وہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا جب اس نے اپنے (بنی اسرائیل کے) غلام لوگوں کو آزاد کرایا اور انہیں ایک قوم بنایا اور انہیں مستقبل کی امید دلائی۔ اس کتاب کا مرکزی کردار حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے چن لیا تھا اور انہیں اپنی قوم کو مصر سے نکالنے کی ذمہ داری سونپی تھی اس حصے کے باب ۲۰ میں دس احکام ہیں۔ اس کتاب کے کل چالیس ابواب ہیں۔

اسی کتاب میں من وسلویٰ کا ذکر بھی آیا ہے کچھ مضامین قرآن مختلف انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

دراصل یہ اور اس کے بعد کی ابواب خروج' احبار' گنتی' استثنا' یہ سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتابِ الٰہی تورات کے مسخ اور تحریف شدہ ابواب ہیں تورات کے بارے میں قرآن حکیم میں جو ذکر آیا ہے اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں سورۃ البقرۃ۔۷۵ میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہے۔

یہاں کتابِ الٰہی تورات کا پہلا حصہ خروج مکمل ہوتا ہے۔ تورات کا کتنا حصہ قرآن کریم میں دیا گیا ہے اور کتنا حصہ انجیل مقدس میں اضافی اور تحریف شدہ ہے۔ تورات کا دوسرا حصہ احبار ہے۔ جس کی ہلکی سی تشریح آرہی ہے۔

Marfat.com

The third book of mosas called

(۳) کتابِ احبارِ تورات

(۳)۔احبار۔کا مطلب ''یہودیوں کے علما'' اسے کاہنوں کا صحیفہ اور ''لاویوں کی کتاب'' اور ''کاہنوں کے قوانین'' بھی کہا جاتا ہے' اس کتاب میں اسرائیلیوں کے لیے عبادت اور پرستش کے قواعد وضوابط اور مذہبی رسومات کے لیے آئین و احکامات درج ہیں۔اور کاہنوں کے لیے ہدایات ہیں جو ان سارے احکام پر عمل کرنے اور کرانے کے ذمہ دار تھے۔

اس کتاب کا خاص موضوع اللہ کی قدوسیت ہے اور وہ طریقے ہیں جن کے مطابق لوگوں کو عبادت کرنی اور زندگی بسر کرنی چاہیے تا کہ اسرائیلیوں کا ''قدوس خدا'' کے ساتھ رشتہ قائم ہو سکے۔اس کے علاوہ اس میں بنی اسرائیل کا صحرائے سینا میں خیمہ زن ہونے کے دوران دیے گئے احکامات مذکور ہیں اس کے ۲۷ ابواب ہیں۔

بائبل میں شامل یہ کتاب دراصل تورات کا دوسرا حصہ ہے اس کے عنوانات کہیں یا سورتیں یا موضوعات کیونکہ بائبل نے انہیں موضوعات ہی کہا ہے۔

اس میں تورات کے وہ احکامات ہیں جو انجیل مقدس میں موجود ہیں ان سے ہی بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان میں کس قدر اور کیسی تحریف کی گئی ہے تقابل کے لیے ہمارے سامنے قرآن کریم موجود ہے اس کے احکامات کا انجیل کے احکامات سے بخوبی موازنہ کیا جا سکتا ہے اور انجیل کی صداقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔انجیل یا بائبل میں شامل تورات کا تیسرے حصے کا نام گنتی ہے۔

جیسا کہ اس کتاب احبار کے باب نمبر ۲۶ کی پہلی آیت میں آیا ہے۔(۱) تم اپنے لیے بت نہ بنانا اور نہ کوئی تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لیے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو اس لیے کہ میں خداوند تمہارا خدا ہوں۔(۲) تم میرے سبتوں کو ماننا اور میرے مقدس کی تعظیم کرنا۔میں خداوند ہوں۔(۳) اگر تم میری شریعت پر چلو اور میرے حکموں کو مانو اور ان پر عمل کرو۔(۴) تو میں تمہارے لیے ہر وقت مینہ برساؤں اور زمین سے اناج پیدا ہوگا اور میدان کے درخت پھلیں گے۔'' (احبار باب ۲۶۔آیات ۱ تا ۴)

یہ فرمانبرداری کی برکات تھی نافرمانی کی سزا کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے (۱۴) لیکن اگر تم میری نہ سنو اور ان سب حکموں پر عمل نہ کرو۔(۱۵) اور میری شریعت ترک کر دو اور تمہاری روحوں کو میرے فیصلوں سے نفرت ہو اور تم میرے سب حکموں پر عمل نہ کرو بلکہ میرے عہد کو توڑو۔(۱۶) تو میں تمہارے ساتھ اسی طرح پیش آؤں گا کہ تپ دق اور بخار کو تم پر مقرر کر دوں جو تمہاری آنکھوں کو چوپٹ کر دیں گے۔اور تمہاری جان کو کھلا ڈالیں گے اور تمہارا بیج بونا فضول ہوگا کیونکہ تمہارے دشمن اس فصل کو کھائیں گے۔(احبار باب ۲۶۔آیات ۱۴ تا ۱۶)

Marfat.com

The fourth book 0f Mosas called
NUMBERS
(۴) کتابِ گنتی
(تورات)

یہ کتاب اسرائیلیوں کے ان چالیس برسوں کی تاریخ بیان کرتی ہے جس کے دوران وہ سینا سے روانہ ہوکر اس ملک کی مشرقی سرحد تک پہنچے تھے جس کو اللہ نے انہیں دینے کا وعدہ کیا تھا۔ کتاب کا نام تاریخ کی نمایاں خصوصیت کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ یعنی اسرائیلی قوم کی مردم شماری ہے جو کوہِ سینا سے روانہ ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے کی گئی تھی پھر دوبارہ ایک پشت گزرنے پر یردن کے مشرق میں موآب کے میدان میں کی گئی۔ گنتی کی کتاب اسرائیلی قوم کا مشکلات کے سامنے کمزور پڑنے بے حوصلہ ہوجانے بددل ہونے اور ڈروخوف کو بیان کررہی ہے۔ دونوں مردم شماری کے درمیانی عرصہ میں اسرائیلی کنعان کی جنوبی سرحد پر قادس برنیع کے مقام پر آئے مگر وہاں سے ملک موعود میں داخل ہونے میں ناکام رہے اس علاقے میں کافی سال گزارنے کے بعد وہ دریائے یردن کے مشرقی علاقے میں پہنچے کچھ لوگ وہیں بس گئے تھے اور کچھ نے دریا پار کر کے کنعان میں داخل ہونے کی تیاری کی۔ اس طرح یہ کتاب اللہ اور اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بغاوت وسرکشی کو بیان کررہی ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی بے وفائی نافرمانی کمزوری کے باوجود ان لوگوں کی مسلسل نگہداشت اور پروا کرتا رہا۔ اور یہ تاریخ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ثابت قدمی کی اس کتاب کے کل ۳۶ ابواب ہیں۔

بائبل کی یہ کتاب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی اللہ کی کتاب تورات کا ہی حصہ ہے۔ یہ کتاب بنی اسرائیل کے حالات بیان کرتی ہے۔ جو مشکلات کے سامنے اکثر بے حوصلہ اور بددل ہوتے اور ڈرتے رہتے تھے۔ اور اکثر خدا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف جن کو خدا نے ان کی رہبری کے لیے مقرر کیا تھا بغاوت وسرکشی اختیار کرتے تھے۔ دراصل یہ کتاب ان کی اس حقیقت کا بیان ہے کہ ان کی کمزوری اور نافرمانی کے باوجود خدا وفاداری سے اپنے لوگوں کی مسلسل نگہداشت اور پرواہ کرتا رہا۔ یہ تاریخ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ثابت قدمی کی گو کہ وہ کئی دفعہ بے صبرے ہوجاتے تھے گنتی کے باب۔ ۱۱ کی آیت گیارہ میں اسی طرح آیا ہے (۱۱) تب موسیٰ نے خداوند سے کہا کہ تو نے اپنے خادم سے یہ سخت برتاؤ کیوں کیا؟ اور مجھ پر تیرے کرم کی نظر کیوں نہیں ہوئی جو تو ان سب لوگوں کا بوجھ مجھ پر ڈالتا ہے۔ جبکہ وہ خدا اور اپنی قوم دونوں کے جاں نثار تھے۔ قوم بنی اسرائیل جو حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولادوں پر محیط ہے حضرت یعقوب علیہ السلام جب اپنے گمشدہ بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے بلاوے پر اپنے وطن کنعان سے مصر تشریف لائے تھے اس وقت ان کی اولادوں کی کل تعداد خود بائبل کی کتاب

Marfat.com

پیدائش کے باب ۴۶ کی آیات کے مطابق اس طرح ہے (۲۶) یعقوب کے صلب سے جو لوگ پیدا ہوئے اور اس کے ساتھ مصر میں آئے وہ اس کی بہوؤں کو چھوڑ کر شمار میں چھیاسٹھ تھے۔ (۲۷) اور یوسف کے دو بیٹے جو مصر میں پیدا ہوئے۔ سو یعقوب کے گھرانے کے جو لوگ مصر میں آئے وہ سب مل کر ستر ہوئے۔ (کتاب پیدائش باب ۴۶ آیات ۲۶۔۲۷)۔

یہی بیان کتاب خروج کے باب اول میں بھی آیا ہے۔ بنی اسرائیل کی مصر میں قیام کی مدت کا ۲۱۵ برس ہے جبکہ بائبل کی ہی کتاب خروج میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے سے اسی برس قبل مصر کا بادشاہ فرعون ان کے بیٹوں کو قتل کرتا رہا تھا۔ اس کی شہادت قرآن حکیم میں بھی ملی ہے۔ جبکہ اس کتاب گنتی کے باب اول کی آیت ۴۵ میں بنی اسرائیل کی تعداد مصر سے نکلتے وقت چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس بتائی گئی ہے۔ وہ بھی جنگ کرنے کے قابل مردوں کی تعداد ہے جیسا کہ آیت میں اظہار ہو رہا ہے۔ "(۴۵) سو بنی اسرائیل میں جتنے آدمی بیس برس یا اس سے اوپر کی عمر کے اور جنگ کرنے کے قابل تھے وہ سب لیے گئے۔ (۴۶) اور ان سب کا شمار چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس تھا۔" قوم بنی اسرائیل کا قیام مصر میں کل ۲۱۵ برس رہا اس میں سے کتنے برس تک فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کراتا رہا اس سے ان کی نسل کی افزائش یقیناً رکی ہوگی۔ اس طرح کی گئی تعداد میں مبالغہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ کتاب خروج کے باب نمبر ۱۲ آیت ۳۸ کے مطابق بنی اسرائیل کے ہمراہ ان کے بے شمار جانور گائے بکری بھی ساتھ تھے۔ اسی کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل نے ایک ہی شب میں دریا پار کر لیا تھا۔ جبکہ ان کے ساتھ ایک لشکر جرار تھا پھر جب وہ طور سینا کے اردگرد جمع ہوئے جہاں ایلیم کے مقام پر بارہ چشموں کا مقام تھا جہاں کھجور کے ستر (۷۰) درخت بھی تھے وہ اتنا بڑا میدان نہیں تھا کہ وہاں چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس جنگ کے قابل نو جوانوں کے ساتھ ان کے خاندانوں کے دیگر افراد جن کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہوگی جن کے ساتھ ان کے جانور بھی رہتے تھے۔ قیام کر سکیں اس کا ذکر کتاب خروج میں اس طرح آیا ہے۔ (۲۷) "پھر ایلیم میں آئے جہاں پانی کے بارہ چشمے اور کھجور کے ستر درخت تھے اور وہیں پانی کے قریب انہوں نے اپنے ڈیرے لگائے۔" (باب ۱۵۔ آیت: ۲۷ کتاب خروج) ابن خلدون نے اپنے مقدرمہ تاریخ میں اس تعداد کا انکار کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ محققین کے قول کے مطابق موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت یعقوب میں صرف تین پشتوں کا ہی فاصلہ ہے صرف چار پشتوں میں کسی نسل کا اس قدر پھیل جانا کہ اس تعداد کو پہنچے درست نہیں ہوسکتا۔

یہاں تک تورات کا تیسرا حصہ تمام ہوا انجیل کی اس کتاب یا حصے میں زیادہ تر کاہنوں کے لاویوں کے انتظامی حکمرانی احکامات دیے گئے ہیں ابتدائی حصے میں کچھ واقعات ایسے بھی ہیں جن کا ذکر قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے موجود ہے۔ اب ہم تورات کے آخری حصے استثنا کی طرف بڑھیں گے۔

Marfat.com

The fifth book of Moses called DEUTERONOMY

(۵) کتابِ استثنا
(تورات)

انجیل کی اس کتاب میں بہت ہی اہم معاملات درج ہیں۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہ خطابات ہیں جوانہوں نے کنعان میں داخل ہونے سے پہلے موآب کے مقام پر قیام کے دوران جب اسرائیلی قوم بیابان کے طویل سفر کے بعد وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی دیے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے موعظ جن میں وہ اسرائیلیوں کو ان کا اللہ سے کیا گیا وعدہ اور گزشتہ چالیس سال کے چیدہ چیدہ اور اہم واقعات اپنی قوم کو یاد دلاتے ہیں اور لوگوں کی تاکید کرتے ہیں کہ وہ لوگ یاد کریں کہ خدا نے کس طرح بیابان میں ان کی رہنمائی اور نگہداشت کی اور اب ضروری ہے کہ وہ خدا کے فرمانبردار اور وفادار رہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام ان دس احکام کو دہراتے ہیں اور پہلے حکم کے معنیٰ و مقصد پر زور دیتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ صرف خداوند اور خدا کے جاں نثار رہو۔ اس کے بعد وہ ان مختلف آئین وقوانین کو دہراتے ہیں جن کے مطابق اسرائیلوں کو ملک موعود میں زندگی بسر کرنی ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں کو سمجھاتے ہیں کہ تمہارے ساتھ خدا کے عہد کا کیا مطلب ہے اور تاکید کرتے ہیں کہ اس کے فرائض کو ادا کرنے میں اپنے آپ کو از سرِ نو مخصوص کرو۔ عہد یاد دلایا اور قوانین الٰہی کو دہرایا اور لوگوں کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد کا کیا مطلب ہے اس کتاب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کو موضوع بنایا گیا ہے اور ان کے بعد یشوع علیہ السلام کا ذکر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اس قوم کے نبی ہوئے حضرت یشوع علیہ السّلام کو قوم کا اگلا رہنما مقرر کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے وہ خدا کی وفاداری پر خوشی منانے کے لیے ایک گیت گاتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السّلام دریائے یردن کے مشرق میں ملک موآب میں وفات پاتے ہیں اس کتاب کا اہم ترین موضوع و مضمون یہ ہے کہ خدا اپنے لوگوں (بنی اسرائیل) کو جن سے وہ محبت رکھتا ہے برکت دی ہے۔ اس کے لوگوں کا فرض ہے کہ اسے یاد رکھیں۔ خدا سے محبت رکھیں اور اس کے فرمانبردار رہیں تاکہ زندگی اور مسلسل برکت پاتے رہیں۔ باب ۶ آیت ۴۔۶ اس کتاب کی کلید آیات ہیں جو اس طرح تحریر کی گئی ہیں۔۔ (۴) سن اے

Marfat.com

اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے خداوند ہے۔(۵) تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے اپنے خدا سے محبت رکھ۔(۶) اور یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں۔(استثنا باب ۶ آیت ۴۔۶)۔اس کتاب میں حضرت یشوع علیہ السلام کے صحیفے بھی شامل ہیں۔اس کے کل ۳۴ باب ہیں۔اس میں وہ واقعات واحکام مذکور ہیں جو بنی اسرائیل کی "گنتی" کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات تک پیش آئے تھے۔

بائبل کی یہ کتاب دراصل تورات کا آخری حصہ ہے جو بائبل میں استثنا کے نام سے شامل کیا گیا ہے اس کتاب میں جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خطابات اور واعظ شامل ہیں جو انہوں نے اپنے آخری دور میں اپنی قوم کے سامنے بیان کیے۔

اس کتاب کے باب نمبر ۱۸ کی آیات ۱۵ تا ۱۸ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی موجود ہے۔(۱۵) خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔تم اس کو سننا۔(۱۸) میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔

اس کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب تورات مکمل ہوتی ہے۔
جس تورات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کی نسبت کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے کہ یہ ان تصانیف میں سے ہے۔جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھیں۔ کیونکہ کسی بھی کتاب کے آسمانی اور واجب التسلیم ہونے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ پہلے تو وہ ٹھوس اور پختہ دلیل سے ثابت ہو کہ یہ کتاب فلاں پیغمبر کے واسطے سے لکھی گئی ہے۔اس کے بعد کسی سند متصل کے ساتھ بغیر کمی بیشی اور تغیر وتبدل کے پہنچی ہے۔کسی بھی صاحب الہام کی جانب محض وہم وگمان کی بنیاد پر نسبت کر دینے سے منسوب الیہ کی تصنیف نہیں ہو سکتی۔(حضرت تقی عثمانی)۔

اس کے بعد آنے والی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے ان کے جاں نشین کی کتاب ہے۔

Marfat.com

The book of JOSHUA

(۶) کتاب
(یشوع)

کتاب کا یہ حصہ دراصل حضرت یشوع علیہ السلام کے صحیفے سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت یشوع بن نون جن کا تعلق حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاص رفیقوں میں سے تھے۔ ہر دم ان کے ساتھ رہتے تھے اور ان کے بعد نبی ہوئے۔ بنی اسرائیل میں تقریباً ۲۸ برس تبلیغ کرتے رہے۔ قرآنِ حکیم میں ان کا نام لئے بغیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کے بطور ذکر آیا ہے۔ سورۃ الکہف آیت ۶۰ اور اس کے بعد کی آیتوں میں ان کے شاگرد اور نوجوان رفیق کا ذکر ہے جب حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے ملاقات کے لیے سفر کیا تو یہی حضرت یشوع ان کے ساتھ تھے۔ انجیل کی اس کتاب میں ان کی وفات اور موعظ شامل ہیں۔ اسلامی تاریخ میں ان کا نام یوشع ہے۔

حضرت یشوع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جاں نشین کے طور پر بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے یہ بھی جلیل القدر نبی تھے تاہم تاریخ اسلام میں ان کا ذکر آیا ہے کہ ایک دفعہ عمالقہ کے جباروں سے جمعہ کے دن جنگ ہو رہی تھی دوسرا دن سبت کا تھا۔ جس میں جنگ جاری نہیں رکھی جا سکتی تھی اور فتح مکمل نہیں ہو سکتی تھی کہ لڑتے لڑتے شام ہو گئی اور سورج ڈوبنے کو ہوا تو انہوں نے چاہا کہ اللہ سورج کا ڈوبنا موخر کر دے تو انہوں نے دعا کی جس کے سبب سورج ڈوبنے سے رک گیا اور تاریکی پھیلنے سے رک گئی۔ چنانچہ اللہ کے حکم سے غروب آفتاب موخر کر دیا گیا۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ہی فتح نصیب فرما دی تھی انہوں نے شام کا ملک فتح کیا۔ یہ ایک سو دس برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

حضرت یشوع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جاں نشیں تھے ان کی یہ کتاب دراصل ان کی زیرِ قیادت بنی اسرائیل کی کنعان پر یلغار کی تاریخ ہے۔ اس کتاب میں جو اہم اور قابل توجہ واقعات لکھے گئے ہیں ان میں دریائے یردن کو عبور کرنا اور سقوط یریحو اور عی کے مقام پر جنگ اور

Marfat.com

خدا اور اس کے لوگوں کے درمیان عہد کی تجدید کا بیان ہے اس کتاب کا مشہور ترین حصہ وہ ہے جہاں لکھا گیا ہے کہ "آج ہی تم اسے جس کی تم پرستش کرو گے چن لو۔ خواہ وہ وہی دیوتا ہوں جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے اس پار کرتے تھے۔ یا اموریوں کے دیوتا ہوں جن کے ملک میں تم بستے ہو اب رہی میری میرے گھرانے کی بات تو ہم تو خداوند کی پرستش کریں گے۔"
(یشوع باب ۲۴ آیت ۱۵)

ان پر نازل ہونے والے صحائف کو بائبل میں ان کے نام سے ہی جمع کیا گیا۔ ان کی کتاب ان کے نام یشوع سے ہی منسوب کی گئی ہے اس کتاب میں چوبیس باب ہیں۔

تورات جو اسرائیلی مذہب کی اصل اور جڑ ہے جب اس کا یہ حال ہے تو کتاب یوشع جو تورات کے بعد دوسرے نمبر پر شمار ہوتی ہے اس کا حال بھی عجب ہی ہے۔ اس کتاب کے ماننے والوں کو آج تک نہ تو اس کے مصنف کا اور نہ اس زمانے کا جس میں اسے لکھا گیا ہے پتہ چل سکا ہے اس کے بارے میں خود قوم بنی اسرائیل کے عالم فاضلوں کے پانچ اقوال ہیں۔ پیٹرک اور ٹاملائن ڈاکٹر کری کے مطابق یہ کتاب یشوع علیہ السلام کی ہی لکھی ہوئی ہے جبکہ ڈاکٹر لائٹ فٹ کے مطابق یہ کتاب فیحاس کی لکھی ہوئی ہے جبکہ کالون کا خیال ہے کہ یہ کتاب عزار کی لکھی ہوئی ہے اور مرائنل کے مطابق یہ خیال ہے کہ یہ کتاب شمعوئیل علیہ السلام کی لکھی ہوئی ہے۔ ہنری کا بیان ہے کہ ارمیا علیہ السلام کی لکھی ہوئی ہے۔

یہ تھیں یشوع کی کتاب جو ان کے نام سے منسوب کی گئی ہے۔ ان کے بعد کالب ان کے نائب اور خلیفہ ہوئے ان کے بعد تاریخ اسلام کے مطابق حضرت حزقیل علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔ ان کی دعا سے ہزاروں مرجانے والے زندہ ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ ان کے نام کے بغیر سورۃ البقرہ کی آیت ۲۴۳ میں آیا ہے اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں دی جائے گی۔ حزقیل علیہ السلام کے بعد حضرت شموئیل علیہ السلام لاوی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے تھے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چار سو تیرہ سال بعد قریہ شیلوکہ میں پیدا ہوئے تھے اس کا شمار بنی اسرائیل کے انبیاء میں ہوتا ہے ان پر نازل ہونے والے صحیفے کو بائبل کی زینت بنایا گیا ہے۔

Marfat.com

The book of JUDGES

(۷) کتاب قضاۃ

انجیل کی اس کتاب یا سورۃ کے معنی ایک حصے یا ٹکڑے کے ہیں۔اس میں اسرائیلیوں کی تاریخ کے ان واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جوان کی کنعان پر یلغار اور فتح کے متعلق ہیں اور وہ واقعات جو ملک کنعان میں شہنشاہیت کے قیام کے عرصے میں پیش آئے۔یہ دور دراصل لاقانونیت کا دور تھا۔کتاب کے واقعات دراصل ان قومی مشاہیر کے معرکوں اور کارناموں کے تذکرے ہیں جو "قاضی" کہلاتے تھے۔ان میں اکثر فوجی سردار یا سربراہ تھے جو قانونی اور اصطلاحی معنوں میں "قاضی" کہلاتے تھے۔ان میں سب سے زیادہ مشہور اور نامور "سمسون" تھا اس کے کارنامے اس کتاب کے باب ۱۳ سے ۱۶ تک درج ہیں۔اس کتاب کا سب سے اہم موضوع اسرائیلی قوم کے وجود وبقا کا انحصار اللہ تعالیٰ سے وفاداری پر تھا اور بے وفائی اور انحراف ہمیشہ ناگہانی آفات اور بلاؤں کی صورت ہوتا ہے۔جب ان کی قوم توبہ کرتی اور خدا کی طرف رجوع کرتی تو خدا اپنی امت کو بچانے پر آمادہ ہو جاتا تھا اس میں یشوعؑ کی وفات کے واقعات اور فوجی سرداروں کا بطور قاضی ذکر ہے۔

تاریخ اسلام جن پیغمبر کو سموئیل علیہ السلام کے نام سے یاد کرتی ہے بائبل میں انہیں شمعون کے نام سے یاد کیا گیا ہے لیکن یہاں ان کے ساتھ یہوداہ کو شامل کر دیا گیا ہے۔دراصل جس کتاب کو بائبل میں قضاۃ کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے وہ حضرت سمویل علیہ السلام کا صحیفہ ہے۔اس کتاب کے کل ۲۱ ابواب ہیں۔

کتاب قضاۃ کے بعد بائبل میں کتاب روت آئی ہے یہ ایک مختصری کتاب ہے جو بائبل کے تقریباً ڈھائی صفحات پر محیط ہے۔

Marfat.com

The Book of

RHTH

(۸) کتاب (روت)

انجیل کی یہ کتاب ایک موآبی عورت روت سے تعلق رکھتی ہے۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے داداعوبید کی والدہ تھیں۔

شوہر کی وفات کے بعد اپنی اسرائیلی ساس کے ساتھ غیر معمولی اور بے مثال وفاداری کا ثبوت دیا اور غیر مہذب ہونے کے باوجود اسرائیلیوں کے خدا سے بھی بے پناہ مثالی لگاؤ قائم کرلیا اور زندگی بھر اس کی اطاعت کرتی رہیں۔ آخر میں انہیں مرحوم شوہر کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص بوعزمل گیا جس نے ان سے بیاہ کرلیا۔ اس شادی کے تعلق کے باعث ہی وہ خاتون روت بنی اسرائیل کے عظیم بادشاہ اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام کی پڑدادی بنیں چونکہ وہ ایک غیر قوم کی عورت تھیں جن کا تعلق اسرائیلی قوم سے نہیں تھا اس کے باوجود انہوں نے اسرائیل کے خدا کی طرف رجوع ہوکر ان کے خدا کے وفاداروں میں اپنے آپ کو شامل کرلیا۔ اس کتاب کے چار ابواب اور تین حصے ہیں۔ (۱)۔ نعومی روت کے ساتھ بیت الحم میں واپس آتی ہے۔ (۲)۔ روت بوعز سے ملتی ہے (۳)۔ بوعز روت سے بیاہ کرتا ہے۔

انجیل کی یہ ایک مختصری کتاب ہے اس کے موضوعات درج ذیل ہیں۔

(۱)۔ الیملک اور ان کا خاندان موآب کو ہجرت کرتے ہیں (۲)۔ نعومی روت کے ساتھ بیت الحم واپس آتی ہے (۳) روت بوعز کے کھیت میں بالیں چنتی ہے (۴) روت کو شوہر مل جاتا ہے (۵) بوعز روت کو بیاہ لیتا ہے (۶)۔ بوعز کی نسل۔

اس سے پہلی کتاب قضاۃ کے واقعات اس مصیبت اور تباہی کے مظہر تھے جو خدا کے لوگوں پر اس وقت آتی تھی جب وہ نافرمان ہوکر اس سے دور ہٹ جاتے تھے۔ جبکہ یہ کتاب روت اس برکت کی مظہر ہے جو ایک غیر قوم کو اسرائیل کے خدا کی طرف رجوع ہونے پر حاصل ہوئی اور اس طرح وہ خدا کے وفادار لوگوں کا ایک حصہ بن گئی۔

Marfat.com

The first book of SAMULE

(۹) کتابِ سموئیل اول

یہ کتاب اسرائیلیوں کے اس دور پر منحصر ہے جب بنی اسرائیل سے قاضیوں کا نظام ختم ہوا اور شہنشاہیت قائم ہوئی۔ اسرائیلیوں کی قومی زندگی میں عظیم تبدیلی کا موجب تین شخصیتوں کو مانا جاتا ہے اول شموئیل علیہ السلام جو عظیم قاضیوں میں سے آخری قاضی تھے انہی کے دور میں طالوت اسرائیل کا بادشاہ بنا تھا ساؤل (بائبل میں طالوت کو ہی ساؤل کہا گیا ہے) جو اسرائیلیوں کا پہلا بادشاہ تھا اور تیسری شخصیت حضرت داؤد علیہ السلام کی تھی جن کے برسر اقتدار آنے سے پہلے جالوت اور طالوت کی معرکہ آرائی کا ذکر ہے۔ جس میں حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تھا اور اسی کتاب میں طالوت کی وفات تک کے واقعات بھی تحریر ہیں اس کتاب کے ۳۱ باب ہیں۔

پرانے عہد نامہ کی تاریخ کی مانند اس کتاب کا موضوع بھی اللہ سے وفاداری کا نتیجہ کامیابی اور نافرمانی کا نتیجہ خواری و بربادی ہے۔ یہ کتاب شہنشاہیت کے قیام پر ملے جلے تاثرات کو بیان کرتی ہے۔ خداوند کو اسرائیل کا حقیقی بادشاہ مانا جاتا تھا لیکن لوگوں کی درخواست کے جواب میں خداوند نے ان کے لیے ایک بادشاہ چنا سب سے اہم بات یہ تھی کہ اسرائیلی قوم اور ان کا بادشاہ دونوں ہی خدا کی حاکیت مطلق اور انصاف کی اطاعت کرتے تھے۔ اس کے پانچ ابواب ہیں (۱)۔ سموئیل بہ حیثیت اسرائیل کا قاضی (۲۰)۔ ساول کا بادشاہ بنا (۳)۔ ساول کے دور حکومت کے پانچ سال (۴)۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور ساول (۵)۔ ساول اور اس کے بیٹوں کی وفات۔

سموئیل:۔ متحدہ اسرائیل کے زمانے میں کوہستانی ملک راماتیم صوفیم کے ایک شخص القانہ جس کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام حنہ اور دوسری کا فنہ تھا۔ ان میں فنہ کے یہاں اولاد تھی جبکہ حنہ بے اولاد تھی اس کا شوہر القانہ ہر سال سیلا میں رب الافواج کے حضور سجدہ کرنے اور قربانی

Marfat.com

دینے جاتا تھا حنہ نے وہیں منت مانی کیونکہ حنہ کو اس کی سوت چھیڑا کرتی تھی اس لیے اس نے شیلو کے معبد میں منت مانی کہ اگر میرے بیٹا ہوا تو میں خداوند کی نذر کر دوں گی۔ اسے روتے دیکھ کر اس کے شوہر القانہ نے اسے تسلی دی پھر جب حنہ کے یہاں بیٹا ہوا تو اس نے اپنی منت پوری ہونے پر اپنے بیٹے سموئیل کو شیلو کے معبد کی نذر کر دیا اس کی پرورش وہیں معبد میں ہوئی پھر وہ بڑے ہونے پر اس معبد کا بڑا اور اہم کاہن بن گیا سموئیل علیہ السلام بڑے عالم فاضل کتب نویس اور اللہ کے نبی تھے' انہوں نے ہی زبور کی یہ دو ابتدائی کتب تحریر کی ہیں۔ یہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم اور مصنف مانے جاتے تھے ان کی لکھی ہوئی کتابیں جو دراصل ان کی یادداشتیں ہیں انجیل کا حصہ ہیں اس کے کل ۱۳۱ ابواب ہیں۔

دراصل یہ کتاب اور اس کے بعد آنے والی دوسری کتاب زبور کا تحریف شدہ حصہ کہا جا سکتا ہے جبکہ زبور کے نام سے اہل انجیل نے ایک دعائیہ گیتوں کی کتاب الگ مرتب کی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ زبور کے متعلق گزشتہ صفحات میں تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے۔

یہاں تک سموئیل کی کتاب اول مکمل ہوئی۔ یہ کتاب الٰہی زبور کا پہلا حصہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سورۃ الانبیاء کی آیت ۱۰۵ میں ارشاد الٰہی ہوا ہے (ترجمہ) ''ہم زبور میں پند ونصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔'' (الانبیاء ۱۰۰) زبور میں اس کے برخلاف بڑی تحریف وتبدیلی نظر آ رہی ہے۔ بائبل میں زبور کے نام سے جو کتاب اس وقت پائی جاتی ہے اس کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ کتنی اصلی' غیر محرف صورت میں ہے یا نہیں کیونکہ اصل نسخہ تو کہیں دستیاب نہیں ہے اس میں کتنی آمیزش ہے یہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کتاب کے بعد آنے والی کتاب اسی کا دوسرا حصہ ہے جسے بائبل میں سموئیل دوم کا عنوان دیا گیا ہے۔

Marfat.com

The second book of

SAMULE-2

(۱۰) کتاب سموئیل دوم

انجیل کی یہ کتاب حضرت سموئیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کا بحیثیت بادشاہ یہوداہ پر اور پھر اسرائیل پر حکومت کی تاریخ درج ہے۔ اس کتاب میں حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات کی واضح تصویر دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے اپنی حکومت وسلطنت کی توسیع واستحکام کی خاطر اپنی قوم کے اندر کے دشمنوں اور بیرونی طاقتوں سے کیسے زور آزمائی کی اس کا ذکر ہے۔ یہ کتاب دراصل حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی اور ان کی کارگزاریوں' کامیابیوں پر محیط ہے۔ یہ سموئیل اول کا تسلسل ہے۔ اور ان پر نازل ہونے والی کتابِ الٰہی زبور کا حصہ دوم ہے جسے بائبل میں سموئیل دوم کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے اس کے مضامین سے قاری بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ ایک صاحب کتاب نبی کے بارے میں بنی اسرائیل کے کیا خیالات وسوچ فکر تھی اور کتنا اس میں درست حصہ ہے اور کتنا غلط ہے کیونکہ اس کتاب کو لکھنے والے نے حضرت داؤد علیہ السّلام کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ پہلے اُس نے جنوب میں یہوداہ پر حکومت کی (باب: ۱ تا ۴) اور پھر پوری قوم پر جس میں شمال میں واقع اسرائیل بھی شامل تھا (باب: ۵ تا ۲۴) اس باب میں حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات کی واضح اور صاف تصویر پیش کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنی بادشاہی میں توسیع اور استحکام کے لئے اپنی قوم کے اندر اور بیرونی دشمنوں سے طاقت آزمائی کی۔ سارے حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کا ایمان گہرا' پختہ اور مضبوط تھا۔ وہ خداوند کے وفادار اور جاں نثار تھے اور انہوں نے اپنی قوم کے دل اور وفاداریاں

Marfat.com

جیت لیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض اوقات وہ سنگ دل ہو جاتے تھے۔ اور اپنی ہوس، ارادہ اور خواہش پوری کرنے کے لیے خوفناک گناہ کرنے پر راضی ہو جاتے تھے لیکن جب خداوند (یہوداہ کے نبی ناتن نے اس کے گناہ اس کے سامنے رکھے تو اس نے مانا اور اس کا اقرار کیا اور خداوند نے جو سزا اس پر نازل کی اسے قبول کیا۔ (باب ۲۴ آیات ۱۰ تا ۱۴) اس کا بخوبی اندازہ قرآن کریم کا ہر طالب علم کر سکتا ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنی کتابوں میں اپنے پیغمبر تک کو نہیں چھوڑا جبکہ قرآن کریم میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں بہتر ہوگا کہ یہ جان لیں کہ سموئیل علیہ السلام، جن کے نام سے دونوں کتابیں منسوب کی گئی ہیں، کون تھے۔

سموئیل اول دوم دراصل اسرائیل کے ایک بڑے اور اہم مصنف سموئیل کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں ان کا شمار اسرائیل کے اہم مصنفوں میں کیا جاتا ہے یہ سب سے آخری اسرائیلی مصنف ہیں ان کا بچپن شیلو کے معبد میں ہی گزرا ہے وہ وہیں پلے بڑھے کیونکہ ان کی پیدائش کے لیے ان کی ماں نے یہی منت مانی تھی کہ اسے خدا کی نذر کر دے گی۔ اس نے فلسطینی ظالموں کے خلاف بغاوت میں اپنی قوم کی قیادت کی تھی۔ بڑھاپے میں اس نے ساؤل کو اسرائیل کے پہلے بادشاہ کی حیثیت سے مسوح کیا اور پھر بعد میں حضرت داؤد علیہ السلام کو ساؤل کا جانشین بنانے کے وقت مسوح کیا تھا۔

دراصل اس کتاب میں طالوت کی وفات کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی حکومت اور طالوت کے بیٹوں سے ان کی لڑائی کا احوال مذکور ہے اس کتاب کے ۲۴ باب ہیں۔

سموئیل دوم یہاں تک مکمل ہوئی۔ اس کے بعد کی کتاب سلاطین اول ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحائف ہیں۔ اب ہم کتاب سلاطین اول کا تذکرہ کرتے ہیں۔

Marfat.com

The first book of the

KINGS1

(۱۱) کتابِ سلاطین اول

سموئیل کی دونوں کتابوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ اسرائیل میں شہنشاہیت کیسے شروع ہوئی سلاطین کی اس پہلی کتاب میں بھی شہنشاہیت کی تاریخ کا سلسلہ جاری ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بڑھاپے اور وفات کا ذکر ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخت نشینی ان کے دور حکومت ان کی وفات اور ان کے بیٹوں کا احوال ہے اور شاہ اخی اب کی وفات تک کا ذکر ہے۔ اسی میں حضرت الیاس علیہ السّلام کا ذکر بھی ہے اس کے کل ۲۲ ابواب ہیں۔

(۱) اسرائیل اور یہوداہ کے بادشاہ کی حیثیت سے سلیمان علیہ السلام کی جانشینی اور ان کے والد داؤد علیہ السلام کی وفات۔

(۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور حکومت اور ان کے کارنامے۔ خاص قابل ذکر کارنامے اور یروشلم میں ہیکل کی تعمیر۔

(۳) قوم دو حصوں یعنی شمالی سلطنت اور جنوبی سلطنت میں تقسیم ہوگئی اور نویں صدی قبل از مسیح تک ان کے فرمانرواؤں اور بادشاہوں کے حالات۔

سلاطین کی دونوں کتابوں میں ہر فرمانروا کا فیصلہ اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ وہ کہاں تک خدا کا وفادار رہا کیونکہ قوم کی کامیابی کا انحصار بادشاہ کی وفاداری پر ہوتا ہے۔ اور اس کے برعکس بادشاہ کی نافرمانی اور بت پرستی تباہی و بربادی بدحالی کا باعث بنتی تھیں۔ شمالی سلطنت کے سارے بادشاہ اس امتحان میں ناکام ہوئے جبکہ یہوداہ کے بادشاہوں کی روداد ملی جلی ہے۔

سلاطین کی ان کتابوں میں نمایاں اور سرکردہ ہستیاں خداوند کے نبی ہیں کیونکہ یہ جرأت مند اشخاص خدا کی طرف سے بولتے تھے اور قوم کو آگاہ اور خبردار کرتے تھے۔

Marfat.com

اس کتاب کا اگر ہم قرآن کریم سے موازنہ کریں تو حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کیونکہ جس طرح بنی اسرائیل نے کچھ بے ہودہ غزلیات اُن کے نام سے منسوب کی ہیں جو کسی بھی طرح کسی اللہ کے نبی کو زیب نہیں دیتیں تفصیل آگے آ رہی ہے کہ اس کتاب میں یہودی علماء نے کتنی دروغ گوئی کی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے ان کے بارے میں قرآن کریم کی سورتوں میں ذکر آیا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے تھے ان کے انتقال کے بعد یہ بادشاہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا اور پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا تھا۔ اللہ کے تمام منتخب نمائندے ہی پیغمبر رسول اور نبی بنائے جاتے ہیں جو معصوم اور ہر طرح کی غلاظتوں سے پاک ہوتے ہیں ایسے جلیل القدر پیغمبر کے لیے بائبل میں اس کے مصنفین نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جس طرح کردار کشی کی ہے ایسی تو انہوں نے اپنے کسی دشمن کی بھی نہیں کی جو سب کچھ قرآن کی روایات واحکام کے قطعی خلاف ہیں۔ جیسا کہ ان کے نام سے منسوب غزلیات کے پہلے باب کی ابتدا یوں کی گئی ہے۔ ''عورت سے خطاب'' وہ اپنے منہ کے چوموں سے مجھے چومے کیونکہ تیرا عاشق مئے سے بہتر ہے تیری عطر کی خوشبو لطیف ہے تیرا نام عطرِ ریختہ ہے۔ اسی لئے کنوریاں تجھ پر عاشق ہیں۔ ہمیں کھینچ لے ہم تیرے پیچھے دوڑیں گی۔ اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جو قوم اپنے نبی کے بارے میں فاسد خیال رکھتی ہو جو قوم اپنے پیغمبروں کو ہلاک کرتی رہی ہو پھر بھی ان کی تعلیمات ہدایات واحکام کو اپنی مذہبی دینی کتاب میں جگہ دے رہی ہے اس کتاب میں ایک اور جلیل القدر پیغمبر حضرت الیاس علیہ السلام (ایلیا) کا بھی ذکر ان کے نام سے ساتھ دو جگہ آیا ہے۔

اس کتاب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اور کئی انبیا علیہ السلام کا ذکر ہوا ہے جن میں حضرت الیاس علیہ السلام اور یشوع علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بائبل میں شامل سلاطین دوم کے بارے میں بائبل سے استفادہ کریں گے۔

Marfat.com

The second book of the

KINGS-2

(۱۲) کتاب سلاطین دوم

سلاطین دوم سلاطین اول کا ہی تسلسل ہے پہلی کتاب میں اسرائیلیوں کی دونوں سلطنتوں کی تاریخ کو جہاں چھوڑا گیا ہے وہیں سے یہ دوسری کتاب شروع ہوتی ہے۔اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اس کتاب میں اخی اب کی وفات سے صدقیاہ کی سلطنت کے احوال ہیں اور حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت الیشع علیہ السلام کے احوال بھی ہیں اس کے کل ابواب ۲۵ ہیں۔

(۱) نویں صدی قبل از مسیح سے لے کر ۷۲۲ قبل از مسیح تک دونوں سلطنتوں کی تاریخ۔۷۲۲ قبل از مسیح میں سقوط سامریہ اور شمالی سلطنت کے خاتمے کے ساتھ یہ دور ختم ہو جاتا ہے۔

(۲) اسرائیل کی سلطنت کے خاتمے کے بعد یہوداہ کی سلطنت کی تاریخ۔یہ دور ۵۸۶ قبل از مسیح میں ختم ہوتا ہے جب شاہ بابل بنوکدنصر نے یروشلم پر قبضہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔آخر میں اس کتاب میں دو اشخاص کا ذکر آیا ہے ایک جدلیاہ جو شاہ بابل کے ماتحت یہوداہ کا حاکم (گورنر) تھا۔دوسرا یہوداہ کا بادشاہ یہویاکین جسے بابل کے قید خانہ سے نکال کر سرفراز کیا گیا۔

اسرائیلیوں اور یروشلم کی تباہی و بربادی اس لیے نازل ہوئی کہ یہوداہ کے بادشاہ اور لوگ خدا کے وفادار نہیں رہے تھے۔یروشلم کی تباہی و بربادی اور یہوداہ کے بہت سے لوگوں کی گرفتاری اسرائیلی تاریخ کا ایک زبردست موڑ ہے۔سلاطین دوم کی اس کتاب میں حضرت الیاس علیہ السلام (ایلیاہ) کے جانشین حضرت الیشع علیہ السلام نمایاں نظر آتے ہیں۔

الیشع علیہ السلام نبی جن کا ذکر اس کتاب میں ہے تاریخ اسلام میں انہیں الیسع علیہ السلام کے نام سے یاد کیا گیا ہے تورات کے مطابق یہ حضرت الیاس علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے ان کے جانشین کے طور پر، قرآن کریم میں ان کے نام کے ساتھ دو جگہ سورۃ الانعام آیت ۸۶ تا ۸۹ اور سورہ ص ۴۸ میں آیا ہے۔ یہ نبی صاحب شریعت نبی تھے عہد عتیق میں ان کا ہی الیشع کے نام سے ذکر آیا ہے۔سلاطین اول میں ہے کہ ایلیاہ (الیاس علیہ السلام) نے اپنی چادر ساخطہ کے بیٹے الیشع پر ڈال دی۔تب سے وہ ایلیاہ کی خدمت میں رہنے لگے۔اور سلاطین دوم کی اس کتاب میں ان کے معجزات کا ذکر کیا گیا ہے۔تاریخ سے تورات کے بیانات کی بہت کم تصدیق ہوتی ہے۔

سلاطین یہود یا بنی اسرائیل کے تسلسل میں ہی آنے والی دونوں کتابیں تواریخ اول اور دوم جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے یہ بھی اسرائیل اور یہوداہ کی تاریخ ہے جسے دہرایا گیا ہے۔

Marfat.com

The First book of the

CHRONICLES-1

(۱۳) کتاب تواریخ اول

تواریخ کی ان دونوں کتابوں میں کثرت سے ان واقعات کو دوبارہ تحریر کیا گیا ہے جو سموئیل اول دوم اور سلاطین اول دوم میں پہلے ہی درج ہیں۔ان کا مقصد صرف یہی ہے کہ اسرائیل اور یہوداہ کی سلطنتوں پر آفات اور تباہیوں کے باوجود اللہ ان اقوام سے اپنے وعدے پر قائم رہا اور انہیں پورا کرتا رہا ہے۔اس کتاب کا ایک اہم حصہ یروشلیم کی ہیکل میں عبادت اور پرستش کی شروعات کے بیان پر منحصر ہے، خصوصاً وہاں کاہنوں اور لاویوں کے نظام کو بیان کیا گیا ہے۔جن کے ذریعے عبادت و پرستش کی رسومات ادا کی جاتی تھیں۔اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو ہیکل کا اور ان کی رسومات کا اصل بانی ظاہر کیا گیا ہے جبکہ ہیکل کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی تھی۔اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام تک کا شجرہ نسب اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اجمالی حالات اوران کا دور حکومت کا ذکر کیا گیا ہے اس کے کل ابواب ۲۹ ہیں۔

جس طرح انجیل کی اس کتاب تواریخ اول میں حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں تمام واقعات وحالات کو دہرایا گیا ہے بالکل اسی طرح کچھ سلاطین سے پہلے والی کتب میں بھی آچکا ہے ایک آدھ واقعہ کے سوا سب کچھ وہی ہے جو پہلے بھی آچکا ہے ایسا ہی کچھ اس کے دوسرے حصہ تواریخ نمبر۲ میں بھی ہوا۔

Marfat.com

The second book of the

CHRONICLES-2

(۱۴)۔کتاب تواریخ دوم

تواریخ کی پہلی کتاب جہاں ختم ہوئی ہے وہیں سے یہ دوسری کتاب تواریخ آگے کی تاریخ بیان کرتی ہے۔اس کتاب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت اور ان کے بعد آنے والے مختلف بادشاہوں کے احوال صدقیاہ تک آئے ہیں اور بنوکدنصر کا یروشلم پر چڑھائی کا ذکر بھی آیا ہے کل ابواب ۳۶ ہیں۔اس میں جو واقعات مرقوم ہیں وہ درج ذیل ہیں۔(۱) سلیمان بادشاہ کا دور حکومت (۲) ریعام کی سربراہی میں شمالی قبیلوں کی رحعام کے خلاف بغاوت (۳) سلیمانؑ کا بیٹا جانشین ہوتا ہے (۴) ۵۸۶ قبل از مسیح میں سقوط یروشلم تک یہوداہ کی سلطنت کی تاریخ: اس میں درج ذیل موضوعات دیے گئے ہیں۔

(۱) سلیمانؑ بادشاہ کا دور حکومت (۲) حکومت کے ابتدائی سال (۳) ہیکل کی تعمیر (۴) آخری سال (۵) شمالی قبیلوں کی بغاوت (۶) یہوداہ کے بادشاہ (۷) سقوط یروشلم۔

تمام اہل کتاب کا یہ مسلک ہے کہ تواریخ کی دونوں کتابیں تو تاریخ اول اور تواریخ دوم حضرت عزراء علیہ السلام حضرت حجیؑ اور حضرت زکریا پیغمبروں کی اطاعت سے لکھی ہیں جبکہ ان نبیوں پیغمبروں کی تواریخ اول کے باب ۷ میں بنیمین کی اولاد کے بارے میں ایک دوسرے کے خلاف ہے۔کیونکہ ایک جگہ بنیمین کے تین بیٹے تھے تو باب آٹھ میں پانچ بیان کیے گئے ہیں۔(۶) بنی بنیمین یہ ہیں۔(بالع اور بکر اور یدیعیل یہ تینوں تواریخ باب ۷ آیت ۶)(۱) اور بنیمین سے اس کا پہلوٹھا بالع پیدا ہوا۔دوسرا اشبیل تیسرا اخرج۔(۲) چوتھا نوحہ اور پانچواں رفا۔(تواریخ بائبل باب ۸۔آیات ۱۔۲)۔

موجودہ تورات ہرگز وہ تورات نہیں ہے جس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تصنیف کیا تھا یا اُنہیں وحی ہوئی تھی اور نہ ہی وہ تورات ہے جس کو حضرت عزرا علیہ السلام نے لکھا تھا۔یہ تو ان قصہ کہانیوں کا حصہ ہے جو یہودیوں میں مشہور و مقبول تھے۔

اس کے بعد نئی کتاب ''عزرا'' کا آغاز ہوتا ہے جو تواریخ کی ان کتابوں کی اگلی کڑی ہے۔

Marfat.com

The book of

``EZRA``

(۱۵)۔کتاب عزرا

قیاس کیا جاتا ہے کہ عزرا سے مراد حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔قرآن مجید میں حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر صرف ایک بار سورۂ توبہ میں اس طرح آیا ہے۔(ترجمہ) یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی (عیسائی) کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے، وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔(توبہ ۳۰)۔

ابن کثیر نے حضرت عزیر علیہ السلام کا نسب اس طرح نقل کیا ہے عزیر بن جروہ (یا سروخایا سوریق) بن عدیا بن ایوب بن درزنا بن عری بن تقی بن اسبوع بن فنحاص بن العاز بن ہارون بن عمران۔

ان کی زندگی کے تفصیلی حالات کے بارے میں کتب سیرت وتاریخ زیادہ تر خاموش ہیں اور جو روایات ملتی ہیں ان میں سے اکثر اسرائیلی ہیں جو سند کے اعتبار سے کمزور ہیں۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا تو یہ بہت چھوٹے اور کمسن تھے۔اکیس سال کی عمر میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں حکمت ومنصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حافظہ عطا فرمایا تھا۔وہ اپنے دور کے تورات کے سب سے بڑے عالم تھے۔بخت نصر نے جب بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی اور بنو اسرائیل کے بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں سب کو قیدی بنا کر لے گیا تھا۔تو اس وقت اس نے تورات کے تمام نسخوں کو اس طرح نذر آتش کیا کہ کوئی نسخہ باقی رہنے ہی نہیں دیا۔چنانچہ زمانۂ اسیری میں قوم بنی اسرائیل تورات سے بالکل محروم رہی۔پھر جب بنی اسرائیلیوں کو رہائی نصیب ہوئی اور وہ بیت المقدس میں دوبارہ آ کر آباد ہو گئے تو انہیں تورات حاصل کرنے کی جستجو اور خواہش ہوئی۔اُس

Marfat.com

وقت حضرت عزیر علیہ السلام کے سوا کوئی ایسا حافظ تورات کا موجود نہیں تھا جسے اول تا آخر تورات حفظ ہو تورات کو دوبارہ لکھنے اور وجود بخشنے کا شرف حضرت عزیر علیہ السلام کو ہی حاصل ہے۔

ان کی قوم بنی اسرائیل نے جب یہ دیکھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے بغیر کسی نسخے یا الواح کی مدد کے محض اپنے حافظے کی مدد سے ساری تورات لکھوادی تو ان میں سے بعض علمائے یہود نے جو یہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو تورات کی لکھی ہوئی الواح لائے تھے جبکہ حضرت عزیز علیہ السلام نے صرف اپنی یادداشت کے سہارے پوری تورات لکھوادی تو انہوں نے اسی سبب سے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا (ابن اللہ) کہنا شروع کردیا جس کی تردید قرآن حکیم میں بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب میں خسرو cyrus شاہ فارس جسے تورات میں خورس کہا گیا ہے کا بنوکدنصر کے حملے کے بعد یروشلم کی دوبارہ تعمیر کرنا' پھر حضرت عزیر علیہ السلام کا جلاوطن ہونا اور یہودیوں کو اپنے وطن واپس لانا اور گناہوں سے استغفار کرانا' اس میں حضرت زکریاؑ اور حجی علیہا لسلام کا ذکر بھی آیا ہے۔ انجیل میں شامل یہ کتاب دراصل تواریخ کی دونوں کتابوں کے سلسلے کی اگلی کڑی ہے۔ اس میں بابل کی اسیری سے کچھ یہودیوں کی واپسی اور ان کی زندگی کے معمولات کی بحالی اور یروشلم کے ہیکل سلیمانی میں عبادتوں کا از سر نو جاری ہونے کا احوال ہے ان تمام واقعات کو ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ابواب ۱۰ ہیں۔ اس کتاب کے تین اہم حصے ہیں۔ (۱) شاہ فارس خورس کے فرمان سے یہودیوں کے پہلے گروہ کی بابل کی قید سے وطن واپسی کا احوال (۲)۔ ہیکل سلیمانی کی دوبارہ تعمیر اور یروشلم میں اسے دوبارہ عبادت کے لیے مخصوص کرنا (۳)۔ اس حصے میں عزار کی زیر قیادت گروہ کی یروشلم واپسی اور ان کا نئے سرے سے بنی اسرائیل کی مذہبی سماجی زندگی کو منظم کرنے اور اسرائیل کے روحانی ورثہ کو محفوظ کرنے کے بارے میں ذکر ہے۔ یہ کتاب بائبل عہد قدیم کے ساڑھے چودہ صفحات پر محیط ہے۔

عزیر کی یہ کتاب یہاں مکمل ہوتی ہے اس کے بعد نحمیاہ کی کتاب شروع ہوتی ہے جو تقریباً انجیل مقدس کے اکیس صفحات پر محیط ہے۔

Marfat.com

The book of
NEHEMIAH
(۱۶)۔ کتاب نحمیاہ

اس کتاب کو انجیل میں نحمیاہ کی کتاب کہا گیا ہے۔ نحمیاہ شروع میں ارتخزرسس (Artaxerxes) تھے یہ شاہ فارس کے خادم تھے۔ جب انہیں بنونصر کے ہاتھوں یروشلم اور بیت المقدس کے اجڑنے کی خبر ملی تو یہ بادشاہ سے اجازت لے کر یروشلم پہنچے اور حضرت عزیر علیہ السلام کے ساتھ مل کر تعمیر نو میں حصہ لیا اس کتاب میں تمام واقعات تفصیل سے دیئے گئے ہیں۔ اور اس میں ان تمام لوگوں کے نام بھی دیئے گئے ہیں جنہوں نے یروشلم کی تعمیر میں حصہ لیا تھا یہ واقعات ۴۴۵ قبل مسیح کے ہیں اس کتاب کے کل ابواب ۱۳ ہیں۔ اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) نحمیاہ کی یروشلم واپسی۔ کیونکہ اسے شاہ فارس نے یہوداہ پر حاکم (گورنر) مقرر کر کے بھیجا تھا (۲)۔ یروشلم کی فصیلوں کی تعمیر نو (۳) عزیر خدا کی شریعت سنجیدگی سے سناتا ہے اور لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ (۴)۔ بہ حیثیت یہوداہ کے حاکم کی مزید کارگزاریاں۔

نحمیاہ بن حکلیاہ ایک خدا رسیدہ شخص تھا جو خدا پر بھروسہ رکھتا تھا اور بڑی دل سوزی سے دعائیں مانگا کرتا تھا اور خدا پر بڑا گہرا انحصار کرتا تھا۔ یہ کتاب بھی بائبل کے تقریباً اکیس صفحات پر محیط ہے۔

یہاں یہ کتاب مکمل ہوتی ہے اس سے آگے دوسری کتاب آستر شروع ہوتی ہے۔

The book of
ESTHER
(۱۷)۔ کتاب آستر

انجیل کی یہ کتاب یہودیوں کی عید پوریم کا مطلب اور پس منظر واضح کرتی ہے۔ آستر کی اس کتاب میں لکھے گئے واقعات فارس کے بادشاہ کے زمستانی (سرمائی) محل میں رونما ہوئے تھے۔ ان واقعات کا مرکزی کردار ایک دلیر اور جرأت مند یہودی عورت ہے جس کا نام آستر تھا۔ اس نے اپنی جرأت اور جاں نثاری سے اپنی قوم کو دشمنوں سے بچالیا تھا۔ جو ان کا نام ونشان مٹانے پر تلے ہوئے تھے۔ اس کے بھی چار حصے ہیں۔ (۱) آستر ملکہ بنتی ہے (۲)۔ ہامان کی سازش (۳)۔ ہامان کا قتل کیا جانا (۴)۔ یہودیوں کا اپنے دشمنوں پر غالب آ جانا۔ انجیل مقدس کی یہ کتاب انگلش میں تقریباً سوا پانچ صفحات کی ہے۔

یہاں یہ کتاب مکمل ہوتی ہے اس کے بعد ایک اور مختصر کتاب جو حضرت ایوب علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے جسے ہم صحیفہ ایوب علیہ السلام کہہ سکتے ہیں۔

Marfat.com

The book of

JOB-

(۱۸) کتاب ایوب

انجیل کی یہ کتاب حضرت ایوب علیہ السلام سے منسوب ہے۔قرآن حکیم میں ان کے صبر وضبط کی تعریف کی گئی ہے ان کی پیدائش بحرمیت کے مشرق میں شہرعوض میں ہوئی تھی اور وہیں آپ کو آزمائش الٰہی پیش آئی۔قرآن حکیم میں ان آزمائشوں کی تفصیل نہیں بتائی گئی جبکہ تورات میں کہا گیا ہے کہ انہیں جلدی امراض لاحق تھے۔اس کتاب میں ان ہی امراض وآزمائشوں سے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا زیادہ حصہ حضرت ایوب علیہ السلام کے تین دوستوں Eliphazthe Temaniteالیفز تیمانی' Bildadthe Shuhite بلدد سوخی اور Zopharthe Naomathite ضوفرنعماتی کے ساتھ مکالموں پر مشتمل ہے۔ان کے یہ تینوں دوست یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ حضرت ایوب علیہ السّلام پر یہ بلائیں ان کی کسی خطا کے سبب آئی ہیں۔اور آپ انکار کرتے تھے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ کسی مصنف کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور کتاب کے مقدمے کے آخری پیراگراف میں اسے کہانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کتاب کی اصل کیا ہوگی۔جبکہ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی تھے۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نسب سے تعلق رکھتے تھے ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔قرآن کریم میں ان کا ذکر سورۃ النساء' سورہ انعام' سورۃ الانبیاء اور سورہ ص میں ہوا ہے۔حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس بے انتہا دولت تھی۔وہ بہت زیادہ صدقات وخیرات اللہ کی راہ میں کیا کرتے تھے اور غریبوں اور مصیبت زدوں کی خوب مدد کیا کرتے تھے۔ بڑے ہی مہمان نواز تھے۔اجنبیوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ان کی زندگی بڑی ہی آزمائشوں میں گزری ان کا صبر بہت مشہور اور ضرب المثل بن چکا ہے۔انجیل کی اس کتاب ایوب کی ابتدا اسی سے ہوئی ہے۔انہیں بے پناہ دولت مند بتایا گیا ہے۔اس میں حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں تاریخی حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔اس کی تفصیل قرآنی حصہ میں دیکھ سکیں گے جہاں ایوب علیہ السّلام کا ذکر قران حکیم میں ہوا ہے اس میں ۴۲ ابواب ہیں۔

یہ مختصر کتاب یہاں مکمل ہوتی ہے۔اس کے بعد آنے والی کتاب زبور کی پانچ کتابیں ہیں جنہیں بائبل میں ایک ہی عنوان کے تحت نمبر ۱۹ شامل کیا گیا ہے۔

Marfat.com

The book of

PSALMS-

(۱۹)۔ کتاب زبور

زبور کا ذکر گزشتہ صفحات میں آ چکا ہے جس میں قرآن کریم کے حوالہ جات بھی دیے گئے ہیں ، لیکن یہاں یہ کتاب انجیل کے ایک حصے کے بطور آئی ہے اس لیے اس کے بارے میں جو کچھ اس کے تعارف میں انجیل کے مؤلفین نے لکھا ہے وہی دیا جا رہا ہے۔

زبور (مزامیر) کی کتاب بائبل مقدس میں گیتوں اور دعاؤں (مناجات) کی کتاب ہے۔ یہ زبور ایک طویل عرصے کے دوران مختلف مصنفین (اور شاعروں) نے لکھے اور تالیف کیے۔ بنی اسرائیل نے ان گیتوں اور دعاؤں (مناجات) کو اکٹھا اور مرتب کیا۔ وہ انہیں اپنی عبادتوں میں استعمال کرتے ہیں اور آخر انہیں مذہبی نوشتوں میں شامل کر لیا گیا۔

یہ مذہبی نظمیں جو زبور کے حوالے سے اہل کتاب کی مذہبی نظمیں بن چکی ہیں ان میں کچھ نظمیں خدا کی حمد وثنا اور پرستش وستائش کے گیت ہیں تو کچھ مدد وحفاظت اور نجات (چھٹکارے) کی دعائیں ہیں اور کچھ معافی تلافی کی التجائیں ہیں تو کچھ خدا کی طرف سے برکتوں کے لیے شکرگزاری اور احسان مندی کے گیت ہیں تو کچھ میں دشمنوں کے لیے سزا کی درخواستیں ہیں۔ یہ تمام دعائیں ذاتی، شخصی، قومی، اجتماعی نوعیت کی ہیں۔

زبور کا یہ حصہ نظم بقول ان کے مصنفین کے انہیں حضرت یسوع مسیح نے بھی استعمال کیا ہے۔ اور نئے عہد نامہ کے مصنفین نے انہیں اقتباس کیا ہے یہ زبور مسیحی کلیساؤں میں اپنے ابتدائی دنوں سے ہی عبادت اور پرستش کی گراں قدر اور قیمتی کتاب تصور کی جاتی ہے۔

Marfat.com

زبور کی یہ مذہبی منظومات ایک سو پچاس ہیں انہیں مجموعی طور پر پانچ درج ذیل کتب یا مجموعوں میں مرتب کیا گیا ہے۔

(۱) پہلی کتاب زبور۔ ۱ تا ۴۱ نظمیں اس میں شامل ہیں۔کل ۴۱ نظمیں

(۲) دوسری کتاب زبور۔اس میں۔۴۲ تا ۷۲ نظمیں شامل ہیں۔کل ۳۱ نظمیں

(۳) تیسری کتاب زبور۔اس میں۔۷۳ تا ۸۹ نظمیں شامل ہیں۔کل ۱۷ نظمیں

(۴) چوتھی کتاب زبور۔اس میں ۹۰ تا ۱۰۶ نظمیں شامل ہیں۔کل ۱۷ نظمیں

(۵) پانچویں کتاب زبور اس میں۔۱۰۷ تا ۱۵۰ نظمیں شامل ہیں۔کل ۴۴ نظمیں

۱۵۰ نظمیں زبور میں ہیں۔

زبور کتبِ الٰہی میں ایک اہم کتاب ہے جو بنی اسرائیل کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام پر ربِ کریم نے نازل فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ ہوا ہے جس کے بارے میں قرآنی آیات کے حوالے سے آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

ان تمام نظموں کی بابت جیسا کہ اس کتاب کی ابتدا میں تحریر کر دیا گیا ہے کہ یہ نظمیں ایک طویل عرصے میں مختلف شاعروں نے لکھی ہیں تو قیاس کیا جا سکتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑی خوش الحان اور سریلی آواز عطا فرمائی تھی۔شاید اسی سبب ان کے ماننے والوں نے اپنی نظمیں ان سے منسوب کر کے کتابِ زبور کا حصہ بنا دیا ہو۔

اب بائبل کے عہد نامہ قدیم کی ایک اور کتاب امثال کے بارے میں علم حاصل کرتے ہیں جو بائبل میں بیسویں نمبر پر درج ہے۔اس کا نام امثال ہے۔

Marfat.com

The book of PROVERBS

(۲۰)۔ کتابِ امثال

انجیل کی یہ کتاب دراصل اسرائیل کے بادشاہ اور نبی حضرت سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام کی امثال کی کتاب ہے اس میں مقولوں اور ضرب الامثال کی صورت مذہبی اور اخلاقی تعلیمات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ نصرانی قوم کا دعویٰ ہے کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السّلام نے مرتب کیا ہے۔ کیونکہ بائبل کی کتاب سلاطین اول کے باب ۴ کی آیت ۳۲ میں ہے کہ۔ ''اور اس نے تین ہزار مثالیں کہیں اور اس کے ایک ہزار پانچ گیت تھے۔'' ان میں سے اکثر و بیشتر کا تعلق روزمرہ کی عملی زندگی سے ہے اس کے چھوٹے چھوٹے مقولوں میں قدیم اسرائیلی اساتذہ اور دانشوروں کی بصیرت اور معاملہ فہمی جھلکتی نظر آتی ہے۔ ان میں سماجی معاشرتی تعلقات اور آداب مجلس کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں انکساری، صبر و تحمل، غریبوں کا احترام، دوستوں سے وفاداری جیسی خوبیوں کے بارے میں بھی بہت کچھ کہا گیا ہے۔ اس کتاب کے آغاز میں یاد دلایا گیا ہے کہ علم و فہم حاصل کرنے کے لیے خداوند کو بزرگ و برتر اور معظم و معزز ماننا ضروری ہے۔ اس کے بعد مذہبی اخلاقیات کی باتیں ہیں بلکہ خوش اخلاقی آداب و اطوار عقل عامہ کی بھی باتیں ہیں۔ اس کتاب کے بھی چار حصے ہیں (۱) حکمت کی تعریف و توصیف (۲)۔ سلیمان کی امثال (۳)۔ اجور کے مقالے (۴)۔ متفرق مقولے۔ اس کتاب کے کل ابواب ۳۱ ہیں۔

گو کہ اپنے عنوانات کے لحاظ سے یہ ایک مختصر کتاب محسوس ہوتی ہے لیکن یہ ایک باقاعدہ اور کافی صفحات پر محیط کتاب ہے اس میں تمام ضرب الامثال کو انگریزی حروف تہجی کے اعتبار سے تحریر کیا گیا ہے یقیناً یہ ایک اچھی کتاب تو کہی جا سکتی ہے لیکن اس میں کلامِ الٰہی کا کہیں گزر نظر نہیں آتا۔ یہ اہل کتاب کاہنوں، راہبوں کی لکھی ہوئی ہے جسے بائبل میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اصل و حقیقی انجیل جو کتاب مقدس ہے جس کے بارے میں تصور ہی نہیں بلکہ یقین کیا جاتا ہے کہ یہ کتابِ الٰہی ہے۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

Marfat.com

The book of
ECCLESIASTES
(۲۱) کتابِ واعظ

بقول بائبل نویسوں کے یہ کتاب ایک مفکر کے خیالات کا مجموعہ ہے جبکہ اس کتاب کی پہلی ہی اس طرح ہے حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے واعظ کی باتیں ثابت کر رہی ہیں۔ مفکر واعظہ کے افکار کے مطابق یہ دنیا اور انسانی زندگی بالکل مختصر اور عارضی ہے جو تضادات سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں پراسرار بے انصافیاں اور جھوٹی باتیں اور ناکامیاں بھری ہیں۔ بائبل کے مصنف کے مطابق اس مفکر کے اکثر افکار منفی بلکہ افسردگی اور آزردگی پیدا کرنے والے ہیں لیکن اس کتاب کا بائبل مقدس میں موجود ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ بائبلی ایمان (یا کلیسائی ایمان یعنی عیسائیت) اتنا وسیع ہے کہ وہ ایسی قنوطیت اور تشکیک پر بھی غور وخوض کر سکتا ہے۔ اس کتاب میں بقول اس کے لکھنے والے کے پراسرار بے انصافیاں بطالت کی باتیں اور ناکامیاں ہیں اس لیے یہ زندگی ''بطلان'' ہے۔ وہ خدا کی راہوں کو سمجھ نہ سکا جس کے اختیار میں انسان کا انجام ہے۔ تاہم وہ انسان کو نصیحت کرتا ہے کہ محنت کرو اور جب تک اور جتنا ہو سکے خدا کی نعمتوں سے لطف اٹھاتے رہو۔

اس مفکر کے اکثر افکار منفی بلکہ افسردگی اور آزوردگی پیدا کرنے والے معلوم ہوتے ہیں بہت سے لوگ اس کتاب واعظ کے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ کر تسلی وسکون حاصل کر سکتے ہیں بائبل مقدس ایسے خیالات سامنے لاتی ہے وہ امید بھی دیتی ہے اور زندگی کو گہرا مفہوم عطا کرتی ہے۔ اس کتاب کے بارہ ابواب اور چار موضوعات ہیں۔ (۱)۔ کیا زندگی کا کوئی مقصد ہے؟ (۲)۔ زندگی کے بارے میں مقولے (۳)۔ اختتامی نصیحت (۴)۔ حاصلِ کلام۔

بائبل کی یہ کتاب ایک مختصر کتاب ہے۔

کتابِ واعظ یہاں مکمل ہوتی ہے۔ اس کے بعد غزلیات پرمبنی کتاب غزل الغزلات شروع ہوتی ہے یہ بھی بائبل کی ایک مختصری کتاب ہے۔

Marfat.com

The Song of Solomon

(۲۲) کتاب ''غزل الغزلات''

انجیل کی یہ کتاب دراصل عشقیہ نظموں کا مجموعہ ہے۔ اس کے اکثر حصوں میں ایک مرد ایک عورت سے مخاطب ہے اور بقیہ حصے میں عورت مرد سے مخاطب ہے۔ اس کتاب کو سلیمان (علیہ السلام) کی غزل الغزلات بھی کہا گیا ہے۔ پہلے باب کی پہلی آیت یوں دی گئی ہے۔ (۱) سلیمان کی غزال الغزلات اس پہلی آیت کے بعد ایک عنوان پہلی غزل کا دیا گیا ہے۔ اس کا عنوان ہے ''عورت کا خطاب'' (۲) وہ اپنے منہ کے چوموں سے مجھے چومے۔ کیونکہ تیرا عشق مئے سے بہتر ہے۔ عبرانی نوشتوں میں اسے حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہودی ان غزلوں کو خدا اور انسان کے درمیان تعلق کی تصویر کے طور پر پیش کرتے ہیں اور مسیحی اسے یسوع مسیح اور کلیسا کے درمیان تعلق کی تصویر کے طور پر مانتے ہیں۔ اس کتاب کے آٹھ باب ہیں۔ سب کے سب غزل کے عنوان سے منسوب ہیں۔ نوٹ ان غزلیات کے مضامین ایک نبی کو زیب نہیں دیتے نہ نبی سے ایسی لغویات کا تصور کیا جا سکتا ہے اس کی زبان و بیان نامناسب اور فحش ہے اور نہ ہی ایک عورت کے تصور کو خدا کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے جیسا ہمارے ہاں تصوف میں ہوتا ہے۔

چھ غزلوں پر حضرت سلیمان علیہ السلام سے منسوب یہ کتاب یہاں تمام ہوتی ہے۔ اس کے بعد بائبل کی ایک اور کتاب یسعیاہ شروع ہوتی ہے جس کی تفصیل آگے درج ہے۔

The book of

ISAIAH

(۲۳) کتاب یسعیاہ

یہ کتاب ایک بڑے نبی اشعیاء علیہ السلام بن آموص علیہ السلام سے منسوب ہے جو آٹھویں صدی قبل از مسیح کے نصف آخر میں یروشلم میں بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اس وقت یہوداہ کا بادشاہ حزقیاہ بن آحاذ تھا۔ جس کے یہ مشیر خاص تھے۔ اس زمانے میں بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے جب شاہ اسور سخیرب بن سرجون نے ۷۰۵ تا ۶۸۱ بیت القدس کا محاصرہ

Marfat.com

کیا تو یہ بھی بنی اسرائیل کے ساتھ محصور ہو گئے تھے۔ حضرت اشعیاء علیہ السّلام نے حزقیاہ کی بہت مدد فرمائی جس کا ذکر کتاب سلاطین دوم کے باب ۲۵ میں اور تواریخ کے باب ۳۲ میں کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں حضرت اشعیاء علیہ السّلام کے ان الہامات کا ذکر ہے جو انہیں آئندہ حالات کے بارے میں ہوئے تھے دراصل یہ پیشگوئیاں ہیں جو انہوں نے شاہ عزیاہ اور حزقیاہ کے زمانے میں فرمائی تھی۔ حضرت اشعیاء کی پیش گوئیوں کی وجہ سے اس نے اس پر اپنے غم و غصے کا اظہار کیا اور اُن کی قوم انہیں قتل کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ انہوں نے بھاگ کر ایک درخت میں پناہ لی۔ درخت ان کے لیے جھک گیا اور انہیں اپنے تنے کے اندر چھپالیا۔ لیکن شیطان نے ان کا لبادہ پکڑ لیا جس کا سرا درخت سے باہر رہ جانے کے باعث یہودیوں کو ان کے چھپنے کی جگہ کی خبر ہو گئی۔ تو انہوں نے انہیں اس درخت سمیت آرے سے کاٹ کر قتل کر دیا۔ الطبری نے وھب بن منبہ کی سند پیش کی ہے جو دراصل تالمود کی صدائے بازگشت ہے۔ اشعیاء کی کتاب کو مظہر بن طاہر المقدس نے نقل کیا ہے۔ (کتاب البدء والتکور)۔

انجیل کی اس کتاب میں حضرت اشعیاء علیہ السلام کو ہی یسعیاہ کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت اشیعاء کی ولدیت آموص ہی تاریخ اسلام میں لکھی ہوئی ہے اور بائبل کی اس کتاب کے تعارف میں یسعیاہ بن آموص ہی لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اس کے پہلے حصے میں ہی وہ پیش گوئی ہے کہ وہ زمانہ آئے گا جب ساری دنیا میں امن وسلامتی کا دور دورہ ہوگا اور داؤد علیہ السلام کی نسل سے وہ شخص آئے گا جو مثالی بادشاہ ہوگا'' ان تین حصوں کے آٹھ ابواب ہیں۔ اس کتاب کی پہلی آیت یا سطر اس طرح ہیں۔ (۱)''یسعیاہ بن آموص کی رویا جو اس نے یہوداہ اور یروشلم کی بابت یہوداہ کے بادشاہوں عزیاہ اور یوتام اور آخز اور حزقیاہ کے ایام میں دیکھی۔ (۲) سن اے آسمان اور کان لگا اے زمین کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں نے لڑکوں کو پالا اور پوسا پر انہوں نے مجھ سے سرکشی کی۔ (۳) بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور گدھا اپنے صاحب کی چرنی کو لیکن بنی اسرائیل نہیں جانتے میرے کچھ لوگ نہیں سوچتے۔ (باب ۱ آیات ۱ تا ۳)۔ اس کتاب کا آخری حصہ حوالہ باب نمبر ۶۱ تا ۶۶ کو اہل کتاب بائبل اہم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یہ حصہ ان کی تحقیق اور عقیدے کے مطابق حضرت یسوعؑ سے منسوب ہی نہیں بلکہ اسے وہ ان کا خطاب مانتے ہیں۔

یہاں تک انجیل کی کتاب یسعیاہ مکمل ہو جاتی ہے اس کے بعد انجیل میں یرمیاہ کی کتاب شروع ہوتی ہے یہ بھی ایک بڑی کتاب ہے۔

Marfat.com

The book of JEREMIAH

(۲۴) کتاب یرمیاہ

انجیل مقدس میں ایک کتاب اس نام سے شامل ہے۔انجیل کے اس باب کے تعارف میں حضرت ارمیا علیہ السلام کو ساتویں صدی کے اواخر اور چھٹی صدی سے قبل حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے اوائل میں گزرنے کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ارمیا علیہ السلام' حضرت اشعیاء علیہ السلام کے بعد نبی ہوئے' کچھ کا کہنا ہے یہ حضرت اشعیاء علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔یوآس اور صدقیاہ کے زمانہ میں بنی اسرائیل کی بد اعمالیوں کو روکنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔مگر جب بنی اسرائیل باز نہ آئے تو آپ کو بذریعہ وحی علم ہو گیا کہ اس قوم پر نصر کا عذاب آنے والا ہے۔آپ نے اپنی قوم بنی اسرائیل پر اس بات کو ظاہر کر دیا۔تورات کے مطابق انہوں نے اپنی قوم کو مشورہ دیا کہ وہ بابل کے بادشاہ کے آگے ہتھیار ڈال دیں مگر ان کی قوم نے ان کا کہا ماننے کے بجائے انہیں سخت اذیتیں دیں۔یہ کتاب دراصل ان کے نام سے ہی منسوب ہے یا ہو سکتا ہے کہ اس کی اصل کتاب میں حضرت ارمیا علیہ السلام کے واعظ اور نصیحت اور احکام الٰہی بھی رہے ہوں۔ان کی نبوت اور زندگی میں ہی بابل کے بادشاہ بنوکدنصر (بخت نصر) نے یروشلم پر قبضہ کر لیا اور ہیکل سلیمانی کو تباہ و برباد کر دیا تو آپ مصر تشریف لے گئے۔یرمیاہ یا ارمیاؑ بہت حساس طبیعت کے مالک تھے اور اپنی قوم سے بہت محبت رکھتے تھے اس لیے ان کے لیے سخت سزاؤں اور قہر و غضب کے اعلان کرنا انہیں پسند نہیں تھا۔اس کتاب میں بعض بڑی اہم باتیں یرمیاہؑ کے افراتفری کے زمانے سے آگے کی ہیں۔یہ اُس وقت کو بیان کرتی ہیں جب ایک نیا عہد باندھا جائے گا اور خدا کے لوگ بغیر کسی سکھانے اور یاد دلانے والے استاد کے اُس عہد کی پابندی کریں گے کیونکہ وہ اُن کے دلوں پر لکھا ہو گا۔(باب:۳۱۔آیات:۳۱۔۳۲)

یرمیاؑ بن خلقیاہ جو یوآس' یہویقیم' یہویاکین اور صدقیا کے دور حکمرانی میں تھے کچھ علمائے تحقیق کے مطابق سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۹ میں جس واقعہ کا اور شخص کا ذکر ہے وہ یہی حضرت ارمیا یا حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

''یا اس شخص کے مانند جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی' وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے سو سال کے لیے اسے مار دیا پھر اسے اٹھایا' پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ' فرمایا تو سو سال تک رہا۔پھر اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا' اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ کہ ہم تجھے لوگوں کے لیے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں۔پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔(البقرۃ ۲۵۹) (تقی عثمانی' بائبل سے قرآن تک)

بائبل کی اس کتاب یرمیاہ کے بعد آنے والی کتاب کا نام نوحہ ہے یہ ایک مختصر سی کتاب ہے تقریباً ساڑھے آٹھ صفحات پر محیط ہے۔

Marfat.com

The book of
LAMENTATIONS
(۲۵) کتابِ نوحہ

بائبل کی یہ کتاب دراصل ان حادثات واقعات کا نوحہ ہے جو ۵۸۶ سال قبل از مسیح میں یروشلم کی بربادی وتباہی کا باعث بنے تھے۔ جس کے نتیجے میں تمام قوم بنی اسرائیل کو بخت نصر نے قید کر دیا تھا۔ اس کتاب کا تمام ماحول واسلوب ماتمی ہے یہودی ان نظموں کو روزوں اور گریہ وماتم کے سالانہ ایام میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کتاب میں اللہ پر بھروسہ اور مستقبل کی امید کی جھلک بھی موجود ہے۔ ان مرثیوں اور نوحوں کو بنی اسرائیل نے حضرت ارمیاء علیہ السّلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کتاب کے پانچ حصے ہیں۔ (۱) یروشلم کے غم وآلام (۲) یروشلم کی سزا (۳) سزا اور امید (۴) یروشلم کے کھنڈر (۵) رحم کے لیے دعا۔ یہ مختصر سی کتاب یا صفحات ایک منظوم کتاب ہے اس کے کل ۵ ابواب ہیں۔

اس کے بعد آنے والی کتاب حزقی ایل کے نام سے منسوب ہے یہ کتاب بھی حزقی ایل کے خوابوں پر مبنی کتاب ہے۔

The book of
EZEKIEL
(۲۶) کتابِ حزقی ایلؔ

یہ کتاب حضرت حزقیل علیہ السّلام کی طرف منسوب ہے۔ حضرت حزقیل علیہ السّلام کی قوم بنی اسرائیل کے لوگ جب جہاد میں قتل ہونے کے ڈر سے یا وبائی بیماری طاعون کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے تاکہ موت کے منہ میں جانے سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مار کر یہ جتادیا کہ اللہ کی تقدیر سے کہیں کوئی بچ نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ انسان کی آخری

Marfat.com

جائے پناہ اللہ تعالیٰ کی ہی ذات عالیٰ ہے تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی پوری طرح قادر ہے کیونکہ قوم کے جب تمام لوگوں کو موت نے آ دبوچا تو حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا تھا۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ موت وحیات پر اللہ کا ہی اقتدار و قبضہ ہے۔ حزقی ایل ۵۸۶ قبل از مسیح میں یروشلم میں پھر بابل میں جلاوطن ہوئے تھے۔ یہ کالبؔ کے جانشین تھے۔ ان کا ذکر قرآن حکیم کی سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۴۳ میں آیا ہے لیکن ان کے نام سے نہیں آیا صرف اشارتاً ہی ذکر ہوا ہے۔ ''کیا تم نے نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت سے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ' پھر انہیں زندہ کر دیا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔'' (البقرۃ۔۲۴۳)۔ اسی طرح سورۃ الانبیاء ۸۵ میں اس طرح اُن کا ذکر آیا ہے۔ اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل علیہ السلام یہ سب صابر لوگ تھے (الانبیاء ۸۵) دوسری جگہ سورۃ ص میں ان کا ذکر یوں ہوا ہے۔ ''اسماعیل' یسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) کا بھی ذکر کہ یہ بہترین لوگ تھے۔'' ان آیات میں حضرت ذوالکفیل (ذوالکفل) علیہ السلام کے نام سے ذکر آیا ہے اہل تفسیر کے مطابق یہود کے نزدیک حضرت ذوالکفیل علیہ السلام ہی سے حزقی ایل مراد ہے۔

بعض مفسرین کے خیال میں یہ حضرت زکریا علیہ السلام کا دوسرا نام ہے اور کسی کے نزدیک یہ حضرت الیاس علیہ السلام کا نام ہے تو کوئی انہیں یوشع بن نون کہتا ہے اور کوئی انہیں الیسعؑ تو کوئی انہیں یوشع علیہ السلام کا خلیفہ کہتا ہے کچھ کا کہنا ہے یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے جوان کے بعد نبی ہوئے اور ان کا اصل نام بشر تھا۔ ان کے والد کا نام عہد نامہ عتیق میں بوزی (Buzi) آیا ہے۔ اسرائیلی روایات میں آیا ہے کہ بوزی دراصل یرمیاہ نبی کا ہی دوسرا نام تھا۔ اگر چہ یہ بات درست ہے تو حضرت حزقی ایل نبی ہی نہیں بلکہ وہ نبی زادے بھی تھے ان کا تعلق بیت المقدس میں مقدس ہیکل کے مجاوروں یا اسرائیلی اصطلاح میں کاہنوں کے خاندان سے تھا۔ حضرت آلوسی نے اپنی کتاب روح المعانی میں لکھا ہے کہ یہودیوں کا دعویٰ کہ یہ حزقی ایل نبی ہیں جو بنی اسرائیل کی اسیری (۵۹۷ قبل از مسیح) کے زمانے میں نبوت پر سرفراز ہوئے اور نہر خابور یا کبار کے کنارے ایک بستی میں فرائض نبوت ادا کرتے رہے ہیں۔

تفہیم القرآن میں جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تحریر کیا ہے کہ یقین واعتماد سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ فی الواقع یہ کون سے نبی ہیں جبکہ موجودہ زمانے کے مفسرین نے اپنا میلان حزقی ایل نبی

Marfat.com

کی طرف ظاہر کیا ہے' لیکن کوئی معقول دلیل ایسی نہیں ملی جس کی بنا پر یہ رائے قائم کی جاسکے۔ بائبل کے صحیفہ حزقی ایل کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع وہ اس تعریف کے مستحق ہیں۔ یعنی ان کا صابر وصالح ہونا' وہ ان لوگوں میں سے تھے جو یروشلم کی آخری تباہی سے پہلے بخت نصر کے ہاتھوں گرفتار کر لیے گئے تھے۔ دورانِ اسیری ہی انہیں نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ بخت نصر نے عراق میں اسرائیلی قیدیوں کو ایک نو آبادی جو دریائے خابور کے کنارے آباد کی گئی تھی میں رکھا تھا۔ اسی آبادی کا اب نام تل ابیب ہے۔ اسی مقام پر حضرت حزقی ایلؑ سن ۵۹۴ قبل از مسیح نبوت سے سرفراز کیے گئے اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ وہ مسلسل بائیس سال قید میں رہے وہ اسی قید کے زمانے میں اسرائیلی قیدیوں کو دین کی تعلیم دیتے رہے اور احکام وہدایات سے آگاہ کرتے رہے تھے۔

اس سلسلے یعنی ذوالکفیل کے نام کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی یہ رائے ہے کہ ذوالکفیل درحقیقت ''کپل دستو'' کا معرب ہے جو بدھ مت کا بانی گوتم بدھ کا اصل نام ہے۔

تورات کے اکثر مقامات پر یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ بیٹے اپنے بڑوں کے گناہوں میں تین پشتوں تک ماخوذ رہیں گے جب کہ اس کتاب حزقی ایل کے باب ۱۸ کی آیت نمبر ۲۰ میں اس طرح آیا ہے۔ ''(۲۰) جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی صداقت اسی کے لیے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لیے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے جرم میں ماخوذ نہیں ہوگا یہی بات حق اور درست ہے۔ اسے قرآن حکیم میں سورۃ النجم میں اس طرح بیان کیا گیا۔ (ترجمہ) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (النجم۔۳۸)

بائبل کی اس کتاب کو حضرت ذوالکفیل یا حزقی ایل کا صحیفہ بھی تصور کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

The book of DANIEL

(۲۷) کتابِ دانی ایل

انجیل مقدس کی یہ کتاب دراصل حضرت دانیال علیہ السلام سے منسوب ہے جسے حضرت دانیال علیہ السلام کا صحیفہ بتایا گیا ہے' اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت دانیال علیہ السلام ان کے چار اہم اکابر انبیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ صحیفہ دانیال عہدنامہ قدیم کے بعد کے صحیفوں میں شامل ہے۔ قرآن وحدیث میں کہیں ان کا ذکر بالصراحت نہیں آیا۔ یہ حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کے درمیانی عرصے میں قوم عاد میں مبعوث ہوئے تھے۔ دجلہ اور فرات کی نہریں ان سے ہی منسوب ہیں کہ انہوں نے فرشتوں کی مدد سے تعمیر کی تھیں' بقول بلاذری (فتوح البلدان) کے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فتح سوس کے بعد وہاں قلعے سے دانیالؑ کی نعش ملی انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت خلیفہ ثانی تھے کو اطلاع دی پھر ان کے ہی حکم سے نئے کفن کے ساتھ نماز جنازہ ادا کر کے دریا کا پانی روک کر دریا کے درمیان میں دفن کر دیا اور پھر ان کی تدفین کے بعد دریا کا پانی دوبارہ جاری کر دیا۔ بلاذری کا یہ بھی کہنا ہے کہ بخت نصر حضرت دانیال کو قید کر کے بابل لے آیا تھا انہیں وہاں بادشاہ کے بعض خوابوں کی صحیح تعبیر بتانے پر صوبہ بابل کا حاکم بنا دیا گیا تھا۔ اس کتاب کا آغاز بھی بادشاہ کے خوابوں سے ہوا ہے جو ان کے مستقبل سے متعلق تھے۔ پھر حضرت دانیال علیہ السلام کے خواب ہیں جو بنی اسرائیل کے مستقبل سے متعلق ہیں ان ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی شامل ہے۔ حضرت دانیال بابل میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ لیکن جب اہل سوس کے ہاں قحط پڑا تو انہوں نے اہل بابل سے حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش عاریتاً مانگ لی تا کہ ان کے ذریعے بارش حاصل کر سکیں اس طرح انکی نعش سوس والوں کے پاس پہنچی۔

حضرت دانیال علیہ السلام کے نام سے منسوب یہ کتاب بائبل کے مطابق اس زمانے میں لکھی گئی جب یہودی ایک بت پرست بادشاہ کی ماتحتی میں سخت اذیتیں اور ظلم برداشت کر رہے تھے' مصنف واقعات (تماثیل) اور رویاؤں (خوابوں) کے بیان کی مدد سے اپنے زمانے کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتا اور ہمت بندھاتا ہے اور انہیں امید دلاتا ہے کہ خدا ظالموں اور ستم گروں کو گرائے گا اور اپنے لوگوں کی خودمختار حکومت بحال کرے گا۔

اس کتاب کے دو بڑے حصے ہیں ایک حصے میں رویاؤں کا (خوابوں) سلسلہ ہے جو دانی ایل نے دیکھے۔ جن میں علامتوں کی مدد سے یکے بعد دیگرے کئی سلطنتوں کے عروج وزوال کو پیش کیا گیا ہے۔ ان کا آغاز بابل سے ہوتا ہے اور نبوت سے بتایا گیا ہے کہ بت پرست ظالم زوال پزیر ہوگا اور خدا کے لوگوں کی فتح ہوگی۔

دوسرے حصے میں چند واقعات ہیں جن کا تعلق دانی ایل اور ان کے کچھ جلاوطن ساتھیوں سے ہے۔ وہ خدا پر ایمان اور اس کی فرمانبرداری کے وسیلے سے اپنی دشمنوں پر غالب آتے ہیں۔ یہ واقعات بابل اور فارس کی سلطنتوں کے دور میں ہوئے۔ اس کتاب کے کل بارہ ابواب ہیں۔

بائبل کی یہ کتاب یہاں مکمل ہوتی ہے۔ آگے ہوسیع شروع ہوتی ہے۔

Marfat.com

The book of HOSEA

(۲۸) کتابِ ہوسیع

ہوسیع بن بیری کا جو تعارف اس کتاب ہوسیع کے ابتدا میں دیا گیا ہے وہ کچھ یوں ہے' ہوسیع نبی شمالی سلطنت یعنی اسرائیل میں منادی کرتا تھا۔ (ان کا ذکر کہیں اسلامی تاریخ میں نہیں ملتا) یعنی تبلیغ دین کرتا تھا وہ عاموس نبی کے بعد ہوا' ۷۲۱ قبل از مسیح میں اور سقوط سامریہ سے پہلے بدامنی کا زمانہ تھا۔ جو یہودہ کے بادشاہ عزیاہ' یوتام' آخز اور حزقیاہ کے زمانوں میں رہے ہیں اسی زمانے میں ان پر کلام نازل ہوا جس میں زیادہ تر بنی اسرائیل کی بداعمالیوں پر تنبیہ اور توبہ کی ترغیب اور نیکی کے کام کے اجر کا ذکر ہے یہ ذکر تمثیلات اور رموز میں بیان کیا گیا ہے۔ ہوسیع کو اپنے لوگوں کی بت پرستی کی خاص فکر تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ خدا کے وفادار ہو جائیں۔ ہوسیع نے بے وفائی کی تصویر کو بڑی دلیری اور صفائی سے پیش کیا اور خود ایک بے وفا عورت سے اپنی اذیت ناک اور مصیبت بھری شادی کے حوالے سے اس کی وضاحت کی۔ جس طرح اس کی بیوی جمر نے اس سے بے وفائی کی اسی طرح خدا کے لوگوں نے خداوند کو ترک کر دیا تھا۔ اس وجہ سے اسرائیل پر غضب ہوگا۔ لیکن آخر میں اپنے لوگوں کے لیے خدا کی باوفا محبت غالب آئے گی اور وہ امت کو اپنے اوپر گرویدہ کرے گا اور باہمی تعلق بحال کرے گا۔ اس محبت کا اظہار بہت دل گداز انداز میں کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مضامین میں گیارہویں مضمون (باب) کے آٹھویں حصے میں اس کا اظہار اس طرح ہوا ہے ''اے افرائیم میں تجھ سے کیونکر دست بردار ہو جاؤں؟ اے اسرائیل میں تجھے کیونکر ترک کروں...... میرا دل مجھ میں پیچ کھاتا ہے۔ میری شفقت موجزن ہے۔'' (باب ۱۱۔ آیت ۸) اس کتاب کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے (باب۔۱)(۲)۔ جب خداوند نے شروع میں ہوسیع کی معرفت کلام کیا تو اس کو فرمایا کہ جا ایک بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لیے لے کیونکہ ملک نے خداوند کو چھوڑ کر بڑی بدکاری کی ہے۔ (۱۔۲) اس کتاب ہوسیع سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قوم اپنے نبی کو ہی بدکاری اور زنا جیسے الزامات یا تہمتوں سے وہ بھی اپنی کتاب مقدس میں نواز رہی ہے یہ ایک مختصر کتاب ہے۔

یہاں کتاب ہوسیع مکمل ہوتی ہے اور اس کے بعد ایک مختصر سی کتاب یوایل شروع ہوتی ہے۔

Marfat.com

The book of JOEL

(۲۹) کتاب یوایل

بائبل کی یہ ایک مختصر سی کتاب ہے جو ایک ایسے نبی سے منسوب ہے کہ جس کا پتہ نہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں ملتا ہے نہ تاریخ اسلام میں۔ "یوایل نبی کے بارے میں معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔" اس کتاب کے تعارف میں یوایل بن فتوایل نبی کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ وہ باتیں بھی جو اس کتاب میں دی گئی ہیں کیونکہ تورات کے بقول یہ نبی ہیں۔ ان کے بارے میں یہ بھی واضح نہیں ہے کہ وہ کس زمانے میں پیدا ہوئے یا مبعوث ہوئے تھے۔ "لیکن یہ بات قرین قیاس ہے کہ یہ کتاب چوتھی یا پانچویں صدی قبل از مسیح میں لکھی گئی' یہ سلطنت فارس کا زمانہ تھا جب یوایل نبی فلسطین پر ٹڈیوں کے ہولناک حملے اور تباہ کن خشک سالی کا بیان کرتے ہیں۔ ان واقعات میں اسے خداوند کے دن کی آمد کی علامات نظر آتی ہیں جب خداوند ان لوگوں کو سزا دے گا جو اس کی راست مرضی کی مخالفت کرتے ہیں۔ نبی لوگوں کو بتاتے ہیں کہ خداوند توبہ کی طرف بلاتا ہے اور اپنے لوگوں کو بحال کرنے اور برکت دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ سب سے قابل ذکر اور قابل توجہ وعدہ یہ ہے کہ وہ اپنے لوگوں پر مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا سب پر اپنا روح نازل کرے گا۔" یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ ان میں نازل شدہ کلام مذکور ہے جس میں بداعمالیوں سے باز آنے اور روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے اچھے نتائج بھی بتائے گئے ہیں۔

اس کتاب کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔ (باب۔ ا آیات۔ ا) خداوند کا کلام جو یوایل بن فتو ایل پر نازل ہوا۔ (۲) اے بوڑھو سنو! اے زمین کے سب باشندوں کان لگاؤ! کیا تمہارے باپ دادا کے ایام میں کبھی ایسا ہوا؟ (۳) تم اپنی اولاد سے اس کا تذکرہ کرو اور تمہاری اولاد اپنی اولاد سے اور اس کی اولاد اپنی نسل سے بیان کرے۔ (۴) کہ جو کچھ ٹڈیوں کے غول سے بچا اسے دوسرا غول نگل گیا۔ اور جو کچھ دوسرے غول سے بچا اسے تیسرا غول چٹ کر گیا اور جو کچھ تیسرے سے بچا اسے چوتھا غول کھا گیا۔ (۵) اے متوالوں جاگو اور ماتم کرو۔ اے مے نوشی کرنے والوں نئی مے کے لئے نہ چلاؤ کیونکہ وہ تمہارے منہ سے چھن گئی ہے۔ (باب۔ ا آیات۔ ا تا ۵)

اس کتاب کو اس کی ساخت اور تحریر کے اعتبار سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ واقعی یہ کسی نبی کے اقوال ہو سکتے ہیں۔ اس سے پہلی کتاب ہوسیع کی طرح نہیں ہے اس میں اسرائیلیوں نے اپنے نبی کو ہی زانی بدکار دکھایا ہے۔ اس کے بعد ایک اور مختصر کتاب عاموس شروع ہو رہی ہے۔

Marfat.com

The book of
AMOS
(۳۰) کتابِ عاموس

بائبل کی یہ مختصر سی کتاب بائبل کے تقریباً سوا آٹھ صفحات پر محیط ہے۔اس کا تعارف اس کتاب مقدس میں اس طرح دیا گیا ہے۔ ''عاموس بائبل مقدس کے پہلے نبی ہیں۔ (بقول تورات یا علمائے بنی اسرائیل) جن کا پیغام تفصیل کے ساتھ تحریر ہوا ہے۔اگر چہ وہ یہوداہ کے ایک قصبے سے آئے تھے اور انہوں نے شمالی سلطنت میں تبلیغ دین کا کام شروع کیا انہوں نے آٹھویں صدی قبل از مسیح کے درمیانی عرصے میں تبلیغ کی ابتدا کی۔اس وقت کا دور بڑی ہی خوش حالی اور نمایاں دین داری کا دور تھا' خدا پرستی اور بظاہر امن ومحافظت کا دور تھا۔مگر عاموس نبی نے دیکھا کہ خوشحالی صرف دولت مندوں تک محدود ہے' اور وہ غریبوں پر ظلم وبے انصافی کے باعث مزید فروغ پا رہی ہے ان کی دین داری اور خدا پرستی محض دکھاوا ہے اور ایسے ہی امن ومحافظت بھی صرف دکھاوا ہی ہے اس لیے انہوں نے گہرے احساس اور دلی جذبات کے ساتھ اور بڑی ہمت وجرأت سے تبلیغ کی اور اعلان کیا کہ خدا اس قوم کو سزا دے گا' انہوں نے منادی کی کہ صداقت اور انصاف کو جاری رہنا چاہیے۔''اس کتاب میں بنی اسرائیل کو ان کی بدکاریوں پر دھمکایا گیا ہے اور اس کی سزائیں بتائی گئی ہیں اور ان پر شاہ اسود کے اس حملے کی پیش گوئی کی ہے جس کا ذکر سلاطین دوم باب ۱۵ کی آیت ۲۹ میں کیا گیا ہے۔ (حضرت تقی عثمانی)

نبی عاموس کا تذکرہ تاریخ عالم اور تاریخ اسلام میں جستجو کے بعد کہیں نہیں مل سکا سوائے اس کتاب کے۔اس کتاب کے تین حصے ہیں۔اس کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے (باب۔ا آیت۔ا) تقوع کے چرواہوں سے عاموس کا کلام جو اس پر شاہ یہوداہ عزیاہ اور شاہ اسرائیل یربعام بن یوآس کے ایام میں اسرائیل کی بابت بھونچال سے دو سال پہلے رویا میں نازل ہوا۔ (۲) اس نے کہا کہ۔'' خداوند صیون سے نعرہ مارے گا' اور یروشلم سے آواز بلند کرے گا' اور چرواہوں کی چراگاہیں ماتم کریں گی۔اور کرمل کی چوٹی سوکھ جائے گی۔''

یہ کتاب یہاں مکمل ہوتی ہے اس کتاب میں کوئی قابل اعتراض بات تحریر نہیں کی گئی اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عاموس نامی شخصیت کوئی نیک اور اچھی شخصیت رہی ہوگی اس کے بعد بائبل کی نئی کتاب جو اس سے بھی مختصر کتاب ہے شروع ہوتی ہے۔

Marfat.com

The book of
OBADIAH
(۳۱) کتاب عبدیاہ

بائبل کی یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جو بائبل کے تقریباً صرف پون یعنی ۲ صفحہ اور اکیس آیات پر محیط ہے بائبل لکھنے والوں کے مطابق یہ کتاب ۵۸۶ ق م میں سقوط یروشلم کے بعد کے زمانے میں کسی وقت لکھی گئی ہے۔ جس وقت یہوداہ کا پرانا دشمن ادوم یروشلم کے زوال پر خوشیاں منا رہا تھا۔ اس نے یہوداہ کی شکستہ حالی سے فائدہ اٹھا کر حملہ آوروں کی نہ صرف مدد کی بلکہ شہر کو لوٹا بھی۔ عبدیا نے نبوت کی کہ ادوم کو سزا ملے گی اور وہ شکست کھائے گا اور اس کے ساتھ اسرائیل کی دشمن قوموں کا بھی یہی حال ہوگا۔ اس کتاب میں بنی اسرائیل کے بقول حضرت عبدیا علیہ السلام کا ایک خواب مذکور ہے اس خواب میں شہر ادوم کے متعلق پیش گوئی کی ہے کہ آدم کو سزا ملے گی اور کچھ نہیں کہا گیا۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں جو چار نظموں پر محیط ہیں۔ (۱) ادوم کی سزا (۲) خداوند کا دن۔

اس کے موضوعات منظوم ہیں۔ کتاب کی ابتدا اس طرح ہوئی ہے۔ (۱) باب۔ عبدیاہ کی رویا۔ (۱) ہم نے خداوند سے خبر سنی اور قوموں کے درمیان ایلچی یہ پیغام لے گیا کہ چلو اس پر حملہ کریں۔ خداوند خدا ادوم کی بابت یوں فرماتا ہے۔ (۲) کہ دیکھ میں نے تجھے قوموں کے درمیان فقیر کر دیا تو نہایت ذلیل ہے۔

انجیل کی اس مختصر کتاب عبدیاہ کے بعد آنے والی کتاب بھی ایک اور مختصر کتاب ہے۔

Marfat.com

The book of JONAH

(۳۲) کتاب یوناہ

بائبل کی یہ کتاب یوناہ بن امتی کی سوانح عمری ہے جسے اہل بائبل نبی مانتے ہیں (دراصل یہ کتاب حضرت یونس علیہ السلام کی جانب منسوب ہے) اس کا تعارف بائبل نے یوں کرایا ہے؟ یوناہ کی یہ کتاب بائبل مقدس کی دوسری کتابوں سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ ایک شخص کی سوانح عمری ہے یہ ایک نبی کی جرأت آزمائی کا بیان ہے۔ جس نے خدا کی حکم عدولی کرنے کی کوشش کی خدا نے اسے نینوا جانے کا حکم دیا جو اسور کی عظیم سلطنت کا دارالحکومت تھا اسور اسرائیل کا جانی دشمن تھا۔ یوناہ خدا کا پیغام لے کر وہاں جانا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ خدا اس شہر کو برباد اور نیست و نابود کرنے کی دھمکی پوری نہیں کرے گا۔ کئی ڈرامائی واقعات کے بعد اس نے بادل نا خواستہ خدا کے حکم کی تعمیل کی مگر جب اس کے پیغام کے مطابق شہر تباہ نہیں ہوا تو اس نے خاموشی اختیار کرلی۔ (کتابِ مقدس۔ پرانا عہدنامہ)

انجیل کی یہ کتاب تقریباً نو صفحے کی ہے یہ یوناہ کی سوانح عمری ہے۔ یہ کتاب بتاتی ہے کہ خدا کو اپنی مخلوقات پر اختیار مطلق ہے لیکن سب سے بڑھ کر یہ کتاب خدا کے رحم اور محبت کو بھی پیش کرتی ہے۔ اس میں یوناہ کو نینوا میں مبعوث ہونا بتایا گیا ہے۔ جو مسلمانوں کی تاریخ سے مختلف ہے۔ اس کتاب کی ابتدا اس طرح کی گئی ہے۔ باب اول (۱) خداوند کا کلام یوناہ بن امتی پر نازل ہوا۔ (۲) کہ اٹھ اس بڑے شہر نینوا کو جا اور اس کے خلاف منادی کر کیونکہ اس کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے۔ (۳) لیکن یوناہ خداوند کے حضور ترسیس کو بھاگا اور یافا میں پہنچا اور وہاں اسے ترسیس کو جانے والا جہاز ملا اور وہ کرایہ دے کر اس میں سوار ہوا تا کہ خداوند کے حضور ترسیس کو اہل جہاز کے ساتھ جائے۔ (۴) لیکن خداوند نے سمندر میں بڑی آندھی بھیجی اور سمندر میں سخت طوفان برپا ہوا اور اندیشہ تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے۔ (یوناہ باب: ۱۔ آیات: ۱ تا ۴)

اس مختصر کتاب کے بعد آنے والی نئی کتاب کو قدرے بڑی کہہ سکتے ہیں۔

Marfat.com

The book of
MICAH
(۳۳) کتابِ میکاہ

انجیل کی یہ کتاب تقریباً چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بنی اسرائیل کے نبی میکاہ مورتشی علیہ السلام سے منسوب ہے یہ ۷۳۵۔۷۱۰ قبل از مسیح مورتشی جات کے مقام پر شاہ حزقیاہ کے زمانے میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ یسعیاہؑ کے ہم عصر تھے جن کا تاریخ اسلام میں نام اشعیا علیہ السلام ہے یہ ایک دیہاتی قصبے کے رہنے والے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ یہوداہ پر بھی اس قسم کی قومی تباہی و بربادی آنے والی ہے جس کی پیش گوئی نبی عاموس نے شمالی سلطنت کے لیے کی تھی۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو ان کی بد اعمالیوں سے ڈرایا اور عذاب کی دھمکی دی شاہ حزقیاہ نے اسے تسلیم کیا اور نیکی اختیار کی جس سے عذاب ٹل گیا اس کا سبب بھی وہی تھا یعنی خدا لوگوں کے ساتھ نفرت انگیز بے انصافی کی سزا دے گا' لیکن ان کے پیغام میں لوگوں کے لیے امید کی علامت زیادہ واضح اور قابل توجہ تھی۔ اس کتاب میں سات ابواب ہیں جو دعوت و تبلیغ پر مشتمل ہیں۔

اس کتاب کے وہ حصے خاص توجہ طلب ہیں جو خدا کے ماتحت عالمگیر امن و امان کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ (باب۔۴ آیات ۱ تا ۴)۔ ایک عظیم بادشاہ کی پیش گوئی جو حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہوگا اور قوم کے لیے امن اور چین لائے گا (باب۔۵ آیات۔۲ تا ۵) اور ایک اکیلی آیت باب ۶ کی آٹھویں میں ان بہت سی باتوں کا خلاصہ ہے جو بنی اسرائیل کے نبیوں نے کہیں خداوند تجھ سے اس کے سوا کیا چاہتا ہے کہ تو انصاف کرے اور رحم دلی کو عزیز رکھے اور اپنے خدا کے حضور فروتنی سے چلے۔ (بائبل کتاب میکاہ)

Marfat.com

The book of NAHUM

(۳۴) کتابِ ناحوم

یہ مختصر سی کتاب جو ایک نظم پر مشتمل ہے نینوا کے نبی القوشی ناحوم کے خواب کی کتاب ہے جو بائبل کے تقریباً تین صفحے پر محیط ہے۔ اس میں نینوا کے زوال پر خوشی کا اظہار کیا گیا ہے۔ نینوا اسرائیل کے قدیمی اور ظالم دشمن اسوریوں کا دارالحکومت تھا۔ نینوا پر ساتویں صدی قبل مسیح میں زوال آیا اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اس کی اس تباہی کو اسرائیلی خدا کا غضب اور سرکش قوم پر خدا کا قہر قرار دیتے ہیں۔ یہ القوشی کے مقام پر مبعوث ہوئے تھے۔ بقول تورات کے لکھنے والوں کے یہ بھی نبی تھے گو کہ نہ ان کا نہ ان کے زمانے کا اور نہ ان کی سوانح کا کہیں سراغ ملتا ہے۔ ان کا تذکرہ اسی کتاب کے سلسلے میں بائبل میں موجود ہے۔ یہ علمائے یہود کے مطابق ۶۲۵ قبل از مسیح میں گزرے ہیں۔ ان پیغمبر کا تاریخ اسلام میں کہیں ذکر نہیں ملتا سوائے بائبل کے۔

The book of HABAKKUK

(۳۵) کتابِ حبقُوق

بائبل میں ان نبی کا تعارف اس طرح کیا گیا ہے۔ حبقوق نبی کا تعلق کسی ایسے نامعلوم مقام سے ہے جس کا علم بائبل کی اس کتاب کے مصنف کو بھی نہیں ہے (اس کے باوجود وہ انہیں نبی تسلیم کرتے ہیں) ان کا زمانہ بعثت مشکوک ہے لیکن تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آمد کا سن بھی وہی ہے جو ناحوم نبی کا بتایا گیا ہے۔ یعنی ۶۲۵ قبل از مسیح۔ یعنی ساتویں صدی سے ہے اس کتاب کے ابتدائی حصے میں نبی نے اپنی ظالم قوم کے جبر و تشدد سے پریشان ہو کر اس کے بارے میں خدا سے سوال کیا تھا۔ اس کتاب میں ان کا ایک خواب مذکور ہے جس میں بنی اسرائیل کو ان کی غلط کاریوں پر روکا گیا ہے اور بنوکدنصر کے بارے میں پیش گوئی کی ہے۔ یہ کتاب بائبل نویس کے مطابق ناراستوں پر قہر و غضب کی نبوت کی کتاب ہے۔ آخر میں ایک زبور یعنی دعائیہ نظم ہے جو بقول انجیل کے مصنف کے اس میں شاعر کا غیر فانی ایمان نظر آتا ہے۔

Marfat.com

The book of ZEPHANIAH

(۳۶) کتابِ صفنیاہ

انجیل وتورات کے مصنفین کے مطابق صفنیاہ بن کوشی بھی بنی اسرائیل میں نبی گزرے ہیں۔ یہ ان کی تحقیق کے مطابق ساتویں صدی قبل از مسیح کے آخری ایام میں تبلیغ کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ غالباً وہ زمانہ ۶۲۱ ق م یوسیاہ بادشاہ کی مذہبی اصلاحات سے پہلے کے دس برسوں پر مشتمل تھا۔ اس کتاب کے موضوعات وہی ہیں جو ایک نبی کی تبلیغ کے ہوتے ہیں جن سے عام طور پر لوگ واقف تھے۔ انہوں نے لوگوں کو خبردار کیا کہ تباہی و بربادی کا دن مقرر ہے (یعنی آخرت یا قیامت سے ڈرایا ہوگا) جب یہوداہ کے غیر معبودوں کی پوجا کی سزا دی جائے گی اور خداوند دوسری قوموں کو بھی سزا دے گا۔ اور یروشلم خدا کے حکم کے مطابق اگر تباہ ہو بھی گیا تو وقت آنے پر وہ بحال ہو جائے گا اور اس میں حلیم و صادق لوگ آباد ہوں گے۔ یہ کتاب کل تین ابواب پر مشتمل ہے جس میں بنی اسرائیل کو عذاب بنوکد نصر سے ڈرایا گیا ہے۔ (تقی عثمانی بائبل سے قرآن تک)۔

یہ کتاب یہاں مکمل ہوتی ہے اس کے بعد آنے والی ایک اور کتاب حجی ہے وہ بھی مختصر سی ہی کتاب ہے۔

The book of HAGGAI

(۳۷) کتابِ حجی

بائبل کی یہ کتاب صرف دو صفحات پر محیط ہے۔ حضرت حجی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے جو بخت نصر کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی کے بعد شاہ فارس دارا کے زمانے تقریباً ۵۲۲ ق م میں مبعوث ہوئے تھے انہوں نے ہی بنی اسرائیل کو یروشلم کی دوبارہ تعمیر پر آمادہ کیا جس کا ذکر کتاب عزرا میں ۵:۱ میں مذکور ہے۔ حضرت حجی علیہ السلام کی یہ کتاب ان کے چھوٹے چھوٹے پیغامات کا مجموعہ ہے۔ جو ۵۲۰ یا ۵۲۲ قبل از مسیح میں تقریباً آٹھ سال کے عرصے میں خداوند نے حجی علیہ السلام کی معرفت قوم کو دیے۔ جب لوگ اسیری سے واپس آ گئے تھے اور انہیں یروشلم میں رہتے ہوئے چند سال گزر چکے تھے اور ہیکل سلیمانی کھنڈر کی صورت پڑا تھا۔ یہ اپنے پیغام سے اپنی امت کے سرداروں کو ابھارتے تھے کہ ہیکل کو از سر نو تعمیر کریں۔ اور امت کو خوش حالی اور امن چین کا پیغام دیتے تھے۔

کتاب حجی یہاں مکمل ہوئی اس کے بعد آنے والی کتاب حضرت زکریا علیہ السلام سے منسوب ہے۔

Marfat.com

The book 0f

ZECHARIAH

(۳۸) کتاب زکریا

بائبل کی یہ کتاب گیارہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ کتاب جن زکریا سے منسوب ہے وہ بنی اسرائیل کے مصنفین کی اپنی تخلیق معلوم ہوتے ہیں ان کا اصل زکریا علیہ السلام جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ تورات کے مطابق زکریا علیہ السلام حضرت حجی علیہ السلام کے ساتھیوں میں شامل تھے۔ اس کتاب کے بارے میں ایک ضروری وضاحت جو حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں ہے' کرنا ضروری محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس کتاب کے تعارف میں اس کی ابتدائی سطور میں ہی یہ واضح کر دیا گیا ہے ان کا زمانہ پانچ سو سال قبل از مسیح کا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے پانچ سو سال بعد پیدا ہوئے تھے جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام جن کا ذکر قرآن کریم میں سورہ آل عمران میں آیا ہے اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محترم والدہ حضرت مریم علیہ السلام کے خالو تھے حضرت زکریا علیہ السلا کی اہلیہ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کی خالہ علیہ السلما تھیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر ان پر تہمت لگائی تھی اور انہیں اس جرم میں شہید کرنے کی اپنی سی کوشش بھی کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ ہی اٹھا لیا تھا۔

اس کتاب میں زیادہ تر ان کے خواب تحریر ہیں' جن میں بنی اسرائیل کے مستقبل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی پیش گوئیاں کی گئی ہیں' جو ۵۲۰ سے ۵۱۸ قبل از مسیح مختلف اوقات میں کی گئی تھیں اس کتاب کے چودہ ابواب ہیں' اور تین موضوعات ہیں۔

اس کے بعد آنے والی کتاب بائبل کے عہد قدیم کی آخری کتاب ہے اس کتاب کے ساتھ ہی بائبل کا عہد قدیم مکمل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

The book of

MALACHI

(۳۹) کتابِ ملاکی

یہ بائبل کے عہد نامہ قدیم کی آخری مختصر کتاب ہے جو تین صفحات پر محیط ہے یہ کتاب حضرت ملاخیا علیہ السلام سے منسوب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۴۲۰ سال قبل گزرے ہیں۔ یہ عہد قدیم کے آخری پیغمبر تھے ان کی بعثت کے بارے میں خود بائبل کے مرتبین کو کچھ زیادہ علم نہیں ان کے خیال کے مطابق ملاکی کی یہ کتاب پانچویں صدی قبل از مسیح کے کسی زمانے سے تعلق رکھتی ہے جب یروشلم تعمیر ہو چکا تھا۔ ان نبی کو زیادہ فکر کاہنوں اور لوگوں کا خدا کے عہد کے ساتھ وفاداری کی تجدید کرنے کی تھی وہ بار بار لوگوں کو اس طرف بلاتے تھے۔ انہیں صاف نظر آتا تھا کہ لوگ خدا کی عبادت کرنے میں بے توجہی اور سستی برتتے ہیں اور مذہبی پیشوا کاہن لوگوں کو اور خدا کو لوٹتے ٹھگتے ہیں۔ کیونکہ جو نذرانے اور ہدیے آتے ہیں جن پر اس کا حق ہے وہ نہیں دیتے اور اس کی تعلیم اور ہدایات کے مطابق زندگی نہیں گزارتے مگر خدا اپنے لوگوں کی عدالت کرنے انہیں پاک کرنے صاف کرنے آئے گا اور وہ پہلے اپنا قاصد بھیجے گا جو اس کے لیے راہ ہموار کرے گا اور اس کے عہد کا اشتہار دے گا اس کتاب کے تین ابواب ہیں۔

یہ تمام کتابیں عیسائی کلیسا کے مطابق معتمد معتبر اور تسلیم شدہ ہیں البتہ یہودیوں کا ایک فرقہ جو سامری نابلس کے باشندے ہیں ان کے نزدیک صرف سات کتابیں معتبر اور مسلم ہیں۔ ان میں پانچ کتابیں وہ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں اور یوشع بن نون کی کتاب یشوع اور کتاب قضاۃ ان کی تورات کا نسخہ عام یہودیوں کی تورات کے خلاف ہے۔

jesuschristrThe new Testament of our lordand savio

بائبل کا عہد نامہ جدید

بنی اسرائیل کی قوم جن کے اصلاح وفلاح کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے سلسلے کے اہم نبی ورسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ لیکن قوم بنی اسرائیل یعنی اہل یہود کو تو ان کی پیدائش سے لے کر ان کو مصلوب کرنے تک سے سخت اختلاف رہا اپنے اختلاف

Marfat.com

اور دشمنی کی حد انہوں نے ہمیشہ اپنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کر کے پار کی ہے ایسے ہی جب وہ اپنی دانست میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا چکے تو ان کا خیال تھا کہ ان کی تعلیمات بھی ان کے ساتھ ختم ہو گئیں' لیکن ایسا نہیں ہو سکا' کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے رفقا یا ان کے حواریوں نے ان کے رفیق خاص پطرس کی رہنمائی میں ایک جماعت تشکیل دے لی۔ (پطرس سنٹ یہ حضرت مسیح کے خاص اور ممتاز حواری تھے ان کا اصل نام سائمن گلیلی تھا یہ پیشے کے اعتبار سے مچھیرے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں عیسائیت کی چٹان کا لقب دیا تھا۔ بہت جذباتی انسان تھے اور تین بار دشمنوں سے ڈر کر انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے بے تعلقی کا اعلان کیا تھا۔ اپنے مذہب عیسائیت کی تبلیغ کے لیے جب روم گئے تو وہاں شہنشاہ نیرو کے حکم سے انہیں بھی صلیب پر الٹا لٹکا کر مار دیا گیا۔ انہیں پاپائیت کا بانی بھی کہا جاتا ہے' ان کی مذہبی تصاویر میں کلید یا کنجی اور تلوار ان کا امتیازی نشان ہے۔ پطرس کی رہنمائی میں غریب و مساکین اور یہودیوں کے مطابق گناہ گاروں کو جنہیں مغرور و متکبر یہودی علما' مردود کر چکے تھے کو ایک جگہ جمع کر کے ایک جماعت عیسائیت کے فروغ و تبلیغ کے لیے بنائی گئی جو بیت المقدس میں اپنی عبادات و مشاغل میں مصروف رہتے یہ جماعت باہمی اشتراک و مساوات کے اصولوں پر کام کر رہی تھی اس میں امیر و غریب سب برابر سمجھے جاتے تھے۔ عقیدے کے اعتبار سے ان کا یہودیوں سے کوئی اختلاف نہیں تھا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تورات کے احکام کو قطعی بدلا نہیں تھا صرف یہود کی رسوم اور ظہور پر جس کے وہ پابند تھے کو روح احکام کے مطابق کرنے کی تبلیغ کی تھی۔ ابتدا میں حواریوں کا دائرہ تبلیغ صرف یہود اور ان کے شہروں تک محدود تھا' پھر جب پال جو پہلے دین عیسوی کا سخت مخالف تھا وہ حواریوں اور متبعین کو سخت اذیتیں دیا کرتا تھا جب تائب ہو کر عیسائی حلقہ میں شامل ہوا تو وہ برناباس کے ساتھ مل کر انطاکیہ گیا اور تبلیغ کرنے لگا۔ یوں بتدریج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے حواریوں نے عیسائیت کی تبلیغ و فروغ کے لیے کام کیا۔ حواریوں کے اس اجتہاد نے گو کہ یہودی علما کی سخت رویوں اور پابندیوں کو توڑ کر شریعت موسوی کو آسان شکل میں غیر یہودیوں کے سامنے پیش کیا تاکہ وہ دین عیسوی میں داخل ہو سکیں۔ اس معاملے میں خرابی تب پیدا ہوئی جب ستر برس کے اندر اندر یعنی ۷۰ عیسوی تک سب کے سب حواری یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہوتے چلے گئے اور بیت المقدس پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا۔

پہلی صدی عیسوی کے آخر تک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے دوبارہ اترنے کا انتظار کرتے رہے تھے۔ اس لیے انہوں تصنیف و تالیف کو معطل رکھا ویسے بھی ان میں لکھنے لکھانے کا اتنا رواج نہیں تھا۔ اتنا ضرور تھا کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے اقوال و افعال کو بطور حدیث روایت کرتے تھے۔ دوسری صدی میں جب یہود اور

Marfat.com

غیر یہود (جنٹائلز) کے درمیان کشمکش شروع ہوئی اور فرقہ بندیاں جنم لینے لگیں تو اس وقت ہر فرقے نے اپنی اپنی انجیل مرتب کر لی جس کی ایک فہرست اپوکریفل لٹریچر کے تحت دی گئی ہے جس میں چونتیس اناجیل کے نام درج ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔ (یہ فہرست ابتدا میں بھی دی جا چکی ہے)

(۱) انجیل طفولیت جو متی نے لکھی (۲) انجیل پطرس (۳) انجیل اول یوحنا (۴) انجیل دوم یوحنا (۵) انجیل اندریا (۶) انجیل فلپ (۷) انجیل بارتھالوی (۸) انجیل توما (۹) انجیل اول دوم طفولیت توشہ توما (۱۰) انجیل یعقوب (۱۱) انجیل نیقو دیما (۱۲) انجیل متھی آز (۱۳) انجیل مرقس مصریوں کی (۱۴) انجیل مرقس مروجہ (۱۵) انجیل برناباس (۱۶) انجیل لوقا (۱۷) انجیل متی (۱۸) انجیل تھی ڈائس (۱۹) انجیل پال (۲۰) انجیل بسی لیڈس (۲۱) انجیل سر نتھس (۲۲) انجیل ابیانی (۲۳) انجیل یہود (۲۴) انجیل جوڈ (۲۵) انجیل مارشین (۲۶) انجیل ناصرین (۲۷) انجیل ٹائیان (۲۸) انجیل ولن ٹینس (۲۹) انجیل سی تھینس (۳۰) انجیل اپلس (۳۱) انجیل انکارٹیس (۳۲) انجیل ولادت مریم (۳۳) انجیل جوڈاس (۳۴) انجیل کاملیٹ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں کی مادری زبان مغربی ارامک زبان تھی اس زبان میں صرف انجیل یہود لکھی گئی تھی۔ یہ انجیل فرقہ ناصرین اور ابیانیوں میں ۱۵۰ء تک رائج رہی پھر ان فرقوں کی تباہی کے ساتھ یہ انجیل بھی گم ہو گئی اس انجیل کے علاوہ تمام اناجیل یونانی زبان میں تحریر کی گئی تھیں۔ اسی لیے وہ کلام الٰہی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا جو ان کی مادری زبان میں تھا وہ اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں رہ سکا۔

عہد عتیق کی وہ کتابیں جن کی صحت میں اختلاف ہے یہ کل نو کتابیں ہیں۔

(۱)۔ کتاب آستر (۲)۔ کتاب باروخ (۳)۔ کتاب دانیال کا ایک جز (۴)۔ کتاب طوبیا (۵)۔ کتاب یہودیت (۶)۔ کتاب دانش (۷)۔ کلیسائی پند و نصائح (۸)۔ کتابِ القابین اول (۹)۔ کتاب القابین الثانی۔

عہد جدید کی کل ۲۰ کتابیں ہیں جن کی صحت پر اتفاق ہے۔ اور ان کے علاوہ سات کتابیں ایسی ہیں جن پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

(۱) انجیل متی (۲) انجیل مرقس (۳) انجیل لوقا (۴) انجیل یوحنا۔ یہی چار اناجیل ہیں جنہیں اناجیل اربعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (۵) ایک کتاب رسولوں کے اعمال۔ (اس کتاب کا نام اس ایڈیشن سے پہلے ایڈیشن میں کتاب اعمال حوارین تھا جسے ۲۰۱۰ کے ایڈیشن میں بدل دیا گیا ہے) (۶) رُومیوں کے نام پولس رسول کا خط (۷) کُرنتھیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط (۸) کُرنتھیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط (۹) گلتیوں کے نام پولس رسول کا خط (۱۰) افسیوں

Marfat.com

کے نام پولُس رسول کا خط (۱۱) ۔فلپیوں کے نام پولُس رسول کا خط (۱۲) کلسیّوں کے نام پولُس رسول کا خط (۱۳) تھسلنیکیوں کے نام پولُس رسول کا پہلا خط (۱۴) تھسلنیکیوں کے نام پولُس رسول کا دوسرا خط (۱۵) تیمتھیس کے نام پولُس رسول کا پہلا خط (۱۶) تیمتھیس کے نام پولُس رسول کا دوسرا خط (۱۷) طِطُس کے نام پولُس رسول کا خط (۱۸) فلیمون کے نام پولُس رسول کا خط......

جن کتابوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔(۱۹) عبرانیوں کے نام خط (۲۰) یعقوب کا عام خط (۲۱) ۔پطرس کا پہلا عام خط (۲۲) پطرس کا دوسرا عام خط (۲۳) یوحنا کا پہلا عام خط (۲۴) یوحنا کا دوسرا عام خط (۲۵) یوحنا کا تیسرا عام خط (۲۶) یہوداہ کا عام خط (۲۷) یوحنا عارف کا مکاشفہ (یہ فہرست بائبل کے جدید ایڈیشن ۲۰۱۰ کے عہد جدید کی ہے اس میں اور اس سے قبل کے ایڈیشن کی فہرست کے نام میں بھی خاصا ردوبدل کیا گیا ہے)

اس سے قبل کہ ہم عہد نامہ جدید کی کتب کے بارے میں کچھ تحریر کریں بہتر ہوگا یہ جان لیں کہ اس کی چار اہم کتب جنہیں اناجیل اربعہ کے نام سے پکارا جاتا ہے کی اصلیت کیا ہے؟

اناجیل اربعہ میں شامل چار کتابیں انجیل متی انجیل لوقا انجیل مرقس اور انجیل یوحنا ہیں۔ تین ابتدائی کتب انجیل متی، لوقا اور مرقس کے بارے میں قدیم علمائے کلیسا اور بے شمار متاخرین اتفاق رائے کے ساتھ کہتے ہیں کہ انجیل متی عبرانی زبان میں تھی جو مختلف عیسائی فرقوں کی تحریف کی وجہ سے بالکل ہی ناپید ہو چکی ہے۔موجودہ انجیل متی تو صرف اس کا ترجمہ ہی ہے وہ بھی غیر مستند کیونکہ ترجمہ کے لیے بھی ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ وہ صرف اندازوں سے ہی کہتے ہیں کہ شاید فلاں فلاں شخص نے اس کا ترجمہ کیا ہو! انسائیکلوپیڈیا انجیل متی کے بارے میں کہتا ہے۔

''یہ انجیل ۴۱ء میں عبرانی زبان میں اور اس زبان میں جو کلدانی اور سریانی کے درمیان کی زبان تھی لیکن موجودہ انجیل متی صرف یونانی اور عبرانی زبان میں جو آج نسخہ موجود ہے وہ اسی یونانی کا ترجمہ ہے۔''

وارڈ کیتھولک اپنی کتاب میں یوں کہتا ہے۔

''جیروم نے اپنے خط میں صاف صاف لکھا ہے کہ بعض علمائے متقدین انجیل مرقس کے آخری باب میں شک کرتے تھے اور بعض متقدین کو انجیل لوقا باب ۲۳ کی بعض آیات میں شک تھا اور بعض متقدین اس انجیل کے پہلے دو ابواب میں شک کرتے تھے یہ دونوں ابواب فرقہ مارسیونی میں موجود نہیں ہیں۔

کسی طرح پوری سند سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ جو انجیل یوحنا کی جانب منسوب کی جارہی ہے وہ واقعی اسی کی تصنیف ہے۔(اس بارے میں حضرت تقی عثمانی نے اظہار الحق کے ترجمہ بائبل سے قرآن تک میں بڑی دلیلیں دے کر بحث کی ہے)۔

Marfat.com

the Gospel Accoding to Matthew

(۱) متی کی انجیل

عہد نامہ جدید کی پہلی انجیل متی سے جس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

یہ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری متی سے منسوب ہے یہ اناجیل اربعہ کی پہلی کتاب ہے اسے مصنف نے عبرانی زبان میں لکھا تھا۔ ان کا نام لیوی کے نام کے ساتھ آتا ہے۔ جوان دنوں فلسطین کے شہر کفرناحوم میں عشر وصول کرنے پر مامور تھا۔ ان کو یہود نے اختلاف دینی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے افکار واحکام کی تبلیغ کرنے پر قتل کر دیا تھا۔ اس انجیل کو عیسائی قدیم ترین انجیل تسلیم کرتے ہیں۔ گوکہ حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے ان کی شخصیت سے اسے غلط منسوب کیا گیا ہے (حضرت تقی عثمانی۔ بائبل سے قرآن تک) بائبل کے عہد جدید میں اس کتاب کا تعارف اس طرح کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ابتدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامے سے کی گئی ہے اور اس میں عروج سماء تک کے واقعات درج ہیں۔ ضمناً اور بہت سے احکامات بھی اس میں آئے ہیں اس کے کل ابواب ۲۸ ہیں۔ یہ انجیل حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کو ایک استاد ایک معلم کے طور پر پیش کرتی ہے جسے خدا کی شریعت کی تشریح وتفسیر کرنے کا اختیار ہے۔ اور جو خدا کی بادشاہی کی تعلیم دیتا ہے۔

متی کی معرفت انجیل یہ خوش خبری دیتی ہے کہ یسوع ہی موعودہ منجی/نجات دہندہ ہے جس کے وسیلے سے خدا نے اپنے وہ وعدے پورے کیے جو اس نے پرانے عہد نامہ میں اپنے لوگوں سے کیے تھے۔ یہ خوش خبری صرف یہودی قوم کے لیے نہیں ہے جن میں یسوع مسیح پیدا ہوا اور زندگی بسر کی بلکہ ساری دنیا کے لیے ہے۔

متی نے سارے مواد (یہاں مواد کا استعمال غلط کیا گیا ہے اس کی جگہ افکار واقوال یا احکام شریعت آنا چاہیے تھا) کو بڑی احتیاط اور توجہ سے ترتیب دیا ہے۔ وہ یسوع کی پیدائش سے اسے شروع کرتا ہے اور ان کے بپتسمہ اور آزمائش کو بیان کرتا ہے اور پھر گلیل میں اس کی تبلیغ کی خدمت، تعلیم دینے اور شفاء دینے کے کاموں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ انجیل اس کے گلیل سے یروشلم کے سفر اور یسوع کی زندگی کے آخری ہفتے کے واقعات بیان کرتی ہے جس کا اختتام اس کی صلیب (سولی) اور قیامت (دوبارہ جی اٹھنے) پر ہوا ہے۔ اس میں نبی کی بیشتر تعلیم وتبلیغ کو موضوع کے لحاظ سے پانچ مجموعوں میں پیش کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

(۱) پہاڑی وعظ جو آسمان کی بادشاہی کے شہریوں کے کردار، خصوصیات، فرائض، استحقاق واعزازات اور انجام سے متعلق ہے۔ (باب ۵۔۷)

(۲) بادشاہ گردوں (حواریوں) کو ان کے مقررہ کام اور مشن کے بارے میں

Marfat.com

ہدایات (باب۔۱۰)
(۳) آسمان کی بادشاہی کے بارے میں تمثیلیں۔(باب۔۱۳)
(۴) شاگردی کے معنی و مفہوم کی تعلیم۔(باب۔۱۸)
(۵) موجودہ زمانے کے خاتمے اور آسمان کی بادشاہی کے قیام کے بارے میں تعلیم (باب ۲۴۔۲۵)

نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشارت کا ذکر ایک تمثیل کے ذریعے اس کتاب متی کے باب ۲۱ کی آیات ۳۳ تا ۴۶ میں اور وہی مضمون مرقس کی انجیل کے باب۔۱۲ میں آیات ۱ تا ۲ میں اور لوقا کی انجیل میں باب۔۲۰ کی آیات ۹ تا ۱۹ میں دہرایا گیا ہے۔ جو اس طرح ہے۔

(۹) پھر اس نے لوگوں سے یہ تمثیل کہنی شروع کی کہ ایک شخص نے تاکستان لگا کر باغبانوں کو ٹھیکے پر دیا اور ایک بڑی مدت کے لیے پردیس چلا گیا۔(۱۰) اور پھل کے موسم میں اس نے ایک نوکر کو باغبانوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ تاکستان کے پھل کا حصہ اسے دیں لیکن باغبانوں نے اس کو پیٹ کر خالی ہاتھ لوٹا دیا۔(۱۱) پھر اس نے ایک اور نوکر بھیجا۔ انہوں نے اس کو بھی پیٹ کر اور بے عزت کر کے خالی ہاتھ لوٹا دیا۔(۱۲) پھر اس نے تیسرا بھیجا۔ انہوں نے اس کو بھی زخمی کر کے نکال دیا۔(۱۳) اس پر تاکستان کے مالک نے کہا کہ کیا کروں؟ میں اپنے پیارے بیٹے کو بھیجوں گا شاید اس کا لحاظ کریں۔(۱۴) جب باغبانوں نے اسے دیکھا تو آپس میں صلاح کر کے کہا یہی وارث ہے۔ اسے قتل کریں کہ میراث ہماری ہو جائے۔(۱۵) پس اس کو تاکستان سے باہر نکال کر قتل کیا۔ اب تاکستان کا مالک ان کے ساتھ کیا کرے گا۔(۱۶) وہ آ کر باغبانوں کو ہلاک کرے گا اور تاکستان اوروں کو دے دے گا۔ انہوں نے یہ سن کر کہا خداوند نہ کرے۔(۱۷) اس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ پھر یہ لکھا ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔(۱۸) جو کوئی اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔(متی' لوقا' مرقس)۔

یہ تمام آیت متی کی انجیل کے باب ۲۱ میں پہلے آئی ہیں۔۳۳ تا ۴۶ پھر انجیل مرقس کے باب ۱۲ میں ۱ تا ۱۲ آیات میں اسے دہرایا گیا ہے پھر ان ہی آیات کو لوقا کی انجیل کے باب میں ۲۰ کی آیات ۹ تا ۱۹ میں دہرایا گیا ہے اس کو سمجھنے کے لیے اس کی تشریح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ان آیات میں تمثیل کے ذریعہ بتایا جا رہا ہے کہ گھر کا مالک یعنی رب کائنات خدا تعالیٰ نے تاکستان یعنی انگوروں کا باغ لگایا۔ یعنی یہ دنیا سجائی بنائی اس میں تمام ضروریات کی چیزیں مہیا کر دیں جب دنیا آباد ہو گئی بلکہ اپنی مقررہ راہ سے گمراہ ہو گئی تب مالک نے اپنے نوکر یعنی نمائندے جنہیں ہم نبی پیغمبر کہہ سکتے ہیں دنیا کے باغبانوں یعنی حکمرانوں اور ان کی عوام کی اصلاح کے لیے اپنے پیغام کے ساتھ بھیجے جو کہ صحائف یعنی ہدایات ناموں کے ساتھ آئے لیکن باغبانوں نے ان کی تعلیمات و ہدایات جو اس باغ میں تاکستان دنیا کی دیکھ بھال کرنے والوں کے لیے وہ لائے تھے کو ماننے سے انکار کیا اور بنی اسرائیل کی تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی نہ صرف تکذیب کی

Marfat.com

بلکہ انہیں اذیتیں دیں اور ہلاک کیا۔ آیت نمبر ۱۱ میں کہا گیا ہے کہ ''پھر اس نے ایک اور نوکر بھیجا'' یعنی آنے والا اپنے آقا کا پیغام لے کر آیا۔ اس دوسرے سے یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہیں تورات دے کر دنیا میں بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تو بنی اسرائیل نے نہ صرف ان کی تکذیب کی بلکہ ان کے ساتھ ظلم وستم کا رویہ اپنایا اور ان کی تعلیمات سے انکار کیا ان سے انحراف کیا۔

آیت ۱۲ میں کہا گیا ہے۔ ''پھر اس نے تیسرا بھیجا انہوں نے اس کو بھی زخمی کر کے نکال دیا۔'' آیت میں جس تیسرے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صحائف دے کر مبعوث فرمایا ان دونوں کے بعد مالک نے اپنا تیسرا پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور یعنی اپنا پیغام دے کر بھیجا لیکن بنی اسرائیل نے ان کی بھی کوئی بات نہ مانی انہیں بھی خالی ہاتھ لوٹنا پڑا یعنی ان کی تعلیمات وہدایات کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوا' پھر ان کے بعد مالک تاکستان نے بقول بائبل نویسوں کے جسے انہوں نے اس طرح لکھا ہے۔

آیت ۱۳ میں۔ (۱۳) اس پر تاکستان کے مالک نے کہا کہ کیا کروں؟ میں اپنے پیارے بیٹے کو بھیجوں گا شاید اس کا لحاظ رکھیں۔ (۱۴) جب باغبانوں نے اسے دیکھا تو آپس میں صلاح کر کے کہاں یہی وارث ہے۔ اسے قتل کریں کہ میراث ہماری ہو جائے۔ (۱۵) پھر اس کو تاکستان سے باہر نکال کر قتل کیا۔''

ان تین آیات ۱۳ تا ۱۵ میں جو تمثیل بیان کی گئی ہے اس میں بہت واضح اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب ہے ان تین آیات پر اگر غور کیا جائے تو بائبل نویسوں نے اپنی تحریف سمیت اس کے بارے میں سب کچھ ہی سمیٹ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی ہدایات و تعلیمات کے سلسلے میں انجیل دے کر بھیجا جسے اہل بنی اسرائیل نے نہ صرف انتہائی درجہ کا پریشان کیا بلکہ ظلم وستم کے پہاڑ توڑے اور انہیں اپنے طور پر مصلوب بھی کیا اور پھر خود ہی انہیں مالک کا بیٹا قرار دے کر اپنے مذہبی عقیدے کی بنیاد بنالیا۔ اس کی تفسیر میں زیادہ جانے کی ضرورت نہیں۔

آیت ۱۷ تا ۱۹ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے اہل علم' بصیرت نے یہی سمجھا ہے کہ یہ اللہ کے آخری نمائندے اور بندے رسول آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت ہے اس ساری تمثیل کا لب لباب یہی ہے کہ تحریف وتبدیل کے باوجود بائبل نویس اس سے زیادہ کچھ نہیں ان آیات کا بگاڑ سکے۔ اس کے باوجود اہل علم وبصیرت اس کی تہہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

متی کی اس کتاب کے باب ۲۱ کی آیت ۳۳ تا ۴۶ کا مضمون جسے گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق اشارات موجود ہیں۔

متی کی یہ انجیل ان عنوانات یا موضوعات پر محیط ہے یہ عہد نامہ جدید کی پہلی انجیل ہے جو یہاں مکمل ہوئی ہے۔ اس کے بعد آنے والی انجیل مرقس کی ہے۔

Marfat.com

The Gospel According to MARK

(۲) مرقس کی انجیل

اس سے قبل کہ ہم مرقس کی انجیل کے بارے میں کچھ بات کریں بہتر ہوگا کہ خود مرقس کے بارے میں کچھ جان لیں کہ وہ کون تھا۔ مرقس (MARK) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں سے ایک تھا اور انجیل نویس (Evangelist) حواریوں میں دوسرے نمبر پر تھا۔ اس کا پہلا اور اصل نام جان تھا اس کی ماں کا نام بھی اتفاق سے مریم تھا۔ یہ یروشلم کے عیسائیوں میں سے تھا اور برنابس (Barnabas) کا چچازاد بھائی تھا اور تبلیغ کے دوران وہ ہمیشہ برنابس اور پال کے ساتھ رہتا تھا۔ بعد میں وہ روم میں بھی پال کے ساتھ رہا اور پال کی وفات کے بعد پطرس کے حواری کی خدمت میں رہنے لگا۔ اس کی مادری زبان عبرانی تھی۔

عیسائی روایات کے مطابق سکندریہ میں پہلا عیسائی گرجا اسی نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا۔ یہ شخص وہیں مرا اور وہیں دفن کیا گیا انجیل مرقس اس نے ۶۵ اور ۷۰ عیسوی کے درمیان میں لکھی تھی۔ یہ کتاب سابقہ انبیاء کی بشارتوں سے شروع ہوتی ہے۔

بائبل جدید میں کتاب مرقس کی ابتدا میں مرقس کی انجیل کو اس طرح متعارف کرایا گیا ہے۔

مرقس کی معرفت انجیل اس بیان سے شروع ہوتی ہے کہ ”یسوع مسیح ابنِ خدا کی خوش خبری کا شروع“ یسوع کو ایک سرگرم اور بااختیار شخص کی صورت پیش کیا گیا ہے۔ اس کی تعلیم دینے میں بدروحوں پر اور لوگوں کے گناہ معاف کرنے میں اس کا اختیار نظر آتا ہے۔ یسوع اپنے آپ کو ابنِ آدم کہتا ہے جو اس لیے آیا کہ وہ اپنی جان دے کر لوگوں کو گناہ سے آزاد کرالے۔

مرقس یسوع کے حالات کو سیدھے سادے مگر پرزور انداز میں پیش کرتا ہے۔ وہ یسوع کے کلام اور اس کی تعلیم کی نسبت اس کے کاموں پر زیادہ زور دیتا ہے۔ وہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کا اور یسوع کے بپتسمہ اور آزمائش کا مختصر ذکر کرتا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد وہ فوراً یسوع کی تعلیم دینے اور شفا دینے کی خدمت کا حال لکھتا ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا ہے یسوع کے پیروکار اسے بہتر طور سے جاننے اور سمجھنے لگتے ہیں۔ مگر اس کے دشمنوں کے غصہ میں شدت آتی جاتی ہے۔ آخری ابواب میں یسوع کی زمینی زندگی کے آخری ہفتے کے واقعات درج ہیں۔ خاص طور سے اس کی تصلیب اور قیامت (جی اٹھنے) کے واقعات درج ہیں۔ اس کتاب کے سولہ ابواب ہیں۔

مرقس کی انجیل یہاں تمام ہوتی ہے۔ مرقس نے یہ انجیل اپنی مادری زبان عبرانی میں لکھی تھی جبکہ موجودہ انجیل صرف اس کا ترجمہ ہے مگر اس ترجمے کی کوئی سند نہیں دستیاب نہیں کہ اس کا مترجم کون تھا کہاں کا تھا کیونکہ متی کی انجیل اور مرقس کی انجیلیں ترجمہ در ترجمہ کے عمل سے گزر کر یہاں تک پہنچی ہیں جس میں مترجمین نے لفظی اور معنوی اغلاط ہی نہیں کیں بلکہ ممکن ہے کہ دانستہ تحریف بھی کی ہو۔ اس باعث عیسائیوں کا فرقہ مارسیوانی ان پر شک کرتا ہے کچھ گروہوں کو اس کے ابتدائی اور کچھ آخری ابواب پر شک ہے۔ اس کے بعد اب لوقا کی انجیل شروع ہوتی ہے۔

Marfat.com

The Gospel According to LUKE

(۳)۔لوقا کی انجیل

اس سے قبل کہ ہم لوقا کی انجیل کے بارے میں علم حاصل کریں یہ سمجھ لیں کہ خود لوقا کون تھا؟

سینٹ لوقا:۔لوقا کی انجیل عہد جدید کی تیسری کتاب ہے' اس کا مرتب ایک طبیب اور غیر یہودی مؤرخ تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں میں بھی شامل نہیں تھا۔اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت سے فیض یاب ہوا تھا۔عیسائیوں کے نزدیک وہ پولوس کا شاگرد تھا۔اس کی ملاقات پولوس سے بحیرہ روم کے ساحل پر ہوئی تھی۔اس نے ۶۷ عیسوی میں اپنی انجیل لوقا مرتب کی جوان لوگوں کے اقوال پر مشتمل ہے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی تھی۔اپنی اس انجیل کے علاوہ اس نے اعمال کرائس بھی ۶۸ تا ۸۵ عیسوی مرتب کی تھی' لوقا نے خود اس انجیل کے مرتب کرنے کی غرض وغایت ان الفاظ میں بیان کی ہے ''چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئی ہیں' ان کو ترتیب وار بیان کریں۔جیسا کہ انہوں نے جو شروع شروع خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔اس لیے معزز تھیفلس (رومن وزیر) میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لیے ترتیب سے لکھوں'' (لوقا باب اول۔آیات ا تا ۳) لوقا کی انجیل کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے۔

لوقا کی معرفت انجیل یسوع مسیح کو دو صورتوں میں پیش کرتی ہے۔

اول وہ جو اسرائیل کا موعودہ منجی ہے (نجات دہندہ)

دوم وہ سارے لوگوں کا منجی ہے۔

لوقا بیان کرتا ہے کہ خداوند کے روح نے یسوع کو بلایا کہ ''غریبوں کو خوش خبری کی منادی سنائے۔'' اور یہ انجیل سارے لوگوں کے لیے فکر سے بھری ہوئی ہے جن کی طرح طرح کی ضرورتیں ہیں۔لوقا کی انجیل خوشی وشادمانی کی ایک راگنی بھی نمایاں ہے' خصوصاً شروع ابواب میں جہاں یسوع کی آمد کی بشارت دی گئی ہے اور آخری باب میں جہاں یسوع کے آسمان پر جانے کا بیان ہے۔یہی مصنف اعمال کی کتاب میں یسوع مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد مسیحی ایمان کی ترقی اور فروغ کا بیان کرتا ہے۔

Marfat.com

حصہ دوم اور چھ میں بہت سا ایسا مواد ہے جو صرف اسی انجیل میں ملتا ہے‘ مثلاً فرشتوں کا گیت‘ یسوع کی پیدائش پر چرواہوں کا آنا‘ لڑکپن میں یسوع مسیح کا ہیکل میں آنا‘ نیک سامری اور گمراہ بیٹے کی تمثیل۔ اس انجیل میں شروع سے آخر تک ان باتوں پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے۔ روح القدس‘ دعا‘ یسوع مسیح کی خدمت میں عورتوں کا کردار اور خدا گناہ معاف کرتا ہے۔

لوقا کی انجیل یہاں تمام ہوئی۔ لوقا کے بارے میں جیسا کہ اس کتاب کی ابتدا میں لکھا جا چکا ہے کہ وہ ایک غیر یہودی اور اس کا شمار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں نہیں ہوتا تھا۔ یہ کتاب ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جیسا کہ خود اس کتاب کے تعارف میں بھی لکھا گیا ہے کہ یہ کتاب نہ تو کلامِ الٰہی ہے اور نہ ہی اقوال و افکار عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ ایک ایسی غیر مستند کتاب ہے جو ایک غیر یہودی کی تحریر ہے جس کو اناجیل اربعہ میں جگہ دی گئی ہے؟ اس کے بعد آنے والی کتاب اناجیل اربعہ کی آخری کتاب ہے اس کے بعد تمام خطوط کا سلسلہ چلا ہے۔

The Gospel According to JOHN

(۴) یوحنا کی انجیل

بائبل کی یہ کتاب یوحنا کی انجیل جس شخصیت سے منسوب ہے یعنی یوحنا سے اس کے بارے میں خود عیسائی کلیسا اور یہودی عالموں میں بڑا تضاد اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ شخص یوحنا ابن زبدی ماہی گیر تھا جو ایک بہت ہی معمولی حیثیت کا مالک تھا۔ یہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں تھا۔ یہ ایک ان پڑھ اور ناواقف شخص تھا۔ خود اس انجیل میں بعض اندرونی شہادتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب یوحنا حواری کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ اس کتاب کا لکھنے والا کوئی یہودی عالم ہے جو یہودی خیالات و تصورات سے پوری طرح واقف ہے۔ اس سلسلے میں حضرت تقی عثمانی نے اظہار حق جس کی تشریح بائبل سے قرآن تک کے عنوان سے کی ہے اس میں وہ لکھتے ہیں کہ اس انجیل یوحنا کے باب ۲۰ کی آیت ۲۴ جو اس طرح سے ہے۔ ”یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی

Marfat.com

سچی ہے۔'' جناب تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''یہاں لکھنے والا یوحنا کے حق میں یہ الفاظ کہتا ہے کہ ''یہ وہ شاگرد ہے جو یہ شہادت دے رہا ہے اور اس کی شہادت (ضمیر غائب کے ساتھ ہے) اور اس کے حق میں تعلیم یعنی ہم جانتے ہیں کہ الفاظ صیغہ متکلم کے ساتھ کا استعمال بتاتا ہے کہ اس کا کاتب (لکھنے والا) یوحنا نہیں ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے شخص کو یوحنا کی لکھی ہوئی کچھ چیزیں مل گئی ہیں جن کو اس نے اپنی طرف سے ان میں کچھ حذف و اضافے کے ساتھ نقل کر دیا (واللہ اعلم)۔ انجیل یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کسی بڑے صاحب رسوخ اور اقتدار والے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ بائبل کی یہ چوتھی انجیل اپنے مضامین کے لحاظ سے پہلی تین انجیلوں سے تضاد رکھتی ہے، اور اس کا اسلوب بھی جداگانہ ہے (جبکہ اسلامی محققین کی تحقیق کے مطابق یوحنا سے مراد حضرت یحییٰ علیہ السلام جو حضرت زکریا کے بیٹے تھے ان کی والدہ ایشاع حضرت مریم کی بہن تھیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سگے خالہ زاد بھائی تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چھ ماہ بڑے تھے۔ پہلے تین انجیلوں میں جو عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی مکمل سوانح حیات ہے جن میں ان سے تعلق رکھنے والے معمولی سے معمولی انسان کا مفصل ذکر کیا گیا ہے لیکن ان انجیلوں میں حضرت عیسیٰ کے اس محبوب شاگرد یوحنا کا کہیں ادنیٰ سا بھی ذکر نہیں ہے (حضرت تقی عثمانی مقدمہ عیسائیت کا بانی کون ہے) اس کتاب کے باب نمبر ۱ آیت ۱ تا ۲۱ اور باب نمبر ۱۴ میں آیت ۱۵ تا ۲۵ میں بائبل کی اس کتاب کا تعارف خود کتاب مقدس میں اس طرح کرایا گیا ہے۔

یوحنا کی یہ انجیل یسوع کو خدا کے ازلی کلام کی صورت میں پیش کرتی ہے جو ''انسان بنا اور ہمارے درمیان رہا'' جیسا کہ یہ کتاب کہتی ہے کہ یہ انجیل اس لیے لکھی گئی تا کہ قارئین ایمان لائیں کہ یسوع موعودہ منجی (نجات دہندہ) اور خدا کا بیٹا ہے۔ اس پر ایمان لانے کے وسیلہ سے وہ نجات پائیں۔ (۲۰:۳۱) نوٹ:۔ اس سے بھی بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تحریف و تبدیلی کا عمل اب تک جاری ہے کہ یہ تحریر کتاب مقدس بائبل کے ۲۰۱۰ء کے شائع شدہ ایڈیشن سے لی گئی ہے جبکہ اس میں باب نمبر ۲۱ میں آیت ۲۵ کے بعد کتاب ختم کر دی گئی ہے۔ اور یہاں حوالہ سابقہ ایڈیشن کے مطابق آیت نمبر ۳۱ کا دیا گیا ہے۔

دیباچہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ یسوع خدا کا ازلی کلام ہے۔ اس کے بعد یہ انجیل معجزے پیش کرتی ہے، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع موعودہ منجی (نجات دہندہ) اور خدا کا بیٹا ہے۔ اس کے بعد وہ خطابات ہیں جو واضح کرتے ہیں کہ معجزے کیا ظاہر کرتے ہیں۔ کتاب کے اس حصے میں بنایا

Marfat.com

گیا ہے کہ کس طرح کچھ لوگ مسیح پر ایمان لا کر اس کے پیروکار بن گئے' جب کہ اوروں نے اس کی مخالفت کی اور ایمان لانے سے انکار کیا۔ ابواب ۱۳۔ ۱۷ میں تفصیل سے درج ہے کہ جس رات یسوع پکڑوایا گیا اس نے شاگردوں کے ساتھ بے تکلف باتیں کیں اور مصلوب ہونے سے ایک رات پہلے اس نے ان سے تسلی کی باتیں کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اختتامی ابواب میں اس کی گرفتاری' مقدمے کی سماعت' مصلوب ہونے اور مُردوں میں سے جی اٹھنے اور پھر شاگردوں پر ظاہر ہونے کا بیان ہے۔

یوحنا اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ ابدی زندگی مسیح کے وسیلے سے بخشش ہے۔ یہ بخشش ابھی شروع ہوئی ہے اور ان کو ملتی ہے جو یسوع کو راہ اور حق پر اور زندہ مانتے ہیں۔ یوحنا کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ عام چیزوں کو مجازی طور پر استعمال کر کے روحانی حقائق کی نشان دہی کرتا ہے۔ مثلاً پانی' روٹی' نور' چرواہا اور اس کی بھیڑیں' انگور کا درخت اور اس کا پھل۔

یوحنا کی انجیل یہاں مکمل ہوتی ہے۔ اس انجیل کو یوحنا کی تصنیف قرار دینے والا پہلا شخص آرینوس ہے جس کے بارے میں کلیسا کے عیسائی علماء کا خیال ہے کہ وہ دقتِ نظر اور تنقید کے معاملے میں کوئی بہت زیادہ قابل اعتماد شخص نہیں ہے۔ خود عیسائی علماء کی ایک بڑی جماعت اس بات پر قائل تھی کہ یوحنا کی یہ انجیل جعلی تصنیف ہے۔ اسے الہامی کتب میں شامل کرنا درست نہیں ہے۔ جبکہ عیسائی علماء ہی اسے درست بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے شاگردوں نے عیسائیت کی تعلیم و تبلیغ کے لیے جو سرگرمیاں دکھائیں ان کا مفصل حال آنے والی کتاب اعمال میں دیا گیا ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ممتاز شاگردوں کی سرگزشت پائی جاتی ہے لیکن اس کتاب میں یوحنا نامی کسی شخص کا ذکر تک نہیں کیا گیا جبکہ عیسائیوں میں اس وقت یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ چوتھی انجیل کا مصنف یوحنا قیامت تک نہیں مرے گا۔ (یوحنا۔ ۲۱:۲۲۔) لیکن آنے والی کتاب میں بھی یوحنا نام کا کوئی شخص نظر نہیں آتا اور نہ ہی یوحنا زبدی سے الگ کوئی دوسری شخصیت اس نام کی کہیں نظر آتی ہے۔ اس کے بعد آنے والی کتاب رسولوں کے اعمال ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے شاگردوں کی کارگزاریاں اور بالخصوص پولس (پال) کے تبلیغی سفروں کا احوال دیا گیا ہے جو درج ذیل ہے۔

Marfat.com

The ACTS of the Apostter

(۵)۔رسولوں کے اعمال

انجیل کی یہ کتاب لوقا کے اس صحیفے پر مشتمل ہے جواس نے اے تھیفلس جوان کا شاگرد تھا کے نام لکھا تھا یہ کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ۲۲ سن عیسوی تک کے احوال پر محیط ہے۔لوقا نے اپنی اس کتاب میں حوارین کو رسولوں سے تشبیہ دی ہے۔اس کتاب کا تعارف مرتبین نے اس طرح کرایا ہے۔

رسولوں کے اعمال لوقا کی معرفت انجیل کا تسلسل ہے۔اس کا خاص مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ یسوع کے ابتدائی پیروکاروں نے کس طرح روح القدس کی رہنمائی میں ''یروشلم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک'' اس کے بارے میں خوش خبری پھیلائی۔(۸:۱) یہ مسیحی تحریک کی تاریخ ہے کہ وہ کس طرح یہودی قوم میں شروع ہوئی اور ساری دنیا کا دین بن گئی۔مصنف کا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ اپنے قارئین کے یقین کو تازہ کرے کہ مسیحی رومی سلطنت کو تہس نہس کرنے کے لیے کوئی سیاسی خطرہ نہیں ہیں اور یہ بھی کہ مسیحی دین یہودی مذہب کی تکمیل ہے۔

''اعمال'' کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جن میں سے ان علاقوں کا عکس نظر آتا ہے جہاں یسوع کے بارے میں خوش خبری پھیلتی گئی اور کلیسا قائم ہوئی۔

(۱) یسوع کے صعود کے بعد یروشلم میں مسیحی تحریک کا آغاز (۲) فلسطین کے دوسرے علاقوں میں پھیلانا (۳)۔بحیرہ روم کے اردگرد اور روم تک مزید پھیلانا۔

اعمال کی اس کتاب کی اہم خصوصیت روح القدس کا کام ہے' جو پنتکست کے دن یروشلم میں ایمانداروں پر قوت سے نازل ہوا اور ان تمام حالات وواقعات میں جو اس کتاب میں درج ہیں' کلیسا اور اس کے رہنماؤں کی رہنمائی اور تقویت کرتا رہا۔ابتدائی مسیحی پیغام کو متعدد وعظوں میں سمودیا گیا ہے۔اعمال میں مرقوم واقعات ثابت کرتے ہیں کہ ایمانداروں کی زندگیوں اور کلیسا کی رفاقت میں یہ پیغام کیسی قوت کا باعث تھے۔

ان تمام کتب کی تضاد بیانی اور اغلاط کے لیے حضرت تقی عثمانی کی ترجمہ کردہ کتاب بائبل سے

Marfat.com

قرآن تک ملاحظہ کیجیے تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔اور یہ بات حلق سے نہیں اترتی کہ یہ عیسائیوں کی کتاب مقدس کس طرح الہامی کتاب ہوسکتی ہے؟ اس کے بعد آنے والی کتاب ''رومیوں کے نام پولس کے خط'' ہے۔

The Epestle of Paulth Apostle to the ROMANS

(۶) رومیوں کے نام پولس رسول کے خط

اس سے قبل کہ ہم بائبل کی اس کتاب کی طرف بڑھیں بہتر ہے کہ یہ جان لیں کہ عیسائیوں کا یہ پولس رسول کون تھا (Saint Paul) سینٹ پال غیر یہودیوں میں مذہب کی تبلیغ کرنے والا شخص تھا جو بعد میں عیسائی مذہب کی تاریخ کی عظیم ترین شخصیتوں میں شمار ہونے لگا اس کا اصل یا ابتدائی نام ساول یا۔ ٹارس (Tarsus) تھا یہ شخص خیمہ سازی کے پیشے سے منسلک تھا اور رومنشہری تھا اس نے تعلیم یروشلم میں حاصل کی تھی یہ ایک پرجوش قوم پرست یہودی تھا۔اس کے بارے میں مفصل حالات کا پتہ لگانا مشکل ہے لیکن جو کچھ اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوسکی ہیں وہ بائبل کی کتاب رسولوں کے اعمال اور وہ مکتوب ہیں جو خود پولس یا پال سے منسوب ہیں۔ یہ مکتوب مسیحی تعلیمات کا سرچشمہ تسلیم کیے جاتے ہیں۔ پولس کا عیسائیت قبول کرنے کی یاد کے طور پر ۲۵ جنوری کا دن منایا جاتا ہے۔ساول جو بعد میں پولس کہلایا ابتدائی عیسائی مبلغوں میں سب سے بڑا مبلغ تھا وہ یونان اور مشرق قریب کے علاقوں میں لوگوں کو عیسائیت پر آمادہ کرتا اور ان کے لیے ان علاقوں میں گرجے بنواتا ہوا گھومتا پھرتا تھا۔ وہ لوگوں کو بائبل سناتا اور انہیں عیسائیت کی طرف راغب کرتا۔ ۵۷ عیسوی میں اسے یروشلم میں گرفتار کیا گیا اور دو سال کی قید کے بعد اسے روم بھیج دیا گیا جہاں وہ ۶۰ سے ۶۲ عیسوی تک قید رہا پھر روم کے شہنشاہ نیرو نے اسے عذاب دے کر قتل کر دیا۔ ۲۹ جون کو ہر سال اس کی وفات کی یاد منائی جاتی ہے۔

رومیوں کے نام پولس کا خط کا تعارف بائبل میں اس طرح کرایا گیا ہے۔

تعارف:۔ پولس روم کی کلیسا سے ملاقات کا ارادہ کر کے اس کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے یہ خط اس ملاقات کی راہ ہموار کرنے کی غرض سے لکھا تھا۔ اس کا منصوبہ تھا کہ کچھ عرصے وہاں رہ کر وہاں لوگوں کو مسیحی ایمان کے بارے میں سمجھائے اور مسیحوں کی زندگی کے لیے عملی مضمرات سے آگاہ کرے۔ اس کتاب میں پولس کے پیغام کا مکمل بیان شامل ہے۔

Marfat.com

پولس روم کے کلیسا کو سلام لکھنے اور ان کے واسطے اپنی دعا کا ذکر کرنے کے بعد پولس خط کا نفس مضمون بیان کرتا ہے۔ انجیل مقدس واضح کرتی ہے کہ ''خدا کی راست بازی ایمان سے اور ایمان کے لیے ظاہر ہوتی ہے۔ (۱:۱۷)

اس کے بعد پولس مضمون کی تفاصیل بیان کرتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سب لوگوں کا خدا کے ساتھ رشتہ بحال کیا جائے خواہ وہ یہودی ہوں خواہ غیر قوم کے کیونکہ سب یکساں طور پر گناہ کے قبضے میں ہیں۔ خدا کے ساتھ انسان کا یہ رشتہ یسوع مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے سے بحال ہوتا ہے۔ اس کے بعد پولس مسیح کی یگانگی میں نئی زندگی کا بیان کرتا ہے۔ یہ زندگی خدا کے ساتھ نئے تعلق کا نتیجہ ہے۔ ایمانداری خدا کے ساتھ صلح ہوتی ہے اور خدا کا روح اسے گناہ اور موت کے قبضے سے آزاد کرا دیتا ہے۔ ابواب ۵۔۸ میں پولس خدا کی شریعت کے مقصود اور ایمانداری کی زندگی میں خدا کے روح کی قدرت پر بھی بحث کرتا ہے۔ پھر رسول اس سوال کا جواب دیتا ہے کہ خدا کی طرف سے سارے لوگوں کی نجات کے منصوبے میں یہودی اور غیر قوم والے کس طرح شامل ہیں۔ وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہودیوں کا یسوع کو رد کرنا خدا کے اس منصوبے کا حصہ ہے تاکہ یسوع مسیح کے وسیلے سے خدا کا فضل ساری قوموں تک پہنچ سکے۔

پولس کو یقین ہے کہ یہودی یسوع کو ہمیشہ رد نہیں کرتے رہیں گے۔ آخر میں پولس لکھتا ہے کہ مسیحی زندگی کس طرح گزارنی چاہیے خصوصاً دوسروں کے ساتھ تعلقات میں محبت کی روش کی کیا اہمیت ہے۔ وہ کئی موضوعات پر بات کرتا ہے' مثلاً خدا کی عبادت' ملک کے لیے اور آپس میں ایک دوسرے کے لیے مسیحیوں کا فرض' ضمیر کے مسائل' وہ شخصی پیغامات اور خدا کی ستائش کے ساتھ ختم کرتا ہے۔

رومیوں کے نام پولس کے خط یہاں تمام ہوئے اس کے بعد کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط ہے جس کی نقل درج ذیل ہے۔

Marfat.com

The First Epistle elpaul the Apostle to the CORINTHIANS

(۷) کُرنتھیوں کے نام پولس رسول کا پہلا خط

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ موجودہ عیسائیت کا بانی پولُس ہی ہے۔ اس بات کو واضح کرنے کے لیے کتاب اعمال اور خود پولس کے خطوط پر کتابیں جو عیسائی علما نے تحریر کی ہیں کافی ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ اس کے بارے میں پہلے بھی تحریر کیا جا چکا ہے پولس کی سوانح حیات پر مستند مواد محدود ہے۔ پولس شروع میں یہودی تھا بعد میں وہ یسوع مسیح پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے پاس سے بھی نہیں گزرتا حالانکہ جس وقت اس نے اپنے عیسائی ہونے کا دعویٰ کیا اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد موجود تھے جو واقعی دین عیسوی کے سب سے بڑے عالم تھے۔ لیکن پولس کی سوانح حیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے نظریاتی انقلاب کے فوراً ہی بعد وہ حواریوں کے پاس یروشلم نہیں گیا بلکہ دمشق کے جنوبی علاقے گلیتوں میں چلا گیا۔ وہاں سے دمشق واپس آیا۔

بائبل کے نئے عہدنامے کی یہ ساتویں کتاب ہے۔ بائبل میں اس کتاب کی ابتدا اس کے تعارف سے اس طرح کی گئی ہے۔ پولس نے کُرنتھس میں کلیسا قائم کی تھی۔ اس کلیسا میں مسیحی زندگی اور ایمان کے بارے میں کچھ مسائل اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ پولس نے کُرنتھیوں کے نام پہلا خط یہ مسائل حل کرنے کے لیے لکھا تھا۔ اس زمانے میں کُرنتھس یونان کا ایک بڑا بین الاقوامی شہر اور روم کے صوبہ اخیہ کا صدر مقام تھا۔ یہ شہر مالی اور تجارتی گہما گہمی اور قابل فخر تہذیب وثقافت اور طرح طرح کے مذاہب کے لیے مشہور تھا مگر چاروں طرف پھیلی بدکاری اور بداخلاقی کے لیے نہایت بدنام بھی تھا۔

پولس کو جن مسائل کی خاص فکر تھی وہ کلیسا میں تفرقہ اور حرام کاری، مخلوط شادیاں، نیت، ضمیر کے معاملات، کلیسائی نظم ونسق روح القدس کی نعمتیں اور مردوں کی قیامت۔ وہ بڑی بصیرت کے ساتھ واضح کرتا ہے کہ انجیل مقدس ان سوالات کا جواب دیتی ہے۔

باب نمبر ۱۳۔ اس کتاب کا سب سے مشہور حصہ ہے۔ جس میں بیان ہوا ہے کہ محبت خدا کی بہترین نعمت ہے۔

پولس کا یہ خط یہاں مکمل ہوا اس کے بعد پھر پولس کا دوسرا خط کرنتھیوں کے نام ہے جس کی نقل وتعارف درج ذیل ہے۔

Marfat.com

The Second Epistle of paul Apostle of the ROMANS
(۸) کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط

پولس کے عقائد اور دین عیسوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور ان کے شاگردوں (حواریوں) کی تعلیمات سے قطعی مختلف ہی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے عقائد وتصورات سے بالکل مختلف اور متضاد نظریات کی حامل ہیں۔ پولس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل دین کے بجائے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی تھی۔ جس کے لیے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام استعمال کیا ہے۔ ایک مشہور عیسائی سوانح نگار ایف جے فوکس جیکسن (F.J.Fookesjeckson) پولس کے اس عمل کی تاویل اس طرح کرتا ہے۔

''پولس کو اس بات کا یقین تھا کہ خدا نے اسے کام کا ایک مخصوص میدان دیا ہے' اور کسی فانی شخص کو اس کے معاملات میں اس وقت تک دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ خدا کی روح خود اس کی رہنمائی نہ کرتی ہو۔ اگر یہ بات ذہن میں رہے تو پولس کے اس طرز عمل کو سمجھنے میں مدد ملے گی کہ اس نے زندہ یسوع مسیح کو سمجھنے کے لیے اس کے پیش رو حواریوں سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ اور اس سلسلے میں ان کا ممنون ہونے کے بجائے اُس نے براہ راست خداوند سے رابطہ قائم رکھا۔ (ایف جے فوکس جیکسن)

پولس عیسائی دنیا کا ایسا رسول مانا جاتا ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو ان کے کسی شاگرد سے سمجھنے کی جگہ خود ہی کسی غیر معمولی طریقہ سے ان تعلیمات کا اعلان کر دیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریوں سے ان کی انجیلوں سے ثابت نہیں ہیں بلکہ پولس نے تو حضرت عیسیٰ کی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے ان کی تعلیمات کی آڑ لے کر خود کو منوانے کے لیے ایک بالکل نئے دین کی ابتدا کی تھی یا یوں کہا جائے کہ اس نے دین عیسوی میں اپنی طرف سے تحریف واختراع کی ابتدا کی تھی۔ پولس کے رسول ہونے اور وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوراً بعد رسول ہونے کی کوئی اطلاع نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی اور نہ ہی کسی حواری نے ایسی کوئی خبر چھوڑی یا کسی طرح دی ہو۔ جبکہ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آخر میں پولس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے درمیان شدید اور سنگین نوعیت کے اختلافات رونما ہو گئے تھے۔ (''عیسائیت کا بانی کون؟'' حضرت تقی عثمانی)

بائبل کی اس کتاب کرنتھیوں کے نام پولس رسول کا دوسرا خط کا تعارف اس کتاب کی ابتدا میں اس طرح درج کیا گیا ہے۔

''کرنتھیوں کے نام پولس رسول نے دوسرا خط ان دنوں لکھا جب اس کے کلیسا کے ساتھ تعلقات

Marfat.com

کشیدہ تھے۔ کلیسا کے بعض ارکان نے پولس کے خلاف صریحاً اعتراض کیے تھے مگر پولس میل ملاپ کی شدید خواہش کا اظہار کرتا رہا کہ جب ایسا ہوگا تو وہ بے حد خوش ہوگا۔

خط کے پہلے حصے میں وہ کرنتھس کی کلیسا کے ساتھ اپنے تعلق پر بحث کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ اس نے کلیسا میں بے عزتی اور مخالفت کا کیوں سخت جواب دیا تھا۔ اور اس بات پر خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ اس کی سختی کے باعث توبہ اور میل ملاپ کی نوبت آئی پھر وہ کلیسا سے درخواست کرتا ہے کہ یہودیہ کے حاجت مند مسیحیوں کے لیے دل کھول کر چندہ دیں۔ خط کے آخری ابواب میں پولس اپنی رسالت کا دفاع کرتا ہے کیونکہ کرنتھس کے چند افراد سچے رسول بن کر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور پولس کو جھوٹا رسول قرار دیتے تھے۔

بائبل کی یہ کتاب یہاں مکمل ہوئی یہاں تک پولس رسول کا دوسرا خط تمام ہوا۔ اب آگے پولس رسول کا خط گلتیوں کے نام نامی کتاب شروع ہو رہی ہے۔

The Epistle of paul Apostle of the GALATIANS

(۹) گلتیوں کے نام پولس رسول کا خط

بائبل میں یہ کتاب پولس رسول کی چوتھی کتاب کے طور پر شامل ہے جبکہ ان کی تمام کتب خطوط کے ناموں سے بائبل میں شامل کی گئی ہیں۔ اس کتاب کا تعارف اس طرح درج کیا گیا ہے۔

تعارف:۔ جب غیر یہودیوں کے درمیان یسوعؑ کی خوش خبری کی منادی (تبلیغ) ہوئی اور انہوں نے اسے خوشی سے قبول کیا تو یہ سوال اٹھا کہ سچا مسیحی ہونے کے لیے کیا کسی شخص کا موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا پابند ہونا ضروری ہے یا نہیں۔ پولس نے دلیلوں سے ثابت کیا تھا اس کی ضرورت نہیں۔ فی الحقیقت مسیح ہونے کے لیے زندگی کے لیے ٹھوس بنیاد صرف ایمان ہے۔ جس کے وسیلے سے ہر انسان کا خدا سے رشتہ بحال ہو جاتا ہے۔ گلتیہ ایشیائے کوچک میں ایک رومی صوبہ تھا۔ وہاں کی کلیساؤں میں بعض ایسے لوگ آ گئے تھے جو پولس کی مخالفت کرتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ خدا کے ساتھ رشتہ بحال کرنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی پابندی کرنا لازم ہے۔

بہت سے لوگ اس جھوٹی تعلیم سے گمراہ ہو رہے تھے۔ پولس نے ان لوگوں کو سچے ایمان اور عمل پر واپس لانے کی غرض سے گلتیہ کی کلیسیا کو یہ خط لکھا۔ پہلے پولس یسوع مسیح کا رسول کہلانے کے لیے اپنے حق کا دفاع کرتا ہے۔ وہ بالاصرار کہتا ہے کہ مجھے خدا نے رسول ہونے کو بلایا ہے۔ میں کسی انسانی اختیار سے رسول نہیں بنا اور میری خاص ذمہ داری غیر یہودیوں کو خوش خبری سنانا ہے۔ پھر وہ صراحت سے یہ دلیل دیتا ہے کہ صرف ایمان ہی کے وسیلے سے انسان کا خدا کے ساتھ رشتہ

Marfat.com

بحال ہوتا ہے۔ آخری ابواب میں پولس ثابت کرتا ہے کہ مسیحی چال چلن فطری طور پر اس محبت سے پیدا ہوتا ہے جو مسیح پر ایمان لانے کا نتیجہ ہے۔ یہ خط تقریباً ۵۷ عیسوی میں لکھا گیا تھا۔

پولس کا یہ خط یا کتاب یہاں تمام ہوتی ہے اس کے بعد پولس کا ایک اور خط افسیوں کے نام ہے جو درج ذیل ہے۔

The Epistle of paul Apostle of the EPHSIANS

افسیوں کے نام پولس رسول کا خط

بائبل کی یہ مختصری کتاب یا خط کہیں پولس کی طرف سے (Ephesus) جو ایشیائے کوچک کا ایک اہم تجارتی شہر تھا یہاں ڈیانا (Diana) کے نام سے ایک عظیم عبادت گاہ تھی پولس نے تقریباً تین سال یہاں تبلیغ کی جس سے یہ عیسائیوں کا ایک اہم مرکز بن گیا۔ اس کتاب یا خط کا تعارف بائبل میں اس طرح کیا گیا ہے۔

تعارف:۔ افسیوں کے نام یہ خط خاص اس نکتہ کو اجاگر کرتا ہے کہ ''خدا کا انتظام ہے کہ مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ ہو جائے۔ خواہ وہ آسمان کی ہوں خواہ زمین کی (۱:۱۰) اور مسیح ان کا سر ہو۔ یہ خط خدا کے لوگوں سے درخواست بھی ہے کہ وہ اس منصوبہ کے مقصد و مدعا کے مطابق زندگی گزاریں۔ منصوبہ یہ ہے کہ یسوع مسیح کے ساتھ حقیقی یگانگی کے وسیلے سے کل نسل انسانی ایک ہو جائے۔

افسیوں کے نام خط کے پہلے حصے میں مصنف یگانگی کے موضوع کی وضاحت کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ خدا نے اپنے لوگوں کو کس طرح چنا اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کے وسیلے سے انہیں کس طرح اپنے گناہوں سے معافی اور خلاصی ملی اور روح القدس کے وسیلے سے اس عظیم وعدہ کی کیسی ضمانت ملی۔ دوسرے حصہ میں وہ قارئین سے التماس کرتا ہے کہ اس طرح سے زندگی بسر کریں کہ ان کی باہمی زندگی میں ان کی مسیح کے ساتھ یگانگی بن جائے۔

مسیح کے ساتھ یگانگی کے وسیلے سے خدا کے لوگوں کی آپس میں یگانگی کی وضاحت کرنے کے لیے مصنف نے کئی صنائع بدائع استعمال کیے ہیں۔ کلیسا ایک بدن ہے اور مسیح اس کا سر ہے یا کلیسا ایک عمارت کی مانند ہے جس کے کونے کے سرے کا پتھر مسیح ہے۔ یا کلیسا بیوی ہے اور مسیح شوہر ہے۔ جب مصنف مسیح کے وسیلے سے خدا کے فضل کا بیان کرتا ہے تو ان کا انداز بیان بے حد زوردار ہو جاتا ہے۔ وہ ہر بات مسیح کی محبت' قربانی' معافی' فضل اور پاکیزگی کی روشنی میں دیکھتا ہے۔

پولس کا یہ خط یا بائبل کی یہ کتاب یہاں مکمل ہوتی ہے اس کے بعد ایک اور مختصری کتاب یا پولس

Marfat.com

کا خط فلپیوں کے نام ہے۔

The Epistle of paul Apostle of the PHILIPPIANS

(۱۱)فلپیّوں کے نام پولس رسول کا خط

بائبل کی یہ کتاب یا خط فلپی (Philippi) کے باشندوں کے نام ہے فلپی مقدونیہ کا ایک شہر تھا۔ یہ یورپ کا پہلا شہر تھا جہاں پولس نے انجیل کی تعلیم دی تھی اور گرفتار کرلیا گیا تھا۔ (اعمال ۱۶۔۱۳:۱۴)اس خط میں اتحاد اور دوسری اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں۔ یہ مختصر سی کتاب ہے اس کے کل چار باب ہیں۔اس کا تعارف بائبل میں اس طرح دیا گیا ہے۔

تعارف:۔یورپ کی سرزمین پر پولس نے پہلی کلیسا رومیوں کے صوبے مقدونیہ کے شہر فلپی میں قائم کی تھی۔ پولس نے اس کلیسا کو یہ خط اس وقت لکھا جب وہ قید تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کئی دوسرے مسیحی خادم اس کی مخالفت کر کے اسے دکھی اور پریشان کر رہے تھے اور وہ فلپی کی کلیسا میں پھیلتی ہوئی جھوٹی تعلیم کے باعث پریشان تھا۔تاہم اس خط سے خوشی اور اعتماد جھلکتا ہے جو یسوع مسیح پر پولس کے گہرے اور مضبوط ایمان کا مظہر ہے۔

یہ خط لکھنے کی فوری وجہ یہ تھی کہ پولس کو فلپی مسیحیوں کا شکریہ ادا کرنا تھا کہ انہوں نے ضرورت کے وقت اس کی مدد کی تھی۔وہ اس موقع کو ان کی یقین دہانی کے لیے استعمال کرتا ہے وہ اس کی اور اپنی مشکلوں اور مصیبتوں کے باوجود حوصلہ اور اعتماد رکھیں۔ وہ ان سے درخواست کرتا ہے کہ مسیح جیسا حلیمی رویہ رکھو اور خودغرض اور غرور سے مغلوب نہ ہو۔ وہ انہیں یاد دلاتا ہے کہ مسیح کے ساتھ یگانگی میں تمہاری زندگی خدا کے فضل کی بخشش ہے جو تمہاری یہودی شریعت کی رسومات کی تعمیل سے نہیں بلکہ ایمان سے ملی ہے۔وہ اس خوشی اور اطمینان کے بارے میں لکھتا ہے جو خدا انہیں عطا کرتا ہے۔جو مسیح کی یگانگی میں عمر گزارتے ہیں۔

اس خط کی خصوصیت یہ ہے کہ خوشی'اعتماد'اتحاد اور یگانگی'مسیحی ایمان اور زندگی میں ثابت قدم رہنے پر زور دیتا ہے۔یہ فلپی کی کلیسا کے لیے پولس کی گہری اور سچی محبت کا بھی مظہر ہے۔

The Epistle of paul Apostle of the COLOSSOIANS.

Marfat.com

(۱۲) کُلسیّوں کے نام پولس رسول کا خط

بائبل کے ایک اور مختصری کتاب جسے خط کا عنوان دیا گیا ہے۔اس کتاب کا تعارف بائبل کے عہد جدید میں بارہویں نمبر پر دیا گیا ہے اس کا تعارف درج ذیل ہے۔

تعارف:۔ کُلسے افسس کے مشرق میں ایشیائے کوچک کا ایک شہر تھا۔ پولس نے یہ خط کلسے کی کلیسا کو لکھا تھا۔اس کلیسا کو پولس نے تو قائم نہیں کیا تھا لیکن اس علاقے میں اس نے اپنے کچھ ذمہ دار ساتھیوں کو بھیجا تھا۔اس لیے اس کلیسا کا وہ خود کو ذمہ دار سمجھتا تھا۔اس کلیسا کے بارے میں جب پولس کو یہ خبر ملی کہ وہاں کچھ جھوٹے استاد آ گئے ہیں اور وہ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ خدا کی پہچان اور کامل نجات پانے کے لیے ''بعض'' روحانی حکاموں اور اختیار والوں کی پرستش کرنا بھی ضروری ہے۔وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہمیں خاص رسومات کی پابندی کرنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً ختنہ' اور کھانے پینے اور دوسرے معاملات میں سخت احکام وقوانین کو ماننا ضروری ہے۔

پولس نے ان تعلیمات کی مخالفت میں لکھتے ہوئے سچا اور خالص مسیحی پیغام پیش کیا۔اس کے جواب کا مرکزی نکتہ یہ ہے ک مسیح پوری اور کامل نجات دینے کے قابل ہے۔اور یہ اعتقادات اور رسومات دراصل مسیح سے دور لے جاتی ہیں۔خدا نے مسیح کے وسیلے سے دنیا کو خلق کیا اور اسی کے وسیلے سے وہ اسے اپنے پاس واپس لا رہا ہے۔صرف مسیح میں یگانگی سے دنیا کی نجات کی امید ہو سکتی ہے۔اس کے بعد پولس ایمانداروں کی زندگی کے لیے تعلیم کے مضمرات کی وضاحت کرتا ہے۔

پولس کی طرف سے اس کا شاگرد تخِکس یہ خط لے کر کلسے گیا تھا اور انیسمس نامی ایک غلام اس کے ساتھ تھا جس کی خاطر پولس نے یہ خط فلمون کو لکھا تھا۔

یہ کتاب یا خط یہاں تمام ہوا اس کے بعد دوسرا خط شروع ہوتا ہے۔

The First Epistle of paul the Apostle of the THESSALONIANS

(۱۳)۔تھسلنیکیو کے نام پولس کا پہلا خط

بائبل کی یہ مختصر کتاب یا خط تھسلنیکے (تسالونیقی) والوں کے نام ہے جو بائبل کے صرف دو ہی صفحات پر محیط ہے۔ تھسلنیکے مقدونیہ کا ایک شہر ہے جو آج کل ترکی میں ہے اس شہر کے باشندوں کے نام پولس نے اپنا یہ پہلا خط لکھا ہے۔اس کا تعارف بائبل میں تیرہویں نمبر پر اس طرح دیا گیا ہے۔

Marfat.com

تعارف:۔ تھسلنیکے مقدونیہ کے رومی صوبے کا صدر مقام تھا۔ فلپی سے جانے کے بعد پولس نے یہاں کلیسا قائم کی۔ بہت جلد یہودیوں کی طرف سے اس کی مخالفت شروع ہوگئی کیونکہ وہ غیر یہودیوں کے درمیان پولس کے مسیحی پیغام کی منادی (تبلیغ) کی کامیابی سے حسد کرنے لگے تھے۔ اور یہ غیر یہودی، یہودیت میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ پولس کو مجبوراً تھسلنیکے چھوڑ کر بیریہ جانا پڑا تھا۔ بعد میں اس کے کرنتھس پہنچنے پر پولس کو اپنے ساتھی اور خدمت گار تیمتھیس سے ذاتی طور پر خبر ملی کہ تھسلنیکیوں کی کلیسا کے حالات کیسے ہیں؟

اس موقع پر پولس نے وہاں کے مسیحیوں کی حوصلہ افزائی اور اعتماد کی بحالی کی غرض سے یہ پہلا خط لکھا۔ وہ ان کے ایمان اور محبت کی خبر کے لیے ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور انہیں کہتا ہے کہ یاد کرو کہ جب میں تمہارے پاس تھا تو کیسی زندگی گزارتا تھا۔ اس کے بعد وہ ان سوالوں کا جواب دیتا ہے جو مسیح کی دوسری آمد کے بارے میں اس کلیسا میں پیدا ہو گئے تھے۔ جو ایماندار مسیح کی دوسری آمد سے پہلے مرجائے گا وہ اس ابدی زندگی میں شریک ہوگا جو اس کی دوسری آمد کے وسیلے سے ہوگی اور مسیح دوبارہ کب آئے گا؟ پولس انہیں بتاتا ہے کہ صبر سے کام کیے جاؤ اور مسیح کی دوسری آمد کی امید سے انتظار کرتے رہو۔

The Second Epistle of paul the Apostle of the THESSALONIANS

(۱۴) تھسلنیکیوں کے نام پولس کا دوسرا خط

بائبل جدید کی یہ مختصر سی کتاب یا خط بائبل کے پونے تین صفحہ پر محیط ہے جس کے تین ابواب ہیں۔ اس خط یا کتاب کا تعارف بائبل جدید میں اس طرح کرایا گیا ہے۔

تعارف:۔ مسیح کی آمد ثانی کے بارے میں الجھن کے باعث تھسلنیکے کی کلیسا میں پریشانیاں بڑھتی گئی تھیں۔ بعض لوگوں کا اعتقاد تھا اور وہ یہی تعلیم بھی دیتے تھے کہ خداوند کی آمد ثانی کا دن آ چکا ہے۔ پولس اس نظریہ کی درستی کرتا اور توجہ دلاتا تھا کہ مسیح کے دوبارہ آنے سے پہلے ضروری ہے کہ بدی اپنے عروج پر پہنچ جائے۔ اور یہ عمل ایک پراسرار شخص کی قیادت میں ہوگا جسے ''گناہ کا شخص'' کہا گیا ہے اور جو مسیح کا سخت مخالف ہوگا۔

پولس اپنے قارئین پر زور دیتا ہے کہ دکھوں، ایذاؤں اور مشکلات کے باوجود اپنے ایمان پر قائم اور مضبوط رہیں، پولس اور اس کے ہم خدمتوں کی مانند اپنی روزی کمانے کے لیے کام کریں اور نیک کام کرنے میں مشغول رہیں۔

Marfat.com

پولس کا یہ خط یہاں مکمل ہوا۔اس کے بعد پولس کے دو خطوط تیمتھیس والے نام ہیں۔

The First Epistle of paul the Apostle to TIMOTHY

(۱۴) تیمتھیس کے نام پولس کا پہلا خط

بائبل جدید کی یہ کتاب یا خط چودھویں نمبر پر کتاب مقدس یا نیا عہد نامہ میں شامل ہے۔اس کا تعارف بائبل نویسوں نے اس طرح کرایا ہے۔

پولس کا شاگرد تیمتھیس ایشیائے کوچک کا ایک قابل اعتبار مسیحی نوجوان تھا۔اس کی ماں یہودی اور باپ یونانی تھا۔وہ پولس کے بشارتی (تبلیغی) کام میں اس کے ساتھ ہوتا تھا۔تیمتھیس کے نام پولس کا یہ پہلا خط ہے جو خاص تین باتوں کے بارے میں ہے۔

پولس کا یہ خط اول تو کلیسا میں جھوٹی تعلیمات کے خلاف خبردار کرتا ہے۔یہ تعلیم یہودی اور غیر یہودی نظریات کا ملغوبہ تھی اور اس عقیدہ پر مبنی تھی کہ مادی دنیا بری اور انسان خاص خفیہ علم اور چند ضوابط مثلاً بعض کھانوں سے پرہیز اور بیاہ نہ کرنے کے ذریعے نجات حاصل کرسکتا ہے'اس خط میں کلیسائی نظم ونسق اور عبادت کے بارے میں ہدایات بھی موجود ہیں'نیز پولس بیان کرتا ہے کہ کلیسا کے قائدین اور معاونین کا کردار کیسا ہونا چاہیے۔آخر میں وہ اپنے شاگرد تیمتھیس کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ کیسے یسوع مسیح کا ایک اچھا خادم بن سکتا ہے'اور ایمانداروں کے مختلف گروہوں اور ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں نصیحت کی گئی ہے۔

پولس کا یہ خط یہاں ختم ہوتا ہے اس کے بعد اپنے اسی شاگرد کے لیے دوسرا خط یہاں سے شروع ہوتا ہے جو عہد نامہ جدید میں شامل ہے۔

The Second Epistle of paul the Apostle to TIMOTHY

(۱۵) تیمتھیس کے نام پولس کا دوسرا خط

جدید بائبل کا یہ خط یا کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے اس خط کا تعارف عہد نامہ جدید کے حصے میں اس طرح کرایا گیا ہے۔

تعارف:۔ تیمتھیس کے نام پولس کا یہ دوسرا خط ہے اس خط میں زیادہ تر پولس نے اپنے شاگرد کو شخصی مشورے اور نصیحتیں کی ہیں'اس کا یہ شاگرد نوجوان اور اس کا ہم خدمت اور معاون تھا۔اس خط کا خاص مضمون ''برداشت'' ہے پولس اسے نصیحت کرتا ہے اور اس کا حوصلہ بڑھاتا ہے اور لکھتا

Marfat.com

ہے کہ دیانت داری اور وفاداری سے یسوع مسیح کی گواہی دیتا رہ اور خوش خبری کی اور پرانے عہدنامے کی درست اور سچی تعلیم پر قائم رہ کر مبشر اور معلم کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرتا رہ اور دکھوں اور مخالفت کا مقابلہ کرتا رہ۔

اس خط میں تیمتھیس کو خاص طور سے تنبیہ کی گئی ہے کہ ''بے وقوفی' نادانی کی حجتوں'' سے کنارہ کیے رہو۔ ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ان کے سننے والے برباد ہوجاتے ہیں۔

ساری باتوں میں تیمتھیس کو یہ یاد دلایا گیا ہے کہ مصنف کی اپنی زندگی' مقصد' ایمان' صبر' محبت' برداشت' دکھوں اور ستائے جانے کو بطور نمونہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھے۔

پولس کا یہ خط یہاں تمام ہوا۔ بائبل کے آگے آنے والا خط ططس کے نام ہے وہ بھی ایک مختصر سا خط ہے جو بائبل میں بطور کتاب شامل کیا گیا ہے۔

The Epistle of paul the Apostle t0 TITUS

(۱۶) ططس کے نام پولس کا خط

پولس کا یہ خط بائبل کے صرف پونے تین صفحے پر محیط ہے۔ ططس غیر قوم سے عیسائی ہوا تھا' پولس اس سے بہت محبت رکھتا تھا۔ وہ بشارتی (تبلیغی) کام میں اس کا ہم سفر تھا۔ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا۔ یہ پولس کا خدمت گار و معاون و رفیق تھا۔ پولس نے اپنے اس نوجوان مددگار کو کریتے (Crete) شہر میں چھوڑا تھا تا کہ وہ وہاں کلیسا کے کام کی نگرانی کرے۔ یہ خط پولس نے اس کے نام کریتے بھیجا تھا۔ یہ خط تین خاص باتوں کے بارے میں ہے۔

(۱)۔ ططس کو یاد دلایا گیا ہے کہ کلیسا کے قائدین کا کردار کیسا ہونا چاہیے خصوصاً بہت سے کریتوں کے برے کردار کے مقابلے میں۔

(۲)۔ ططس کو مشورہ دیا گیا ہے کہ کلیسا میں مختلف گروہوں کو تعلیم کیسے دینی ہے یعنی بوڑھے مردوں کو' بوڑھی عورتوں کو' جوانوں اور غلاموں کو۔

(۳) مصنف ططس کو مسیحی چال چلن کے بارے میں نصیحت کرتا ہے۔ وہ زور دیتا ہے کہ صلح جو اور دوستانہ رویہ رکھنے کی بہت ضرورت ہے۔ نیز یہ کہ نفرت اور بحث مباحثہ سے احتراز کرو اور کلیسا میں پھوٹ نہ پڑنے دو۔

یہ خط یہاں مکمل ہوا اس کے بعد پولس کا ایک اور خط بائبل میں کتاب کی صورت شامل ہے۔ جو فلیمون کے نام ہے۔

Marfat.com

The Epistle of paul the Apostle to PHILEMON

(۱۷)فلیمون کے نام پولس کا خط

پولس کا یہ خط بائبل کے دوصفحہ پر محیط ہے۔فلیمون بھی پولس کا ہم سفر ومعاون مددگار تھا۔ فلیمون ایک نامی گرامی مسیحی تھا وہ غالباً کلسے کے کلیسا کا رکن تھا۔اور انیمس نامی ایک شخص اس کا غلام تھا۔یہ غلام اپنے مالک کے پاس سے بھاگ گیا اور پھر کسی طرح اس کا رابطہ پولس سے ہوا جو اس وقت قید میں تھا۔پولس کے وسیلے سے وہ مسیحی ہوا اور فلیمون کے نام پولس کا یہ خط جس میں فلیمون سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے غلام سے صلح کر لے جسے پولس اس کے پاس واپس بھیج رہا ہے اور نہ صرف اسے ایک معافی یافتہ غلام کے طور پر بلکہ اپنے ایک مسیحی بھائی کی حیثیت سے اسے خوش آمدید کہے۔

پولس کا یہ مختصر سا خط یہاں تمام ہوا۔

The Epistle to the HEBREWS

(۱۸)عبرانیوں کے نام کا خط

عبرانیوں کے نام کا یہ خط مسیحیوں کے ایک گروہ کو لکھا گیا ہے جن کو روزافزوں مخالفت کا سامنا تھا اور خطرہ تھا کہ وہ مسیحی ایمان کو ترک کر دیں گے۔ان کی حوصلہ افزائی اور ایمان کی مضبوطی کے لیے مصنف بنیادی طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ یسوع مسیح خدا کا آخری اور قطعی مکاشفہ ہے۔اس مقصد کے لیے وہ تین سچائیوں پر زور دیتا ہے۔(۱)یسوع مسیح خدا کا ازلی بیٹا ہے جس نے دکھ سہنے کے ذریعے سے اپنے باپ کی حقیقی فرمانبرداری سیکھی۔خدا کا بیٹا ہونے کے باعث یسوع مسیح پرانے عہدنامے کے نبیوں،فرشتوں اور خود موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل ہے۔

(۲) خدا نے اعلان کر دیا ہے کہ یسوع مسیح ازلی کاہن ہے اور وہ پرانے عہدنامے کے کاہنوں سے افضل ہے۔

(۳) یسوع مسیح کے وسیلہ سے گناہ گار ڈر اور موت سے نجات پاتا ہے اور سردار کاہن کی حیثیت سے یسوع مسیحی حقیقی نجات مہیا کرتا ہے۔جبکہ عبرانی مذہب کی رسومات اور جانوروں کی قربانیاں اس کا فقط عکس تھیں۔

مصنف بنی اسرائیل کی تاریخ سے چند مشہور افراد کے ایمان کی مثالیں دے کر باب نمبر ۱۱ میں

Marfat.com

اپنے قارئین سے التماس کرتا ہے کہ وہ ایمان پر قائم رہیں اور باب نمبر۱۲ میں وہ اپنے قارئین کو ابھارتا ہے کہ آخر تک وفادار رہیں نگاہیں یسوع پر مرکوز رکھیں اور جو کچھ دکھ ایذائیں اور مصیبتیں آئیں انہیں صبر سے برداشت کرتے رہیں۔ یہ کتاب نصیحت اور انتباہ کی باتوں پر ختم ہوتی ہے۔

The Epistle of JAMES

(۱۹) یعقوب کا عام خط

یعقوب بروعی حارث بن جبلہ غسانی کی کوشش سے اڈیسہ کا اسقف مقرر ہوا اس نے چالیس برس کی مسلسل کوشش سے اپنا ایک الگ فرقہ تشکیل دے لیا تھا۔ اس نے اپنے فرقے کے مدارس اور راہب خانے مختلف مقامات پر قائم کیے۔ عیسائیوں کے اس فرقے کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ لاہوتی اور ناسوتی (عالمِ ذات الٰہی اور عالمِ اجسام) دونوں طبیعتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ واحد میں موجود تھیں۔ یہ فرقے جو یعقوبی کہلاتا ہے اس فرقے کے لوگ شام میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

بائبل میں اس کا تعارف اس طرح دیا گیا ہے۔

تعارف:۔ یعقوب کا یہ عام خط ہے جو عملی ہدایات کا مجموعہ ہے۔ ''یہ ان بارہ قبیلوں کو جو جابجا رہتے تھے لکھا گیا ہے' مصنف نے مسیحی رویوں اور چال چلن اور عملی حکمت میں رہنمائی کی خاطر بہت سے جاندار اور شگفتہ صنائع بدائع استعمال کیے ہیں۔ وہ بہت سے موضوعات پر مسیحی تناظر میں بات کرتا ہے۔ مثلاً دولت' غربت' اچھی چال چلن' تعصب' ایمان اور اعمال' اسی طرح وہ زبان کے استعمال' حکمت' جھگڑے اور تکرار' غرور اور حلیمی' دوسروں کی عیب جوئی' صبر اور دعا کے بارے میں بھی بات کرتا ہے۔

یہ خط ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال پر بھی زور دیتا ہے' کیونکہ مسیحی مذہب پر اسی طرح عمل مکمل ہوتا ہے۔

The First Epistle of PETER

(۲۰) پطرس کا پہلا خط

پطرس کا یہ پہلا عام خط ہے جس میں اس نے مسیحیوں کو مخاطب کیا ہے جنہیں ''خدا کا برگزیدہ'' کہا گیا ہے یہ ایشیائے کوچک کے سارے شمالی علاقوں پنطس' گلتیہ' کپدکیہ اور تھدیا میں بکھرے ہوئے تھے۔ اس خط کا مقصد ان قارئین کی ہمت بندھانا ہے جنہیں اپنے ایمان کی

Marfat.com

خاطر ایذاؤں اور دکھوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس مقصد کے لیے مصنف اپنے قارئین کو یسوع مسیح کی خوش خبری یاد دلاتا ہے۔ جس کی موت قیامت (مردوں میں سے جی اٹھنے) اور دوبارہ آنے کے وعدے نے ان کو امید دلائی ہے اس روشنی میں انہیں اپنے دکھوں کو قبول کرنا اور برداشت کرنا ہے اور اعتماد رکھنا ہے کہ یہ ہمارے ایمان کی سچائی کا امتحان ہے۔ ''یسوع مسیح کیظہور کے دن'' اس کا اجر ملے گا۔

مصیبت کے زمانے میں حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ مصنف اپنے قارئین کو تاکید کرتا ہے کہ ان لوگوں کی طرح زندگی گزاریں جو یسوع مسیح کے ہیں۔

The Second Epistle of PETER
(۲۱) پطرس کا دوسرا عام خط

پطرس کا یہ دوسرا عام خط ابتدائی مسیحیوں کے ایک وسیع حلقے کے نام ہے۔ اس کا خاص مقصد جھوٹے استادوں یعنی کاہنوں کی تعلیم اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بدکاری کا قلع قمع کرنا تھا۔ ان مسائل کا حل خداوند یسوع مسیح کی سچی تعلیم پر قائم رہنے میں ہے یہ تعلیم وہ ہے جو ان لوگوں کے وسیلے سے پہنچی ہے، جنہوں نے خود یسوع مسیح کو دیکھا اور اسے تعلیم دیتے ہوئے سنا۔ مصنف کو خاص ان لوگوں کی فکر ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یسوع دوبارہ نہیں آئے گا۔ وہ کہتا ہے کہ یسوع مسیح کے آنے میں بظاہر دیر کی وجہ یہ حقیقت ہے کہ ''خدا کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے''، یعنی وہ گناہوں سے پھریں۔

پطرس کے بعد یوحنا کے خطوط شروع ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ یوحنا کے بارے میں تفصیل ابتدائی صفحات میں آپ کی نظر سے گزر چکی ہے۔

The first Epistle of JOHN
(۲۲) یوحنا کا پہلا عام خط

یوحنا کے پہلے عام خط کے دو بڑے مقصد ہیں۔

(۱) اپنے قارئین کو تلقین کرنا کہ خدا اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کی رفاقت میں زندگی گزاریں۔

(۲) اس جھوٹی تعلیم سے خبردار کرنا جو اس رفاقت کو برباد کر دیتی ہے۔ اس تعلیم کی بنیاد اس عقیدہ پر تھی کہ ساری دنیا کے ساتھ میل ملاپ سے برائی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے خدا کا بیٹا یسوع

Marfat.com

دراصل انسان نہیں بن سکتا۔ ان استادوں کا دعویٰ تھا کہ نجات پانے کا مطلب ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے تعلقات سے آزاد ہونا۔ وہ یہ تعلیم بھی دیتے تھے کہ نجات کا اخلاقی معاملات یا دوسروں کے ساتھ محبت سے کچھ تعلق نہیں۔

اس تعلیم کے برعکس مصنف صاف طور پر بیان کرتا ہے کہ یسوع مسیح واقعی انسان تھا۔ وہ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ جتنے لوگ یسوع مسیح پر ایمان رکھتے اور خدا سے محبت رکھتے ہیں ان سب کو آپس میں بھی محبت رکھنی چاہیے۔

The Second Epistle of JOHN
(۲۳) یوحنا کا دوسرا خط

یوحنا نے یہ دوسرا خط ایک برگزیدہ خاتون کو اور اس کے فرزندوں کو لکھا تھا (لیکن اس کا نام نہیں معلوم ہو سکا) غالباً اس سے مراد ہے کوئی مقامی کلیسا اور اراکین۔ یہ مختصر سا پیغام ایک دوسرے سے محبت رکھنے کی تلقین اور جھوٹے استادوں (کاہنوں) اور ان کی تعلیم سے خبردار رہنے کی آگاہی ہے۔

The Therd Epistle of JOHN
(۲۴) یوحنا کا تیسرا خط

یوحنا کا یہ تیسرا خط بہت ہی مختصر سا ہے۔ یہ خط اس نے کلیسا کے ایک رہنما کو لکھا ہے جس کا نام گیس تھا۔ مصنف دوسرے مسیحیوں کی مدد کرنے پر گیس کی تعریف کرتا ہے اور اسے دیترفیس نامی ایک شخص سے خبردار رہنے کو کہتا ہے۔

The Epistle of JUDE
(۲۵) یہوداہ کا عام خط

یہوداہ کا یہ خط ان جھوٹے استادوں سے خبردار کرنے کی غرض سے لکھا گیا تھا جو ایماندار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ یہ مختصر سا خط اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے پطرس کے دوسرے خط جیسا ہی ہے۔ اس میں مصنف اپنے قارئین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ ''اس ایمان کے واسطے جاں فشانی کرو جو مقدسوں کو ایک بار ہی سونپا گیا تھا۔''

The Revelation of Jesus christ

Marfat.com

(۲۶) یوحنا عارف کا مکاشفہ

یوحنا کا یہ مکاشفہ اس دور میں لکھا گیا ہے، جب مسیحی یسوع مسیح کو خداوند ماننے اور اس پر ایمان رکھنے کے باعث سخت ایذاؤں کا شکار تھے۔ مصنف کا خاص مقصد اپنے قارئین کو حوصلہ اور امید دلانا اور ابھارنا ہے تا کہ وہ دکھوں کے زمانے میں وفادار رہیں۔

اس کتاب کا اکثر و بیشتر حصہ مکاشفوں اور رویاؤں (خوابوں) کے کئی سلسلوں پر مشتمل ہے جو استعاراتی زبان میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس زمانہ کے مسیحی اس انداز اور بیان کے مفہوم کو سمجھ سکتے تھے جبکہ باقی سب کے لیے یہ بالکل پراسرار باتیں تھیں۔ جس طرح سازینہ میں صوتی ہم آہنگی اور راگ کی موزونیت کے لحاظ سے سروں کو بار بار دہرایا جاتا ہے اسی طرح اس کتاب کے مضامین کو رویاؤں نے مختلف سلسلوں کے ذریعے بار بار دہرایا گیا ہے۔ اگر چہ اس کتاب کی تشریح وتفسیر کی تفصیلات کی بابت اختلاف رائے پائے جاتے ہیں پھر بھی مرکزی مضمون واضح ہے مسیح خداوند کے وسیلے سے خدا آخر کار شیطان سمیت اپنے سارے دشمنوں کو حتمی اور مکمل شکست دے گا اور اپنے وفادار لوگوں کو نئے آسمان اور نئی زمین کی برکتوں سے مالا مال کرے گا۔

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی مشہور آفاق تالیف اظہار الحق جس کا ترجمہ حضرت مولانا اکبر علی صاحبؒ نے کیا اور جس کی شرح اور تحقیق حضرت مولانا جسٹس تقی عثمانی نے بائبل سے قرآن تک کے عنوان سے کی ہے کے بائبل کی مطابق ان میں سے کوئی بھی کتاب مستند نہیں ہے۔ ''کسی کتاب کے آسمانی اور واجب التسلیم ہونے کے لیے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ پہلے تو ٹھوس اور پختہ دلیل سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ کتاب فلاں پیغمبر کے واسطے سے لکھی گئی اس کے بعد ہمارے پاس مستند متصل دلیل کے ساتھ بغیر کسی کمی بیشی اور تغیر وتبدل کے پہنچی ہے۔ اور کسی صاحب الہام کی جانب محض گمان ووہم کی بنیاد پر نسبت کر دینا اس بات کے لیے کافی نہیں کہ وہ منسوب الہٰیہ کی تصنیف کردہ ہے۔ مختلف کتب کو قومِ بنی اسرائیل نے گو کہ کئی انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ عہد قدیم یا Old Testament کی ابتدائی پانچ کتابیں جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہیں۔ (۱)۔ کتاب عزرا'' حضرت عزرا علیہ السلام کی جانب منسوب ہے اور کتاب یسعیاہ جسے پہلے ایڈیشنوں میں کتاب اشعیا لکھا گیا ہے حضرت اشعیاءؑ کی جانب منسوب ہے اور کتاب یرمیاں جسے پہلے ارمیاء بھی لکھا گیا یہ حضرت ارمیاء علیہ السلام سے منسوب ہے اور کتاب حبقوق جو حضرت حبقوق علیہ السلام سے

Marfat.com

منسوب ہے۔ایسے ہی عہد نامہ جدید کی ستر سے زائد کتب جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کی محترم والدہ حضرت مریم علیہ السلام اوران کے حواریوں اوران کے تابعین سے منسوب ہیں۔ان سب کے بارے میں خودعیسائی کہتے ہیں کہ یہ تمام کتابیں من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہیں یعنی جعلی مذہبی کتب ہیں ان کا اصل الہامی کتب الٰہیہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔وہ تمام کتب جو وقتاً فوقتاً انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی تھیں پے در پے تحریفوں تبدیلیوں کا شکار ہو کر اپنی اصل تحریروں احکامات وقوانین شریعت سے محروم ہو چکی ہیں۔ایسے ہی جس کتاب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب کیا جارہا ہے یعنی تورات تو وہ بھی مستند نہیں ہے اس لیے علمائے تحقیق کا متفقہ فیصلہ ہے کہ موجودہ تورات بھی حضرت موسیٰ کی کتاب نہیں ہے۔(حضرت جسٹس تقی عثمانی نے بائبل سے قرآن تک میں بڑی سیر حاصل بحث اور تحقیق سے اسے ثابت بھی کیا ہے۔)

اگر موجودہ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لکھی ہوئی کتاب ہوتی یا ان پر نازل ہونے والی اصل کتاب ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ذات کے لیے یقیناً متکلم کا صیغہ استعمال کرتے۔ اگر ہر جگہ نہیں تو کہیں نہ کہیں تو صیغہ متکلم استعمال ہوتا۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنف خود اپنے ذاتی حالات اور اپنے چشم دید واقعات لکھتا تو دیکھنے والے کو پتہ چل جاتا کہ وہ اپنے حالات یا اپنے دیکھے ہوئے حالات بیان کر رہا ہے لیکن ایسا تورات میں کہیں بھی نظر نہیں آرہا۔بلکہ اس کی تمام تحریر سے صاف محسوس ہو رہا ہے کہ اس تورات کا لکھنے والا حضرت موسیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے' جس نے اس وقت یہودیوں میں پھیلے ہوئے قصوں کہانیوں کو کتابی شکل میں جمع کر کے ان میں امتیاز قائم کرنے کے لیے کہ یہ قول خدا کا اور یہ قول موسیٰ کا ہے کو خدا نے کہا اور موسیٰ نے کہا کے تحت درج کر دیا ہے اسی نے تمام مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے صیغہ متکلم کے بجائے صیغہ غائب استعمال کیا ہے۔

اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تورات جو اسرائیلی مذہب کی بنیاد اور اصل ہے' جب اس کا یہ حال ہے تو باقی کتب اور صحائف کا حال جو بھی ہو وہ کم ہی ہوگا۔

کتاب یشوع یا یوشع جو تورات کے بعد اسرائیلیوں کی دوسرے نمبر پر مذہبی اہمیت کی کتاب ہے اس کا حال بھی موجودہ تورات سے مختلف نہیں ہے کیونکہ یقین کے ساتھ اس کے مصنف کا پتہ ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس کی تصنیف کے زمانے کا کچھ پتہ چلتا ہے اس سلسلے میں عیسائیوں کے پانچ قول ہیں۔

(۱) جرہارڈ' پیٹرک' ٹاملائن اور ڈاکٹر کری رائے میں یہ یوشع علیہ السلام کی تصنیف ہے۔

(۲) ڈاکٹر لائٹ فٹ کا کہنا ہے کہ یہ فیخاس کی تصنیف ہے (فیخاس حضرت ہارون علیہ السلام

Marfat.com

کے پوتے کا نام ہے جن کا ذکر کتاب گنتی میں آیا ہے۔ ۲۵/۷ گنتی ۱۰۶/۳۰ زبور۔
(۳) کالون کا یہ خیال ہے کہ یہ عزرا کی تصنیف ہے۔
(۴) دائعل کے خیال کے مطابق یہ اسمٰعیل علیہ السلام کی تصنیف کردہ ہے۔
(۵) ہنری کے بیان کے مطابق یہ کتاب ارمیاء علیہ السلام کی لکھی ہوئی ہے۔ (یوشع علیہ السلام اور حضرت ارمیاء علیہ السلام کے درمیان تقریباً آٹھ سو پچاس برسوں کا فاصلہ ہے۔ (بائبل سے قرآن تک۔ تقی عثمانی)

یہ کتاب یوشع بھی اصل مؤلف یا نبی کے بجائے کسی اور ہی شخصیت کی تالیف یا تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ (تفصیل کے لیے حضرت تقی عثمانی صاحب کی کتاب بائبل سے قرآن تک ملاحظہ کیجئے)

بائبل کے عہد نامہ قدیم کی تمام ہی کتب اپنی اصل سے محروم ہیں یا پھر پے در پے عبرانی سے یونانی میں اور یونانی سے دیگر زبانوں میں تراجم کے باعث مترجمین کے رحم وکرم کے باعث کچھ سے کچھ بن چکی ہیں جن کا اپنی اصل سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان تمام کتب میں لفظی ہی نہیں بلکہ معنوی تحریف اور تبدیلی بھی خوب جم کر کی گئی ہے۔

ان میں سوچی سمجھی جانی بوجھی تحریفات بھی موجود ہیں اور بے سمجھی سے کی گئی تحریفات بھی بے شمار و بے حساب کی گئی ہیں خود عیسائیوں کو بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ ان میں معنوی اختلافات بھی موجود ہیں لیکن عیسائی محققین و مفسرین میں وہ قوت نہیں کہ انہیں درست کر سکیں ہاں ان کا اعتراف ضرور کرتے ہیں اور اس کا الزام کتاب کی کتابت یا ٹائپ سیٹ کرنے والوں پر ڈال دیتے ہیں جبکہ اصل قصہ کچھ اور ہی ہے کیونکہ عبرانی زبان جس میں زبور، تورات اور انجیل کا نزول ہوا اس کے حروف اور آواز اور صورتیں یونانی حروف وآواز سے خاصی مشابہ ہیں اسی سبب زبان کی باریکیوں اور اہمیت سے مترجمین نے اپنی غفلت اور بے علمی کے باعث ایک لفظ یا حرف کے بجائے دوسرے لفظ یا حرف کو لکھ کر عبارت میں اختلاف وتحریف کے عمل کو جاری کر دیا۔

عہد جدید یا عہد عتیق کی تمام کتب بھی قطعی الہامی نہیں ہیں وہ سب کی سب بھی بعد کے لوگوں کی تصانیف ہیں اور مسیحی تاریخ کا اصل متن بے شمار الحاقات کے باعث ایسا گڈ مڈ ہو چکا ہے کہ اس میں کوئی امتیاز بھی باقی نہیں رہا کہ اصل کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔ یہ سب کچھ اس طرح گھل مل چکا ہے کہ اصل حقیقت گم ہو کر رہ گئی ہے۔

بائبل کے عہد جدید کے تمام اصلی نسخے چونکہ معدوم ہو چکے ہیں البتہ ان کی نقول جو مختلف زبانوں میں کی گئیں وہ اب بھی کہیں نہ کہیں پائی جاتی ہیں ان کی تعداد بھی تقریباً پانچ سو کے قریب ہے۔ ان میں تین نسخے مشہور ہیں۔ (۱) نسخہ ویٹیکن (۲) نسخہ اسکندریہ (۳) نسخہ سینا۔

Marfat.com

بائبل میں تمام تر تحریفات دانستہ بھی کی گئی ہیں ایسا کرنے والوں نے اپنی دانست میں اصلی متن کتاب کو بہتر انداز میں درست کرنے کی کوشش کے طور پر کیا تاکہ سننے والے لوگ اسے آسانی سے سمجھ سکیں اور دین کو قبول کرلیں اپنی اس کوششوں میں انہوں نے بیشتر احکام وقوانین الٰہی بھی بدل کرر کھ دیے جس سے کتب الہٰیہ کی اصلیت ختم ہوکر تبدیل ہوگئی اور پھر تو یہ رسم چل پڑی ہر نیا مبلغ اپنی آسانی کے لیے اختراع کرتا رہا ہے یوں اصل کتب الہٰیہ کہیں دور پرے گم ہوکر رہ گئیں۔

یہاں دانستہ کتب الہٰیہ کی تحریفات اوران کی اغلاط وتراجم پر کوئی بحث نہیں کررہے۔ایک انتہائی دقت طلب اور بڑا طویل کام ہے اس کام کو حضرت جسٹس تقی عثمانی نے بہت ہی جامع انداز میں بائبل سے قرآن تک کے ذریعے انجام دے دیا ہے۔

اب آئندہ صفحات میں اللہ کے آخری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی اللہ کی آخری کتاب قرآن کے بارے میں جستجو کریں گے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام کتب الہٰیہ اور صحائف میں دی گئی ہدایات واحکاماتِ الٰہی کو جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل ہونے والی کتاب الٰہی میں جمع فرمادیے ہیں۔قرآن کریم کی تکمیل کے ساتھ ہی تمام ادیان سابقہ کی شریعتیں ازخود منسوخ ہوگئیں۔جبکہ سنتِ ابراہیمی کو اللہ تعالیٰ نے برقرار رکھا ہے کیونکہ دین اسلام تمام عالم انسانیت کے لیے مکمل کیا گیا ہے تمام عالمِ انسانیت اب ایک اُمت بن چکی ہے۔تمام امتیں ایک امت بنادی گئی ہیں امت مسلمہ اسی امتِ واحدہ کے لیے قرآن کریم کو مکمل کردیا گیا ہے۔

اس حصے کے اختتام سے پہلے مناسب ہوگا کہ سوۃ البقرہ کی آیت ۱۳۵ پر ایک نظر ڈال لیں جس میں یہود ونصاریٰ کے بارے میں کہ وہ کیا سوچتے ہیں کیا سمجھتے ہیں اپنے اپنے بارے میں' اللہ تعالیٰ تو ہر بات سے ہر سوچ سے پوری طرح باخبر رہنے والی ذاتِ عالی ہے۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ:۔یہ کہتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے۔تم کہو بلکہ صحیح راہ پر ملت ابراہیمی والے ہیں۔اور ابراہیم خالص اللہ کے پرستار تھے مشرک نہیں تھے۔(البقرہ۔۱۳۵)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خوب وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے اور یہ تاریخی حقیقت اور سند ہے۔یہودیت اور نصرانیت تو' تورات اور انجیل کے نزول کے بعد ہی پیدا ہوئی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کتب الہٰیہ کے نزول سے بہت پہلے بلکہ کئی عہد پہلے

Marfat.com

گزر چکے تھے یہ سیدھی سچی سی بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس مذہب پر تھے وہ کسی بھی طرح نہ تو یہودیت تھا نہ ہی نصرانیت تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یقیناً راہِ راست پر تھے۔ اس سے یہ بات اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادی کہ انسان کا راہ راست پر ہونا اور نجات پانے کے لیے یہودی یا عیسائی ہونا قطعی شرط نہیں ہے۔

یہودیت نے اپنے اس نام اور مذہبی رسوم وقواعد اور خصوصیات کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وجود پایا جو تیسری یا چوتھی صدی قبل از مسیح مبعوث ہوئے تھے ایسے ہی عیسائیت جن عقائد اور مذہبی تصورات کے مجموعے کا نام ہے وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کافی عرصے بعد وجود میں آئی تھی۔ عیسائیت میں حضرت عیسیٰ کی تعلیمات سے کہیں زیادہ ان کے حواریوں کا عمل دخل ہے۔

جیسا کہ یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ انسان کی نجات اور راہِ راست پانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی ان کی اسی غلط فہمی کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کی اس آیت مبارکہ کے ذریعے دور فرمادیا ہے۔ اگر ہدایت پانے کے لیے یہودی اور عیسائی ہونا ضروری ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تک کے تمام انبیاء حضرت شیث علیہ السلام' حضرت نوح علیہ السلام' حضرت ہود علیہ السلام' حضرت دانیال علیہ السلام' حضرت صالح علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت لوط علیہ السلام' حضرت اسماعیل علیہ السلام' حضرت اسحاق علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام' حضرت ایوب علیہ السلام' حضرت ذوالکفل علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام' حضرت یوسف علیہ السلام' حضرت شعیب علیہ السلام اور جانے اتنے عرصے میں کتنے مزید انبیاء زمین کے کن کن خطوں میں گزرے ہوں جن کو خود عیسائی بھی ہدایت یافتہ مانتے ہیں اس فہرست کے کئی انبیاء جو حضرت موسیٰ سے پہلے گزر چکے ہیں وہ آج بھی بائبل کا حصہ ہیں تو جب وہ نہ یہودی تھے نہ عیسائی تو پھر وہ کیسے اور کس طرح سے ہدایت یافتہ تھے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہدایت یافتہ ہونے کے لیے یہودی ہونا اور نہ ہی عیسائی ہونا شرط ہے۔ بلکہ انسان کا ہدایت یافتہ ہونے کا تمام تر دارومدار اس عالم گیر صراطِ مستقیم کو اختیار کرنے پر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں ہدایت پانے کا ذریعہ بنایا ہے۔

خود بائبل اس بات پر گواہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش' تقدس' بندگی اور اطاعت کے قائل نہیں تھے۔ ان کا مشن ہی یہ تھا کہ اللہ کی خصوصیات وصفات میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ جبکہ یہودیت اور نصرانیت دونوں ہی اس راہِ راست سے بھٹک گئے' منحرف ہوگئے' جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلتے تھے۔ کیونکہ دونوں مذاہب میں شرک کی شدید آمیزش ہوگئی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ

Marfat.com

کے تمام جھوٹ اور من گھڑت تاویلات کو کھول کر بیان فرما کر ان کے شرک جھوٹ اور مذہبی فریب کا پردہ چاک فرما دیا ہے۔ یہود و نصاریٰ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خود تورات و انجیل میں ذکر اور پیش گوئی موجود ہونے کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ کیوں کہ جزیرہ نما عرب میں حضرت ابراہیم اور حضرت شعیب علیہ السلام کے تقریباً دو ہزار سال بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام انبیاء مصر اور اس کے اردگرد ہی مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم اور شعیب علیہ السلام مصر سے ہی چل کر آئے تھے جبکہ نبی اکرم پہلے اور آخری نبی تھے جو جزیرہ نما عرب میں ہی پیدا ہوئے وہیں پلے بڑھے اور نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ آپؐ کا تعلق بنی اسحاق سے نہیں تھا، بلکہ آپؐ بنی اسماعیل سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے تمام اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے باوجود کہ تورات و انجیل میں انہیں بشارت کے طور پر اطلاع کر دی گئی تھی۔

تورات اور انجیل میں بعثت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئیاں:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بشارت دی تھی قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

ترجمہ:۔ اور جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں، اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوش خبری سنانے والا ہوں، جن کا نام احمد ہے، پھر وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔ (الصف۔٦)

قرآنِ کریم کی یہ ایک اہم آیت ہے۔ اس پر مخالفین اسلام نے بڑی لے دے بھی کی ہے بدترین خیانت مجرمانہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ میں ارشاد الٰہی ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی صاف صاف لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اس سلسلے میں بحث اس لیے بھی ضروری ہے کہ اہل کتاب کی خیانتِ مجرمانہ کو سامنے لایا جا سکے۔ ان کی مذہبی بد دیانتی اور احکامِ الٰہی سے انحراف کو سمجھا جا سکے اور یہ بھی کہ انہوں نے قرآن کا جتنا حصہ بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے نازل

Marfat.com

فرمایا تھا اس میں کس قدر تحریف کی اس کا بھی پتہ قرآن کریم کے ذریعے صاحب کلام خالقِ کائنات خود دے رہا ہے۔

آیتِ کریمہ میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی ''احمد'' بتایا گیا ہے تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نہیں تھا بلکہ احمد بھی تھا۔ عرب کا پورا ادب اس بات سے خالی ہے کہ حضور نبی کریم سے پہلے کسی کا نام ''احمد'' رکھا گیا ہو۔ انجیل یوحنا اس بات پر گواہ ہے کہ مسیحؑ کی آمد کے زمانے میں بنی اسرائیل کی قوم تین شخصیتوں کے منتظر تھے۔ ایک مسیحؑ' دوسرے ایلیاہ (یعنی حضرت الیاسؑ کی آمدِ ثانی) اور تیسرے ''وہ نبی'' انجیل کے الفاظ یہ ہیں۔

''اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے' تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے اس سے کہا پھر تو ہے کون......؟ اس نے کہا میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو......انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے' نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے۔ (کتاب یوحنا باب نمبر ا آیات۔ ۱۹ تا ۲۵)

اناجیل اربعہ کے بارے میں یہ بات جاننا نہایت ضروری ہے کہ بائبل کی یہ چاروں کتابیں ان یونانی بولنے والے عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس مذہب میں داخل ہوئے تھے۔ اور ان تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال واعمال کی تفصیلات سریانی بولنے والے عیسائیوں کے ذریعے سے زبانی کلامی پہنچی تھیں باقاعدہ کسی تحریر کی صورت میں نہیں پہنچی تھیں ان ہی سریانی روایات کو مصنفین نے اپنی زبان یونانی میں ترجمہ کر کے ان کتب میں درج کیا ہے۔ اور انجیل یوحنا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک صدی بعد ایشیائے کوچک کے شہر افسس میں لکھی گئی تھی۔ پھر ان تمام اناجیل کا یونانی نسخے بھی محفوظ نہیں رہے جتنے بھی مسودات اب تک شائع کیے جا چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی چوتھی صدی سے پہلے کا نہیں ہے اس لیے یہ کہنا نہایت ہی مشکل ہے کہ تین صدیوں میں ان میں کیا کچھ ردوبدل کی گئی۔ اس سارے معاملے کو جو چیز مشکوک تر بنا دیتی ہے وہ ہے کلیسا کے رہنماؤں کا رویہ جو اپنی انجیلوں میں اپنی پسند کے مطابق دانستہ تبدیلی کو بالکل جائز سمجھتے ہیں۔

آیتِ کریمہ میں لفظ سحر آیا ہے۔ گو کہ سحر کے معنی جادو کے ہیں لیکن یہاں اس آیت میں سحر

Marfat.com

کے معنی میں نہیں استعمال ہوا بلکہ دھوکے اور فریب کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ارشاد باری تعالیٰ ہورہا ہے کہ بنی اسرائیل نے دلیلوں کو بھلا کر بشارت سے عیسیٰ علیہ السلام سے انحراف وانکار کیا بنی اسرائیل ایک ظالم اور فریبی قوم ہے جس نے ہمیشہ اپنے نبیوں کو قتل ہی کیا ہے اور بعد میں مگرمچھ کے آنسو بہائے ہیں۔

بنی اسرائیل کے جن انبیاء کے صحیفے اور کتب بائبل کے عہد نامہ قدیم میں شامل ہیں ان کی ترتیب زمانہ اور مقام مرکزی تعلیم اور آیات کو یہاں مختصراً تحریر کیا جارہا ہے۔

(۱) **نبی ایلیاہ:** ۔عبرانی زبان میں اور بائبل میں ایلیا کالفظ استعمال ہوا ہے جسے مفسرین نے حضرت الیاس علیہ السلام کا نام قرار دیا ہے۔قرآن کریم میں ان کا ذکر دو جگہ نام کے ساتھ آیا ہے۔سورۃ الانعام۔۸۵اور سورۃ الصفت ۱۲۳۔حضرت الیاس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔یہ ۸۷۵ سے ۸۵۰ قبل از مسیح تشبی کے مقام پر مبعوث ہوئے تھے ان کی تعلیم کا مرکز اللہ کی وحدانیت تھا اس وقت بنی اسرائیل بعل نامی بت کی پرستش وپوجا کررہے تھے۔بائبل میں اس طرح ہے ''بعل نہیں یہوداخدا ہے''

(۲) **میکایاہ:** ۔یہ نام انجیل نے حضرت میکائیل علیہ السلام کا بتایا ہے حضرت میکائیل اللہ تعالیٰ کے چار اہم اور مقرب فرشتوں میں شمار ہوتے ہیں۔انجیل میں انہیں ۸۵۶ قبل از مسیح میں سامریہ کے مقام پر بطور نبی مبعوث دکھایا گیا ہے۔اس کی مرکزی تعلیم کو نبوت کا ثبوت لکھا گیا ہے۔

(۳) **الشیع نبی:** ۔یہ ابیل محولہ کے مقام پر مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا مرکز خدا کی قدرت تھا یہ ۸۵۵تا۸۰۰قبل از مسیح کے درمیان گزرے ہیں۔

(۴) **یوناہ نبی:** ۔یہ ۷۷۵قبل از مسیح جات حضر میں مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا مرکز ومحور خدا کی عالم گیر فکر تھا۔

(۵) **عاموس نبی:** ۔یہ تقوع کے مقام پر ۷۶۵قبل از مسیح میں مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا مرکز ''عدالت اور صداقت کے لیے بلاہٹ (تبلیغ)'' تھا۔

(۶) **ہوسیع نبی:** ۔یہ اسرائیل میں ۷۵۰ سال قبل از مسیح مبعوث ہوئے تھے ان کی تعلیم کا مرکز ''خدا کی محبت'' تھا۔

(۷) **یسعیاہ نبی:** ۔یہ یروشلم میں ۷۴۰اور ۶۹۸ ق م کے درمیان مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا محور ''دکھ اور مصیبت میں امید تھا''

(۸) **میکاہ نبی:** ۔یہ مورشتی جات کے مقام پر ۷۳۵تا۷۱۰ مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا مرکز ''انصاف کے لیے بلاہٹ'' تھا۔

Marfat.com

(۹) **عود نبی**:۔ یہ سامریہ کے مقام پر مبعوث ہوئے ان کی بعثت ۷۳۳ ق م ہوئی ان کی تعلیم کا مرکز ''خدا کے حکم سے تجاوز مت کرو'' تھا۔

(۱۰) **صفنیاہ نبی**:۔ یہ ۶۳۰ میں مبعوث ہوئے یہ پتہ نہیں کہ کس علاقے میں مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا مرکز ''حلیم لوگوں کے لیے امید'' تھا۔

(۱۱) **ناحوم نبی**:۔ یہ القوشی میں ۶۲۵ ق م مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا مرکز ''خدا محافظ ہے'' تھا۔

(۱۲) **حبقوق نبی**:۔ یہ بھی نامعلوم مقام پر ۶۲۵ میں مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا محور ''وفاداری کی بلاہٹ'' تھا۔

(۱۳) **یرمیاہ نبی**:۔ یہ عنوت یا یروشیلم کے مقام پر ۶۲۶ تا ۵۸۴ ق م مبعوث ہوئے ان کی تعلیم ''نیا عہد'' ہے۔

(۱۴) **خلدہ نبیہ**:۔ یہ ۶۲۱ قبل از مسیح میں یروشلم میں مبعوث ہوئیں ان کی تعلیم کا محور ''لاخطا کلام'' ہے۔

(۱۵) **حزقی ایل نبی**:۔ یہ ۵۹۳ تا ۵۶۱ قبل از مسیح میں گزرے ہیں۔ قرآن حکیم میں ان کا ذکر ذوالکفل کے نام سے آیا ہے۔ ان کی تعلیم کا مرکز ''مستقبل کی امید'' تھا۔

(۱۶) **یوایل نبی**:۔ یہ ۵۸۸ قبل از مسیح میں شاید یروشلم میں مبعوث ہوئے تھے ان کی تعلیم تھی ''توبہ کے لیے بلاہٹ۔

(۱۷) **عبدیاہ نبی**:۔ یہ ۵۸۰ میں یروشیلم میں تعلیم دے رہے تھے ان کی تعلیم کا مرکزی خیال ''ادوم پر فتویٰ تھا۔

(۱۸) **حجی نبی**:۔ یہ ۵۲۰ میں یروشیلم میں تبلیغ کا کام سرانجام دے رہے تھے ان کی تعلیم کا مرکزی خیال ''خدا کے گھر کی اولیت'' تھا۔

(۱۹) **زکریاہ نبی**:۔ یہ ۵۲۰ تا ۵۱۴ قبل از مسیح یروشلم میں ہی مبعوث ہوئے ان کی تعلیم کا مرکزی خیال ''وفاداری'' تھا۔

(۲۰) **ملاکی نبی**:۔ یہ ۴۳۳ قبل از مسیح میں یروشلم میں ہی موجود تھے ان کی تعلیم کا محور و مرکز ''خدا کی تعظیم'' تھا۔

نوٹ:۔ یہ فہرستِ انبیاء کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ (انجیل) کے آخر میں اسی طرح دیا گیا ہے۔ اس میں بہت سے جید انبیاء کا ذکر تک نہیں کیا گیا جس کا ذکر خود بائبل میں موجود ہے۔ مثلاً حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوت علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔

Marfat.com

ایک ضروری وضاحت

جن لوگوں کو یہ گمان ہے کہ قرآن کے آجانے کے باوجود دیگر ادیان اور آسمانی کتب بھی اپنی جگہ موجود اور برقرار ہیں انہیں منسوخ نہیں کیا گیا ان کے لیئے یہ وضاحت کی گئی ہے۔

آج بھی بہت سے پڑھے لکھے افراد کو دین اسلام کے مقابلے میں دیگر ادیان کے بارے میں یہ گمان ہے کہ وہ اپنی ہیئت اور حیثیت میں موجود ہیں انہیں اسلام کے آنے کے بعد کہیں منسوخ نہیں کیا گیا اور نہ ہی کہیں قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ واضح اعلان فرمایا ہے کہ قرآن حکیم کے آجانے کے بعد تمام دیگر کتب الٰہیہ منسوخ کردی گئی ہیں۔ ان کا یہ بھی گمان ہے کہ جس طرح اسلام ایک دین ہے اسی طرح دیگر ادیان خصوصاً زبور توریت انجیل جن کا ذکر خود قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ آیا ہے اور ان کتب پر ایمان لانا اور تمام انبیاء پر ایمان لانے کا اور انہیں تسلیم کرنے کا پھر کیا مطلب ہے اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں منسوخ کیا ہوتا تو جب اس نے اپنی آیات اور سورتیں نازل فرمائیں اور واقعات عبرت کا ذکر کیا ہے کیا یہ واضح طور پر اعلان نہیں فرما سکتا تھا کہ اب صرف اسلام ہی تمام دنیا کے لوگوں کے لیے دین ہے اور تمام ادیان ختم کردیئے گئے تمام کتب منسوخ کردی گئی ہیں۔

ایسے اہلِ علم افراد کے لیے اور خصوصاً قرآن کریم سے ہدایت پانے والوں کے لیے اللہ ربّ العزت نے اپنے مخصوص اسلوبِ بیان اور حکمت و تدبّر سے ان تمام سوالوں کا بھرپور اور مختصر جواب سورۂ آل عمران ۸۱ تا ۸۵ میں ارشاد فرمادیا ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾ أَفَغَيْرَ دِينِ اللّٰهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾

Marfat.com

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے' فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً نافرمان ہیں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں؟ حالانکہ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں' خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجیے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے ان سب پر ایمان لائے' ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ جو شخص اسلام۔ کے سوا اور دین تلاش کرے' اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ (آل عمران ۸۱ تا ۸۵)

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے انبیاء سے بظاہر ایک نہایت خوف ناک اور پختہ عہد لیا ہے یا معاہدہ کیا ہے اور اس معاہدے میں وہ خود گواہ بن گیا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کو بھی اس پر گواہ بنا دیا ہے۔ یعنی ہر نبی سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ لے لیا ہے کہ اس کی زندگی اور دورِ نبوت میں اگر دوسرا کوئی نبی آ جائے تو اس کے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہوگا' جب کسی نبی کی موجودگی میں آنے والے نئے نبی پر ایمان لانا ضروری کر دیا گیا ہے تو ان کی امتوں کے لیے تو اس نبی پر ایمان لانا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ بعض مفسرین نے ''رسول مصدق'' سے ''الرسول'' کا مفہوم مراد لیا ہے یعنی نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمام نبیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت عہد لیا گیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ مفہوم پہلے معنوں میں بھی از خود ہی موجود ہے کہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی نبی کا چراغ نہیں جل سکتا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ توریت کے اوراق پڑھ رہے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر غضب ناک ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہو کر آ جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے لگ جاؤ تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔'' (مسند احمد بحوالہ ابن کثیر)۔ نبی کریم کی اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی آخر الزماں کے آ جانے کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں اور کتب الٰہیہ کالعدم قرار دے دی گئیں' جیسا کہ قولِ رسول کریم سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہو کر آ جائیں تو

Marfat.com

تب بھی ان کی اتباع کرنے والا گمراہ یعنی کافر ہو جائے گا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تو اب قیامت تک کے لیے واجب ہو چکی ہے اب نجات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر منحصر ہے۔ کسی بھی پیغمبر کا سکہ اب نہیں چل سکتا۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور دیگر اہل مذاہب کو تنبیہ ہے کہ بعثتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان پہ ایمان لانے کے بجائے اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنا' اس عہد کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے واسطے سے ہر اُمت سے لیا اور اس عہد سے انحراف کفر ہے۔ آیت نمبر ۸۲ میں فسق کفر کے معنی میں آیا ہے کیونکہ نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار صرف فسق نہیں بلکہ سراسر کفر ہے۔

اس بات کو ہم دوسرے انداز سے اپنے موجودہ نظامِ تعلیم کو سامنے رکھتے ہوئے اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ بچہ جب کچھ بولنے اور چلنے کے قابل ہو جاتا ہے یعنی تقریباً دو یا ڈھائی سال کا تو ہم اسے نرسری میں داخل کرا دیتے ہیں وہاں تعلیم کتابوں سے نہیں کھلونوں اور چارٹوں کی مدد سے دی جاتی ہے پھر بچہ بڑا ہوتا ہے وہ کھلونوں اور چارٹوں کو سمجھنے لگتا ہے اور اسے اگلے درجے میں ترقی دے دی جاتی ہے۔ کے جی وَن اور پھر کے جی ٹو پھر پہلی دوسری اور تیسری جماعت پانچویں تک وہ پرائمری یعنی ابتدائی تعلیم مکمل کر لیتا ہے پھر اسے سیکنڈری کلاسوں میں تعلیم کے مدارج سے گزرنا پڑتا ہے' جب اس سے فارغ ہو جاتا ہے تو مدارج طے کرتا ہوا وہ بی اے یا ایم اے کر کے اپنی تعلیم مکمل کر لیتا ہے تو کیا بی اے یا ایم کرنے والا فرد پلٹ کر اپنے ماضی کے تعلیمی نصاب سے کوئی کتاب پڑھنا پسند کرتا ہے' قطعی نہیں کرتا بالکل اسی طرح جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے زمین پر بھیجا تو تمام ضروری ابتدائی علوم کے ساتھ ساتھ یہ بھی تاکید فرما دی تھی کہ میں تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنے نمائندے یعنی پیغمبر بھی بھیجتا رہوں گا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے کہ حضرت آدم سے حضرت یونس علیہ السلام تک کے ابتدائی دور انسان کی نرسری کی کلاس تھی' اس کا نصاب تعلیم بھی نرسری کا ہی تھا۔ جسے تاریخ دان پتھر کے زمانے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کے دور کو ہم پرائمری کلاسوں کا دور کہہ سکتے ہیں' ان میں جتنے صحائف اور کتب الٰہیہ نازل ہوئی ہوں گی' وہ ان ہی لوگوں کی تعلیم و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہوں گی۔ ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کو ہم مڈل کلاس کا دور کہہ سکتے ہیں' ان کی کتب الٰہیہ صحائف کی تعلیمات کا اگر جائزہ لیا جائے تو یقیناً وہ اپنے سے پہلے صحائف کی تردید یا نفی تو نہیں کرتے لیکن ان کا اعادہ بھی نہیں کیا گیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کو ہم سیکنڈری کلاس یا میٹرک تک کے تعلیمی دور سے تشبیہ دے سکتے ہیں' اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی نظام تعلیم میں گزشتہ کلاسوں کے نصاب کو دہرایا نہیں جاتا' آگے بڑھ

Marfat.com

جاتے ہیں ایسے ہی دینی مذہبی تعلیمات میں ہوتا ہے کہ ہر نیا آنے والا نبی' نئی کتاب' نئی ہدایت تو لاتا ہے لیکن نظام تعلیم یعنی توحید الٰہی اطاعت الٰہی کے ہی احکام لے کر آتا ہے پھر حضرت داؤد علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دورِ نبوت کو ہم انٹر کی تعلیمات سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک کے دور نبوت دور رسالت کو ہم گریجویشن یا ماسٹر ڈگری کا دور کہہ سکتے ہیں۔ طالب علم اپنے دور تعلیم میں یا اس کے بعد بھی اپنی ابتدائی تعلیمات یا تعلیمی دور کی کتب کی طرف نہیں پلٹتا ایسے ہی جب تمام اُمتوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک حکم سے ایک اُمت بنا دیا اور ان کی رہنمائی تعلیمات و ہدایت کے لیے اپنے آخری نبی کو مبعوث فرمادیا تو ان سے پہلے کے تمام ہی ادیان (جو دین اسلام کا ہی تسلسل ہیں) دین اسلام مکمل ہونے کے ساتھ ہی از خود کالعدم ہو گئے۔

سورۂ آل عمران کی آیت ۸۳ میں جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ ''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش میں ہیں'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ آل عمران کی آیت 19 میں ارشاد فرمایا ہے۔ ''ان الدین عند الله الاسلام''، ''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں کے لیے صرف ایک ہی نظام تعلیم یا نظام زندگی اور طریقۂ حیات اسلام ہے جو یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو پوری طرح سپرد کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ آنے والی سورۂ آل عمران کی مذکورہ آیت نمبر ۸۵ میں دوٹوک حکم دے دیا گیا ہے کہ جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہ دوٹوک تاریخی و جغرافیائی حقیقت ہے کہ حقیقی نفس الامری کے اعتبار سے اُمت مسلمہ ہی وہ اُمت ہے جس نے اس عہد کو پوری اور اچھی طرح اپنا لیا ہے' جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں سے لیا تھا وہ معاہدہ جو آیت کریمہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں کے درمیان طے پایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ اس واحد دین کو پیش کیا جس کا حکم نبی آخرالزماں نے نافذ فرمایا ہے یعنی دین اسلام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و توحید اور اسے معبود تسلیم کرنا۔ آئیں ان آیات پر فکر کریں' قرآن کریم نے تاریخ انسانی کے ایک بڑے عظیم معاملے کو مختصراً پیش کر دیا ہے تمام رسولوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

حکم ہو رہا ہے ''واذاخذ الله میثاق النبین'' ترجمہ: ''یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ اس منظر نامہ میں تمام رسول ایک جگہ جمع ہیں اور اللہ جل شانہ ان سب کو ایک ساتھ مخاطب فرما رہا ہے اور ان سے دریافت کر رہا ہے۔ اگلے ہی لمحے منظر تبدیل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان رسولوں سے وضاحت کے لیے' تصدیق کے لیے سوال فرمایا۔ ''قال اقرار تم واخذ تم علی ذلکم اصری'' ترجمہ: ''کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو؟'' اللہ کے سوال پر رسولوں نے اقرار فرمایا۔ ''قالو اقررنا'' ترجمہ:

Marfat.com

''ہم اقرار کرتے ہیں۔ پس رب ذوالجلال پھر اس معاہدے پر خود بھی گواہ بن جاتا ہے اور ان رسولوں کو بھی گواہ بناتا ہے۔'' "قال فاشھدو اوانا معکم من الشھدین" ترجمہ: ''فرمایا تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ دین اسلام کے اس تصور اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس سلسلے میں طے پانے والے اس معاہدے یا عہد کے نتیجہ میں اللہ کا دین خالص ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی ذاتی عصبیت داخل نہیں ہوتی یعنی رسول کی ذات بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوتی نہ اس کی قوم قبیلے کا' نہ ہی اس کے پیروکاروں کا' ماننے والوں کا' دین اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں ہر معاملہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے۔ دین بھی ایک' اللہ تعالیٰ بھی ایک ہے۔ جو لوگ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور پیچھے رہ گئے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اپنے دین کی وجہ سے ایمان نہیں لائے حالانکہ خود ان کے حقیقی دین کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نبی آخرالزماں پر ایمان لائیں ان کی نصرت وتائید کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ جو لوگ نبی آخرالزماں پر ایمان نہیں لاتے وہ درحقیقت فاسق اور بدکار ہیں۔ عہد شکن ہیں۔ اس کائنات کے نظام کو توڑنے والے ہیں کیونکہ تمام رسول ایک ہی دین یعنی توحید الٰہی لے کر آئے ہیں۔ سب نے اس پر ہی پختہ عہد کیا تھا۔ اس عہد کے فریق تمام رسول ہیں' لہٰذا اس دین پر ایمان لانا اور آخری رسول پہ ایمان لانا ان کی اتباع کرنا' اسلامی نظام قائم کرنا اور تمام دوسرے نظاموں سے مقابلہ کرنا اس عظیم عہد کی پاسداری ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجیے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہم پر اُتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) اسحاق (علیہ السلام) اور یعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد پر اُتارا گیا ہے اور جو کچھ موسیٰ وعیسیٰ (علیہ السلام) اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے ان سب پر ایمان لائے' ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔

جو شخص اسلام کے سوا اور کوئی دین تلاش کرے' اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔ (آل عمران ۸۴۔۸۵)

ان آیات ربانی میں ایمان لانے کا طریقہ تعلیم کیا گیا ہے کہ ہر نبی اور ہر منزل کتاب پر بغیر تفریق کے ایمان لانا ضروری ہے۔ زمین وآسمان کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت سے باہر نہیں ہے'

Marfat.com

انسان چاہے خوشی سے یا ناخوشی سے احکام تو مانتا ہی ہے پھر اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کو قبول کرنے سے گریز کیوں کرتا ہے۔ رہی بات یہ کہ تمام سچے نبیوں پر ایمان لانا جو اپنے اپنے وقت پر اللہ کی طرف سے مبعوث کے گئے تھے نیز ان کتابوں اور صحیفوں کی بابت بھی یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ آسمانی کتابیں تھیں وہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں۔ فرشتوں پر ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی ذات عالی جوان تمام مخلوقات کی خالق و مالک ہے اس کے اقتدار و اختیار کو تسلیم کرنا ہے اس کے اختیار و اقتدار کو تسلیم کرنے کا مطلب اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا اس کے ہر ہر حکم کو بالکل اسی طرح ماننا، تسلیم کرنا جیسا کہ وہ حکم دے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک کے بعد ایک رسول کا سلسلہ جاری فرمایا تو وہ مخصوص علاقوں قوموں کے لیے مبعوث ہوئے تھے تا کہ دنیا کے کونے کونے میں علم کی دین کی روشنی پہنچ جائے لوگ بے خبری میں نہ رہیں اور آنے والی کسی بڑی خبر کسی بڑی تبدیلی کے منتظر رہیں۔ جب دنیا کے کونے کونے میں دین کی خبر دین کی روشنی پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے سلسلے کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اپنے پسندیدہ دین اسلام کی بھی تکمیل فرمادی۔

ان آیات پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کی ذات پر ایمان لا۔ یعنی ''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہو ہم اللہ کو مانتے ہیں'' پھر اس کتاب پر ایمان لانے کا حکم ہے (ایمان کا مطلب ہے تصدیق کرنا، تسلیم کرنا) جو مسلمانوں پر نازل ہوئی اور پھر ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے جو مسلمانوں سے قبل دوسرے انبیاء پر نازل ہوئیں۔ اسلام کا مفہوم سر تسلیم خم کرنا ہے، اطاعت کرنا ہے اور خشوع و خضوع ہے۔ حکم الٰہی کا اتباع اور اسلامی نظام اور طریقہ کار اور ناموس کی اطاعت کرنا ہے کیونکہ اسلام محض عبادات اور شعائر زندگی تک محدود نہیں ہے اور نہ ہی کسی مراقبے اور ذکر و اذکار تک محدود ہے۔ اسلام میں نظامِ حیات ایک منظم عملی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس کی اساس الٰہی تعلیمات پر ہو جس میں دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اسلامی تصورِ حیات بہت وسیع ہے اس میں تمام سابقہ رسالتیں شامل ہیں اور اسلام کے پرچم تلے تمام رسول جمع ہیں جنہوں نے کبھی بھی رسالت الٰہیہ کا فریضہ انجام دیا کیونکہ اسلامی عقیدے کی اساس توحید الٰہی پر ہے اور اسی کے مطابق تمام انبیاء کا منبع ہدایت ایک ہے یعنی ذاتِ باری تعالیٰ نے ان آیات الٰہی میں یہ بات واضح فرمادی ہے کہ ''جو شخص بھی اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ بطور دین اختیارات کرے گا'' اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ناکام و نامراد رہے گا۔'' جیسا کہ ربّ کریم نے سورۂ آل عمران کی آیت 19 جس کا ذکر پچھلے صفحہ پر ہو چکا ہے اور سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

Marfat.com

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے۔'' (المائدہ ۳)

ان آیات کے بعد مسلسل لفظ اسلام کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسلام کے مفہوم میں کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی ان آیات میں کسی قسم کی کوئی تحریف کی جاسکتی ہے نہ کوئی ردّو بدل یا توڑ پھوڑ ہوسکتی ہے اور نہ ہی اسلام کا کوئی اور مفہوم بیان کیا جاسکتا ہے۔ جس کا علم قرآن کو نہ ہو۔ اسلام تو وہ ہی اسلام ہے جس کی اطاعت یہ پوری کائنات کررہی ہے جسے ایک نظام کی صورت میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے۔

اسلام کا مفہوم وہ نہیں ہے جسے لوگوں کی مختلف نسلوں میں سے ایک تہی دامن نسل اپنی خواہشات نفسانیہ کے دباؤ کے تحت چاہتی ہے اور نہ ہی اسلام کا وہ مفہوم ہے جو اسلام کے دشمن بتانا چاہتے ہیں۔ جو لوگ بھی اپنی خواہشات نفسانی کے تحت اسلام میں کسی بھی قسم کا ردوبدل یا تحریف کرتے ہیں وہ یقیناً آخرت میں سخت نقصان وگھاٹے میں ہوں گے۔

نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تمام سابقہ امتوں پر لازم ہوگیا کہ وہ ان کی اتباع وپیروی کریں کیونکہ قرآن نے پچھلی تمام کتابوں کو منسوخ کردیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر رسول تب ہی بھیجا اور مبعوث فرمایا ہے جب قوموں نے ان سے پہلے نبی کی تعلیمات کو بھلادیا اور گمراہی میں مبتلا ہوگئے اسی لیے ہر نئے آنے والے نبی کے آنے کے بعد ان سے پہلے نبی کی امت اور کتاب یا صحیفہ از خود منسوخ ہوجاتا تھا اور دوبارہ نئے دلائل پر مبنی اور اسلوب کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا۔ یہ اور بات کہ اکثر لوگ امتحان میں فیل ہوجانے والے طالب علموں کی طرح پچھلی ہی کلاسوں میں پڑے رہ جاتے ہیں۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں آچکا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ اور دیگر مذاہب عالم کو ان آیات کے ذریعے سخت تنبیہہ کی گئی ہے کہ نبی آخرالزماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی ان پر ایمان لانے کے بجائے اپنے اپنے قدیمی مذاہب پہ قائم رہنا گویا اس عہد کی خلاف ورزی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان تمام نبیوں کے واسطے سے ہر امت سے لیا اور عہد سے انحراف کفر ہے۔

Marfat.com

قرآن کی جمع اور تدوین

قرآن کریم الفاظ و معانی زبان و بیان اور عظمت و رفعت کا عظیم مظہر اور پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے۔ جس طرح اسلام تمام ادیان سابقہ کو منسوخ کرتا ہے بالکل اسی طرح اس کتاب مبین نے بھی تمام سابقہ آسمانی صحیفوں اور کتابوں کو منسوخ کر دیا اور تمام احکاماتِ توحید کو اپنے میں ضم کر لیا ہے۔ قرآن کریم نے ہدایت و اخلاق کے جو بنیادی اصول پیش کیے ہیں وہ لازوال ہیں اور قیامت تک انسانیت کے لیے رہنما ہیں۔ قرآن آخری حتمی، مکمل، محفوظ، غیر مبدل، غیر محرف، معجزہ اور مکمل منشور ہے۔ قرآن نسخۂ شفا اور دستور حیات ہے۔ قرآن ہی وہ آسمانی کتاب ہے جس کے ایک حرف میں بھی کوئی تبدیلی، تصرف، تحریف نہ ہو سکی اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں میں صرف قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: ''بے شک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر: 9)

تدوین قرآن:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ یمامہ میں مسلیمہ بن کذاب سے مقابلہ کرتے ہوئے 70 حفاظِ قرآن شہید ہو گئے۔ ان حالات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فکر دامن گیر ہوئی کہ جہاد اور شہادت کا سلسلہ تو جاری رہے گا کہیں حفاظِ قرآن کی شہادت سے حفاظت قرآن میں دشواری پیش نہ آ جائے آپ نے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس جانب متوجہ کیا کہ قرآن کو جمع کر لیا جائے، بڑے غور و فکر کے بعد خلیفہ اول اس پر آمادہ ہو گئے اور حضرت زید بن ثابتؓ کا انتخاب کیا گیا جو فن کتابت کے بڑے ماہر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کاتب وحی تھے، اس وقت وہ جوان تھے پورا قرآن انہیں یاد تھا۔ قرآن قریش کے رسم الخط میں لکھا جاتا تھا کیونکہ وہ قریش کی قرأت میں نازل ہوا تھا اور حضرت زیدؓ کی قرأت بھی قریش ہی کی تھی۔ اس لیے ان سے زیادہ موزوں کوئی دوسرا نہ تھا۔

چنانچہ عام اعلان کرا دیا گیا کہ جس صحابیؓ نے رسول اللہ سے براہ راست سُن کر قرآن کا کچھ حصہ لکھا ہو تو اسے پیش کرے، صحابہؓ اس اعلان کو سنتے ہی مختلف چیزوں پر جو حصہ لکھا ہوا تھا لے آئے ان کے ساتھ حفاظِ قرآن کی ایک جماعت بھی بٹھا دی گئی تھی کہ ان کی مدد کرے حضرت زیدؓ

Marfat.com

خود بھی بہترین حافظِ قرآن تھے لیکن جب کوئی صحابی لکھی ہوئی آیات پیش کرتا تو اس سے پہلے پوچھتے کہ کیا اس نے یہ نوشتہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر لکھا ہے پھر کم از کم دو حفاظِ قرآن کی شہادت لیتے اس کے بعد اسے تحریر کرتے۔

اس طرح قرآن حکیم کو ایک جلد میں قلمبند کیا گیا اور نسخہ حضرت ابو بکرؓ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس کے بعد یہ نسخہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے پاس رہا ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ کر دیا گیا۔

حضرت عمرؓ کے بعد جب حضرت عثمانؓ کا دور خلافت آیا تو اس زمانے میں دُور دُور کے علاقے فتح ہو چکے تھے اور اسلام دور دراز مقامات تک پھیل چکا تھا۔ جب عرب دور کے علاقوں میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ لوگ مختلف لہجوں میں قرآن کی تلاوت کر رہے تھے انہوں نے یہ صورت حال حضرت عثمانؓ کو بتائی' حضرت عثمانؓ نے صدیقی مرتبہ نسخہ حضرت حفصہؓ سے منگوایا اور زید بن ثابت کو حکم دیا کہ اس کی نقلیں تیار کی جائیں ان کی مدد کے لیے صحابہ کرام کی ایک جماعت مقرر کی تا کہ نسخوں میں فرق نہ آنے پائے پھر ان کی نقلیں ہر صوبہ میں بھیج دی گئیں اور ساتھ ہی حکم دے دیا گیا کہ اگر کوئی اور نسخہ لکھا گیا ہو تو اسے ضائع کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کو یہ کام انجام دینے پر ''جامع القرآن'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

ابتدائیہ

گزشتہ صفحات میں کوشش کی ہے کہ بائبل میں شامل تمام کتب کے بارے میں خود بائبل کے صفحات میں جو کہا گیا ہے' جیسا کہا گیا ہے اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کر دوں۔ بائبل شائع کرنے والوں (میں یہاں لکھنے والوں نہیں لکھ رہا) کہ جو شائع کیا جیسا شائع کیا گیا اُس کو مختصراً پیش کر دیا ہے۔ اب اللہ کی آخری کتاب قرآنِ حکیم کے بارے میں خود ربّ العزت جو ارشاد فرما رہا ہے اور سابقہ کتب الٰہیہ کے بارے میں کیا ارشاد ہوا ہے اسے مستند تفاسیر کی مدد سے پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ قرآن کریم اللہ کی آخری اور مکمل کتاب ہے جو نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پوری انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے نازل کی گئی ہے۔ اور مکمل کی گئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نا صرف کتاب الٰہی اپنی تکمیل کو پہنچی بلکہ دینِ حق اسلام بھی مکمل ہوا ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ تمام اہلِ ایمان مسلمان بخوبی واقف ہیں کہ اسلام کی دعوتِ حق کی ابتدا ہجرت سے قبل مکہ کے مشرکین عرب سے کی گئی اس لیے کہ ان کے لیے اسلام کی آواز کوئی نئی یا غیر مانوس نہیں تھی پھر ہجرت کے بعد یہودیوں سے سابقہ پڑا۔ جن کی بستیاں مدینہ منورہ سے متصل ہی واقع تھیں۔ یہ لوگ توحید' رسالت' وحی' آخرت اور ملائکہ کے قائل تھے اور اس ضابطہ شرعی کو تسلیم کرتے تھے جو اللہ کی طرف سے اُن کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا' اور اصولاً ان کا اصل دین وہی اسلام تھا جس کی تعلیم حضرت نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے تھے لیکن صدیوں کے مسلسل انحطاط نے ان کو اصل دین سے بہت دور کر دیا تھا۔ (اس وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۶۱۰ عیسوی میں منصبِ نبوت پر سرفراز کیا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گزرے ہوئے تقریباً انیس صدیاں بیت چکی تھیں کیونکہ اسرائیلی تاریخ کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام ۱۲۷۲ قبل از مسیح میں وفات پا چکے تھے) ان کے عقائد میں بہت سے غیر اسلامی عناصر شامل ہو چکے تھے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بائبل کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو چکا ہے۔ ان تمام غیر اسلامی عناصر کی تورات میں کوئی سند موجود نہیں تھی نہ اب ہے۔ ان کی زندگی میں بہ کثرت ایسے رسوم اور طریقے رواج پا چکے تھے جو اصل دین میں کہیں نہیں پائے جاتے تھے اور نہ ان کا تورات میں کوئی ثبوت ملتا ہے۔ خود تورات کو انہوں نے انسانی کلام سے غلط ملط کر دیا تھا اور کلامِ الٰہی جس حد تک لفظاً یا معنی میں محفوظ تھا اس کو بھی انہوں نے من مانی تاویلوں اور تفسیروں سے مسخ کر کے رکھ دیا تھا' دین کی حقیقی روح اُس سے نکل چکی تھی۔ اور وہ کتاب ظاہری مذہبیت کا محض ایک بے جان ڈھانچہ ہی رہ گئی تھی جسے یہودی اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے۔

اُن کے علماء و مشائخ' سردارانِ قوم اور عوام سب کے سب کی اعتقادی' اخلاقی' اور عملی حالت بگڑی ہوئی تھی۔ اور اپنے اس بگاڑ پر وہ پوری قوت سے موشگافیوں' فرقہ بندیوں' خدا فروشی کی بدولت انحطاط کا اس حد تک شکار ہو چکے تھے کہ اپنا اصل مذہبی نام ''مسلم'' تک کو بھول چکے تھے اور محض یہودی بن کر رہ گئے تھے۔ اللہ کے دین کو محض اسرائیلی نسل کا آبائی دین بنا رکھا تھا۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ ان اہل کتاب یہودیوں کو ان کے اصل دین اسلام کی دعوت دیں' گو کہ اس سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکمِ الٰہی کے مطابق کفار اور مشرکین مکہ کو دعوتِ حق اور قرآن کریم کی آیات کی تعلیم دے چکے تھے۔ قرآنِ کریم جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کے بارے میں خود رب العزت کیا فرما رہا ہے خود قرآن کے آئینے میں قرآن کے بارے میں اور تمام سابقہ کتبِ آسمانی کے بارے میں قرآن حکیم میں رب کائنات کا کیا ارشاد ہو رہا ہے اس پر سیر حاصل روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ قرآن اور سابقہ کتبِ آسمانی کے

Marfat.com

بارے میں جو کچھ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کے سلسلے میں کوئی کارآمد اور نافع کام ہو سکے جو بندگانِ الٰہی کے لیے صراطِ مستقیم کا باعث بن سکے۔

صحیفے کیوں ضروری تھے......؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی اور انہیں اعلیٰ ترین جگہ جنت میں رکھا تو انہیں جنت میں رہنے کے بارے میں کچھ ہدایات بھی دے دیں تا کہ وہ بہ آسانی وہاں رہیں اور آرام کی زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے آرام اور تنہائی کو مدنظر رکھتے ہوئے اُن کی دل جوئی کے لیے اُن کی جوڑی حوا علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اُن دونوں کو تاکیدی حکم (بطور امتحان) دیا کہ "اس مخصوص درخت کے پاس مت جانا ورنہ ظالموں میں ہو جاؤ گے۔" (البقرہ۔ ۳۵)

جنت میں ہر طرف ہر طرح کا عیش ہی عیش آرام ہی آرام تھا لیکن حضرت آدم اور حوا علیہ السلام نے تاکیدی حکم کے باوجود جبکہ انہیں خوب بتا دیا سمجھا دیا گیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ انہوں نے ٹھوکر کھائی اور شیطان کے وسوسے کا شکار ہو کر گناہ گار ہو گئے اور اللہ اپنے مالک و آقا کی نہ فرمانی اور ناراضگی کا موجب بن گئے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین پر اُتارا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ زمینی زندگی کے لیے کوئی ہدایت نہ دی گئی ہو جبکہ انسان کا اولین دشمن شیطان بھی ساتھ ہی زمین پر بھیجا گیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے تو روزِ اول ہی جب فرشتوں کے سامنے حضرت آدم کو لایا تھا اس وقت ہی انہیں تمام امور کے بارے میں تعلیم و علم سے آراستہ کر دیا تھا۔ زمین پر پہنچانے کے بعد زمین کی زندگی بسر کرنے کی ہدایات انہیں بتدریج پہنچتی رہی تھیں جس کا اظہار قرآن کریم میں سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۲۳ میں کیا گیا ہے "جب بھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت پر عمل کرے گا نہ تو وہ بھٹکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا۔" اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر زندگی بسر کرنے اور اپنے اولین دشمن سے خود اپنے آپ اور اپنی آل اولاد کو بچائے رکھنے کے لیے جو ہدایت نامہ عطا فرمایا اسے ہم صحیفہ آدم کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام نائب اور خلیفہ جنہیں ملک و قوم کی ہدایت کی ذمہ داریاں سونپ کر دنیا میں مبعوث کیا انہیں ہم رسول اور انبیاء کہتے ہیں۔

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اپنی مصنوعات کے ساتھ ان کی تفصیل اور پرچہ ترکیب استعمال دیتا ہے جنہیں گائیڈ بک یا مینول وغیرہ کے نام دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ دوا کی شیشی کے ساتھ بھی پرچہ ترکیب استعمال ہوتا ہے جس میں ہدایات ہوتی ہیں کہ دوا کو کیسے اور کب استعمال کرنا چاہیے اور کن

Marfat.com

چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ غرض اب تو ہر چیز کے ساتھ اس کی آپریٹنگ بک ملتی ہے جسے ہم ان کا صحیفہ کہہ سکتے ہیں۔

اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ ہر رسول کو جو صحیفہ دیا گیا وہ انسانیت کی بھلائی و بہتری اور اس کی زمینی زندگی کو آسان بنانے اور اس کی دائمی زندگی یعنی آخرت کی بھلائی کے نسخے ہدایات واحکامات سے آراستہ کیا گیا ہے' تو غلط نہ ہوگا۔ آئندہ صفحات میں ہم کوشش کریں گے کہ قرآن کریم میں جمع شدہ مختلف انبیائے کرام علیہ السلام کے صحفِ سماوی کی جس حد تک بھی ممکن ہے نشاندہی کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ اس مشکل کام کو آسان بنانے والا ہے اللہ کرے کہ میں اپنی کوشش میں کسی طرح کامیاب ہوسکوں۔ اور اہلِ نظر' اہلِ ایمان کو متفق کرسکوں۔

تمام آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد لوگوں کی ہدایت ورہنمائی ہے اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب وہ کتاب اس زبان اس لہجے میں ہو جن کی ہدایت کے لیے وہ نازل کی گئی ہے تا کہ وہ اسے بخوبی سمجھ سکیں۔ اسی لیے ہر آسمانی کتاب اُسی قومی زبان میں نازل ہوئی جس قوم کی ہدایت کے لیے وہ اتاری گئی تھی۔ قرآنِ کریم کے اولین مخاطب چونکہ عرب تھے اس لیے قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔ چونکہ عربی زبان اپنی فصاحت وبلاغت اور اعجاز اور ادائے معانی میں دنیا کی بہترین زبان ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اشرف الکتب' اشرف اللغات (عربی) کو اشرف الرسل (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اشرف الملائکہ (حضرت جبرائیل) کے ذریعے نازل فرمایا۔ اور مکہ جہاں قرآن کے نزول کا آغاز ہوا وہ بھی دنیا کا اشرف ترین مقام ومرکز ہے۔ اور جس مہینے میں نازل فرمایا گیا وہ بھی رمضان کا اشرف ترین مہینہ ہے۔ قرآنِ حکیم کو عربی میں نازل فرمانے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ یوں ہوا ہے۔

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝٢

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل فرمایا ہے تا کہ تم سمجھ سکو۔ (یوسف۔۲)

Marfat.com

قرآن مجید

قرآن کریم کے بارے میں سورۃ البروج میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ﴿۲۱﴾ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ ترجمہ:۔ بلکہ یہ قرآن ہے بڑی شان والا' لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) (البروج۔۲۱۔۲۲) لوحِ محفوظ اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہ محفوظ کتاب ہے جس کو لکھنے کا اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے قلم کو حکم دیا تھا کہ سب کی تقدیر لکھ دے تمام انسانوں کی جنوں کی اور دیگر تمام مخلوقاتِ الٰہی کی۔اس آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے کہ قرآن مجید لوح محفوظ پر لکھا ہوا محفوظ ہے۔قرآن مجید لوح محفوظ پر قلم نے ہی تحریر کیا تھا جیسا کہ سورۃ القلم کی پہلی آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ﴿۱﴾ ترجمہ:۔ن قسم ہے قلم کی اور جو کچھ کہ وہ لکھتے ہیں (فرشتے) (القلم۔۱) آیت میں قلم کی قسم رب کائنات نے کھائی ہے اس سے اس قلم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے یہ وہی خاص الٰہی قلم ہے جس نے لوح محفوظ پر نہ صرف انسانوں کی بلکہ کائنات کے ذرے ذرے کی تقدیر لکھی اور اُسی قلم نے لوحِ محفوظ پر قرآنِ مجید لکھا جو وہاں رب العالمین کی تحویل میں محفوظ ہے روایات کے مطابق اسی محفوظ قرآن مجید سے تدریجاً نازل کیا گیا۔لوحِ محفوظ کو اس لیے لوحِ محفوظ کہا گیا ہے کہ جو کچھ قلم نے حکمِ الٰہی سے لکھ دیا ہے وہ اٹل ہے اس میں نہ کوئی ردوبدل ہوسکتی ہے نہ ہی مٹنے یا مسخ ہونے کا کسی طرح امکان ہے وہ ہر طرح سے محفوظ ہے اسی سبب رب کائنات نے اسے لوحِ محفوظ کا نام عطا فرمایا ہے۔قرآن مجید کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ وہ لوحِ محفوظ میں ہے یعنی ہر طرح سے محفوظ ہے۔

اس لوح محفوظ والے قرآن مجید میں سے ہی ابتدا میں حضرت آدم علیہ السلام کو ہدایت و احکام دیے گئے جسے صحیفہ آدم کہا گیا اور بتدریج انبیاء و رسل پر حسب ضرورت اس کی آیات کا نزول ہوتا رہا اور جب سلسلہ انبیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید بھی مکمل نازل کردیا گیا اس طرح سابقہ انبیاء کی امتوں کی تحریف وتبدیلی کا ازالہ بھی کردیا گیا۔

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی پہلی اور آخری کتاب ہے جو اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کی آخری امت کے لیے نازل ہوئی۔قرآن مجید اسلامی عقیدہ اور قانون کا بنیادی مآخذ ہے۔یہ کتابِ الٰہی اسلامی نظامِ حیات' اسلامی معاشرت' اسلامی اقتصادیات غرض تمام شعبہ ہائے زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔قرآن کو کلامِ الٰہی تسلیم کرنا اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے۔ اہلِ اسلام کے عقیدے اور یقین کے مطابق قرآنِ کریم ہر قسم کی تحریف سے قطعی محفوظ ہے۔کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ خود صاحب کلام یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے لیا ہے۔

قرآن کریم مسلمانوں کی ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کی مقدس ترین کتاب ہے کیوں کہ اسلام پوری

Marfat.com

انسانیت کے لئے مذہب اور دین ہے جو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیلِ دینِ اسلام کے حوالے سے نازل ہوئی اور اس کتابِ الٰہی کی تکمیل سے اللہ کا پسندیدہ دینِ اسلام بھی مکمل ہوا جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور تکمیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔

جس طرح تمام سابقہ ادیان کے پیروکاروں نے اپنے اپنے نبی، رسول اور پیغمبر کی موجودگی میں اور ان کے بعد ان پر نازل ہونے والے پیغامِ الٰہی، کلامِ الٰہی سے انحراف کیا اور ان کو اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق اپنی ضروریات دنیا وزندگی کے لئے تبدیل کر دیا اور اللہ کے قوانین وشریعت کی پاس داری، حفاظت کرنے کی جگہ اُن کی پامالی کے مرتکب ہوئے۔ ایسا نہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور نہ ہی اُن کی امت نے اُن کی موجودگی میں اور نہ بعد میں، نا صرف ان کے احکام اور بتائے ہوئے تمام طریقوں، اصولوں کی پاسداری کی بلکہ کلامِ الٰہی قرآن مجید کی بھی پوری طرح حفاظت کی ہے۔

اس سے قبل کہ ہم قرآن کریم کے بارے میں کچھ تحریر کریں ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس کتاب کو سمجھنے کے لیے اُس نقطہ آغاز اور اس کی وہی اصل قبول کرنی ہوگی جو خود اس کتابِ الٰہی اور اس کو پیش کرنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے یعنی سب سے پہلے قرآنِ کریم کی اصل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ چاہے اس کتاب پر کوئی ایمان لائے یا نہ لائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمام عالموں اور ساری کائنات کا خالق ومالک ہے نے اپنی بے پناہ وسیع وعریض سلطنت کے اس حصے یعنی زمین پر جب انسان کو پیدا کیا اور اسے سوچنے سمجھنے کی قوتیں اور بھلائی برائی کی تمیز سے آراستہ کیا اور انتخاب اور ارادے کی آزادی عطا کر کے تصرف کا اختیار بخشا یعنی ایک طرح کی خودمختاری دے کر زمین پر بھیجا تو اس منصب پر فائز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ ذہن نشین کرا دیا تھا کہ میں تمہارا اور تمام جہانوں کا مالک ومعبود اور حاکم ہوں، میری مملکت میں تم خودمختار نہیں ہو اور نہ ہی تم میرے سوا کسی اور کے بندے ہو، اس لیے تم میرے سوا کسی اور کی نہ پرستش کرو گے نہ عبادت واطاعت کرو گے نہ کسی دوسرے کا حکم میرے حکم کے آگے مانو گے۔ دنیا کی ساری زندگی دراصل تمہاری امتحانی زندگی ہوگی۔ تمہاری پیدائش سے لے کر تمہاری موت تک کا وقفہ ایک امتحانی وقفہ ہوگا جس میں تمہاری آزمائش کی جائے گی کہ تمہیں جو ارادے کا محدود اختیار دیا جا رہا ہے اس کا تم کس طرح استعمال کرتے ہو۔ تمہاری آزمائش کی جانچ پڑتال میں خود کروں گا کہ تم میرے امتحان میں کس قدر کامیابی یا ناکامی کے مستحق ہوتے ہو۔ یہ بات کہ انسان کو اپنی زمینی زندگی کیسے اور کس طرح گزارنی ہے اور جس زندگی کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے امتحان یا آزمائش قرار دیا اس کا مختصر نصاب روزِ اول ہی تخلیقِ آدم علیہ السلام کے بعد تمام انسانیت کو اپنے سامنے جمع کر کے سمجھا دیا بتا دیا تھا جیسا کہ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۲ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا ہے۔

Marfat.com

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ١٧٢

ترجمہ:۔اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی (تمام) اولاد کو نکالا اور اُن سے اُن ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔ (الاعراف۔۱۷۲)

تمام عالمِ انسانیت کا اپنے رب اپنے خالق و مالک سے کیا گیا یہ عہد، عہد الست کہلاتا ہے۔اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے یہاں صرف یہ باور کرانا ہے کہ انسان کو تو روزِ اول ہی سمجھا دیا گیا تھا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا یہ عہد یاد دلانے اور سمجھانے کے لیے بار بار جگہ جگہ مختلف قوموں ملکوں میں اپنے پیغمبر بھیجے۔یہ سلسلہ نبوت و رسالت ہزار ہا برس چلتا رہا۔سب کا ایک ہی دین تھا یعنی وہ صحیح رویہ جو روزِ اول ہی انسان کو بتا دیا گیا تھا کہ وہ سب ایک ہی ہدایت کی پیروی کریں گے۔ یعنی اخلاق و تمدن کے وہ ازلی و ابدی اصول جو آغاز میں ہی انسان کے لیے خالق نے تجویز کر دیئے تھے۔تمام انبیاء و رُسُل کا ایک ہی مشن تھا کہ اُس دین اور ہدایت کی طرف انسانوں کو بلائیں دعوت دیں جسے لوگ بھول چکے تھے۔انہیں اس راہِ حق پر واپس لے آئیں جسے وہ بھول گئے تھے چھوڑ بیٹھے تھے۔تمام پیغمبرانِ اسلام نے اپنی اپنی قوموں امتوں کو اللہ تعالیٰ کے قوانین کا پابند بنانے اور قوانینِ الٰہی کی اطاعت کرنے کی ہی جدوجہد کی۔جنہوں نے دینِ اسلام کو قبول کیا راہِ حق اختیار کر کے وہ امت مسلمہ کا حصہ بن گئے لیکن جنہوں نے ان پیغمبرانِ الٰہی کی تکذیب و انکار کیا وہ بدراہ رہے او رعذابِ الٰہی کا شکار ہوئے۔

جن قوموں نے انبیاء علیہم السلام کی بات نہیں مانی اور اپنی زندگی کا پورا رویہ توحید الٰہی رسالت اور آخرت کے انکار پر قائم رہ کر گزارا وہ آخر کار ہلاکت کے مستحق ہو کر رہے۔اللہ تعالیٰ نے جو قانونِ اخلاق انبیاء کے ذریعے دیا اس کے مطابق ہی انسانی اعمال کی باز پرس آخرت میں ہو گی۔جس قوم نے بھی ان قوانین الٰہی سے انکار کیا ہو گا ان قوانین سے بے نیاز زندگی بسر کی ہو گی وہ آخر کار تباہی سے دوچار ہو گی۔

پچھلی انسانی تاریخ میں جتنی بھی قومیں تباہ ہوئی ہیں ان سب کو ان کی بداعمالی نے گرایا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اپنی نعمتوں سے نوازا اور سرفراز کیا تو وہ اپنی خوش حالی کے نشے میں مست ہو کر احکامِ الٰہی اور قوانین الٰہی کو بھول گئے اور زمین میں فساد برپا کرنے لگے ان کے اجتماعی ضمیر مردہ ہو گئے نیک اور سچی باتیں انہیں سنائی نہیں دیتی تھیں اپنے بداعمال اور اخلاقی خرابیوں کی وجہ سے توحید سے

Marfat.com

انکار کے سبب وہ اللہ کے غضب کے مستحق ٹھہریں۔

یقیناً اللہ تعالیٰ نے پچھلی تمام ہی اقوام کو ان کے اپنے اپنے زمانوں میں کام کرنے کا پورا پورا موقع عطا فرمایا تھا' مگر انہوں نے ظلم و بغاوت کی روش اختیار کر کے اپنے انبیاء کی تعلیمات سے انحراف و انکار کر کے خود کو اللہ کی آزمائش کے امتحان میں ناکام کر لیا تب اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے ساتھ اپنی حجت تمام کرتے ہوئے انہیں سزا کا مستحق ٹھہرایا اور سزا دی۔

تمام پیغمبروں نے اپنے اپنے دور میں اپنی ذمہ داریاں جو انہیں سونپی گئی تھیں انتہائی خوبی اور احکام الٰہی کے مطابق پوری کیں لیکن انسانوں کی ایک بڑی تعداد نے ان دعوتوں کو قبول نہیں کیا نہ ہی کسی طرح آمادہ ہو سکیں اور جنہوں نے قبول بھی کر لیا تھا وہ بھی آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ بدلتے چلے گئے اور یہاں تک پہنچے کہ ہدایتِ الٰہی کو گم کر بیٹھے اور بعض نے احکام و قوانینِ الٰہی کو اپنی تحریفات کے ذریعے مسخ کر دیا۔

آخر کار ربِّ کائنات نے سرزمینِ عرب میں اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی کام کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا جس کام کے لیے انبیاء آتے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُسی دین کی تجدید فرمانے تشریف لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب عام انسان بھی تھے اور پچھلے تمام انبیاء کے بگڑے ہوئے پیروکار بھی تھے' سب کو صحیح رویہ کی طرف دعوت دینا سب کو از سرِ نو اللہ کی ہدایت پہنچانا اور دعوتِ حق قبول کرنے والوں کی ایک ایسی امت تشکیل دینا جو ایک طرف تو اپنی زندگی کا نظام اللہ کی ہدایات کے مطابق قائم کرے اور دوسری طرف دنیا کی اصلاح کے لیے جدوجہد بھی کرے۔

اسی دعوتِ اور ہدایاتِ حق کی کتاب یہ قرآن مجید ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے۔

قرآن مجید آ جانے سے نہ صرف تمام سابق کتب الٰہیہ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے تمام ادیان و مذاہب اور ان کی شریعتیں اور ان کی آیتیں سب کی سب منسوخ ہو گئیں' کیونکہ اب وہ تمام ادیان و مذاہب اسی دین اول و آخر یعنی اسلام کا حصہ بن چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار کرنے والے اپنی من مانی کرنے والے چاہے کچھ ہی کہتے رہیں کرتے رہیں لیکن حقیقت الٰہی یہی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑا ہی علیم و خبیر ہے اس نے تخلیقِ کائنات سے بہت پہلے جب تخلیق کائنات کی منصوبہ بندی کی تھی اُسی وقت اُس قادر مطلق مدبّر نے اپنی منصوبہ بندی اول تا آخر لکھنے کا قلم کو حکم دیا۔ قلم نے تمام کائنات اور اس میں موجود تمام مخلوقاتِ الٰہی کی تقدیر لوح محفوظ پر لکھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہو چکا ہے کہ سورۂ البروج ۲۱۔۲۲ میں ارشاد ہوا ہے کہ قرآن لوح محفوظ پر لکھا ہوا ہے' یعنی قرآن کریم اپنی مکمل صورت میں آفرینش سے بھی پہلے لکھ کر محفوظ کر دیا گیا تھا اور جب کائنات تخلیق کر دی گئی اور انسان کو تخلیق کر کے زمین پر بھیج دیا گیا تو اللہ کی منصوبہ بندی کے مطابق جو

Marfat.com

لوحِ محفوظ پر تحریر تھی انسان ہی نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو پسند فرمایا جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ارشادِ الٰہی ہوا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ترجمہ: اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔(العمران۔۱۹) یعنی اللہ کے نزدیک تمام انسانوں کے لیے صرف ایک ہی نظامِ زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح اور درست ہے وہ یہ کہ انسان اللہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو مکمل سپرد کردے اور اللہ کی بندگی بجالانے کا کوئی بھی طریقہ کسی بھی طرح خود نہ ایجاد کرے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جب جب جو ہدایت بھیجی ہے اسے ہر قسم کی کمی بیشی کے بغیر بے چوں و چرا اُن کی امت اس طرح ہی جس طرح ہدایت کی گئی ہے پیروی کرے۔ اسی طرزِ فکر و عمل کا نام ''اسلام'' ہے اور یہ بات حکم کا درجہ رکھتی ہے کہ خالق کائنات و مالک کائنات نے اپنی مخلوقِ انسانی جو اس کی رعیت بھی ہے کے لیے بطور دین اور طریقہ عبادت اور طرزِ عمل کے لیے اسلام کا طرزِ حیات اور نظامِ حیات مقرر فرمایا ہے۔ اس طرزِ حیات و فکر کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب باطل ہیں۔

دینِ اسلام جس کی ابتدا ربِّ کائنات نے انسانِ اول حضرت آدم علیہ السلام سے کی اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو علم و دانش کی روشنی سے آراستہ کر کے زمین پر بطور خلیفہ فی الارض کے تعینات فرمایا تو انہیں جو نظام حیات اور طرز معاشرت دیا وہ اسی جامع کتاب قرآن حکیم سے دیا جو آج بھی اور ہمیشہ ہمیشہ اللہ ذوالجلال کے پاس لوح محفوظ پر موجود ہے۔ قرآن کریم کا وہ حصہ جو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا اسے اہل علم نے صحیفہ آدم علیہ السلام کہا ہے جو آج بھی اپنی اصل ہیئت و صورت میں قرآن حکیم میں موجود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت شیث علیہ السلام پھر حضرت نوح علیہ السلام غرض تمام رسل پر اللہ تعالیٰ نے ان کی ضرورت کے مطابق بتدریج وقتاً فوقتاً قرآن ہی نازل کیا ہے۔ تمام انبیاء و رسل کا ایک ہی دین اسلام تھا کسی نے کوئی نیا دینِ اسلام سے ہٹ کر نہیں دیا۔ ہاں نئے دین کی اختراع کذاب اور جھوٹے نبوت کے دعوے داروں نے کی ہے۔

نہ تو قرآن مجید کوئی نئی کتاب ہے اور نہ دین اسلام کوئی نیا مذہب اور دین ہے اور نہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نئے دین کی ابتدا یا اعلان کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ دین اسلام کی تکمیل کی ہے اور دین کی تکمیل ہونے پر ہی دین کا نظام الاوقات نظامِ حیات نظامِ معاشرت و اقتصادیات قوانین الٰہی سب کے سب دین کے تکمیل ہوتے ہی مکمل ہو گئے تب ہی اللہ ذوالجلال کا ارشاد ہوا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے

Marfat.com

اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے۔'' (المائدہ۔۳)

ارشادِ باری تعالیٰ سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچتی ہے کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ ادیان و مذاہب جن میں من مانی تحریف و تبدیلی کے ذریعے انہیں مسخ کر دیا گیا تھا جن کا اصل دینِ اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا تھا ازخود منسوخ ہوگئے، ختم ہو گئے تھے لیکن تمام کتب الٰہیہ اور صحائف الٰہیہ چونکہ کلام الٰہی تھے اصل قرآن کریم جو لوحِ الٰہی پر محفوظ ہے کا حصہ تھے وہ بھی آہستہ آہستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول کے ذریعے مکمل کر دیا گیا۔ اس لیے دین اسلام اور نبوت کی تکمیل کسی نئے دین کی تکمیل نہیں تھی بلکہ اس دینِ اول کی تکمیل تھی جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے کی گئی تھی۔ انبیاء اور رسل کا سلسلہ بھی وہی تھا جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی اور تکمیلِ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتب الٰہیہ اور تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری اور ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ کیونکہ نہ تو نبوت کا سلسلہ نیا تھا اور نہ کتابِ الٰہی نئی تھی۔ نبوت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوئی ور قرآن مجید بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوا۔

دین اسلام کی تکمیل اور کتابِ الٰہی قرآن مجید کی تکمیل ہوتے ہی نہ صرف تمام امتیں اور تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں جبکہ تمام اصل کتب الٰہی جو اپنے اپنے وقت میں انبیاء علیہ السلام پر نازل کی گئی تھیں اپنی اصل صورت میں قرآن کا حصہ بن چکی ہیں۔ اس طرح تمام تحریف و تبدیل کردہ کتب آسمانی کے وہ تمام حصے ازخود منسوخ ہو جاتے ہیں۔ ان تمام تحریف شدہ مذہبی دینی کتب کو جن پر اب اہلِ یہود ونصاریٰ آسمانی کتاب ہونے کا الزام لگاتے ہیں ان کی اب قرآن کی تکمیل کے بعد نہ کوئی اہمیت رہی نہ کوئی وقعت ہی رہی۔ قرآن مجید کی تکمیل، تمام کتبِ الٰہیہ سے ہی کی گئی ہے یا اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ تمام کتب سماویہ پہلے بھی قرآن کریم کا ہی حصہ تھیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مخصوص حالات وحادثات اور ہدایت وقوانین سے متعلق اسے مکمل کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ جو اصل قرآنِ کریم آج ہمارے پاس ہے یہ وہی اصل قرآنِ مجید ہے جس کی خبر خود ربِ کائنات نے اپنے بندوں کو قرآنی آیات کے ذریعے دی ہے جو آج بھی یقیناً ایسے ہی لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل قرآن جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی زمانے کے سرد و گرم سے گزرتا رہا اور مختلف اقوام کی دست و برد سے تحریف و تبدیل ہونے کے باوجود جب اللہ تعالیٰ نے اسے مکمل فرمانا چاہا تو اسے اس کی اصل حیثیت و صورت میں مکمل فرما دیا۔

قرآن مجید کی اصل معلوم ہو جانے کے بعد ہمارے لیے یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ اس کتاب الٰہی کا موضوع کیا ہے اور اس کا مرکزی مضمون کیا ہے اور یہ بھی کہ مدعا کیا ہے؟ قرآن کریم کا خاص موضوع انسان ہے یہ انسانوں بلکہ تمام انسانیت کے لیے ہے۔ یہ انسانوں کو بتاتا سمجھاتا اور سکھاتا ہے کہ اس کی بہتری اور فلاح کس چیز میں ہے اور نقصان اور خسارہ کس چیز میں ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ انسان نے اپنی ظاہر بینی' قیاس آرائی یا خواہش کی غلامی کے سبب' اللہ تعالیٰ اور نظامِ کائنات' اپنی ہستی' اپنی دنیاوی زندگی کے متعلق جو نظریات قائم کیے اور ان ہی نظریات کی بنا پر اپنے جو رویے قائم کیے' وہ سب حقیقتِ نفس الامری کے لحاظ سے سراسر غلط' بے نتیجہ اور خود انسان کے لیے تباہی و بربادی کا باعث ہیں۔ جبکہ اصل حقیقت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو روزِ اول اسے زمین کے لیے اپنا خلیفہ بناتے وقت سمجھا اور بتا دی تھی۔ اگر انسان اس حقیقت کو سمجھ لے کہ اس کے لیے وہی رویہ درست اور خوش انجام ہے' جس کی ہدایت اللہ تبارک و تعالیٰ نے کی ہے۔

قرآن کریم کا مدعا انسان کو اس صحیح رویہ کی طرف دعوت دینا اور اللہ کی اس ہدایت کو واضح طور پر پیش کرنا ہے جسے انسان اپنی غفلت سے گم کر بیٹھا ہے اور اپنی شرارت اور شیطان کے بہکائے میں پھنس کر مسخ کر چکا ہے۔ ان بنیادی امور کو سامنے رکھ کر اگر قرآن کریم کو سمجھا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے کہ قرآن کریم نہ اپنے موضوع سے نہ اپنے مدعا سے اور نہ ہی مرکزی مضمون سے کہیں بھی ذرہ برابر ہٹتا ہے۔ شروع سے لے کر آخر تک تمام موضوعات و مضامین ایک دوسرے سے مربوط و مسلسل ہیں۔

قرآن مجید اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور مکمل کتاب ہے جس کا نزول رب العالمین کی طرف سے بتدریج وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ہوا ہے۔ اس کا طرز بیان اور اسلوب بھی اپنا ہی ہے۔ چونکہ یہ کوئی عام کتاب نہیں ہے بلکہ کتاب الٰہی ہے اسی باعث کچھ لوگوں کو اس میں ان کی اپنی بنائی ہوئی تصنیفی ترتیب نظر نہیں آتی اور نہ ہی مروجہ کتابی اسلوب انہیں ملتا ہے۔ دراصل قرآن تو کتابِ ہدایت اور قوانینِ الٰہی ہے۔ قرآن مجید اپنی ابتدا سے ہی (حضرت آدم علیہ السلام) سے لے کر اپنی تکمیل تک ایک دعوت کے ساتھ اترنا شروع ہوا اور وہ دعوت اپنے آغاز سے لے کر اپنی انتہائی تکمیل تک جن جن مراحل اور منازل سے گزری ہے ان کی مختلف انواع ضرورتوں کے مطابق قرآن مجید کے مختلف حصے نازل ہوتے رہے یہی وجہ ہے کہ اہل دانش و بینش کو قرآن میں زمینی تصنیفی ترتیب نہیں ملتی۔

اسلام کی دعوتِ حق کی ارتقاء کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے چھوٹے بڑے حصے نازل ہوئے۔ ان کا اسلوب خطابت کا' انداز تقاریر کا ہے کیونکہ داعی حق کو تبلیغ کے سلسلے میں اور دعوت و تبلیغ کی عملی تحریک کے سلسلے میں بے شمار مختلف کیفیتوں اور حالتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ انہیں ہر ممکن پہلو سے لوگوں کے دلوں میں بات بٹھانے ان کے خیالات کو بدلنے کے لیے ان میں جذبات کا ابھارنا' جوش و ولولہ پیدا کرنا' ان کی اصلاح و تربیت' جوش و عزم پیدا کرنا ہوتا تھا اور اپنے مخالفین کی حجت کو ختم کرنا جو دعوتِ حق کے علم برداروں اور تحریک کے رہنما کے لیے ضروری تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر جو تقریریں نازل فرمائیں ان کا طرز مضامین کا نہیں بلکہ خطابت کا ہی رکھا جو ایک دعوت کے لیے مناسب ترین ہوتا ہے۔

کچھ محققین مشرقین کو قرآن مجید میں مضامین کی تکرار پر اعتراض ہے۔ قرآن مجید کی جتنی سورتیں

Marfat.com

نازل ہوئی ہیں اُن سب میں بالعموم ایک ہی قسم کے مضامین الفاظ وانداز بیان بدل بدل کر آئے ہیں۔ مگر توحید الٰہی اور صفات الٰہی' آخرت اور اس کی باز پرس' جزا وسزا' رسالت اور ایمان بالکتاب' تقویٰ اور صبر وتوکل اور اسی قسم کے دوسرے بنیادی مضامین کی تکرار پورے قرآن میں نظر آتی ہے۔

قرآن مجید کی تکرار دعوتِ حق کا فطری تقاضہ ہے۔ دعوتِ حق چونکہ ایک عملی تحریک ہے اس لیے اس کا یہ فطری تقاضہ ہے کہ وہ تحریک جس وقت جس مرحلے میں ہو اس کے مطابق ہی بات کہی جائے۔ جو اس مرحلے سے مناسبت ومطابقت رکھتی ہو اور جب تک دعوت ایک ہی مرحلے میں داخل رہے اس وقت تک بعد کے مراحل کی بات نہ کی جائے بلکہ اسی مرحلے کی باتوں کا اعادہ یعنی تکرار کی جاتی رہے۔ ایک ہی بات کو بار بار کہنے سے سننے والے اکتانے لگتے ہیں اور سنتے سنتے تھک جاتے ہیں اسی باعث اللہ تبارک وتعالیٰ جو انسانی فطرت سے خوب واقف ہے اس نے قرآن مجید میں دعوت حق کے سلسلے کی تمام تکرار کو بھی ہر بار نئے الفاظ نئے اسلوب اور نئی آن بان سے سجایا ہے۔ تاکہ نہایت خوش گوار طریقے سے وہ بات لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جائے اور دعوتِ حق منزل بہ منزل خوب مستحکم ہوتی چلی جائے اور ایسا ہی ہوا بھی ہے۔

جو لوگ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب پر اعتراض کرتے ہیں وہ چونکہ اس کتابِ عظیم کے مقصد ومدعا سے قطعی نابلد وناواقف ہیں بلکہ بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ یہ موجودہ ترتیب خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی مرتب فرمائی تھی۔ جب جب جو جو سورۃ نازل ہوتی آپ اسی وقت اپنے کاتبوں سے اسے لکھوا لیتے اور ٹھیک ٹھیک قلم بند کرانے کے بعد ہدایت فرماتے کہ اسے فلاں سورت کے بعد اور فلاں سورت سے پہلے رکھا جائے۔ پھر اسی ترتیب کے مطابق آپ نماز میں تلاوت فرماتے اور قرآن مجید کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ترتیب سے تلاوت فرماتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو یاد بھی کراتے تھے۔ لہٰذا یہ ثابت شدہ تاریخی حقیقت ہے قرآن مجید کا نزول جس روز مکمل ہوا اسی روز اس کی ترتیب بھی مکمل ہوگئی۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید جو کلامِ الٰہی ہے اسے اپنے محبوب بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جس ذاتِ عالی نے نازل فرمایا اسی ذاتِ باری نے اسے خود ہی مرتب بھی فرمایا ہے۔ کسی دوسرے کی کوئی مجال نہیں تھی کہ اس میں کسی قسم سے مداخلت کرتا۔

آج جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہے یہ ٹھیک ٹھیک اسی مصحفِ صدیقی کے مطابق ہے جس کی نقلیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سرکاری اہتمام وانتظام سے تمام ریاستوں اور حکومتوں کو بھجوائی تھیں۔ اس وقت بھی دنیا میں متعدد مقامات پر قرآن مجید کے وہ مستند نسخے محفوظ اور موجود ہیں۔ دنیا کے کسی بھی کونے سے جہاں قرآن مجید ستیاب ہو لے کر اسے دوسرے کسی کونے کے نسخے سے مقابلہ کر لیں یا کہیں کہ کسی حافظِ قرآن سے سن لیں کہیں کسی بھی طرح کوئی فرق نہیں ملے گا یہاں تک کہ اعراب تک کا کوئی فرق نہیں ملے گا۔

Marfat.com

قرآن مجید ایک ایسی عظیم المرتبت کتاب ہے کہ دنیا بھر میں بے شمار انسان اس سے رجوع کرتے ہیں یہ عظیم الشان کتاب مرتب کی ضروریات واغراض ومقاصد کو جو الٰہی معاملات میں ہو مذہبی روحانی معاملات میں ہوں یقیناً پورا اترتی ہے۔

قرآن کریم کے بارے میں اکثر لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ قرآنِ مجید کو کہ ایک مفصل ہدایت نامہ اور کتاب الٰہی اور آئین الٰہی ہے مگر جب اسے پڑھتے ہیں تو اس میں معاشرت اور تمدن‘ سیاست‘ معیشت ودیگر امور سے متعلق تفصیلی احکام وضوابط نہیں ملتے۔ بلکہ کچھ تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ قرآن مجید میں تو نماز‘ روزہ‘ زکوٰۃ جیسے فرائض کے متعلق بھی‘ جن کے بارے میں قرآن میں بار بار جگہ جگہ تاکید کی گئی ہے زور نہیں دیا گیا اور نہ ہی اس میں کوئی ایسا جامع ضابطہ تجویز کیا گیا ہے جس میں تمام ضروری احکام تفصیل سے درج ہوں۔ ایسا شخص اس بات سے بھی الجھتا ہے کہ اسے کیونکر ایک مکمل ہدایت نامہ ایک مکمل کتاب کہا جاتا ہے۔ درحقیقت ایسے سارے لوگ جو صرف اپنے ذہنوں سے سوچتے ہیں‘ اور صرف قرآن مجید کو پڑھتے ہیں اس پر غور وفکر نہیں کرتے اس کے پس منظر کو نہیں دیکھتے ایسے لوگوں کی نگاہوں سے حقیقت کا ایک بڑا اہم پہلو اوجھل رہتا ہے۔ یعنی یہ کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یونہی ازخود نازل نہیں فرمادی بلکہ اس کے نزول کے لیے ایک عظیم المرتبت پیغمبر‘ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو بھی مبعوث فرمایا۔

قرآن مجید جزئیات کی نہیں بلکہ اصول اور کلیات کی کتاب ہے۔ اس کا اصل کام یہ ہے کہ اسلامی نظامِ فکر اور اخلاقی بنیادوں کو پوری وضاحت کے ساتھ نہ صرف پیش کرے بلکہ عقل استدلال اور جذباتی اپیل دونوں کے ذریعے اسے خوب مستحکم بھی کر دے۔ قرآن کریم یقیناً انسانی زندگی کی رہنمائی اس طرح نہیں کرتا کہ اس کو ایک ایک پہلو کے مطابق تفصیلی ضابطے اور قوانین بتائے بلکہ قرآن اسے اس کے ہر شعبہ زندگی کے حدود اربعہ سے آگاہ کر دیتا ہے بتا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کن کن کاموں کے لیے کون کون سی حدود مقرر فرمادی ہیں‘ ہدایات بتادی ہیں‘ ان ہدایات کے مطابق ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے ان کی عملی تعبیر کر کے بتائی اور سمجھائی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صرف تھیوری ہی نہیں سمجھائی یا پڑھائی بلکہ پریکٹیکل بھی کر کے دکھایا اور سمجھایا اور اپنے ماننے والوں کو اپنے عمل اور قول وفعل سے اسلام کی انفرادی سیرت وکردار اور اسلامی معاشرت اور ریاست تک کے نمونے دکھادئے جو قرآن میں دیے ہوئے اصولوں کی عملی تعبیر وتفسیر ہیں۔

قرآن مجید کی ابتدا دراصل کب اور کہاں سے ہوئی اگر یہ بات سمجھ لی جائے تو تمام اختلافاتِ مذاہب ہی ختم ہو سکتے ہیں اس بات کو قرآن کریم کی روشنی میں بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی۔ جب اللہ ذوالجلال نے اپنے پہلے بندے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہ السلامہ کو یہ حکم دیا کہ ”تم سب یہاں سے اتر جاؤ“ سورۃ البقرۃ ۳۸ میں ارشاد ہوا ہے۔

Marfat.com

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ:۔ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ' پھر جب میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں تو ان کے لیے کوئی خوف اور کوئی رنج کا موقع نہیں ہوگا۔(البقرۃ۔۳۸)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا ہے کہ "جب میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے" اس سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ فی الارض بنا کر زمین پر اتارا تھا تو انہیں علم کی دولت سے سرفراز فرمادیا تھا۔ یہ بات بھی یاد رہنی چاہیے کہ خلیفہ وہ ہے جو اپنے مالک کی ملک میں اس کی طرف سے تفویض کردہ اختیارات اس کے نائب کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے خلیفہ مالک نہیں ہوتا۔خلیفہ کے ذاتی اختیارات نہیں ہوتے بلکہ وہ مالک کے عطا کردہ ہوتے ہیں۔خلیفہ اپنی مرضی ومنشا کے مطابق کام کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔اس کا کام تو مالک کے حکم ومنشا کو پورا کرنا' اس کے حکم کے مطابق عمل کرنا ہوتا ہے۔یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام پیغمبروں رسولوں کو اپنے احکام وہدایات کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ وہ اپنی قوم کی رہبری ورہنمائی کس طرح کریں۔

قرآن کریم نسلِ انسانی کے حق میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ کا مستقل فرمان ہے۔اسی کو اللہ کا عہد سے تعبیر کیا گیا ہے۔کیونکہ انسان کا کام اپنا راستہ خود تجویز کرنا نہیں ہے' بندہ ہونے کی حیثیت سے اس بات کا پابند ہے کہ احکامِ الٰہی کی پابندی کرے اور اللہ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کرے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کے لیے اپنے چند مخصوص بندوں کو منتخب کیا اور ان کے ذریعے اپنی ہدایات واحکاماتِ قرآن کی صورت انسانوں کی بھلائی بہتری کے لیے نازل فرمائے ہیں۔اللہ کی ہدایت اور راہ راست اختیار کرنے اور یہ معلوم کرنے کے لیے کہ راہ راست کیا ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہر انسان کے پاس اللہ کی طرف سے وحی نازل ہو یا پھر وہ اس انسان کی پیروی اور اتباع کرے جس کے پاس وحی آئی ہو۔اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں یہ معلوم کرنے کی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کس راہ میں ہے۔اسی باعث رہنمائی رہبری کے لیے اللہ نے پیغمبر اور رسول جو اللہ کے منتخب نمائندے ہوتے ہیں کے ذریعے قرآنی آیات واحکام لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام وانتظام کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہونے والی آیات واحکامات الٰہی کو اگر صحیفہ آدم علیہ السلام کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ یہ بات تو خود قرآن کریم میں رب کائنات نے ارشاد فرمادی ہے۔سورۃ البقرہ کی آیت ۳۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں وہ جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (البقرۃ۔۳۹)

آیت کے اصل معنی اس نشانی یا علامت کے ہیں جو کسی چیز کی طرف رہنمائی کرے۔قرآنِ مجید میں یہ لفظ چار مختلف معنوں میں آیا ہے۔کہیں اس سے مراد محض علامت یا نشانی ہے' کہیں آثارِ کائنات کو اللہ کی آیات کہا گیا ہے' کیونکہ مظاہرِ قدرت میں سے ہر چیز اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو اس ظاہری پردے کے پیچھے چھپی ہے۔کہیں ان معجزاتِ الٰہی کو آیات کہا گیا ہے۔جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے تھے' کیونکہ وہ معجزات دراصل اس بات کی علامت ہوتے تھے کہ یہ لوگ فرماں روائے کائنات حاکم الحاکمین کے نمائندے ہیں۔کہیں کتاب اللہ کے فقروں کو آیات کہا گیا ہے' کیونکہ وہ نہ صرف حق وصداقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں' بلکہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کتاب بھی آتی ہے' اس کے محض مضامین ہی میں نہیں' اس کے الفاظ اور انداز بیان اور طرز عبارت میں اس جلیل القدر ہستی کی شخصیت کے آثار نمایاں طور پر محسوس ہوتے ہیں۔قرآن مجید میں ہر جگہ عبارت کے سیاق وسباق سے بہ آسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں 'آیت' کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

آیتِ کریمہ میں بہت وضاحت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہماری آیات کا انکار کرے گا وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔'' اس آیت سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر قرآن کا جو ابتدائی حصہ نازل ہوا تھا یہ تاکیدی حکم اسی کے بارے میں ہے۔اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو انہیں زمین کی زندگی بسر کرنے کے لیے احکام وقوانین کے ساتھ ساتھ آسمانی صحیفے سے بھی نوازا۔آیت کریمہ حضرت آدم علیہ السلام کے اسی صحیفہ کی خبر دے رہی ہے۔

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور نوع انسانی کی ابتدا کا واقعہ سات مقامات پر آیا ہے جن میں سے پہلا مقام سورۃ البقرۃ پہلا رکوع میں' دوسرا الاعراف دوسرا رکوع' الحجر تیسرا رکوع' سورہ بنی اسرائیل ساتواں رکوع' سورۃ الکہف ساتواں رکوع' سورۂ طٰہٰ ساتواں رکوع' سورۂ ص پانچواں رکوع۔اسی طرح یہ قصہ بائبل کی کتاب پیدائش تین ابواب اول' دوم اور سوم میں بھی بیان ہوا ہے۔لیکن دونوں کا مقابلہ کرنے سے فرق واضح ہو جاتا ہے۔آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر اور تخلیق کے وقت اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی گفتگو کا ذکر تلمود میں بھی آیا ہے مگر وہ بھی اس معنوی روح سے خالی ہے جو قرآن مجید کے بیان [illegible] حقیقت میں پائی جاتی ہے۔اس میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے اللہ سے پوچھا ''انسانوں کو آخر کیوں پیدا کیا جا رہا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔'' تا کہ ان میں نیک لوگ پیدا ہوں۔'' بدلوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا (ورنہ شاید فرشتے اللہ کو انسان کی تخلیق کی منظوری ہی نہ دیتے) تورات' زبور' انجیل میں تحریف کرنے والے اپنے زعم رہبانیت میں جو چاہے جیسی چاہے اپنی کتب الٰہیہ میں تحریف وتبدیلی کرتے رہے ہیں اس طرح دراصل انہوں نے کلام الٰہی میں تحریف کی ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں بار بار ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔اسی بات کو ہم پچھلے صفحات میں

Marfat.com

وضاحت سے پیش کر چکے ہیں کہ تورات سے مراد بائبل کے پرانے عہدنامے کی ابتدائی پانچ کتابیں لی جاتی ہیں اور انجیل سے مراد نئے عہدنامے کی چار مشہور انجیلیں لیتے ہیں اسی وجہ سے یہ دقت پیش آتی ہے کہ کیا واقعی یہ کتابیں کلام الٰہی ہیں؟ اور کیا واقعی قرآن ان سب باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو ان میں درج ہیں؟ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ تورات بائبل کی ابتدائی پانچ کتابوں کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ان کے اندر مندرج ہے تحریف کرنے والوں نے اصل کتاب کو ان میں گڈمڈ کر دیا ہے۔ اسی طرح انجیل بھی نئے عہد نامے کی اناجیل اربعہ کا نام نہیں ہے بلکہ وہ بھی ان میں گڈمڈ پائی جاتی ہے۔

دراصل قرآن مجید ان ہی منتشر اجزا کو "تورات" کہتا ہے اور ان ہی کی تصدیق بھی کرتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان اجزا کو جمع کر کے جب قرآن سے ان کا موازنہ کیا جاتا ہے تو بجز اس کے بعض بعض مقامات پر جزوی احکام میں اختلاف ہے مگر اصولی تعلیمات دونوں کے درمیان ایک ہی ہیں ان میں سر مو فرق نہیں پایا جاتا۔ آج بھی اہل نظر اہل ایمان صریح طور پر محسوس کر سکتے ہیں کہ یہ دونوں چشمے ایک ہی منبع سے نکلے ہوئے ہیں یعنی مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ قرآن ہی ہے۔

اسی طرح انجیل نام ہے ان الہامی خطبات اور اقوال کا جو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ڈھائی تین برسوں میں بحیثیت نبی ارشاد فرمائے تھے۔ وہ کلماتِ طیبات آپ کی زندگی میں لکھے گئے تھے یا نہیں اس کے متعلق بھی کسی کے پاس کوئی ذریعہ معلومات نہیں ہے۔ ممکن ہے کچھ لوگوں نے انہیں تحریر کر لیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے سننے والے معتقدین نے ان کو زبانی یاد کر لیا ہو۔ بہر حال یہ بات طے ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر مختلف رسالے لکھے گئے تو ان میں تاریخی بیان کے ساتھ ساتھ وہ خطبات وارشادات بھی جگہ جگہ حسب موقع درج کر دیے گئے جو ان رسالوں کے مصنفین تک زبانی روایات اور تحریری یادداشتوں کے ذریعے پہنچے تھے۔ آج جو کتابیں حوارین اربعہ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی جن کتابوں کو اناجیل کہا جاتا ہے دراصل وہ انجیل نہیں ہیں بلکہ اصل انجیل تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ ارشادات ہیں جو ان میں درج ہو گئے ہیں یعنی ہم انہیں احادیث عیسوی کہہ سکتے ہیں۔ ان ارشادات کو پہچاننے کے لیے مصنفین سیرت کے کلام سے ممیز کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ جہاں سیرت نگار یہ کہتا ہے کہ مسیح نے فرمایا لوگوں کو تعلیم دی، صرف وہی اجزائے انجیل اصل انجیل کے اجزا کہے جاسکتے ہیں۔ اگر ان ہی اجزائے منتشر کو مرتب کر کے قرآنِ کریم سے موازنہ کیا جائے تو دونوں میں بہت کم ہی فرق ملے گا۔ وہ بھی لکھنے والے کی اپنی کسی اختراع کے باعث ورنہ دونوں یعنی قرآن مجید اور اصل انجیل کی آیات میں کوئی واضح فرق نہیں۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ صاحب قرآن یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ہے اس کا جاری کردہ نفاذ کردہ نظامِ دین ایک ہے اس کی کتاب یا کلام الٰہی ایک ہے اس کے نبیوں رسولوں کا سلسلہ ایک ہے، نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سردا۔ ہیں تمام انبیاء السلام ان کا ہراول دستہ تھے۔ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی آخری [illegible] الٰہی قرآن مجید ہی اللہ

Marfat.com

کی پہلی کتاب بھی ہے تمام صحف سماویہ قرآن کا ہی تسلسل ہیں۔

تمام آسمانی کتب دراصل انسان کی آزمائش کا نصاب بھی تھیں جس کا اظہار اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا ہے۔

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤﴾

ترجمہ:۔اور اس نے وہ کسوٹی اتاری ہے (قرآن) (جو حق و باطل کا فرق دکھانے والی ہے) اب جو لوگ اللہ کے فرامین (آیتوں) کو قبول کرنے سے انکار کریں گے' ان کو یقیناً سخت سزا ملے گی۔ اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔ (آلعمران۔۴) (تفہیم القرآن)

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی ہے قرآن کریم کا جو حصہ پہلے بھی نازل کیا جا چکا ہے' پہلے انبیاء پر جو کتابیں نازل ہوئی ہیں یہ کتاب قرآن مجید اس لیے ہی ان کی تصدیق کرتی ہے کہ جو باتیں ان میں درج تھیں' ان کی صداقت اور ان میں بیان کردہ پیش گوئیوں کا اعتراف کرتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کتابِ آخر قرآن کریم بھی اسی ذاتِ کامل کا نازل کردہ ہے جس نے پہلے بھی بہت سی کتابیں نازل فرمائیں۔ جو خود اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے مطابق لوحِ محفوظ سے جہاں سب کچھ محفوظ کر دیا گیا ہے اتارا جاتا رہا ہے۔ یقیناً یہ اس صاحبِ قدر قادرِ مطلق کا ہی نازل کردہ ہے جس نے پہلے انبیاء علیہ السلام کو بھی اپنے اس کلام میں سے جستہ جستہ کلام عطا فرمایا تھا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اپنے اپنے وقت میں تورات و انجیل بھی یقیناً لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ رہی تھیں۔ (جب تک ان میں تحریف نہیں کی گئی وہ اپنی اصل اور حقیقی صورت میں محفوظ رہیں) اس لیے کہ ان کے بھی اتارنے کا مقصد یہی تھا۔ اس کے بعد "وانزل الفرقان" کہہ کر یہ وضاحت مزید کر دی گئی ہے کہ اب تورات و انجیل کا دور ختم ہو گیا۔ اب چونکہ قرآن نازل ہو چکا ہے' وہ فرقان ہے اب اسی کے احکام و قوانین ہوں گے جو حق و باطل کی پہچان ہوں گے اس کو سچا مانے بغیر عند اللہ اب کوئی مسلمان اور مومن نہیں ہو سکتا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جو کائنات کی تمام حقیقتوں کا جاننے والا ہے' لہٰذا اب جو کتاب اس نے نازل کی ہے' وہ سراسر حق ہے۔ خالص حق اسی کتابِ مبارکہ سے انسان کو میسر آ سکتا ہے' جو اس عظیم ترین علیم و دانا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

قرآن مجید کے اسلوب اور طرز کلام کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس سے قرآن کو سمجھنا اور ہدایت پانا آسان ہو جاتا ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ

ترجمہ:۔وہ اللہ ہی ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں'

Marfat.com

ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔(آل عمران۔۷)

آیتِ مبارکہ میں ربِ ذوالجلال اپنے کلامِ مبارک کے بارے میں وضاحت فرما رہا ہے کہ محکم پکی اور پختہ چیز کو کہتے ہیں۔"آیاتِ محکمات" سے مراد وہ آیات ہیں' جن کی زبان بالکل صاف اور واضح ہے جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے' جن کے الفاظ معنی ومدعا پر صاف اور صریح دلالت کرتے ہیں۔ جن میں اوامر ونواہی' احکام ومسائل اور قصص وحکایات ہیں جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے۔ان کو سمجھنے میں کسی کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔یہ آیات اس عظیم ترین کتاب قرآن مجید کی اصل بنیاد ہیں۔یعنی قرآنِ کریم جس غرض کے لیے نازل ہوا ہے اس غرض کو یہ آیات محکمات پورا کرتی ہیں۔ان ہی میں اسلام کی طرف دنیا کو دعوتِ حق دی گئی ہے' انہی میں عبرت اور نصیحت کی باتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔انہی میں گمراہیوں کی تردید اور راہ راست کی توضیح کی گئی ہے۔انہی میں دین کے بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں۔انہی میں عقائد' عبادات' اخلاق' فرائض اور امر ونہی کے احکام ارشاد کیے گئے ہیں۔پس جو شخص بھی حق کا طالب ہو اور یہ جاننا چاہتا ہو کہ وہ کس راہ پر چلے اور کس راہ پر نہ چلے اپنی پیاس اپنی طلب پوری کرنے کے لیے قرآن کی طرف رجوع ہو اور آیاتِ محکمات ہی سے ماوراحقائق جن کی حقیقت کو سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہو۔ان میں ایسی تاویل کی گنجائش ہو یا کم از کم ایسا ابہام ہو جس سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ممکن ہو۔

انسان کے لیے زندگی کا کوئی راستہ تجویز نہیں کیا جاسکتا' جب تک کائنات کی حقیقت اور اس کے آغاز وانجام اور اس میں انسان کی حیثیت اور ایسے ہی دوسرے بنیادی امور کے متعلق کم سے کم ضروری معلومات انسان کو حاصل نہ ہوں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیزیں انسان کے حواس سے ماوراہیں' جو انسانی علم کی گرفت میں نہ کبھی آئی ہیں اور نہ ہی آسکتی ہیں' جن کو اس نے نہ کبھی دیکھا' نہ چھوا' نہ چکھا' ان کے لیے انسانی زبان میں نہ ایسے الفاظ مل سکتے ہیں جو اُن کے لیے وضع کیے گئے ہوں۔

آیاتِ متشابہات:۔کلامِ الٰہی کا اعجاز ہے۔ان آیات کے مفہوم کو متعین کرنے کی جتنی زیادہ کوشش کی جائے گی' اتنے ہی زیادہ اشتبایات اور احتمالات سے سابقہ پڑے گا اور انسان حقیقت سے قریب تر ہونے کے بجائے اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔قرآنِ کریم کے کلام اللہ ہونے کا یقین تو آیاتِ محکمات کے مطالعہ سے ہی حاصل ہو جاتا ہے۔اور جب انسان آیاتِ محکمات پر غور وفکر کرتا ہے تو اسے یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ واقعی یہ کتاب قرآنِ مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی کتاب ہے تو پھر ایسے شخص کے دل میں آیاتِ متشابہات کوئی خلجان پیدا نہیں کرتیں۔اور وہ شیطان کے بہکائے میں نہیں پھنستا۔

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا

ترجمہ:۔اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب (قرآن) نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اُن کی محافظ ہے۔(المائدہ۔۴۸)

Marfat.com

آیتِ مبارکہ کے اس حصے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ فرما رہا ہے اگرچہ اس مضمون کو یوں بھی ادا کیا جاسکتا تھا کہ "پچھلی کتابوں" میں جو کچھ اپنی اصلی اور صحیح صورت پر باقی ہے قرآن حکیم اس کی تصدیق کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے "پچھلی کتابوں" کے بجائے "الکتب" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور وہ تمام کتابیں جو مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئیں سب کی سب فی الاصل ایک ہی کتاب قرآن ہیں ان کا ایک ہی مصنف ہے ان کا ایک ہی مدعا و مقصد ہے ان سب کی ایک ہی تعلیم اور ایک ہی علم ہے جو ان کے ذریعے سے نوعِ انسانی کو عطا کیا گیا ہے۔ فرق اگر ہے تو عبارت کا ہے جو ایک ہی مقصد کے لیے مختلف مخاطبوں کے لحاظ سے مختلف طریقوں سے اختیار کی گئیں۔ حقیقت اتنی ہی ہے کہ یہ کتابیں (تورات زبور انجیل صحفِ ابراہیم وغیرہ) ایک دوسرے کی مخالف نہیں بلکہ موید ہیں تردید کرنے والی نہیں تصدیق کرنے والی ہیں۔ بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ وہ سب کتب الٰہیہ ایک ہی "الکتاب" کے مختلف ایڈیشن ہیں۔

آیت کریمہ کے اس حصے میں اللہ جل شانہ نے مھیمین کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے معنی محافظت نگرانی شہادت امانت تائید اور حمایت کے ہیں۔ قرآن کریم میں "مھیمین" لفظ استعمال کرنے کا مطلب ہے اللہ کریم نے جو تعلیمات برحق اپنی پچھلی کتابوں میں دی تھیں انہیں اس قرآنِ عظیم میں محفوظ فرما دیا ہے۔ قرآنِ کریم کا ان تمام کتب الٰہیہ پر نگہبان ہونے کے معنی ہیں کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا اعلان فرما دیا ہے اس کا مقصد ہے کہ اب وہ تمام تعلیماتِ الٰہیہ جو پچھلی کتب الٰہیہ کے ذریعے نافذ کی گئی تھیں جن کو اہل کتاب نے اپنی حماقت وتکبر کے باعث تحریف کے ذریعے گڈمڈ کر دیا اب قرآن کریم میں اپنی اصل ہیئت وصورت میں محفوظ ہو چکی ہیں۔ اب ان کا یا خود قرآنِ کریم کا کوئی حصہ بھی ضائع نہیں ہونے پائے گا۔ وہ ان کا موید ہے اس معنی میں کہ ان کتب میں کلامِ الٰہی جس حد تک موجود ہے قرآن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور وہ ان پر ہی گواہ ہے۔ اور ان معنوں میں بھی کہ ان کتبِ الٰہیہ میں اللہ کے کلام میں لوگوں نے جو آمیزش کی ہوئی ہے۔ قرآن کی شہادت سے اسے چھانٹا جاسکتا ہے الگ کیا جاسکتا ہے۔ یعنی جو کچھ ان کتب میں قرآن مجید کے مطابق ہے وہی کلامِ الٰہی ہے اور جو قرآن کے خلاف ہے وہ لوگوں کا اپنا کلام ہے۔

بہت سے لوگوں کو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب ابتدا سے لے کر آخر تک دینِ اسلام ایک ہی ہے کتابِ الٰہی قرآن بھی ایک ہی ہے تو پھر شریعتیں کیوں الگ الگ تھیں اس کا جواب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی آیت مبارکہ کے اگلے حصے میں اس طرح دیا ہے۔

جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا

Marfat.com

ترجمہ:۔ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور راہِ عمل مقرر کی۔اگر چہ تمہارے رب کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بھی بنا سکتا تھا' لیکن اس نے یہ اس لیے کیا کہ جو کچھ اس نے تم لوگوں کو دیا ہے' وہ اس میں تمہاری آزمائش کرے۔(المائدہ۔۴۸)

آیتِ کریمہ کا یہ حصہ گو کہ اپنی جگہ خود اپنی تشریح وتفسیر ہے اگر اس بات کو سمجھ لیا جائے کہ جب تمام انبیاء اور تمام کتابوں کا دین ایک ہی ہے اور سب کے سب ایک دوسرے کی تصدیق وتائید کرنے والے ہیں تو پھر ان شریعتوں کی تفصیلات میں ان کے درمیان فرق کیوں ہے؟ کیا بات ہے کہ عبادت کی صورتوں میں' حرام وحلال کی قیود میں اور قوانینِ تمدن ومعاشرت کے فروغ میں مختلف انبیاء اور کتبِ آسمانی شریعتوں کے درمیان تھوڑا بہت ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ممکن تھا' اس کے لیے یہ بہت ہی آسان تھا کہ شروع سے ہی تمام انسانوں کے لیے ایک ہی ضابطہ مقرر فرما کر سب کو ایک امت بنا دیتا جیسا کہ دیگر مخلوقات کے لیے کیا گیا ہے۔لیکن وہ فرق جو اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کی شریعتوں میں رکھا ہے' اس میں دوسری مصلحتوں کے ساتھ ایک بڑی مصلحت جس کا اعلان آیتِ کریمہ میں کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرنا چاہتا تھا' جو لوگ اصل دین اور اس کی حقیقت اور روح کو سمجھتے ہیں اور دین کے حقیقی ضوابط کو جانتے ہیں اور وہ کسی قسم کے تعصب کا شکار نہیں ہیں' وہ حق کو جس صورت میں بھی ہو پہچان لیں گے اور قبول کر لیں گے۔لوگوں کو اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے سابق احکام کی جگہ بعد میں آنے والے احکام کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا لیکن جو لوگ دین کی اصل روح سے ہی بے گانہ ہوں اور ضوابط اور ان کی تفصیلات کو ہی اصل دین سمجھ لیتے ہیں اور جو اللہ کی طرف سے آئے ہوئے احکامات وقوانین پر اپنی مرضی سے ان کا رخ موڑ لیتے ہیں اور ان پر جمود وتعصب اختیار کر لیتے ہیں اور ہر ہدایت کا انکار کرتے چلے جاتے ہیں تو ایسے تمام لوگوں کی دونوں اقسام کی الگ الگ شناخت کے لیے دونوں کی آزمائش ضروری تھی اسی لیے رب کائنات نے شرائع میں اختلاف رکھا۔

تمام شرائع سے اصل مقصد تو نیکیوں اور بھلائیوں کو پانا ہے' جو اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ جس وقت اللہ کا جو حکم ہو اس کی اسی طرح پیروی کی جائے لہٰذا جو لوگ اصل مقصد پر نگاہ رکھتے ہیں ان کے لیے شرائع کے اختلافات اور مناہج کے فرق پر جھگڑا کرنے کے بجائے صحیح طرزِ عمل یہ ہے کہ مقصد کی طرف اس طرح پیش قدمی کی جائے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پسند فرمایا ہے۔جو اختلافات انسانوں نے اپنے جمود' تعصب' ہٹ دھرمی اور اپنی ذہنی اپچ سے یا شیطان کے بہکائے میں آ کر خود پیدا کر لیے ہیں ان کا آخری فیصلہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود ہی فرمائے گا جبکہ تمام حقیقتیں بے نقاب ہو جائیں گی سب کے سب روزِ محشر اس کے روبرو جمع کر دیے جائیں گے۔

Marfat.com

قرآنِ مجید کی حفاظت کا انتظام

اکثر غیر مسلموں کو یہ اعتراض رہا ہے کہ جب قرآنِ کریم ہی اصل کتاب اللہ ہے اور اسلام ہی دین اولین ہے اور تمام آسمانی کتب اسی اصل قرآن کا حصہ رہی ہیں جو جستہ جستہ بتدریج نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر تمام سابقہ کتبِ الٰہیہ اسی قرآن مجید کا حصہ ہیں اور اُن میں تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے تو پھر مسلمانوں کا قرآن مجید اس سے کیسے محفوظ و مامون ہے؟ اگر یہ کتاب الٰہی ہونے کے باعث محفوظ ہے تو وہ تمام کتب بھی محفوظ ہی رہی ہوں گی۔

تمام غیر مسلموں، خصوصاً برصغیر کے ہندو دانشور جن کا مسلم اقلیت کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے، صدیوں سے ساتھ رہنے سہنے کے باوجود آج بھی اکثریت میں ہونے کے باوجود ہندو مسلمانوں سے خوف زدہ رہتے ہیں اسی سبب وہ مسلمانوں پر رکیک مذہبی حملے کرتے رہتے ہیں اور اپنے تعصب و بغض کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں جو سراسر ان کی جاہلیت اور دین اسلام سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔

سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹

ترجمہ:۔ ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (الحجر۔۹)

آیتِ کریمہ کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ واضح فرما رہا ہے کہ اس کتاب قرآن مجید کو زمانے کے دست برد سے اور ہر قسم کی تحریف و تغیر سے بچانا یہ ہمارا کام ہے۔ قرآن آج تک اسی طرح محفوظ ہے، جس طرح یہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ تمام پچھلی کتابوں کی طرح یہ نہ صرف لفظی تحریف اور تغیر سے محفوظ ہے بلکہ اپنی معنوی اہمیت کے اعتبار سے بھی محفوظ ہے۔ گو کہ مترجمین اپنی اپنی زبانوں میں اس کے اپنی اہلیت و نظریات کے مطابق تراجم کرتے ہیں لیکن آیاتِ ربانی کی معنویت اور اثر پزیری میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ قرآن کریم ایک الٰہی معجزہ ہے یہی وجہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آج تک قرآن میں کسی قسم کی تحریف ممکن نہیں ہو سکی۔ کیونکہ اللہ ذوالجلال جو بڑا ہی صاحب قدرت و قوت ہے، وہ ہر دور میں قرآن کی حفاظت و اشاعت کے لیے ایک جماعت بندگانِ الٰہی کی تیار کر دیتا ہے جو ہر قسم کی تحریفاتِ باطل کی معنوی تک کا پردہ چاک کرتی رہتی ہے ایسی جماعت الحمدللہ ہر دور میں موجود رہتی ہے جو ہر قسم کے گمراہ عقائد اور استدلال کو سامنے لاتی رہتی ہے اور ان کا تدارک کرتی رہتی ہے۔

قرآنِ کریم کو آیتِ کریمہ ذکر یعنی نصیحت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم اہلِ ایمان اہلِ جہاں کے لیے یاددہانی اور نصیحت کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب

Marfat.com

اور آخری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات و معمولات کو بھی محفوظ فرما کر قیامت تک کے لیے باقی رکھا ہے۔ تاکہ قرآنِ کریم اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے لوگوں کو دعوتِ حق دعوتِ اسلام دینے کا راستہ ہمیشہ ہمیشہ کھلا رہے۔ یہ شرفِ محفوظیت کا مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نہ کسی رسول کو نہ ہی کسی کتاب کو حاصل تھا۔

غیر مسلموں اور کم فہم اہلِ ایمان لوگوں کو جو بھی اعتراض سابقہ کتبِ الٰہیہ کے بارے میں ہے اس کا جواب علمائے حق نے یہ دیا ہے کہ سابقہ کتبِ الٰہیہ میں ترمیم و تحریف اس لیے بھی کی گئی یا از خود ہوتی چلی گئی کیونکہ پہلے نہ تو کسی فرد نے اور نہ ہی خود نبی نے اور نہ ان کے کسی پیروکار نے یہ اہتمام و انتظام کیا کہ جو جو وحی الٰہی جب جب نازل ہوا سے فوراً ہی لکھ لیا جائے اگر لکھتے رہتے تو نہ کوئی ابہام ہوتا نہ تحریف کا اس قدر امکان رہتا۔ گزشتہ اقوام کے احوال سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ گزشتہ قوموں نے اپنے رسولوں انبیاء کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا اور اپنی مذہبی کتب کا یعنی قرآن کا وہ حصہ جو ان کے رسول پر وحی کیا گیا اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ اب چونکہ نبی آخر الزماں کے بعد مزید کوئی نبی رسول نہیں آنے والا تھا اور قرآن کریم اپنی تکمیل کے مراحل طے پا رہا تھا اور نبی آخر الزماں پر اسے مکمل ہونا تھا اس لیے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الٰہی کے مطابق ابتدا سے ہی قرآن جیسے جیسے اترتا گیا اسے مسلمانوں کو یاد کراتے چلے گئے اور کاتبانِ وحی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اسے چمڑے کے ٹکڑوں پر کھجور کے پتوں پر ہڈی اور جھلی پر لکھتے بھی گئے اور ساتھ ساتھ مسلمان حفاظ بھی اپنے سینوں میں اسے محفوظ کر رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی آیات کو اپنے کاتبوں سے قلم بند کرایا کرتے تھے' پھر یہ بھی کہ نماز چونکہ مسلمانوں پر ابتدا میں ہی فرض ہو گئی تھی (پنج وقتہ نماز تو بعثت کے کئی سال بعد فرض ہوئی لیکن نماز بجائے خود روز اول سے ہی فرض تھی۔ دین اسلام کی کوئی ساعت کبھی بھی ایسی نہیں گزری جس میں نماز فرض نہیں تھی۔) اور تلاوتِ قرآنِ کریم نماز کا ایک ضروری اور اہم جز و ہمیشہ سے ہی رہا ہے۔ اس لیے نزول قرآن کے ساتھ ہی مسلمان اسے یاد کر لیتے اور جو پڑھے لکھے تھے وہ اسے لکھ بھی لیتے تھے۔ ان صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص' حضرت سالم مولیٰ' حضرت حذیفہ' حضرت زید بن ثابت' حضرت معاذ بن جبل حضرت ابی بن کعب اور ابوزید قیس بن السکن رضی اللہ عنہم کی تصریح ملتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب عرب میں ارتداد کا طوفان اٹھا تو اس کو روکنے کے لیے صحابہ کرام کو سخت خوں ریز معرکہ آرائیاں کرنی پڑیں' تو ان معرکوں میں ایسے بہت سے صحابہ کرام شہید ہو گئے جنہیں پورا پورا قرآن حفظ تھا۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خیال آیا کہ قرآن کی حفاظت کے معاملے میں صرف ایک ہی ذریعے پر اعتماد کر لینا مناسب نہیں ہے بلکہ الواحِ قلوب کے ساتھ قرآن کو صفحاتِ قرطاس پر بھی محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ اس عظیم کام کے لیے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنا خیال واضح کیا تو انہوں نے کچھ تامل کے بعد اس سے اتفاق کر کے حضرت زید بن

Marfat.com

ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی معاون وکاتب رہ چکے تھے کو اس خدمت پر مامور کیا۔ قرآن کریم کو یکجا کر کے ایک کتاب کی صورت دینے کے لیے تمام اہم اور بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ تمام لکھے ہوئے اجزا جس جس کے پاس بھی ہیں اور جتنے بھی ہیں وہ حاصل کیے جائیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تحریر کرائے تھے وہ موجود تھے۔ تمام صحابہ کرام میں سے جن جن کے پاس بھی قرآن یا اس کا کچھ حصہ یا آیات ہی لکھی ہوئی ہو لے لیا جائے اور اس کے بعد حفاظِ قرآن سے بھی مدد لی جائے۔ ان تینوں ذرائع کی متفقہ شہادت پر کامل صحت کا اطمینان کرنے کے بعد ہی قرآن کا ایک ایک لفظ مصحف میں لکھا جائے۔ اس تجویز کے مطابق قرآن مجید کا ایک مستند نسخہ تیار کر کے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رکھوا دیا گیا۔ اور تمام مسلمانوں کو عام اجازت دے دی گئی کہ جو چاہے اس کی نقل کر لے اور جو چاہے اس سے اپنے نسخے کا مقابلہ کر کے تصحیح کر لے۔

اس کے باوجود بھی صحابہ کرام نے مزید احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن کے تلاوت کو بھی ایک لہجے کا پابند بنایا کیونکہ عرب کے مختلف علاقوں اور قبیلوں کی بولیاں اور لہجوں میں فرق پایا جاتا تھا جیسا ہر ملک کے مختلف علاقوں شہروں میں ہوتا ہے کیونکہ یہ فطرت ہے کہ ہر پچیس تیس میل کے فاصلے کے بعد زبان کا لہجہ بدلنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی عرب میں بھی تھا۔ ابتدا میں تو اس بات کی اجازت دی گئی تھی کہ لوگ اپنے اپنے علاقوں اور لہجوں اور محاورے کے مطابق قرآن کو پڑھ لیا کریں لیکن جوں جوں اسلام پھیلتا گیا اور عرب سے نکل کر دور دراز کے علاقوں کے لوگ اسلام قبول کرنے لگے تو بڑے پیمانے پر عرب وعجم کے اختلاط سے عربی زبان متاثر ہونے لگی۔ اس لیے یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ زبانوں کے اختلاط سے عربی زبان میں جو بگاڑ پیدا ہوگا اس سے قرآن میں تصرف کر کے لوگ اس کے حسنِ کلام کو بگاڑ دیں گے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے سے یہ طے کیا کہ تمام ممالک اسلامیہ میں صرف اس معیاری نسخے سے ہی قرآن کی نقلیں شائع کی جائیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے ضبطِ تحریر میں لایا گیا تھا۔ باقی تمام دوسرے نسخوں اور محاوروں اور دوسرے ہجوں میں لکھے گئے تھے یک لخت منسوخ کر دیا گیا۔ آج جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ اسی مصحفِ صدیقی کے مطابق ہے۔ قرآن کی محفوظیت کے لیے بڑا کام بڑا مجاہدہ اور کوشش کی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے اللہ کے حکم اور توفیقِ خاص سے ہی قرآن کو اس قدر محفوظ بنایا ہے کہ صدیوں بعد بھی آج تک اس میں حرف اور لفظوں کی ردوبدل تو دور کی بات زیر زبر کی تبدیلی بھی ممکن نہیں ہو سکی۔

جبکہ دوسری طرف بنی اسرائیل اور ان سے بھی پہلے کی اقوام میں اول تو لکھنے پڑھنے کا ایسا خاص رواج تھا ہی نہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ سورۃ البقرۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے۔

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿٥٣﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو تمہاری ہدایت کے لیے کتاب اور فرقان عطا فرمائے۔(البقرہ۔۵۳)

اس آیت میں اور اس کے بعد والی اور اس سے پہلی آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا گیا ہے جب حضرت موسیٰ اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے چھڑا لائے تھے اور فرعون نے جب حضرت موسیٰ کا پیچھا کیا تو وہ دریا میں غرق ہو گیا مصر سے نجات پانے کے بعد جب بنی اسرائیل کو لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام جزیرہ نما سینا میں پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس شب و روز کے لیے کوہ طور پر بلا لیا۔(البقرہ۔۵۱) تاکہ اس قوم کے لیے جو آزاد ہو چکی ہے قوانین شریعت اور عملی زندگی کے لیے ہدایات عطا کی جائیں جیسا کہ آیت مبارکہ میں ارشاد ہوا ہے اس کا ذکر بائبل کی کتاب خروج میں بھی آیا ہے۔(خروج باب ۲۴ تا ۳۱) لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس شب و روز کوہ طور پر گزار کر اور کتاب الٰہی فرقان لے کر واپس نیچے وادی سینا میں آئے تو ان کی قوم نے گائے کے بچھڑے کی پرستش جو بنی اسرائیل کے ہمسایہ اقوام میں پھیلی ہوئی تھی سے متاثر ہو کر اپنی عورتوں کے زیورات سے ایک سونے کا بچھڑا بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔(خروج باب ۳۲ تا ۳۵)

وہ کتاب و فرقان جو اللہ تعالیٰ نے براہ راست حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی پتھر کی تختیوں پر کندہ تھی جسے حضرت موسیٰ نے جب اپنی قوم کو پیش کیا تو وہ اس عرصے میں سونے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر چکے تھے۔اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دم غصے سے بھڑک اٹھے اور انہوں نے وہ تمام لوحیں جن پر فرقان کندا تھا ہاتھ سے پہاڑ کے نیچے پھینک دیں۔(الاعراف۔۱۵۰) بعض مفسرین نے ان الواح کو پھینکنے سے تعبیر کیا ہے اور بعض نے رکھنے سے غالباً ان الواح کو پھینکنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غصے کے اظہار کے طور پر کیا گیا ہے۔جو سب کی سب ٹوٹ گئی تھیں اور بعد میں جو لوحیں (پتھر کی سلیں) قرآن یا فرقان یا تورات کا نام دیا گیا ہے انہیں ایک صندوقِ سکینہ میں محفوظ کر کے کہیں گم کر دیا گیا تھا۔حضرت موسیٰ کے بعد جو تورات وجود میں آئی وہ بھی ان کے اقوال پر مبنی تھی جسے ان کے پیروکاروں شاگردوں نے ان کی وفات کے بہت بعد میں انفرادی طور پر اپنی یادداشت کی بنیاد پر لکھا تھا پھر ان میں تحریف و تبدیلی کا عمل اس وقت شروع ہوا جب ان کی اصل جو عبرانی زبان میں تحریر کی گئی تھی کے ترجمے ہوئے سب سے پہلے عبرانی سے یونانی اور حمیری میں ترجمے ہوئے پھر ہر کسی نے اپنی اپنی زبانوں میں اپنی اپنی مرضی سے معنوں میں تبدیلی کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا جو بتدریج کچھ سے کچھ ہوتا چلا گیا اس بات کو سمجھنے کے لیے اگر ہم قرآن کریم کی ایک ہی آیت کے مختلف افراد کے کیے ہوئے تراجم کو دیکھیں تو بات بہ آسانی سمجھ میں آسکے گی کہ عربی سے اردو میں ترجمہ کرنے والوں نے کیسے کیسے ترجمے کیے ہیں تو پھر عبرانی سے حمیری اس سے یونانی میں ترجمے ہونے میں کیا کچھ نہیں کیا گیا ہوگا۔قرآن کریم کی جو آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے نازل ہوئی سورۃ العلق کی پہلی

Marfat.com

آیت ہے۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۝١ (العلق۔۱)

(۱)۔اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے پیدا کیا۔(حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ)

(۲)۔آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے سب کو پیدا کیا۔(پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ)

(۳)۔پڑھیے (اے نبی) اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا۔(مولانا ابوالکلام احمد آزاد)

(۴)۔پڑھیے اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے۔(حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہندؒ۔مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیعؒ)

(۵)۔اے پیغمبر آپ اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے سب کو پیدا کیا ہے۔(حضرت مولانا محمد احمدؒ)

(۶)۔پڑھو (اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا ہے۔(سید معروف شاہ شیرازی۔حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

(۷)۔پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔(مولانا محمد جوناگڑھیؒ)

(۸)۔(اے رسول) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔(مولانا حافظ سید فرمان علی)

ایسے ہی ہر مترجم نے اپنے اپنے انداز سے ترجمہ کیا ہے۔قرآن کریم کے صرف اردو میں تراجم کی تعداد تقریباً ایک سو دس ہے جبکہ دیگر زبانوں کے تراجم کی تعداد میں بھی ایسا ہی فرق ہوسکتا ہے۔یہاں آیت مبارکہ کے ان تراجم کے دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جب اللہ کی محفوظ ترین کتاب قرآن مجید جس کی تدوین وتحریر میں ابتدا سے لے کر انتہا تک احتیاط در احتیاط برتی گئی اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری توجہ سے نہ صرف اسے خود اپنی موجودگی میں تحریر کرایا بلکہ اس کی پوری پوری ترتیب بھی فرمائی۔

پھر وہ جن کتابوں کو نہ تو بروقت تحریر کیا گیا نہ صاحب کتاب انبیاء علیہ السلام نے ان کی کسی بھی طرح تصدیق یا تردید کی ہو وہ تمام کتب انبیا کی وفات کے برسوں بعد لکھی گئیں اس لیے ہر لکھنے والے نے جتنا اسے جس طرح میسر آسکا وہ لے لیا باقی اپنی قوتِ تخیل سے تحریر کر کے کتاب کو پورا کر دیا یقیناً تمام کتب جو بائبل یا کتابِ مقدس میں جمع کر دی گئی ہیں اسی لیے ان کے عنوانات وموضوعات اور ان کا وہ تعارف جو بائبل میں ان کتابوں کی تعداد میں دیا گیا ہے جسے گزشتہ صفحات میں آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔

Marfat.com

کتب الٰہیہ یا آسمانی کتب میں قرآن کریم جو نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ واحد آسمانی کتاب ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف وہی الفاظ جو بذریعہ وحی نازل ہوئے شامل کرائے ہیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجھ پر وحی کے ذریعے نازل ہوئے ہیں اور کلامِ الٰہی ہیں ان کے علاوہ اور جو کچھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ خطبات یا ادعیہ ماثورہ یا صحابہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو جو سوالوں کے جواب میں ہوئی جسے احادیث کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت مسلم ابی سعید رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میری باتوں میں سے قرآن کے سوا کسی اور چیز کو نہیں لکھو۔''

یہی وجہ ہے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو باقاعدہ عہد خلفائے راشدین میں کتابی شکل میں لکھی گئیں اور نہ ہی حیاتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی لکھی گئیں، لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے حافظے کی بے پناہ قوت سے نوازا تھا جو ایک بار قرآن یا قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن لیتے اسے وہ یاد کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عرصے بعد جب ضرورت کے تحت احادیث نبوی جمع کی گئیں تو ان کی تعداد لاکھوں میں تھی جو غیر مرتب حالت میں جمع کی گئی تھیں پھر ایک طویل عرصے بعد سب سے پہلے محدثین نے انہیں مرتب کیا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ ''نبی نہ اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے نہ کرتا ہے'' یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کہتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے وہ سب حکمِ الٰہی کے طابع کرتے کہتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کے اقوال و افعال کو بھی حدیث کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرمادیا تا کہ اہلِ ایمان اس کی روشنی سے اپنے سینے منور رکھیں۔ احادیثِ مبارکہ کو بھی اہل تحقیق نے وحی خفی سے تعبیر کیا ہے۔

ایک طرف تو یہ صورت حال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی موجودگی اور نگرانی میں کاتبین وحی سے قرآن کو لکھوایا اور اسے مرتب فرمایا۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام ہی انبیاء علیہ السلام نے نہ تو ایسا کوئی اہتمام و انتظام کیا نہ ہی کوشش کی یہی وجہ ہے کہ تمام کتب آسمانی اپنے نزول کے بہت بعد تاخیر سے دوسرے لوگوں نے مرتب کی ہیں اسی وجہ سے اصل قرآن کے ساتھ ساتھ انہوں نے اقوال رسول اور اعمال رسول کو بھی اپنی کتب کا حصہ ہی نہیں بنایا بلکہ حوارینِ (صحابہ) رسول کے اعمال و اقوال بھی اس میں شامل کر دیئے گئے اس طرح ہر کتاب اپنی ابتدا میں ہی جب اسے مرتب کیا گیا تو اپنی اصل کھو بیٹھی تھی اور تحریف و تغیر کا شکار ہو گئی تھیں لیکن وہ تمام کتب جو کتب آسمانی کے نام سے موسوم ہیں ان میں جتنا قرآن محفوظ تھا اسے اللہ قادر مطلق جو بڑا علیم و خبیر ہے نے جب یہ فیصلہ فرمالیا کہ اب اسے مکمل کر دینا ہے تو اپنے محبوب اور آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قرآن کے ابتدا سے ہی نازل ہونے والے تمام حصوں کو ان کی اصل کے مطابق جمع فرمادیا اور کتاب الٰہی قرآن کو لوح محفوظ کے اصل نسخے کے مطابق زمین پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پہنچادیا۔ تا کہ رہتی دنیا تک نہ صرف لوگوں کی فلاح و بہتری اور سیدھی سچی راہ کی رہنمائی

Marfat.com

ورہبری کا کام سرانجام دے اور اس کی حفاظت کا بڑا ہی عجیب انتظام اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمادیا کہ ایک دو نہیں ہزاروں بھی نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں دنیا کے ہر گوشے میں اہل ایمان کے سینوں میں اسے محفوظ فرمادیا ہے۔

جبکہ یہودی اور عیسائی کلیساؤں کا دعویٰ ہے کہ تورات کی ابتدائی پانچ کتابیں لفظاً معناً کلام الٰہی ہیں جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود تحریر کیا ہے جبکہ خود قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس شب وروز کے لیے کوہ طور پر بلایا اور وہاں انہیں پتھر کی چالیس تختیاں (الواح) عطا فرمائی جن پر کلام الٰہی کندہ تھا لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس کوہ طور سے اتر کر وادی سینا میں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ان کے پیروکاروں نے تو سونے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ہے یہ دیکھ کر انہوں نے جوشِ غضب سے مغلوب ہو کر تمام تختیاں ہاتھ سے چھوڑ دی تھیں یا رکھ لیں تھیں پھر دوبارہ جب انہیں مزید تختیاں عطا کی گئیں تو انہیں ان کی قوم نے صندوق میں (تابوت سکینہ) بند کر کے گم کر دیا تھا۔ کلیساؤں کا یہ دعویٰ خود ان کی یہ کتابیں ہی غلط ثابت کر رہی ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا واقعہ کیا انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے تحریر کیا ہوگا جیسا کہ بائبل میں حصہ تورات کی کتاب استثناء کے ۳۴ نمبر کے باب میں درج ہے ایسے ہی کتاب پیدائش اور خروج میں اور کتاب اعداد یا گنتی کے مختلف ابواب میں ایسے تاریخی واقعات اور اسمائے گرامی مذکور ہیں جو حضرت موسیٰ کی وفات کے بہت عرصے بعد رونما ہوئے۔ مثلاً کتاب پیدائش ۱۸/۱۳/۱۴_۳۷/۱۴_۳۱/۳۶ کتاب خروج ۳۵'۳۶/۱۶ کتاب اعداد ۳/۲۱_۴۱/۳۲ وغیرہ وغیرہ اس سے ثابت ہوجاتا ہے اناجیل کی تمام کتابیں متعلقہ رسولوں کی نہیں بلکہ ان کے بعد ان کے دوسرے لوگوں نے انہیں لکھا اور جو جی چاہا جیسے جی چاہا لکھا لیکن قرآن کریم کا معاملہ ان سب سے بالکل مختلف ہے۔ اب جبکہ تمام سابقہ کتب الٰہی اپنی اصل شکل وصورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی اس آخری کتاب قرآن مجید میں جمع فرمادی ہیں تو اب کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مضامین اور اپنی ساخت کے اعتبار سے جو جو کتب الٰہیہ جن جن محترم انبیاء علیہ السلام پر نازل ہوئی میری کوشش تو قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات یا اس سے ملتی جلتی تعلیمات جو ان صحف میں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انبیاء علیہ السلام پر اتارے تھے۔ قاری کرام خصوصاً یہ بات نوٹ فرمالیں کہ نہ تو میرا ایسا کوئی دعویٰ ہے نہ ہی کوشش اور نہ ہی یہ یقین ہے کہ میرے خیال میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء کی تعلیمات یہ تھیں چونکہ سب سے اولین پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام تھے لہٰذا ان کے صحیفے کے بارے میں جستجو کرتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کارِ خیر میں اپنی توفیقِ خاص سے مدد و رہنمائی فرمائے یقیناً یہ ایک مشکل اور اہم کام ہے جو توفیقِ الٰہی سے ہی ممکن ہے۔ اے مالک الملک، اے علیم وخبیر میری مدد فرما۔ آمین

Marfat.com

قرآن مجید میں صحیفہ آدم علیہ السلام

(ہوسکتا ہے کہ ان آیات سے ملتی جلتی تعلیمات اس صحیفے میں رہی ہو یہ صرف اندازے اور توفیق الٰہی ہی ہے یہ تمام صحیفے قطعی غیر یقینی اور غیر مصدقہ ہیں)

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب یقیناً وہی ہے جو نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حکم الٰہی کے مطابق کرائی ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت آدم سے لے کر ان دیگر صاحب کتب انبیاء پر ان کی ضرورت اور اہمیت کی اعتبار سے قرآن نازل فرمایا ہو۔(ہوسکتا ہے کہ مختلف صحائف میں وہ ترتیب قرآنی جو آج ہم دیکھتے ہیں نہ رہی ہو۔ میری کوشش تو یہی ہے کہ قرآن کی اصل ترتیب برقرار رہے اگر کہیں ٹھوکر کھائی ہو تو اس کے لیے اللہ مجھے معاف فرمادے۔ آمین۔)

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہی نہیں تھے وہ اولین پیغمبر اور خلیفہ فی الارض بھی تھے۔ اللہ نے انہیں صفی اللہ کے لقب سے سرفراز فرمایا تھا۔ وہ آج کی دنیا کے تمام لوگوں کے باپ بھی ہیں۔ قرآن مجید میں تخلیق آدم کا قصہ کوئی آٹھ سورتوں میں آیا ہے جن کے نام یہ ہیں (۱) البقرۃ (۲) آلعمران (۳) اعراف (۴) حجر (۵) بنی اسرائیل (۶) کہف (۷) طٰہٰ (۸) ص۔

جب ساری دنیا بلکہ ساری کائنات بن کر تیار ہوگئی۔ آسمان کی چھت قائم ہوچکی، زمین پر انواع اقسام کی مخلوقات سانس لینے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے مناسب سمجھا اور اپنے طے شدہ منصوبے کے مطابق ان تمام اشیاء سے استفادہ کرنے والا کوئی ان پر حکومت کرنے والا اس دنیا میں آئے۔ جو زمین پر اللہ تعالیٰ کی نیابت وخلافت کے فرائض انجام دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی نہ صرف تخلیق فرمائی بلکہ انہیں تمام علوم سے آراستہ فرما کر زمین پر اتار دیا۔ تب زمین پر زندگی بسر کرنے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ہدایات واحکام بھی بتائے اور سکھائے۔ اللہ تعالیٰ کی ان ہی تعلیماتِ الٰہی کا نام صحیفہ آدم علیہ السلام ہے۔ یہ صحیفہ انفرادی طور پر تو کبھی بھی کہیں بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے سینے میں اسے اتار دیا تھا جو ان کے بعد ان کے بیٹوں پوتوں اور مختلف حوادث کا شکار ہوتا ہوا آگے ہی آگے چلتا رہا۔ اس کی تفصیل بتدریج آگے آتی رہے گی یہاں ہم کوشش کریں گے کہ صحیفہ آدم علیہ السلام کے جو آثار قرآن کریم میں مکمل اور دیگر صحفِ سماویہ میں محرف کچھ ٹکڑے ملتے ہیں ان کا ذکر کریں جنہیں قرآن کریم میں تمام صحف سماویہ کو

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یکجا فرما کر قرآن مجید کی تکمیل فرمادی ہے۔

بائبل کی کتاب پیدائش جو دراصل تورات کی پہلی کتاب ہے اس میں صحفِ آدمؑ کے نہ صرف محروف آثار موجود ہیں بلکہ قرآنی آیات سے بھی یہ موازنہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ گردش زمانہ اور شیطانی محرکات نے ان اصل آیات میں کتنا اور کیسا تغیر کیا ہے بائبل کی کتابِ پیدائش کا آغاز بھی کائنات کی تخلیق سے ہوا ہے یہی قرآن میں بھی صحیفہ آدم کا نقطۂ آغاز ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾

ترجمہ:۔وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا' پھر آسمان کی طرف قصد کیا' اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان کو بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔(البقرۃ۔۲۹)

بعض سلفِ امت نے ''آسمان کی طرف چڑھ گیا'' ترجمہ کیا ہے(صحیح بخاری) اللہ تعالیٰ کا آسمانوں کے اوپر عرشِ عظیم پر چڑھنا اور خاص خاص مواقع پر آسمان دنیا پر نزول' اللہ تعالیٰ' کی صفات میں سے ہے' جن پر اسی طرح بغیر تاویل ایمان رکھنا ضروری ہے جس طرح قرآن یا حدیث میں بیان ہوا ہے۔

بائبل کی کتاب پیدائش میں بھی تخلیق کائنات کا ذکر آیا ہے لیکن وہ قرآن کی آیت سے مختلف انداز لیے ہوئے ہے جیسے کتاب پیدائش میں ہے۔

''اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے پانی ایک جگہ جمع ہو کر خشکی نظر آئے' اور ایسا ہی ہوا' اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جو پانی جمع ہو گیا تھا اس کو سمندر' اور خدا نے دیکھا کہ اچھا ہے' خدا نے کہا کہ زمین گھاس اور بیج دار بوٹیوں کو اور پھل دار درختوں کو جو اپنی اپنی جنس کے موافق پھلیں اور جو زمین میں اپنے آپ میں بیج رکھیں' اگائے اور ایسا ہی ہوا'' (کتاب پیدائش بائبل باب اول آیات ۹ تا ۱۱)

سورۃ البقرۃ کی آیت ۳۰ سے لے کر ۳۹ تک کی تمام آیات ایک تسلسل میں ہیں جن میں قصہ آدم علیہ السلام ہی کا ذکر ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ آیات صحیفہ آدم کی ہی ہیں۔ ذیل میں ہم ان آیات اور ان کا صرف ترجمہ ہی دے رہے ہیں تا کہ موازنہ کرنے میں آسانی رہے۔ فی الحال تفسیر وتشریح کی یہاں ضرورت نہیں۔

Marfat.com

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ
یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ
اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ
اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ
بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا
تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ
اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ
الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ
الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى
اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا
جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ
یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ:۔اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں، تو انہوں نے کہا ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم تیری تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔(۳۰)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا کر اُن چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، کہ اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔(۳۱)

ان سب نے کہا اے اللہ! تیری ذات پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم و حکمت والا تو تو ہی ہے۔(۳۲)

اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) سے فرمایا تم ان کے نام بتادو۔ جب انہوں نے بتادیے تو فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں (پہلے ہی) نہیں کہا تھا کہ زمین اور آسمانوں کا غیب میں ہی جانتا ہوں اور میرے ہی علم میں ہے جو تم ظاہر کررہے ہو اور جو تم چھپاتے تھے۔(۳۳)

Marfat.com

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔ (۳۴)

اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو با فراغت کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔ (۳۵)

لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلوا ہی دیا اور ہم نے کہہ دیا کہ اتر جاؤ! تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور ایک وقت مقررہ تک تمہارے لیے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔ (۳۶)

(حضرت) آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں' اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (۳۷)

ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف وغم نہیں۔ (۳۸)

اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں' وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (۳۹) (البقرہ: ۳۰ تا ۳۹)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: کہہ دیجیے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو' خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (ال عمران: ۳۱)

کہہ دیجیے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو' اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ (ال عمران: ۳۲)

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ﴿١٠﴾

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لیے اس میں سامانِ رزق پیدا کیا' تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ (الاعراف۔ ۱۰)

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿١١﴾

ترجمہ: اور ہم نے تم کو پیدا کیا' پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے' وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ

Marfat.com

ہوا۔(الاعراف۔۱۱)

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾

ترجمہ:۔حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تو تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے' جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا' کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں' آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو خاک سے پیدا کیا ہے۔(الاعراف۔۱۲)

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ:۔حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو آسمان میں رہ کر تکبر کرے سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔(الاعراف۔۱۳)

قَالَ اَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:۔اس نے کہا مجھے مہلت دیجیے قیامت کے دن تک۔(الاعراف۔۱۴)

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی۔(الاعراف۔۱۵)

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔اس نے کہا بہ سبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے' میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لیے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔(الاعراف۔۱۶)

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی' اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیے گے۔(الاعراف۔۱۷)

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جا جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔(الاعراف۔۱۸)

Marfat.com

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے جو حکم دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔(الاعراف۔۱۹)

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ:۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا' مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔(الاعراف۔۲۰)

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ:۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانیے میں تم دونوں کا خیرخواہ ہوں۔(الاعراف۔۲۱)

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾

ترجمہ:۔ سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گئیں۔ اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے' اور ان کے رب نے ان کو پکارا' کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کر چکا تھا' اور یہ بھی کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے؟ (الاعراف۔۲۲)

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ:۔دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔(الاعراف۔۲۳)

Marfat.com

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ
وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٢٤﴾

ترجمہ:۔حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ہے' ایک وقت تک۔(الاعراف۔۲۴)

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ:۔فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر نکالے جاؤ گے۔(الاعراف۔۲۵)

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ
التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾

ترجمہ:۔اے آدم (علیہ السلام) کی اولاد ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجبِ زینت بھی ہے' اور تقوے کا لباس' یہ اس سے بڑھ کر ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ یہ لوگ یاد رکھیں۔(الاعراف۔۲۶)

يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ
عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ
لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ:۔اے اولادِ آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرا دیا ایسی حالت میں ان کا لباس بھی اتروا دیا تا کہ وہ ان کو ان کی شرم گاہیں دکھائے۔وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔ہم نے شیطان کو اُن ہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔(الاعراف۔۲۷)

(ان آیات کا مضمون بائبل میں کتاب پیدائش کے باب ۳ میں آیت نمبر ۳ تا ۲۴ میں آیا ہے جسے انہوں نے اپنے ہی انداز میں قلم بند کیا ہے۔)

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ
إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ
دَعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٩﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تنِ واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا' تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے اُنس حاصل کرے' پھر جب میاں نے بیوی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا' سو وہ اس کو لیے ہوئے چلتی پھرتی رہی' پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بیوی' اللہ سے جو ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر تو نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے۔(الاعراف۔۱۸۹)

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

ترجمہ:۔سو جب اللہ نے دونوں کو صحیح سالم اولاد دے دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے' سو اللہ پاک ہے ان کے شرک سے۔(الاعراف۔۱۹۰)

پہلی آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیقِ انسانی کے مکمل عمل کو سمیٹ دیا ہے کہ کس طرح ایک جوڑے سے انسان کی پیدائش کا نظام قائم فرمایا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کے جوڑے میں ایک کشش رکھی ہے،فطری تقاضے محفوظ کر دیئے ہیں تا کہ وہ ایک دوسرے کی قربت سے نہ صرف لطف اندوز ہو سکیں اور اُس لذت کو نسلِ انسانی کا سلسلہ جاری رکھنے کا سبب بنادیا اور جب باہم ملاپ کے نتیجے میں حمل ٹھہر جاتا ہے تو اُس کیفیت کو بھی بتادیا گیا ہے کہ حاملہ عورت یا کسی مخلوقِ الٰہی کی مادہ کس طرح چلتی پھرتی ہے اور جب بچے کی پیدائش قریب آجاتی ہے تو جو درد وہ عورت محسوس کرتی ہے اُس کا اظہار بھی اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے اور اس کا تدارک بھی بتادیا گیا ہے۔

دوسری آیتِ کریمہ میں بھی انسانی فطرت کو اُجاگر کیا گیا ہے کہ جب انسان کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اُسے اللہ یاد آتا ہے لیکن تکلیف کے دور ہوتے ہی وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کو بھول جاتا ہے اور اپنے بچوں کے نام بھی وہ ایسے رکھتا ہے جو کھلے کھلے شرک کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام زمین پر لگ بھگ ایک ہزار سال زندہ رہے۔اس طویل عرصے میں اُن کی اولادوں میں ہی نہیں بلکہ اُن کی اولادوں کی اولادوں میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور طویل عرصہ گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم علیہ السلام کو باخبر رکھنے کے لیے ایک بار پھر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے عمل کو دہرا کر اہلِ زمین اولادِ آدم کو ان کی اصل اور تخلیق سے آگاہ فرمایا تا کہ انہیں احساس رہے کہ ان کی اپنی حقیقت کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی تخلیق کیسے فرمائی ہے تا کہ وہ شیطان کے بہکائے میں آنے سے خود کو بچا سکیں اور اپنے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔(الحجر۔۲۶)

آیت میں مٹی کی مختلف حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے قرآن میں اسے کئی ناموں سے پکارا گیا ہے۔خشک

Marfat.com

مٹی کوتراب کہا گیا ہے بھیگی ہوئی مٹی کو طین اور گوندھی ہوئی بدبودار مٹی کو حما مسنون کہا گیا ہے اور جو خشک ہو کر کھن کھن بولے اسے صلصال اور جب آگ میں پکا دیا جائے تو اسے فخار (ٹھیکری) کہا گیا ہے۔

آیت میں انسان کی تخلیق حما مسنون یعنی گوندھی اور سڑی ہوئی بدبودار مٹی سے کی گئی ہے۔اس کے بعد آنے والی آیت میں ارشاد ہوا ہے۔

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:۔اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔(الحجر۔۲۷)

آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ انسانوں کو مطلع فرما رہا ہے خبر دے رہا ہے کہ تم سے پہلے ہم ایک اور مخلوق کو آگ کی لو سے پیدا کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا بھرپور اظہار فرمایا ہے تاکہ انسان جو اس وقت قطعی طور پر شیطان کے حربوں وسوسوں سے بے خبر تھا بہ آسانی اس کے بہکائے میں آ سکتا تھا اس لیے اسے اللہ نے مکمل طور پر اس کی اصل حقیقت سے باخبر فرمادیا ہے تاکہ وہ اپنا ہر قدم خوب سوچ سمجھ کر اٹھائے اور احکام الٰہی سے کسی طرح بغاوت وانحراف نہ کر سکے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔(الحجر۔۲۸)

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:۔تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔(الحجر۔۲۹)

یہ مضمون سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی آ چکا ہے لیکن یہاں تھوڑے سے مختلف انداز واسلوب میں ہے۔

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:۔چنانچہ تمام فرشتوں نے سب کے سب نے سجدہ کر لیا۔مگر ابلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں میں شمولیت کرنے سے (صاف) انکار کر دیا۔(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا! اے ابلیس تجھے کیا ہوا تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا؟ (الحجر۔۳۰ تا ۳۲)

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔وہ بولا میں ایسا نہیں کہ اس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔فرمایا اب تو بہشت سے نکل جا کیوں کہ تو راندۂ درگاہ ہے۔(الحجر۔۳۳۔۳۴)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی ہر طرح نگہداشت ونگہبانی فرماتا ہے وہ انہیں کسی حال میں کسی بھی طرح بے خبر نہیں چھوڑتا اور نہ ہی کسی طرح انہیں تاریکی میں رہنے دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیامت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کا پورا پورا بندوبست فرمادیا ہے حضرت آدم علیہ السلام کا دور ابتدائی دور تھا جب آبادی بھی اس قدر نہیں تھی لیکن شیطان مردود تو روز اول ہی آدم اور نسل آدم سے اپنی دشمنی کا اظہار کر چکا تھا اسی باعث اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو ہوشیار کرنے خبردار کرنے کے لیے اپنا ہدایت نامہ قرآن کا ایک خاص حصہ حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تاکہ وہ اپنی اولاد کی بھرپور انداز میں رہنمائی کر سکیں اور انہیں اللہ کی اطاعت وبندگی کا درس دے کر صراط مستقیم پر چلنے والا بننے میں ان کی مدد ومعاونت کر سکیں۔قرآن حکیم کا یہ حصہ ہو سکتا ہے کہ صحیفہ آدم کا حصہ رہا ہو اور بعد میں تورات میں شامل کر دیا گیا لیکن بنی اسرائیل کے علما نے جب اپنی مصلحتوں کے باعث تورات (قرآن) میں تحریف کی تو اس کلام کو کچھ سے کچھ کر دیا مندرجہ بالا آیات میں جو مکالمہ رب کائنات نے ارشاد فرمایا ہے ابلیس کے اور اپنے درمیان تو ان کا ذکر یقیناً کلام اولین جو حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا ہوگا جن کا ثبوت قرآنِ مجید کی یہ آیات ہیں جن کا کچھ نہ کچھ حصہ بائبل کی کتاب پیدائش میں کسی نہ کسی طرح آج بھی موجود ہے لیکن ابلیس کے یہ مکالمے نہیں ہیں اور ابلیس کو سانپ کا روپ دے دیا گیا ہے جبکہ قرآن وحدیث میں شیطان کو شیطان یا ابلیس ہی کہا گیا ہے سانپ یا کسی اور جانور سے تشبیہ نہیں دی گئی۔اور نہ ہی تخلیقِ آدم کا وہ سارا عمل جس کا تذکرہ رب کائنات متعدد آیاتِ قرآن میں فرما رہا ہے نہ کہیں ذکر ملتا ہے۔جبکہ یہ بات قطعی تسلیم شدہ اور طے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو لوح محفوظ پر پہلے ہی سے محفوظ فرمادیا تھا اس لیے اس میں بنی اسرائیل کے علمائے یہود نے جتنی بھی تحریفات کی سب کی قلعی قرآن مجید کے ذریعے کھول دی گئی اور تمام کتبِ الٰہیہ کی اصل تحریریں قرآن کریم کے ذریعے آشکار کر دی گئی ہیں۔اللہ تعالیٰ جو بڑا باخبر علیم وخبیر ہے اس سے کوئی چیز نہ چھپی ہے نہ چھپ سکتی ہے اور نہ ہی وہ مالک وخالق کبھی کچھ ذرا بھی نہیں بھولتا اسی باعث جب اللہ کو منظور ہوا کہ اب تکمیل دین کرنا ہے تو اس نے اپنے محبوب ترین نبی آخر الزماں کو مبعوث فرمایا اور ان پر قرآن مجید کی تکمیل فرمادی جو رہتی دنیا کے لیے ایک اٹل حقیقی قانون واحکام الٰہی کی جامع کتاب ہے قرآن کریم میں سورۃ الحجر کی مزید آگے آنے والی آیات ومکالمات کا تذکرہ بھی تورات وانجیل میں کہیں نہیں ملتا۔

وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔اور تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت کے دن تک۔(الحجر۔۳۵)

Marfat.com

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِيْٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:۔کہنے لگا اے میرے رب! مجھے اس دن تک کی مہلت دے کہ جب لوگ دوبارہ اٹھا کر کھڑے کیے جائیں۔(الحجر۔۳۶)

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:۔فرمایا اچھا تو ان میں سے ہے جنہیں مہلت ملی ہے۔(الحجر۔۳۷)

إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

ترجمہ:۔روز مقرر کے وقت تک کی۔(الحجر۔۳۸)

قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِيْ لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾
إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ:۔(شیطان نے) کہا اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے مجھے بھی قسم ہے کہ میں بھی زمین میں ان کے لیے معاصی کو مزین کروں گا اور ان سب کو بہکاؤں گا بھی۔سوائے تیرے ان بندوں کے جو منتخب کر لیے گئے ہیں۔(الحجر۔۳۹۔۴۰)

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔ارشاد ہوا کہ ہاں یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ نہیں، لیکن ہاں جو گمراہ لوگ تیری پیروی کریں۔(الحجر۔۴۱۔۴۲)

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ
مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے، جس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔(الحجر۔۴۳۔۴۴)

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا
مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا
نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ أَنِّيْٓ أَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾

ترجمہ:۔پرہیزگار جنتی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔(ان سے کہا جائے گا) سلامتی

Marfat.com

اور امن کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ نہ تو وہاں انہیں کوئی تکلیف چھو سکتی ہے اور نہ وہ وہاں سے کبھی نکالے جائیں گے۔ میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔ (الحجر ۴۵ تا ۴۹)

وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:۔ اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک ہیں۔ (الحجر۔ ۵۰)

جو مضمون الحجر کی آیات ۲۶ تا ۴۲ میں ارشاد ہوا ہے وہی مضمون سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۶۱ تا ۶۳ میں بھی دہرایا گیا ہے۔ اور اس سے قبل بقرۂ اور سورۂ اعراف کی آیات میں بھی آچکا ہے۔ اب یہاں چوتھی مرتبہ اسے بیان کیا جا رہا ہے اور آئندہ بھی سورۂ کہف، سورۂ طٰہٰ اور سورۂ ص میں بھی یہی ذکر آیا ہے۔ ایسا اس لیے کیا گیا کہ اول تو یہ قرآن کا مخصوص اسلوب بیان ہے اس میں دہرائی جانے والی آیات ہیں دوسرے یہ بھی کہ بالکل ابتدائی دور میں نہ تعلیم کا کوئی باقاعدہ انتظام تھا نہ ہی کچھ لکھنے لکھانے کا بندوبست کلام الٰہی قرآن کریم بھی بذریعہ وحی حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا جسے وہ اپنی ذہانت و یادداشت سے زبانی دہرا کر اپنی اولاد کو سنا دیا کرتے اور ان تک پیغامِ الٰہی کو پہنچانے کی ذمہ داری ادا کر دیا کرتے تھے یہی سبب ہے کہ ان ہی آیاتِ الٰہی کی بار بار تکرار ہوئی ہے کہ اللہ کے بندے جو بھی اور جتنے بھی تھے اولاد آدم علیہ السلام میں ان کی نصیحت و تعلیم کا اس طرح بندوبست اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

اس کے باوجود اولاد آدم علیہ السلام اپنی بالکل ابتدا میں ہی شیطان کے بہکائے میں پھنسنے لگے تھے جیسے ان کے اولین بیٹے قابیل اور ہابیل کے درمیان اختلاف کا پیدا ہونا جس کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ المائدہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:۔ آدم (علیہ السلام) کے دونوں بیٹوں کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنا دو، ان دونوں نے ایک نذرانہ پیش کیا، ان میں سے ایک کی نذر تو قبول ہو گئی، اور دوسرے کی مقبول نہیں ہوئی، تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے مار ہی ڈالوں گا، اس نے کہا اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔ (المائدہ: ۲۷)

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔ گو تو میرے قتل کے لیے دست درازی کرے لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ

Marfat.com

نہیں بڑھاؤں گا میں تو اللہ تعالیٰ پروردگارِ عالم سے خوف کھاتا ہوں۔ (المائدہ۔۲۸)

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جائے ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔ (المائدہ۔۲۹)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ:۔ پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا جس سے (وہ) نقصان پانے والوں میں سے ہو گیا۔ (المائدہ۔۳۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑا ہی صاحب حکمت حکیم ودانا ہے مدبّر ہے اس نے کس حکمت ودانائی سے قاتل کی تعلیم کا بندوبست فرمایا جو رہتی دنیا تک کے لیے کارآمد رہا۔ کیونکہ قابیل کے قتل سے پہلے کسی انسان کی موت واقع نہیں ہوئی تھی اس لیے مرنے والے کی تدفین کا علم بھی کسی کو کسی طرح نہیں تھا۔ اللہ اکبر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا کس طرح اور کیسا خیال رکھتا ہے کہ اس نے قاتل کو مقتول کی تدفین کس طرح سکھائی اس کا اظہار ارشادِ باری تعالیٰ کے ذریعے قرآن کریم میں اس طرح سے ہوا ہے۔

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ:۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپا دے وہ کہنے لگا ہائے افسوس! کیا میں ایسا کرنے سے بھی گیا گزرا ہو گیا کہ اس کوے کی طرح اپنے بھائی کی لاش دفنا دیتا؟ پھر تو (وہ بڑا ہی) پشیمان اور شرمندہ ہو گیا۔ (المائدہ۔۳۱)

سورۃ المائدہ کی ان آیات کی بعض جزئیات وضاحت طلب ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کا ایک اہم حصہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نازل ہوا وہ سب کا سب ایک طویل عرصے تک بنی اسرائیل کے علما کی تحویل میں رہا جس میں انہوں نے من مانی تحریفات اور تصریحات کیں جس کی وجہ سے اسرائیلیات جو یہودی علما کی فن کاری کا نمونہ ہیں مفسرین قرآن مجید پر بھی اکثر وبیشتر حاوی نظر آتی ہیں اس لیے اس سلسلے میں وضاحت کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

قرآنِ مجید کی سورۃ المائدہ کی ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کے نام اللہ تبارک وتعالیٰ نے قطعی ظاہر نہیں فرمائے اسی طرح احادیث میں بھی ان کے نام لیے بغیر انہیں

Marfat.com

بنی آدم کی ترکیب ہی استعمال ہوئی ہے۔ تاہم مفسرین نے اس سے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ہابیل (مقتول) اور قابیل (قاتل) ہی مراد لیے ہیں۔ غالباً اس ضمن میں مفسرین کرام کا اصل ماخذ اسرائیلی روایات اور بالخصوص تورات رہی ہے کیونکہ تورات میں کتاب پیدائش باب چار کی آیت ۱۰ تا ۱۶ میں ان کے نام ہابیل یا ہابل (ABEL) اور قابیل کو قائن (CAIN) لکھا گیا ہے (دیکھیے عہد نامہ قدیم پیدائش)

محقق الطبری نے اپنی تاریخ میں ہر جگہ قابیل کو قائن ہی لکھا ہے۔ جبکہ بعض مفسرین حسن وضحاک نے انہیں بنی آدم ہی لکھا ہے۔ جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین رحم اللہ نے اس ترکیب سے حضرت آدم علیہ السلام کے دو حقیقی بیٹے ہی مراد لئے ہیں۔ ایسے ہی کوئے کے واقعے کے بارے میں بھی اسرائیلی روایات بہت کچھ کہتی ہیں' لیکن حقیقت صرف اتنی ہی ہے جو کلام الٰہی کے ذریعے قرآن مجید کی زینت بنی ہے۔ ایسے ہی ان دونوں کی قربانی یا نیاز کے بارے میں بھی مختلف روایات پائی جاتی ہیں جو سب کی سب ہی اسرائیلی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ اگر قرآن کی آیت پر غور وفکر کریں تو اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ دونوں کے درمیان مقابلہ قربانی یا نیاز کی قبولیت اور عدم قبولیت کے بارے میں تھا۔ مشہور مفسر الطبری کے مطابق جو انہوں نے صحابہ کرام اور تابعین رحم اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ قربانی انہوں نے اپنی مرضی سے حکم الٰہی کے تحت کی تھی۔ انہیں حکم ہوا تھا کہ اپنا عمدہ اور بہتر مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرو۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ۔ ۲۶۷ سورۃ آل عمران ۹۴ میں اہل ایمان کو ایسا ہی حکم الٰہی ہوا ہے۔

ہابیل نے اپنے والد حضرت آدم کے حکم اور حکم الٰہی کے مطابق اپنا موٹا تازہ جانور (بھیڑ یا مینڈھا) دیا جبکہ قابیل نے گھٹیا قسم کا غلہ بطور نیاز دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی ان کی حسن نیت اور خلوص کی وجہ سے قبول فرمالی اور قابیل کی قربانی غیر مقبول ٹھہری' کیونکہ اس میں اس کا خلوص نیت شامل نہیں تھا۔ یہ قبولیتِ الٰہی آگ کے ذریعے ظاہر ہوئی کہ ہابیل کی قربانی کو آگ نے جلا ڈالا اور قابیل کی جوں کی توں پڑی رہ گئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

قتل کا سبب اسی سے ہی سمجھا جاسکتا ہے کہ قربانی کی قبولیت اور نامقبولیت نے ان دونوں میں مخاصمت پیدا کردی۔ شیطان جو انسان کا ازلی دشمن قرار پاچکا تھا اس نے اپنی کارروائی مکمل کرلی اور قابیل کے دل میں حسد پیدا کردیا۔ (ابن کثیر) اور خود تورات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے (پیدائش' باب ۴ آیات ۱ تا ۱۶)

چونکہ ہابیل کی موت یا قتل دنیا میں کسی بھی انسان کی پہلی موت تھی اسی بنا پر قاتل کا پریشان ہونا اور سرگرداں ہونا اس کا فطری عمل تھا۔ اسے پریشانی یہ تھی کہ مقتول کی لاش کا کیا کرے؟ اسے کہاں اور کیسے ٹھکانے لگائے۔ چنانچہ اسے سمجھانے سکھانے کے لیے ایک کوے یا کوؤں کی جوڑی کو اس کے سامنے لایا گیا۔ دونوں آپس میں لڑے' پھر ایک نے دوسرے کو مار ڈالا۔ اور

Marfat.com

مارنے والے کوے نے زمین کرید کر مرنے والے کوے کو دفنا دیا اس طرح اولادِ آدم کو مردوں کی تدفین کے طریقہ کی تعلیم دی گئی۔ (روح المعانی)

سورۃ المائدہ کی آیات ۲۷ تا ۳۱ میں مذکور واقعہ قرآن مجید اور تورات دونوں میں آیا ہے کیونکہ دونوں ایک ہی کتاب ہیں لیکن اس کی جزئیات کے سلسلے میں بہت سی باتیں اسرائیلیات کی بلا حیل وحجت قبول کر لی گئی ہیں؛ جن میں بطور خاص حضرت آدم علیہ السلام کے ان دونوں بیٹوں جن کو یہود نے ہابیل وقابیل کے نام دے کر مخاصمت کے سلسلے میں دوسرے اور تیسرے درجے کی اسرائیلی بے سروپا حکایات قصے کہانیوں اور اساطیر جو دونوں بھائیوں کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے کہ دونوں بھائیوں میں یہ جھگڑا عورتوں کی وجہ سے ہوا۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں تو ام بچے (لڑکا لڑکی) پیدا ہوا کرتے تھے؛ نسل انسانی کے محدود ہونے کی بنا پر ایک بار پیدا ہونے والے جڑواں بچوں کا نکاح اگلی بار پیدا ہونے والے جڑواں بچوں (لڑکا لڑکی) سے کر دیا جاتا تھا۔ اسی اصول کے مطابق قابیل کی بہن جو بڑی حسین وجمیل تھی کا نکاح ہابیل سے ہونا تھا اور ہابیل کی جڑواں بہن جو بدصورت تھی کا نکاح قابیل سے ہونا تھا مگر اس فیصلے کو قابیل نے منظور نہیں کیا اس پر آتشی قربانی کے ذریعے تصفیے کا فیصلہ کرنے کو کہا گیا یہ فیصلہ بھی قابیل کے خلاف ہوا س پر اس نے غصے کے مارے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ اس واقعے کی اس طرح کی تفصیل نہ احادیث سے ثابت ہے نہ کسی اور اسلامی ذریعے سے ثابت ہے یعنی نہ صحابہ سے نہ تابعین سے اور نہ ہی خود تورات یا بائبل کے عہد نامہ قدیم یا جدید کے کسی صحیفے میں موجود ہے۔ یہ سب اسرائیلیات میں سے ہے جو محض داستان طرازی ہے اس کی حقیقت ایک افسانے سے زیادہ نہیں ہے۔ وہ بھی سنے سنائے افسانے سے۔

چونکہ ہابیل کا قتل نسلِ انسانی کا پہلا قتل تھا اور قابیل نسلِ انسانی کا پہلا قاتل۔ مرفوع روایات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی قتل ہوگا تو اس قتل کا گناہ قاتل کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے (قابیل) کو بھی ضرور پہنچے گا' کیونکہ اس نے ہی قتل کرنے کے طریقے کو رواج دیا۔ (مسند احمد بن حنبل)

قرآن مجید کا یہ حصہ جس کے بارے میں قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ صحیفہ آدم علیہ السلام ہوسکتا ہے کیونکہ تورات سے کافی مماثلت آمیز آیات ملتی ہیں۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت شیث علیہ السلام
(شاید گزشتہ تعلیمات یا اس سے ملتی جلتی تعلیمات اس صحیفے میں رہی ہوں)

حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے تیسرے بیٹے تھے جوان کے ایک بیٹے (ہابیل) کے قتل کے پانچ سال بعد پیدا ہوئے جبکہ آدم علیہ السلام کی عمر تقریباً ایک سو بیس سال تھی چونکہ حضرت شیث علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں ان کے ایک بیٹے کے قتل ہو جانے کے بعد پیدا ہوئے تھے اسی نسبت سے ان کا نام شیث یعنی اللہ کا عطیہ رکھا گیا تھا۔ ابن اثیر کی تصریح کے مطابق وہ اللہ کے نبی تھے جن پر پچاس صحیفے نازل ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی وفات پر حضرت آدم علیہ السلام کے حکم پر انہیں ہی ان کا وارث اور وصی مقرر کیا گیا۔ حضرت شیث علیہ السلام کی نسل سے آج دنیا آباد ہے کیونکہ حضرت آدم کے مقتول بیٹے (ہابیل) نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تھی اور قابیل کے وارث سیلاب میں غرق ہو گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام مکہ میں رہتے تھے انہوں نے ہی ان صحائف کو ایک جگہ اکٹھا کیا جو خود ان پر اور حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔ انہوں نے ہی خانہ کعبہ کو زمین پر پہلی بار پتھر اور چکنی مٹی سے تعمیر کیا تھا۔

حضرت شیث کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام تقریباً آٹھ سو یا ساڑھے آٹھ سو سال زندہ رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال جنت میں گزارے۔ اس طرح ان کی کل عمر تقریباً ایک ہزار سال کی تھی۔ ان کے چہرے پر بال نہیں تھے وہ بے ریش تھے۔ جبکہ حضرت شیث کے چہرے پر داڑھی تھی اور ان کی زبان سریانی تھی اور تمام وحی قرآن سریانی زبان میں ہی نازل ہوا کرتی تھی۔ انہیں شیث کے علاوہ "یا" بھی کہا جاتا تھا جس کے سریانی میں معنی "استاد" کے ہیں۔ ان کے زمانے میں ہی انسان (ان کی اولاد) دو حصوں میں بٹ گئے تھے ایک گروہ وہ تھا جو اللہ کا فرماں بردار اور اطاعت گزار تھا' ایک گروہ وہ تھا جو قابیل کی اولاد کے پیروکار تھے یعنی اللہ کے باغی تھے۔ بائبل کی کتاب پیدائش کے باب چار کی آیت ایک میں شیث علیہ السلام کو سیت یا CAIN کا نام دیا گیا ہے۔

حضرت شیث حضرت آدم علیہ السلام کے بہت ہی چہیتے بیٹے تھے۔ اسی باعث حضرت آدم نے انہیں اپنا جانشیں مقرر کیا تھا اور اپنے تمام علوم حکم الٰہی سے انہیں سکھائے۔ ان کی اولادوں میں اکیس مرد اور بیس لڑکیاں تھیں اور ان کی اولادوں کی اولادیں ان کے نواسے نواسی پوتے پوتیاں تقریباً چالیس ہزار کے لگ بھگ تھے۔ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے انوش (Enoch) کو اپنا جانشیں بنایا تھا ان کا انتقال ۹۱۲ برس کی عمر میں ہوا ان کو کوہِ ابوقبیس کے دامن میں ان کے والدین کے پہلو میں دفن کیا گیا تھا۔ وہ مکہ میں رہتے تھے اور ہر سال حج کی رسم ادا کیا کرتے تھے۔ حضرت شیث علیہ السلام کا ایک قول

Marfat.com

بہت مشہور ہوا تھا۔ "اے شیث دنیا میں غفلت و آرام کا راستہ مت اختیار کرو' جو راستہ اختیار کرو' سوچ کر کرو' جس کام کو تیرا دل قبول نہ کرے اسے ہرگز نہ کر' جو کام پیش آئے اس کے بارے میں دوستوں سے مشورہ ضرور کرنا' ماں باپ کا حق پہچاننا' مصائب پر صبر کرنا' اور نعمتوں پر شکر کرنا۔"

قرآن کا وہ تمام حصہ جو مختلف صحائف کی صورت حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہو چکا تھا انہوں نے نہ صرف اسے جمع کیا اور خود ان پر جو وحی نازل ہوئی ان کی تعداد پچاس ہے۔ اسے بھی حکم الٰہی کے مطابق محفوظ کیا۔ قرآن مجید کی وہ آیات اور حصہ جو آپ گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کر چکے ہیں اس کے علاوہ وہ قرآنی احکام و آیات جو حضرت شیث پر نازل ہوئیں (اس کا امکان یہ ضروری نہیں ہے لیکن امر اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے یہاں ہم ممکنات کے سہارے ہی چل رہے ہیں۔) درج ذیل ہیں۔ یہاں سے صحیفہ شیث علیہ السلام شروع ہو رہا ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿٦١﴾

ترجمہ:۔ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا' اس نے کہا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (بنی اسرائیل۔ ٦١)

گو کہ گفتگو کے اعتبار سے تو آیت کا مطلب وہی ہے جو گزشتہ آیات میں گزر چکا ہے لیکن لب ولہجہ اور اسلوب مختلف ہے اُسی بات کو نئے انداز سے دہرایا گیا ہے۔

حضرت شیث علیہ السلام کے زمانے میں اولادِ آدم علیہ السلام نیک و بد دو گرہوں میں تقسیم ہو چکی تھی اس لیے بھی اُسے اُس کی اصل حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾

ترجمہ:۔ اچھا' دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے' اپنے بس میں کر لوں گا۔ (بنی اسرائیل۔ ٦٢)

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾

ترجمہ:۔ ارشاد ہوا کہ جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے۔ (بنی اسرائیل۔ ٦٣)

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾

ترجمہ:۔ ان میں سے تو جسے بھی اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور

Marfat.com

پیادے چڑھالا' اوران کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا اورانہیں (اپنے جھوٹے) وعدے دے لے' ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں' (وہ) سب کے سب سراسر فریب ہیں۔(بنی اسرائیل۔۶۴)

حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد اوران کے بھائی قابیل کی اولاد دو مختلف گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی اور ایک نیکوکار تھے تو قابیل کی اولاد شیطان کے چنگل میں پھنس کر بدراہ ہو چکی تھی۔ وہ شیطان کے جھانسے میں آ کر احکام الٰہی سے منحرف ہو چکے تھے۔ یوں تو خود قابیل نے ہی احکام الٰہی سے انحراف کی ابتدا کی تھی اور شیطان کے بہکائے میں آ کر بھٹک چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی بدراہ اور گمراہ لوگوں کے بارے میں مطلع فرمارہا ہے کہ ان کا حشر بھی شیطان جیسا اور شیطان کے ساتھ ہی ہوگا اور نیک اور صالح افراد کے لیے انعامات الٰہی اور فضل وکرم ہوگا۔ ایسے ہی سچے لوگوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ اہل خیر کو مطلع فرمارہا ہے کہ وہ مطمئن رہیں کہ ان کا رب ان کے ساتھ ہے ان کا کارساز و مددگار ہے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَٰنٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

ترجمہ:۔ میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں۔ تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے۔ (بنی اسرائیل۔۶۵)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ گو کہ بظاہر تو شیطان کو جواب دے رہا ہے لیکن اپنے نیک اور صالح افراد کے لیے خوش خبری کا اعلان عام فرمارہا ہے اور بندوں کی نسبت اپنی طرف کر کے انہیں شرف واعزاز سے نواز رہا ہے۔ جس سے معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے نیک وصالح سچے افراد کو شیطان بہکانے میں ناکام ونامراد ہی رہے گا۔

آنے والی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے لوگوں کو مخاطب فرمارہا ہے جو شیطان کے بہکائے میں آ کر گمراہ ہو گئے اور احکام وقوانین الٰہی سے منحرف ہو گئے ایسے لوگوں کو ان کی اصل حقیقت کا آئینہ دکھایا گیا ہے کہ تمہاری اوقات وحیثیت تو یہ ہے پھر بھی تم تکبر کرتے ہو اور اپنے مالک وآقا اور خالق وپروردگار سے بغاوت کرتے ہو اور اپنے دشمنِ اولین کے ہم جولی بنے پھرتے ہو' ایسے لوگوں کو ظالم کہا گیا ہے اور انہیں برے بدلے کی وعید سنائی جارہی ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ ٱلْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِۦٓ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهُۥ وَذُرِّيَّتَهُۥٓ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِى وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّۢ ۚ بِئْسَ لِلظَّٰلِمِينَ بَدَلًا ﴿٥٠﴾

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' یہ جنوں میں سے تھا' اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی' کیا پھر بھی تم اسے اور اس کی اولاد کو' مجھے چھوڑ کر

Marfat.com

اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔ ایسے ظالموں کا کیا ہی برا بدل ہے۔
(الکہف۔۵۰)

اللہ تعالیٰ ایسے تمام لوگوں کو متنبہ فرما رہا ہے کہ شیطان جس کی دشمنی انسان اولین حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت سے ہی شروع ہوگئی تھی۔ جس کے بارے میں بار بار مطلع کیا جاتا رہا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا دشمن ہے اور تمام کائنات کے خالق تمہارے رب کا بھی دشمن ہے پھر بھی جو اللہ کی اطاعت اور اس کی دوستی کو چھوڑ کر شیطان کی اطاعت اور دوستی اختیار کرے گا ایسے لوگوں کے لیے شیطان کی دوستی کا بہت ہی بُرے بدلے کا اعلان کر دیا گیا ہے اور ایسے بدراہ لوگوں کو ظالم کہہ کر ان کی بری سزا کی اطلاع بھی کر دی تا کہ اگر ان برے خوگر لوگوں میں سے کوئی سیدھی راہ اختیار کرنا چاہے تو وہ شیطان کے چنگل سے نکل آئے اور سیدھی راہ اپنا لے۔

آنے والی آیات میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ شیطان کی دشمنی کا سبب کھول کر بیان کر رہا ہے اور تخلیق آدم کے وقت کی کارروائی کو دہرا رہا ہے تا کہ اس کے بندے شیطان کی اصل حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھ سکیں اور راہ راست کو اپنا سکیں اور شیطان سے پیچھا چھڑا لیں۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ:۔ ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔ (طٰہٰ۔۱۱۵)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا' اس نے صاف انکار کر دیا۔ (طٰہٰ۔۱۱۶)

فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ:۔ تو ہم نے کہا اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے (خیال رکھنا) ایسا نہ ہو کہ وہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے کہ تو مصیبت میں پڑ جائے۔ (طٰہٰ۔۱۱۷)

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ:۔ یہاں تو تجھے یہ آرام ہے کہ نہ تو بھوکا ہوتا ہے اور نہ ہی ننگا۔ اور نہ تو یہاں پیاسا ہوتا ہے نہ دھوپ سے تکلیف اٹھاتا ہے۔ (طٰہٰ۔۱۱۸۔۱۱۹)

جب تک انسان (حضرت آدم علیہ السلام) جنت میں رہا اسے نہ تو کوئی محنت و مشقت کرنا پڑتی تھی نہ ہی اسے لباس کی رہنے سہنے کی اور نہ ہی کھانے پینے کی حاجت ہوتی تھی نہ ہی ضرورت' بغیر کسی محنت کے اسے سب کچھ حاصل تھا۔ جبکہ جنت سے نکلنے کے بعد ان تمام چیزوں کی نہ صرف ضرورت پیش آئی

Marfat.com

بلکہ انہیں حاصل کرنے کے لیے شدید محنت و مشقت بھی کرنی پڑی۔ جنت کی زندگی میں انہیں صرف ایک درخت کا پھل کھانے سے روکا گیا تھا (جو دراصل اُن کا پہلا امتحان یا پہلی آزمائش تھی) اور ساتھ یہ ہدایت و تاکید بھی کر دی گئی تھی کہ ہوشیار رہنا تمہارا دشمن شیطان تمہیں کہیں جنت سے نہ نکلوا دے لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے وہی غلطی سرزد ہو گئی جس سے انہیں ان کے خالق و مالک نے روکا تھا اور شیطان جس نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں معصیت کو خوبصورت بنا کر پیش کروں گا تو اس نے ایسا ہی کیا اور حضرت آدم اور حضرت حوا علیہ السلامہ کو اپنے وسوسے سے پھسلا لیا جیسا کہ آنے والی آیات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہو رہا ہے جو بزبان ابلیس کرایا گیا ہے۔

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

ترجمہ: لیکن شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا' کہنے لگا کہ کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور بادشاہت بتلاؤں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو۔ (طٰہٰ ۔ ۱۲۰)

آیت کریمہ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شیطان مردود نے جو کہا تھا اسے اس نے پورا کر دکھایا اور حضرت آدم اور حضرت حوا علیہ السلام اغوائے شیطانی کا کس خوبصورتی سے شکار ہو گئے۔ شیطان نے کتنے مؤثر انداز میں انہیں اپنے حسین جال میں دل فریب انداز سے الجھالیا' اس سے دوسرا پہلو جو سامنے آیا وہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے جو بھول' عصیان کا عنصر رکھا تھا جس کے باعث وہ بھول کا شکار بھی ہوئے اور بہک بھی گئے اور بھول کر شیطان کے جال میں پھنس گئے اس کا ردعمل کیا اور کیسا ہوا' اس غلطی نے کیا گل کھلایا اس کا اظہار رب العزت نے اس طرح فرمایا ہے۔

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾

ترجمہ: چنانچہ ان دونوں نے اس درخت سے کچھ کھا لیا پس ان کے ستر کھل گئے اور بہشت کے پتے اپنے اوپر ٹانکنے لگے (آدم علیہ السلام) نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس بہک گیا۔ (طٰہٰ ۔ ۱۲۱)

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ: پھر اُن کے رب نے نوازا' اُن کی توبہ قبول کی اور اُن کی رہنمائی کی۔ (طٰہٰ ۔ ۱۲۲)

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ: فرمایا' تم دونوں یہاں سے اتر جاؤ' تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو' اب تمہارے

Marfat.com

پاس جب کبھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ تو وہ بھٹکے گا اور نہ ہی تکلیف میں پڑے گا۔ (طٰہٰ۔۱۲۳)

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ:۔اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی' اور ہم اسے روزِ قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ (طٰہٰ۔۱۲۴)

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ:۔وہ کہے گا کہ الٰہی! مجھے تو نے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھتا بھالتا تھا؟ (طٰہٰ۔۱۲۵)

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾

ترجمہ:۔(جواب ملے گا کہ) اسی طرح ہونا چاہیے تھا' تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تھا تو آج تو بھی بھلا دیا جاتا ہے۔ (طٰہٰ۔۱۲۶)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ:۔اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو' کنبے اور قبیلے بنا دیے ہیں' اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔ (الحجرات۔۱۳)

مندرجہ بالا آیات بائبل کے عہد نامہ قدیم کی کتاب پیدائش میں بھی مذکور ہیں۔ باب ۳ آیات ۱ تا ۱۳۔ میں پائی جاتی ہیں لیکن تحریف اور تصرف کے ساتھ بالکل ایسے ہی جیسے زمانے کے سرد وگرم سہتے سہتے آثار قدیمہ کا حلیہ بگڑ جاتا ہے قرآن کریم کے اس ابتدائی حصے کے ساتھ بھی بنی اسرائیل کے علما اور مصنفین نے یہی کچھ کیا اور اسے کچھ سے کچھ بنا دیا لیکن کلامِ الٰہی کے آثار موجود نظر آتے ہیں شاید اسی باعث اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اصل جو اس کے پاس لوح محفوظ پر موجود و محفوظ ہے کو اپنے آخری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل فرما دیا ہے۔

کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کے اس حصے کی جو حضرت شیث اور حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوا ترتیب برقرار رکھ سکوں اگر کہیں کوئی غلطی ہوئی ہے یا ٹھوکر کھائی ہے تو اللہ مجھے معاف فرمائے۔ (آمین)

آنے والے صفحات میں حضرت ادریس علیہ السلام پر نازل ہونے والے صحیفہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت ادریس علیہ السلام

(تمام صحائف توفیق الٰہی سے مرتب کیے جا رہے ہیں ان سے متفق ہونا ضروری نہیں)

حضرت ادریس علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے ان پر تیس صحیفے نازل ہوئے ایک سو پانچ برس منصب نبوت پر فائز رہے۔ عرب انہیں ہرمس اور ادریس اور مثلث بالحمہ بھی کہتے تھے۔ حضرت ادریس کب اور کہاں پیدا ہوئے اور کس قوم میں مبعوث ہوئے اس کی بابت کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی لیکن کچھ حوالوں میں خصوصاً مصری تاریخ کی قدیم کتابوں میں ان کا نسب اس طرح آیا ہے۔ جسے علامہ عبدالوہاب نجار مصری نے اس طرح لکھا ہے۔ ادریس بن یردیارد بن مہلائیل بن قتیان بن انش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ حضرت ادریس کا ایک نام اخنوخ بھی تھا لیکن وہ (بائبل میں مہلائیل کو محلل اور یرد کو یارد لکھا ہے)

وہ حضرت ادریس کے نام سے مشہور ہوئے (یہی نسب نامہ بائبل میں بھی ہے) حضرت آدم علیہ السلام کے ہبوط یعنی انہیں زمین پر آئے ہوئے چودہ سو سڑسٹھ ۱۴۶۷ سال ہوئے تھے کہ حضرت ادریس کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز کیا اس وقت ان کی عمر تین سو ساٹھ ۳۶۰ برس کی تھی۔ علم ہیئت، ریاضی اور طبعی والٰہی علوم کے موجد تھے۔ سلطنت وحکومت کے قواعد بنانے والے بھی یہی تھے اور با قاعدہ درس وتدریس دینے کا رواج قائم کیا۔ آپ نے ایک سو اسی شہر بنائے اور انہیں آباد کیا اور اپنے دور میں کسی کو بھی حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت سے انحراف ومخالفت نہیں کرنے دی۔ صحیفہ آدم اور صحیفہ شث دونوں کو جمع کیا۔ ان کے ایک بیٹے کا نام متوشلخ تھا دوسرا بیٹا لامخ تھا اور ان کے بیٹے حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام ہبوطِ آدم کے ایک ہزار چھ سو سال بعد لامخ کے گھر پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے ۵۱۸ سال بڑے تھے اللہ کے نیک اور صالح نبی تھے۔ بائبل میں انہیں حنوک کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ (پیدائش باب ۵ آیات ۱۸ تا ۲۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کہنے کے مطابق حنوک یا اخنوخ ایک ہی نام ہے۔ ان کے سلسلے میں اسرائیلی افسانے بہت زیادہ گھڑے گئے ہیں۔ بائبل میں پولوس نے لکھا ہے کہ "ایمان ہی سے حنوک اٹھالیا گیا تاکہ موت کو دیکھے چونکہ خدا نے اٹھالیا تھا اس لیے ان کا پتہ نہیں ملا۔ اسی سبب ہمارے مفسرین نے بھی حضرت ادریس کے بارے میں یہی کچھ لکھ ڈالا یہ محض اسرائیلی افسانے ہیں جو مسلمانوں نے بھی نقل کر لیے ہیں۔

طبری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بقول معراج کی شب چوتھے آسمان پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ادریس کی اس ملاقات کا ذکر کیا ہے مگر حضرت ادریس کا آسمان پر اٹھائے جانے کی بابت کہیں کچھ نہیں آیا۔ غالباً یہ واقعہ یہودی علما نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان

Marfat.com

پر زندہ اٹھائے جانے کی خبر پا کر ردوبدل کے طور پر کیا ہوگا۔

حضرت ادریس علیہ السلام پر جو تیس (۳۰) صحیفے نازل ہوئے ان کے بارے میں حتمی یا قطعی رائے کا تو کوئی امکان نہیں ہاں قیاس کیا جا سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کے مصحف میں ہی کچھ اضافہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے میں فرما دیا ہو۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾

ترجمہ:۔ اور اس کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا بھی ذکر کر، وہ بھی نیک کردار پیغمبر تھا۔ ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھا لیا۔ (مریم۔۵۶۔۵۷)

قرآن کریم میں ان ہی دو آیات مبارکہ میں حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر خاص ہوا ہے اسی سے ہمارے علمائے کرام نے اسرائیلی روایات کو اپنا لیا ہے اور یہ لکھنے لگے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمان پر اٹھا لیا' لیکن قرآن کے الفاظ پر تھوڑی سی توجہ مرکوز کی جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کے الفاظ اس مفہوم کے لئے صریح نہیں ہیں اور ایسا کسی حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے۔ اس سے مراد ان کی بلند مرتبت ہے جو نبوت سے سرفراز کیے جانے سے انہیں عطا کی گئی۔ باقی سب اسرائیلیات اور روایات ہیں۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمہ:۔ جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں' اور اس میں اپنی روح پھونک دوں' تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔ (ص۔۷۱۔۷۲)

فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ:۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے (نہیں کیا) اس نے تکبر کیا اور وہ تھا کافروں میں سے۔ (ص۔۷۳۔۷۴)

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا' کیا تو کچھ گھمنڈ میں آ گیا ہے؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔ (ص۔۷۵)

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾

ترجمہ:۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے بنایا' اور اسے مٹی سے بنایا

Marfat.com

ہے۔(ص۔۷۶)

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔ارشاد ہوا کہ تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہوا۔اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت وپھٹکار ہے۔(ص۔۷۷۔۷۸)

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔کہنے لگا میرے رب مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک کی مہلت دے۔(ص۔۷۹)

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾

ترجمہ:۔(اللہ تعالیٰ نے)فرمایا تو مہلت والوں میں سے ہے۔ متعین وقت کے دن تک۔ (ص۔۸۰۔۸۱)

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ:۔کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا۔بجز تیرے ان بندوں کو جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں۔(ص۔۸۲۔۸۳)

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ:۔فرمایا' سچ تو یہ ہے' اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں کہ تجھ سے اور تیرے تمام ماننے والوں سے میں (بھی) جہنم کو بھر دوں گا۔(ص۔۸۴۔۸۵)

کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یہ پہلے رسول تھے اور جیسا کہ اس باب کی ابتدا میں آ چکا ہے نوح علیہ السلام کے والد لامخ کے والد تھے۔انہوں نے ہی سب سے پہلے کپڑے سیئے تھے۔اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کا رواج ڈالا اس سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں بطور لباس استعمال کیا کرتے تھے۔آپ ہی فنِ کتابت' علمِ نجوم اور علمِ حساب کے موجد ہیں۔ناپ تول کے پیمانے اور آلات آپ کی ایجاد ہیں اور اسلحہ سازی کا ہنر بھی آپ نے ہی لوگوں کو سکھایا۔(ضیاء القرآن' پیر کرم شاہ)

تلمود کی اسرائیلی روایات میں ان کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ بتائے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے جب بنی آدم میں بگاڑ کی ابتدا ہوئی تو خدا کے فرشتے نے حنوک کو' جو لوگوں سے الگ تھلگ زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے کو' پکارا کہ اے حنوک اٹھو گوشۂ عزلت سے نکلو اور زمین کے باشندوں میں چل پھر کر ان کو وہ راستہ بتاؤ جس پر انہیں چلنا چاہیے۔اور وہ طریقہ بتاؤ جن پر انہیں عمل کرنا چاہیے۔" یہ حکم پا کر وہ نکلے اور انہوں نے جگہ جگہ لوگوں کو جمع کر کے وعظ و تلقین کی اور نسلِ انسانی نے ان کی اطاعت قبول کر کے اللہ کی بندگی اختیار کر لی۔حنوک ۳۵۳ برس تک نسلِ انسانی پر حکمرانی کرتے رہے۔ان کی حکومت انصاف اور حق پرستی کی حکومت تھی۔ان کے عہد میں زمین پر خدا کی رحمتیں برستی رہیں۔(تلمود۔۲۱۔۱۸)

Marfat.com

صحیفہ حضرت نوح علیہ السلام

(تمام صحائف توفیقِ الٰہی سے قرآن مجید کی روشنی میں مرتب کیے جا رہے ہیں
ان سے متفق ہونا ضروری نہیں......!)

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان آٹھ پشتوں کا واسطہ ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے بیٹے لامخ کے گھر حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ہبوط آدم کو گزرے ہوئے تقریباً ایک ہزار چھ سو برس گزر چکے تھے۔ قرآن کریم کے اشارات اور بائبل کی تصریحات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جس علاقے میں رہتی تھی۔ آج بھی وہاں نوح علیہ السلام کے زمانے کے آثار کی نشاندہی پائی جاتی ہے۔ آپ کی عمر کسی نے ۹۵۰ سال اور کہیں ۱۴۵۰ لکھی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پہلے صاحب شریعت پیغمبر تھے (شوریٰ: آیت ۱۳) قرآن مجید میں ان کا ذکر تقریباً چالیس مقامات پر آیا ہے اور سورہ ہود میں قدرے تفصیل سے آیا ہے۔ (آیات ۲۵ تا ۴۸) اور سورۂ نوح تو پوری کی پوری انہی سے متعلق ہے۔ ان کا وطن عراق کا بالائی حصہ موصل تھا اور جس قوم کے لیے وہ مبعوث کیے گئے تھے وہ اعتقادی، عملی اور اجتماعی خرابیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، فسق و فجور، بت پرستی اور شرک کا دور دورہ تھا۔ اجتماعی زندگی میں ظلم و جور اور فتنہ و فساد عام تھا۔ معاشرے میں اونچ نیچ کے امتیازات نہایت بری شکل اختیار کر چکے تھے۔ (سورہ ہود۔ ۲۵۔ ۴۸)

قرآن کریم میں سورۂ نوح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طویل مدت تک اپنی قوم میں تبلیغ و تلقین کرتے رہے لیکن قوم ٹس سے مس نہیں ہوئی اور مسلسل سرکشی پر قائم رہی۔ اس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب طوفان کی شکل میں نازل فرمایا۔ نوح علیہ السلام کے چار بیٹے تھے، سام، حام، یافث اور چوتھا نافرمان بیٹا کنعان تھا جو آپؑ پر ایمان نہیں لایا تھا اور طوفان میں ہلاک ہو گیا۔

بائبل کے عہد نامہ قدیم کے حصہ کتابِ پیدائش میں چار ابواب چھ تا نو، حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ہیں جس میں ان کا نسب، بعثت دعوت و تبلیغ اور طوفان کا اور از سر نو تعمیر آبادی کا ذکر کیا گیا ہے۔ طوفان نوحؑ کا واقعہ انجیل اور قرآن دونوں میں تفصیل سے ملتا ہے۔ جب نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ اور اس کے پیغمبر نوحؑ پر ایمان لانے سے قطعی انکار کر دیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ منکرین کو سزا دے دی جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ جب ان کی سرکش قوم پر طوفان آئے تو وہ اپنے اہل ایمان ساتھیوں اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کشتی میں بیٹھ جائیں اور اپنے ساتھ جانوروں کی ہر قسم کا ایک ایک جوڑا بھی ساتھ رکھ لیں، تب زبردست طوفان آیا اور سیلاب کے باعث ساری دنیا ہی غرقِ آب ہو گئی مگر ان کی کشتی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا

Marfat.com

طوفان سات روز بعد تھم گیا۔ جبکہ ایک اور روایت میں ہے کہ ۱۵۰ دن میں پانی چڑھا اور ۱۵۰ دن میں اترا۔ اور کشتی کوہ ارارت یا کوہ جودی پر جالگی۔ زمین کے خشک ہونے پر حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد روئے زمین پر پھیل گئی ان کے بیٹے سام سے سامی نسل کے لوگ زمین پر پھیلے اور حام سے حامی نسل (حبشی) اور یافت سے آریا نسل نے جنم لیا۔

بائبل کی کتاب پیدائش کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تین سو ہاتھ (cubits) لمبی اور پچاس ہاتھ چوڑی اور تیس ہاتھ اونچی تھی یعنی حضرت نوح کی کشتی تقریباً ۴۵۰ فٹ لمبی ۷۵ فٹ چوڑی اور ۴۵ فٹ اونچی تھی۔

کتابِ پیدائش کی روایت جو آٹھویں صدی قبل از مسیح میں مرتب ہوئی وہ عراق کی داستانوں سے ماخوذ ہے۔ عراق میں سومیری (سامری) اور اکادی زبانوں کے جو کتبے دستیاب ہوئے ہیں ان میں بھی ایک زبردست طوفان کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ ان میں سے بعض کتبے تقریباً تین ہزار سال قبل از مسیح کے ہیں۔ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کم از کم پانچ ہزار سال پرانا ضرور ہے۔ ان کتبوں میں تمام تر تفصیل حرف بہ حرف وہی ہے جو کتاب پیدائش میں بیان کی گئی ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت نوح کا ذکر آل عمران آیت ۳۳' الانعام ۔۸۴' الاعراف ۔۵۹ تا ۶۴۔ یونس ۷۱ تا ۷۴۔ ھود۔ ۲۵ تا ۴۹۔ ابراھیم ۔۹۔ بنی اسرائیل ۔۳۔ انبیاء ۷۶ تا ۷۷۔ مومنون ۲۳ تا ۳۰۔ فرقان ۔۳۷۔ شعراء ۔۱۰۵ تا ۱۲۲۔ عنکبوت ۔۱۴ تا ۱۵۔ الصفت ۔ ۷۵ تا ۸۲۔ الذریت ۔۴۶۔ النجم ۔۵۲۔ القمر ۔۹ تا ۱۶۔ الحدید ۔۲۶۔ التحریم ۔۱۰۔ الحاقہ ۔۱۱۔ نوح ۔ ۱ تا ۱۸ مکمل سورہ۔

حضرت نوح نے تقریباً ایک ہزار سال کی عمر پائی جس میں سے ساڑھے نو سو سال انہوں نے تبلیغ دعوت میں صرف کیے (۱۴ عنکبوت)

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں (اور خبردار کریں) اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آ جائے۔ (نوح ۔۱)

قَالَ يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾

ترجمہ:۔ (نوح علیہ السلام) نے کہا اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ (نوح ۔۲۔۳)

يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾

ترجمہ:۔ تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک چھوٹ دے گا' یقیناً اللہ کا وعدہ

Marfat.com

جب آجاتا ہے تو وہ موخر نہیں ہوتا' کاش کہ تمہیں سمجھ ہوتی۔ (نوح۔۴)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۙ﴿۵﴾ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾

ترجمہ:۔ (نوح علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ہے۔ مگر میرے بلانے سے یہ لوگ اور زیادہ بھاگنے لگے۔ (نوح ۵۔۶)

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾

ترجمہ:۔ میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا' تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ (نوح۔۷)

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾

ترجمہ:۔ پھر میں نے انہیں با آواز بلند بلایا۔ اور بے شک میں نے ان سے اعلانیہ بھی کہا اور چپکے چپکے بھی۔ اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشوا لو اور (معافی) مانگو وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ (نوح۔۸تا۱۰)

یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾

ترجمہ:۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا۔ اور تمہیں خوب۔ پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔ (نوح۔۱۱تا۱۲)

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی برتری کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیے ہیں۔ (نوح۔۱۳تا۱۵)

وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔ اور ان میں چاند کو خوب جگمگاتا بنایا ہے اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے۔ اور تم کو زمین سے ایک (خاص اہتمام سے) اگایا ہے (اور پیدا کیا ہے) (نوح ۱۶۔۱۷)

Marfat.com

ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾

ترجمہ:۔ پھر تمہیں اسی میں لوٹا لے جائے گا اور (ایک خاص طریقے) سے نکالے گا۔ اور تمہارے لیے زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش بنادیا ہے۔ (نوح ۔۱۸۔۱۹)

لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ وَ اتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ:۔ تاکہ اس کی کشادہ راہوں میں چلو پھرو۔ نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میری تو نافرمانی کی اور ایسوں کی فرمانبرداری کی جن کے مال واولاد نے ان کو (یقیناً) نقصان ہی میں بڑھایا ہے۔ (نوح ۔۲۰۔۲۱)

وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوۡثَ وَيَعُوۡقَ وَنَسۡرًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ:۔ اور ان لوگوں نے بڑا سخت فریب کیا۔ اور کہا انہوں نے کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑیں گے اور نہ وَدّ اور سواع' اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (دیوتاؤں کو نہیں چھوڑنا) (نوح ۲۲۔۲۳)

وَقَدۡ اَضَلُّوۡا كَثِيۡرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيۡٓـئٰتِهِمۡ اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا ۙ فَلَمۡ يَجِدُوۡا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡصَارًا ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔ اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ (الٰہی) تو ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا۔ یہ لوگ اپنے گناہوں کے سبب ڈبو دیے گئے اور جہنم میں پہنچادیے گئے اور اللہ کے جیسا اپنا کوئی مددگار انہوں نے نہیں پایا۔ (نوح ۔۲۴۔۲۵)

وَقَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَى الۡاَرۡضِ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾

ترجمہ:۔ اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا اے میرے پالنے والے! تو روئے زمین پر کسی کافر کو رہنے بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو (یقیناً) یہ تیرے (اور) بندوں کو (بھی) گمراہ کردیں گے اور یہ فاجروں اور ڈھیٹ کافروں ہی کو جنم دیں گے۔ (نوح ۔۲۶۔۲۷)

رَبِّ اغۡفِرۡ لِىۡ وَلِوَالِدَىَّ وَلِمَنۡ دَخَلَ بَيۡتِىَ مُؤۡمِنًا وَّلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔ اے میرے پروردگار! تو مجھے اور میرے ماں باپ اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں

Marfat.com

آئے اور تمام مومن مردوں اور کل ایماندار عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوائے بربادی کے اور کسی بات میں نہ بڑھا۔(نوح۔۲۸)

یہ آیات کلام الٰہی ہیں ان میں کوئی بھی قصہ یا واقعہ محض قصہ گوئی کی خاطر بیان نہیں کیا گیا ہے' اہلِ ایمان کو یہ بتانا سمجھانا بھی مقصود ہے کہ جو رویہ حضرت نوح کی قوم نے اختیار کیا' وہ احکامِ الٰہی کے سراسر خلاف اور کفر تھا۔ یہ قصہ دراصل دعوتِ حق دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے ایک رہنمائی ایک تجربہ بھی ہے کہ کبھی کبھی انسانیت پر ایسا دور بھی آتا ہے کہ خیر و شر ہدایت وضلالت حق و باطل کی کشمکش تو دائمی ہے حق کو ایسے حالات سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔

یہ سورۂ نوح پوری کی پوری ایک ایسی انسانی سوسائٹی کا نقشہ کھینچ رہی ہے جو حد درجہ ہٹ دھرم' ضدی' گمراہ اور باطل پرستوں پر محیط تھی۔ لوگ پوری طرح گمراہ تھے۔ کسی طرح راہ حق دعوتِ حق کو سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتے تھے۔ دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ اس سورۃ میں ایک تھکا دینے والی جدوجہد' اور ناقابل برداشت بوجھ' صبر جمیل اور جہدِ مسلسل اور حق پر قائم رہنے کے نظریہ پر اصرار کا ایک بہترین نمونہ پیش کر رہی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک مسلسل راہ نجات کی خبر دینے کی بھرپور کوشش کی اور جب انہوں نے دیکھ لیا کہ صدیوں کی محنت کے باوجود وہ اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہیں ہوتے تو اپنی کارگزاری اپنی رپورٹ اپنے مالک و آقا کے روبرو پیش کر دی اور اپنی سفارش بھی کہ ان کو سزا دے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں۔ کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو' مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے۔(ھود۔۲۵۔۲۶)

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:۔ اس کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان دیکھتے ہیں' اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ واضح طور پر سوائے نیچ لوگوں کے اور کوئی نہیں جو بے سوچے سمجھے (تمہاری پیروی کر رہے ہیں) ہم تو تمہاری کسی قسم کی برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے

Marfat.com

بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔ (ھود۔۲۷)

آیت مبارکہ میں ایک بہت ہی اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اہل ایمان چونکہ اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے مقابلے میں اپنی عقل و دانش اور رائے کا اس طرح استعمال نہیں کرتے جس طرح اہل باطل اور کفار سمجھتے سوچتے ہیں اس کے برعکس وہ لوگ اہلِ حق کو بے سمجھ بے سوچ کے لوگ کہتے اور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کا رسول انہیں جس طرف موڑ دیتا ہے لے چلتا ہے وہ چلتے چلے جاتے ہیں۔ جس چیز سے وہ روکتا ہے وہ رک جاتے ہیں۔ یہ اہلِ ایمان کی بڑی خوبی بلکہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے لیکن اہلِ کفر و باطل کے نزدیک یہ خوبی نہیں ان کا عیب ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۞۲۸

ترجمہ:۔ نوح نے کہا اے میری قوم والو! مجھے بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی کوئی رحمت عطا کی ہو پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہیں آئی تو کیا زبردستی میں اسے تمہارے گلے منڈھ دوں حالانکہ تم اس سے بیزار ہو۔ (ھود۔۲۸)

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۞۲۹

ترجمہ:۔ میری قوم والو! میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا' میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے نہ میں ایمان والوں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں' انہیں اپنے رب سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو۔ (ھود۔۲۹)

وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۞۳۰

ترجمہ:۔ میری قوم کے لوگو! اگر میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلے میں میری مدد کون کر سکتا ہے؟ کیا تم کچھ بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔ (ھود۔۳۰)

وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞۳۱

ترجمہ:۔ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں' (سنو) میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا' نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں' نہ میرا یہ قول ہے کہ جن پر تمہاری نگاہیں ذلت سے پڑ رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے گا ہی نہیں' ان کے دل میں جو ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے' اگر میں ایسی

Marfat.com

بات کہوں تو یقیناً میرا شمار ظالموں میں ہو جائے گا۔ (ھود۔۳۱)

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:۔(قوم کے لوگوں نے) کہا اے نوح! تو نے ہم سے بحث کر لی اور خوب بحث کر لی۔ اب تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ اگر تو سچوں میں ہے۔ (ھود۔۳۲)

قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:۔ جواب دیا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے اور ہاں تم اسے ہرانے والے نہیں ہو۔ (ھود۔۳۳)

وَلَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ:۔ تمہیں میری خیر خواہی بھی کچھ نفع نہیں دے سکتی، گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں، بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو، وہی تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (ھود۔۳۴)

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے خود اسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے دو کہ اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہو تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں گناہوں سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔ (ھود۔۳۵)

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:۔ نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان لائے گا ہی نہیں، پس تو ان کے کاموں پر غمگین نہ ہو۔ (ھود۔۳۶)

ہر قسم کی ہدایت و گمراہی اللہ کے ہی اختیار میں ہے سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ سب کے اعمال کی جزا و سزا دے گا نیکوں کو ان کے نیک اعمال کی جزا اور بروں کو ان کے برے اعمال کی سزا دے گا۔ وہی جملے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہے تھے کہ یہ سب کچھ تم اپنی طرف سے گھڑ گھڑا کر ہمیں مرعوب کرنے کے لیے ڈرانے کے لیے کہتے ہو وہی جملے کفار مکہ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہے تھے۔ اور بالکل اسی طرح جس طرح قوم حضرت نوح علیہ السلام نے عذاب الٰہی کا مطالبہ کیا ایسے ہی نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کفار مکہ و قریش نے کیا تھا۔ آیات

Marfat.com

میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے رویوں سے تنگ آ کر ان کے لیے بددعا کی جبکہ نبی آخرالزماں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہی رحمۃ للعالمین بنایا تھا اس طرح سے کبھی بددعا نہیں فرمائی۔ یقیناً انہیں بھی ایسا کرنے کے لیے حکم الٰہی ہوا ہوگا جیسا کہ اوپر کی آیت سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اطلاع دے رہا ہے کہ اس قوم میں سے اب مزید لوگ ایمان نہیں لانے والے تم ان کے لیے غمگین مت ہو۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:۔اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر، اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیے جانے والے ہیں۔ (ھود۔۳۷)

آیتِ کریمہ میں بہت واضح الفاظ میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے کہ جس کشتی کو بنانے کا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا تھا اس کے بارے میں تمام معلومات اور طریقہ کشتی سازی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت نوح علیہ السلام کو تعلیم فرمایا۔ اکثر مفسرین نے بائبل کے حوالے سے کشتی کی پیمائش لمبائی، چوڑائی اونچائی وغیرہ کا ذکر کیا ہے لیکن وہ سب اسرائیلیات میں شمار ہوتی ہیں اللہ کے بھید اللہ خود ہی جانتا ہے۔ اس باب کی ابتداء میں ہم نے بھی بائبل کے حوالے سے نقل کر دیا ہے جبکہ حقیقت میں نہ قرآن کریم میں نہ احادیث میں اس کشتی کی کوئی ایسی تفصیل آئی ہے۔

وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۗ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ:۔وہ (نوحؑ) کشتی بنانے لگے ان کی قوم کے جو سردار ان کے پاس سے گزرتے وہ ان کا مذاق اڑاتے، وہ کہتے اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جیسے تم ہم پر ہنستے ہو۔ (ھود۔۳۸)

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾

ترجمہ:۔تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور اس پر ہمیشگی کی سزا اتر آئے۔ (ھود۔۳۹)

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۗ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ:۔یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنورا بلنے لگا ہم نے کہا کہ اس کشتی میں ہر قسم کے (جانداروں میں سے) جوڑے (یعنی) دو (جانور ایک نر اور ایک مادہ) سوار کرا لے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات پڑ چکی ہے، اور سب ایمان والوں کو بھی، اس کے ساتھ

Marfat.com

ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے۔ (ھود۔۴۰)

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمہ:۔ نوحؑ نے کہا' اس کشتی میں بیٹھ جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا رب بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے۔ (ھود۔۴۱)

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَنَادٰى نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔ وہ کشتی انہیں پہاڑوں جیسی موجوں پر لے کر جا رہی تھی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے لڑکے کو جو کنارے پر تھا پکار کر کہا اے میرے پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ رہ۔ (ھود۔۴۲)

قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ:۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آجاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا نوحؑ نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں' صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا۔ اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہوگیا۔ (ھود۔۴۳)

وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔ فرمادیا گیا اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر تھم جا' اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی "جودی" نامی پہاڑ پر جا لگی' اور فرمادیا گیا کہ ظالم لوگوں پر لعنت نازل ہو۔ (ھود۔۴۴)

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ:۔ نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں سے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔ (ھود۔۴۵)

قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے سے نہیں ہے' اس کے کام بالکل ہی

Marfat.com

ناشائستہ ہیں، تجھے ہرگز وہ چیز نہیں مانگنی چاہیے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہے۔ (ھود۔۴۶)

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۴۷

ترجمہ:۔نوح نے کہا میرے پالن ہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ مانگو جس کا مجھے علم ہی نہیں، اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہیں فرمائے گا' تو میں خسارہ پانے والوں میں ہو جاؤں گا۔ (ھود۔۴۷)

قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۴۸

ترجمہ:۔فرمادیا گیا کہ اے نوح! ہماری جانب سے سلامتی اور ان برکتوں کے ساتھ اتر' جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کی بہت سی جماعتوں پر' اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ (ھود۔۴۸)

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝۴۹

ترجمہ:۔یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں' جن کی وحی ہم آپ کی طرف کرتے ہیں' انہیں اس سے پہلے آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم' اس لیے آپ صبر کرتے رہیے (یقین مانیے) کہ انجام کار پرہیزگاروں کے لیے ہی ہے۔ (ھود۔۴۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر بات کھول کھول کر بیان کر دی ہے۔ باپ بیٹے کے درمیان کی گفتگو سے لے کر خود اپنی طرف سے جاری کردہ احکام بھی۔ نوح علیہ السلام کا چوتھا بیٹا جس کا نام "کنعان" اور "ریام" تھا اسے حضرت نوح علیہ السلام نے دعوت حق دی کہ مسلمان ہو جا اور کافروں کے ساتھ شامل مت ہو ورنہ غرق ہو جائے گا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کسی بلند پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچا لے گا۔ باپ بیٹے کے درمیان ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک طوفانی موج نے اسے اپنی زد میں لے لیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے شفقت پدری کے جذبے سے مغلوب ہو کر بارگاہ الٰہی میں اپنے بیٹے کے لیے دعا کی تھی لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں سمجھا دیا کہ ایمان کی بنیاد قرابت نہیں ہے۔ اسی لیے اللہ نے ایک کافر بیٹے کے لیے ان کی دعا رد فرمائی قبول نہیں کی۔ ایمان دار تو وہی ہو گا جو نبی پر ایمان لائے گا چاہے وہ کوئی بھی ہو اگر کوئی ایمان نہ لائے تو اس سے چاہے کسی طرح کی بھی قرابت رشتہ داری کیوں نہ ہو چاہے وہ باپ بیٹا ہو یا میاں بیوی ہوں' وہ سب جب ہی رشتہ دار قرابت دار قرار پاتے ہیں جب وہ

Marfat.com

ایمان لے آئیں اور جب اللہ کا عذاب آجاتا ہے تو پھر اسے روکنے پر کوئی بھی کسی طرح قادر نہیں ہوسکتا پھر عذاب سے کسی کو اللہ کا نبی بھی بچانے پر قادر نہیں ہوسکتا۔

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی کا عکس (ہم عکس ہی کہہ سکتے ہیں) کسی حد تک تحریف وتصرف شدہ بائبل کے عہدنامہ قدیم کی کتاب پیدائش کے باب ٦ کی آیات ٩ تا ٢٢ باب ٧ کی آیات ١ تا ٢٤ میں نظر آتا ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥٩﴾

ترجمہ:۔ ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو، انہوں نے فرمایا، اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں ہے، مجھ کو تمہارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ (الاعراف۔٥٩)

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾

ترجمہ:۔ ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔ (الاعراف۔٦٠)

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ میں تو ذرا بھی گمراہی نہیں ہے لیکن میں پروردگارِ عالم کا رسول ہوں۔ (الاعراف۔٦١)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ:۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔ (الاعراف۔٦٢)

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾

ترجمہ:۔ اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت، جو تمہاری ہی جنس کا ہے، کوئی نصیحت کی بات آ گئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ، اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الاعراف۔٦٣)

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور ان کو جوان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا بے شک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔ (الاعراف۔۶۴)

شرک اس طرح انسانی عقل کو ماؤف کر دیتا ہے کہ انسان کو ہدایت گمراہی اور گمراہی ہدایت نظر آنے لگتی ہے۔ ایسا ہی قوم نوح علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کی توحید کی طرف اپنی قوم کو دعوت دے رہے تھے تو وہ قوم کے سرداروں کو گمراہ نظر آ رہے تھے اور خود کو وہ تمام لوگ حق پر سمجھ رہے تھے جب کہ حقیقت بالکل برعکس تھی تب ہی تو اللہ نے ان کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے ان کی ہی قوم سے ایک بندے نوح کو منتخب کر کے انہیں سیدھی راہ دکھانے کا بندوبست کیا تھا لیکن قوم نوح علیہ السلام کی سمجھ میں کوئی سیدھی سچی بات نہیں سما رہی تھی۔

حضرت آدم علیہ السلام کے تقریباً سولہ سو سال بعد حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے' اس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان اس وقت کی عمروں کے لحاظ سے دس قرنوں یا دس پشتوں کا فاصلہ حائل ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے کئی سو سال پہلے تک تمام ہی لوگ اسلام پر قائم تھے پھر بتدریج شیطان کے جال میں پھنستے چلے گئے اور توحید سے انحراف ان میں اس طرح آیا کہ جب اس قوم کے صالحین فوت ہو گئے تو لوگوں نے ان کی عقیدت و احترام میں ان پر سجدہ گاہیں (عبادت خانے) قائم کر لیے اور ان کی یادگار کے طور پر ان کی تصاویر کو ان عبادت خانوں میں سجا لیا۔ اس سے ان کا مقصد ابتدا میں یہ رہا ہوگا کہ وہ ان کی یاد سے ان کی ہی طرح وہ بھی اللہ کا ذکر و عبادت کریں اور ذکر الٰہی میں ان کی مشابہت اختیار کریں۔

لیکن وقت کے ساتھ ساتھ قوم شیطانی وسواس میں جکڑتی چلی گئی اور پھر ان تصاویر کو لوگ پوجنے لگے اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ ان کا انداز عقیدت و عبادت میں شدت آتی چلی گئی۔ اور انہوں نے شیطان کے بہکائے میں پھنس کر ان تصاویر کے سنگی مجسمے بنائے اور یوں بتوں نے ان تصاویر کی جگہ لے لی اور قوم نوح کے گزشتہ صالحین کو انہوں نے اپنا معبود بنا لیا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر ان میں مبعوث فرمایا' حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال کی طویل مدت تک اپنی قوم کو سیدھی سچی راہ دکھاتے رہے لیکن چند لوگوں کے سوا کسی نے حق قبول نہیں کیا بلکہ ان کی قوم تو اپنی حیرت کا برملا اظہار کرتی تھی کہ خود ہم میں سے ہی ہمارا ایک آدمی نبی بن کر آ گیا ہے جو ہمیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا ہے۔

قرآن مجید کی آیات واشارات سے بھی اور بائبل کی تصریحات سے بھی یہ بات واضح ہو رہی ہے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سب سے پہلے بگاڑ شروع ہوا اس سے پہلے تک لوگ اسی صالح نظام کی پابندی کر رہے تھے جسے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام نے چھوڑا تھا ان کے بگاڑ کے باعث ہی اللہ نے ان کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا

Marfat.com

تھا' سب سے اہم بات اس سے یہ واضح ہو رہی ہے کہ جس طرح کا معاملہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان پیش آیا تھا بالکل ویسا ہی معاملہ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی قوم کے درمیان بھی پیش آیا جبکہ درمیان میں کئی ہزار برسوں کا فاصلہ حائل تھا' جس طرح سرداران قوم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کیا بالکل اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ہوا۔ چونکہ تمام انبیاء ایک ہی دین کی تبلیغ و تعلیم لے کر آئے تھے اس لیے ان کا طریقہ کار اور ان سے ان کے مخالفین کے رویوں کا انداز بالکل ایک جیسا ہی رہا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ﴿٧١﴾

ترجمہ:۔ اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنایئے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اے میری قوم! اگر تم کو میرا رہنا اور احکام الٰہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے۔ تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکا کے پختہ کر لو پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہیں ہونا چاہیے پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ (یونس۔۷۱)

فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٧٢﴾

ترجمہ:۔ پھر بھی اگر تم اعتراض ہی کیے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا' میرا معاوضہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔ (یونس۔۷۲)

فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾

ترجمہ:۔ سو وہ لوگ ان کو جھٹلاتے رہے' پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو جانشین بنایا' اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو غرق کر دیا۔ سو دیکھنا چاہیے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ڈرائے جا چکے تھے۔ (یونس۔۷۳)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ ﴿٧٤﴾

ترجمہ:۔ پھر نوح (علیہ السلام) کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے پس جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر وہ ان کو مان

Marfat.com

لیتے' اللہ تعالیٰ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ (یونس۔۷۴)

آیاتِ مبارکہ میں حضرت نوح کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق فرمادی کہ تمام انبیاء کا دین اسلام ہی رہا ہے۔ گو ان کی شرائع مختلف اور مناہج متعدد رہے جیسا کہ سورۃ المائدہ کی آیت۔۴۸ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی برحق آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہے۔

ترجمہ:۔ "اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔ اس لیے آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم کیجئے' اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے' تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک ہی دستور اور راہ مقرر کر دی ہے۔" (المائدہ:۴۸)

اس سے یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے کہ ہر آسمانی کتاب اپنے سے پہلے کتاب کی تصدیق کرنے والی رہی ہے' جس طرح قرآن مجید پچھلی تمام کتب الٰہیہ کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ تمام کتب الٰہیہ فی الواقع اللہ تعالیٰ کی ہی نازل کردہ ہیں جبکہ قرآنِ کریم مصداق ہونے کے ساتھ ساتھ "مھیمن" یعنی امین' محافظ' شاہد اور حاکم بھی ہے۔ یعنی پچھلی تمام کتب الٰہیہ میں چونکہ تحریف وتغیر اور تصرف ہوا ہے اس لیے قرآن کا فیصلہ ہی ناطق ہے۔ جس کو یہ صحیح قرار دے بس وہی صحیح اور درست ہے باقی سب باطل' اختراع ہے۔ ابتدا یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے تمام انبیاء کا دین اسلام ہی تھا۔ اللہ کے کسی بھی نبی نے کبھی بھی کوئی نیا دین پیش نہیں کیا اور نہ ہی توحید الٰہی کے علاوہ کسی اور چیز کی تبلیغ کی جیسا کہ قرآن گواہی دے رہا ہے سورۃ النمل' ۱۹ تا ۴۴ سورۃ البقرہ۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ سورۃ یوسف۔ ۱۰۱۔ سورۃ یونس۔ ۸۴۔ سورۃ الاعراف۔ ۱۲۶۔ سورۃ المائدہ۔ ۴۴' ۱۱۱۔ سورۃ الانعام ۶۲۔ ۱۶۹ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے میں متعدد جگہ آیا ہے۔ مثلاً سورۃ آل عمران۔ ۳۳ میں سورۃ انعام۔ ۸۵ میں سورۃ ابراہیم۔ ۹ میں سورۃ بنی اسرائیل' ۳ میں سورۃ انبیاء' ۷۶ تا ۷۸ میں سورۃ مومنون۔ ۲۳ تا ۳۰ میں سورۃ فرقان۔ ۳۷ میں سورۃ شعرا۔ ۱۴۔ ۱۵ میں سورۃ الصفت' ۷۵ تا ۸۲ میں سورۃ ذاریات' ۴۶ میں سورۃ النجم' ۵۲ میں سورۃ القمر ۹ تا ۱۶ میں سورۃ الحدید ۲۶ میں سورۃ التحریم ۱۰ میں اور سورۃ الحاقہ' ۱۱ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت ہود علیہ السلام

ہود علیہ السلام قوم عاد اولیٰ کی طرف اللہ کے پیغمبر تھے۔ یہ حضرت نوح کے بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ یہ تقریباً دو ہزار سال قبل از مسیح کے زمانے میں گزرے ہیں۔ قرآن کریم کی نو سورتوں میں ان کا ذکر آیا ہے اور ایک مکمل گیارہویں سورۃ بارہویں پارے میں ان کے نام پر ہے۔ سورۂ ہود۔ وہ پہلے نبی تھے جو عرب میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب نامہ اس طرح تحریر ہوا ہے۔ ہود بن عابر بائبل کی کتاب پیدائش میں ان کا نام عبر دیا گیا ہے۔ اور نوح علیہ السلام کا نام خلج ہے' عابر بن شالخ (ان کا نام صالح آیا ہے کتاب پیدائش باب ۱۱ آیت ۱۵) شالخ بن قینان (ان کا نام ہی کتاب پیدائش سے غائب ہے) بن ارفخشد۔ (ان کو ارفکسد کہا گیا ہے کتاب پیدائش) بن سام (ان کو کتاب پیدائش میں سم لکھا گیا ہے) بن نوح علیہ السلام۔ جب حضرت نوح کی نسل میں رفتہ رفتہ گمراہی پھیلنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو ارم بن سام کی اولاد کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اس قوم کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل سے آیا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کو بیس برس کی عمر میں نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ کیونکہ ان کی قوم عاد اولیٰ بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں دعوت حق دعوت اسلام دی اور توحید الٰہی کی طرف سب کو بلایا' لیکن ان کی قوم نے ان کی تکذیب کی۔ قوم عاد اولیٰ بلند ترین قامت کی حامل تھی۔ اس قوم کے تیرہ قبیلے تھے جو مواضع احقاف عمان اور حوت میں شام اور مدینہ کے درمیانی علاقے میں آباد تھے کہتے ہیں کہ ان کے قد ستر سے اسی فٹ تک بلند ہوتے تھے اور وہ بڑے قوی اور طاقتور تھے۔ اس قوم کے لوگ ستارہ پرستی بھی کیا کرتے تھے اور ہر قسم کے شرک میں پھنسے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو جھوٹ بولنے والا کہہ کر ان کی تکذیب کی تو انہوں نے کہا کہ میں نہ تو احمق ہوں نہ ہی جھوٹ بولتا ہوں۔ میں تو اس تمام جہانوں کے پروردگار کا پیامبر ہوں اس کا ہی پیغام تم تک پہنچاتا ہوں اور دیانت داری سے تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں حضرت نوح علیہ السلام کا جانشین بنایا اس پر ان کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ تم چاہتے ہو کہ ہم اپنے باپ دادا کی روش چھوڑ کر صرف ایک اکیلے اللہ کی پوجا پرستش کریں' ایسا ہم ہرگز کرنے والے نہیں ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم سے بالکل ہی مایوس ہو گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ ان کی قوم کو اپنی کوئی کھلی نشانی دکھائے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی دعا اللہ نے قبول فرمائی جس کے نتیجے میں ملک میں شدید قحط پڑ گیا تقریباً تین برس تک بارش نہیں ہوئی' ہر شے جھلس کر رہ گئی اور سب چوپائے مارے گئے تب ان کی قوم نے ان کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے کہا وہ سب اپنے رب اپنے پروردگار سے اپنے قصور کی معافی مانگیں اور آئندہ کے لیے توبہ کر لیں لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا' حضرت ہود علیہ السلام کی مسلسل تبلیغ کے باوجود ان پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر مسلسل

Marfat.com

آٹھ روز تک خوفناک آندھی کا عذاب نازل کیا' آندھی سے پہلے آسمان ابر آلود ہوا یا گرد آلود ہوا تو انہیں بارش کی امید ہوگئی اور قوم کے لوگ خوشی کا اظہار کرنے لگے مگر آسمان کے ابر میں تو آگ بھری ہوئی تھی آندھی نے سب کو اڑا اڑا کر اٹھا اٹھا کر پھینکا ان کے جسم بغیر سر کے رہ گئے۔ ہوا نے اتنے قد آور لوگوں کو اتنی بلندی سے زمین پر پھینکا کہ ان کا جسم زمین میں دور تک دھنس گئے اور چاروں طرف بکھیر دیا یہ طوفان باد تقریباً آٹھ رات و دن رہا۔ ہود علیہ السلام کے ساتھ پانچ وہ لوگ رہ گئے جو ان پر ایمان لے آئے تھے۔ باقی تمام سرکش انسان ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ایک سو پچاس سال کی عمر پائی جبکہ کچھ کے خیال میں ان کی عمر ۴۶۵ برس تھی۔ ان کا مزار حضر حوت کے شمالی حصے جامع دمشق میں ہے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۶۵

ترجمہ:۔ اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں' سو کیا تم نہیں ڈرتے۔ (الاعراف۔۶۵)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۶۶

ترجمہ:۔ ان کی قوم میں جو بڑے لوگ کافر تھے انہوں نے کہا' ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سمجھتے ہیں۔ (الاعراف۔۶۶)

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۷

ترجمہ:۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں' لیکن میں پروردگارِ عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ (اعراف۔۶۷)

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝۶۸

ترجمہ:۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار' خیر خواہ ہوں۔ (الاعراف۔۶۸)

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۗ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۶۹

ترجمہ:۔ اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت' جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی تا کہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ نے تم کو قوم نوح کے بعد جانشین بنایا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا' سو اللہ

Marfat.com

کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کو فلاح حاصل ہو۔ (الاعراف۔۶۹)

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان کو چھوڑ دیں، پس ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔ (الاعراف۔۷۰)

قوم عاد کی زور آوری کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفجر:۸ میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ ”اس جیسی قوت والی قوم پیدا نہیں کی گئی۔“ اپنی اسی قوت کے گھمنڈ میں مبتلا اس قوم نے کہا تھا۔ ”ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت زیادہ قوت والا ہے۔“ (حم سجدہ۔۱۵)

آباؤاجداد کی تقلید ہر دور میں گمراہی کی بنیاد بنتی رہی ہے، قوم عاد نے بھی یہی ”دلیل“ پیش کی اور شرک کو چھوڑ کر توحید کا راستہ اختیار کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی اپنے بڑوں کی تقلید کی یہ بیماری عام ہے۔ اسی طرح قریش نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق کے جواب میں کہا تھا۔ ترجمہ ”اے اللہ! اگر یہ حق (قرآن) ہے تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر بھیج دے۔“ (الانفال۔۳۲) شرک کرتے کرتے مشرکوں کی تو مت ہی ماری جاتی ہے۔ حالانکہ عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ کہتے کہ اے اللہ اگر یہ سچ ہے اور واقعی تیری طرف سے ہے تو ہمیں اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرما لیکن چونکہ شیطان کا ان کی عقل و خرد پر قبضہ ہوتا ہے اس لیے ابتدا سے انتہا تک سب کا ایک ہی طرز عمل ایک ہی جواب رہا ہے جو رویہ قوم عاد نے اپنے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ اپنایا تھا۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر اللہ کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے؟ ان کے معبود ہونے کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ (الاعراف۔۷۱)

Marfat.com

وَإِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:۔اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو ہم نے بھیجا' اس نے کہا میری قوم والو! اللہ ہی کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' تم صرف بہتان باندھ رہے ہو۔ (ھود۔۵۰)

آیتِ کریمہ کا مضمون اس سے قبل سورۃ الاعراف کی آیت ۶۵ میں اوپر آ چکا ہے' یہاں دہرایا گیا ہے' یہ قرآن کریم کا مخصوص اسلوبِ بیان ہے۔

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ:۔اے میری قوم! میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں مانگتا' میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ (ھود۔۵۱)

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰي قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:۔اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی غلطیوں خطاؤں کی معافی مانگ لو اور اس کی جناب میں توبہ کرو' تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھا دے اور تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔ (ھود۔۵۲)

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ:۔انہوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔ (ھود۔۵۳)

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْۗءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ:۔بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے برے جھپٹے میں آ گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں' جنہیں تم شریک بنا رہے ہو۔ (ھود۔۵۴)

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔اچھا تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے بالکل مہلت بھی نہ دو۔ (ھود۔۵۵)

Marfat.com

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾

ترجمہ:۔ میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے، جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے۔ (ھود۔۵۶)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْــٴًـا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾

ترجمہ:۔ پس تم اگر روگردانی کرو تو کرو میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔ میرا رب تمہارا قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے، یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (ھود۔۵۷)

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾

ترجمہ:۔ اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے ہود کو اور اس کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی اور ہم نے ان سب کو سخت عذاب سے بچا لیا۔ (ھود۔۵۸)

وَتِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾

ترجمہ:۔ یہ تھی قوم عاد جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش نافرمان کے حکم کی تابعداری کی۔ (ھود۔۵۹)

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

ترجمہ:۔ دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، دیکھ لو قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا، ہود کی قوم عاد پر دوری ہو۔ (ھود۔۶۰)

ان آیات کریمہ کے ساتھ ساتھ حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر سورۃ ابراہیم ۹ میں سورۃ الفرقان ۳۸ میں سورۃ الشعرا ۱۳۱ تا ۱۴۰ میں ان کا ذکر نام لیے بغیر آیا ہے قوم عاد کے حوالے سے سورۃ ص ۳۸ میں سورۃ حم السجدہ۔ ۱۳ تا ۱۶ میں سورۃ الحقاف۔ ۲۱ تا ۴۳ میں سورۃ النجم ۵۰ میں سورۃ القمر۔ ۱۸ تا ۲۱ میں سورۃ الحاقہ۔ ۴ تا ۸ میں ذکر آیا ہے۔

(نوٹ) تمام صحائف قران کریم سے ہی مرتب کیے جا رہے ہیں ترتیب میں کسی غلطی کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے اپنے قارئین سے معافی کا خواستگار ہوں۔

Marfat.com

حضرت دانیال علیہ السلام (دانی ایل)

حضرت دانیال کا ذکر نہ قرآن کریم میں ہے نہ ہی احادیث میں ہے۔اسلامی تاریخ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے صرف اتنا ہے کہ عراق میں سوس کے مقام پر جب وہ جہاد کر رہے تھے تو قلعہ سوس کے فتح کے موقع پر انہیں ایک تابوت ملا جس میں حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش ملی جسے انہوں نے خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس زمانے میں مسند خلافت پر جلوہ افروز تھے کے حکم کے مطابق ان کو نیا کفن پہنا کر ان کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دریا کا پانی روک کر دریا کے بیچ میں انہیں دفن کر دیا پھر پانی کھول دیا۔

بخت نصر حضرت دانیال علیہ السلام کو قیدی بنا کر بابل لے گیا تھا' وہ وہیں فوت ہوئے تھے لیکن جب سوس کے علاقے میں قحط پڑا تو اہل سوس نے اہل بابل سے حضرت دانیال علیہ السلام کی لاش عاریتاً مانگ لی تھی تا کہ ان کے ذریعے بارش حاصل کر سکیں اور قحط سالی کا خاتمہ ہو۔اس طرح ان کی نعش سوس والوں کے پاس پہنچی تھی۔ان کے بارے میں کہیں یہ تذکرہ نہیں ہے اس کی تفصیل بائبل کی کتاب دانی ایل کی ابتدا میں دی گئی ہے۔اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت دانیال کا شمار (دانی ایل) ان کے چار بڑے اہم اکابر انبیاء میں کیا جاتا ہے' بائبل میں موجود صحیفہ دانی ایل کے بعض حصے صرف یونانی زبان میں پائے گئے ہیں اور بائبل کے مصدقہ نسخے میں انہیں بھی مشکوک قرار دیا گیا ہے۔صحیفہ دانی ایل درحقیقت ان کا قصہ بیان کرتی ہے۔انہیں چھٹی صدی قبل از مسیح میں یہودی حکمران بنوں کدنصر (بخت نصر) کے دربار میں قیدی بنا کر لایا گیا تھا وہیں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ان کا زمانہ حضرت ہود کے بعد اور حضرت صالح علیہ السلام سے پہلے کا ہے' ان کا تعلق بھی قوم عاد سے تھا ان کا شمار ان لوگوں کی اولادوں میں ہوتا ہے جو حضرت ہود پر ایمان لائے تھے اور عذاب الٰہی کا شکار ہونے سے محفوظ رہے تھے۔ان کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے فرشتوں کی مدد سے عراق میں نہر فرات اور دجلہ بنائی تھی۔

صحیفہ حضرت صالح علیہ السلام

قوم عاد کی بربادی و تباہی کے بعد اس قوم کے باقی ماندہ لوگ جو اسلام قبول کر چکے تھے۔اور حضرت ہود علیہ السلام کے ذریعے مسلمان ہو چکے تھے' ان کو اللہ تعالیٰ نے ترقی دی اور یہ عرب کے شمال میں الحجر کی پہاڑیوں میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔اس علاقے کو زمانہ قدیم میں وادی القریٰ اور ام القریٰ بھی کہا جاتا تھا' یہ علاقہ ام القریٰ مشہور قدیم شاہراہ پر واقع ہے جو یمن سے بحرہ احمر کے کنارے حجاز اور مدین سے گزر کر خلیج عقبہ کے کنارے ہوتی ہوئی شام کی طرف جاتی ہے۔اسی راستے کو قرآن مجید میں ''امام

Marfat.com

مبین' یا کھلا راستہ کہا گیا ہے۔

قوم ثمود کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود میں سے ہی اپنے منتخب نیک بندے حضرت صالح علیہ السلام کو چنا جو اُن ہی میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جس قوم کی اصلاح وہدایت کے لیے کسی نبی پیغمبر رسول کو مبعوث فرمایا وہ اسی قوم سے منتخب کیا گیا۔ اسی لیے تمام پیغمبروں کو ان کا بھائی ہی کہا گیا ہے یعنی کسی غیر قوم یا غیر علاقے کا کوئی فرد کسی دوسری قوم قبیلے کی ہدایت ورہنمائی کے لیے مبعوث نہیں کیا گیا' اسی قوم کا فرد جوان میں ہی پیدا ہوا پلا بڑھا ہوتا ہے جسے سب اپنا ہی جانتے مانتے تھے اسے ہی اللہ نے نبوت سے سرفراز کیا تاکہ کوئی یہ اعتراض نہ کرسکے کہ یہ کون اجنبی ہماری قوم اور ہماری ہدایت کے لیے آ گیا ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی طرح حضرت صالح علیہ السلام کو بھی قرآن مجید میں اللہ نے قوم ثمود کا بھائی ہی کہا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام حضرت ہود کے پوتے تھے۔ ان کا سلسلہ نسب تاریخ میں اس طرح آیا ہے۔ حضرت صالح بن عبید بن عابر (بائبل کتاب پیدائش میں انہیں عبر لکھا گیا ہے) بن شالخ بن قینان بن ارفخشد (ارفکسد) بن سام بن نوح علیہ السلام ہود علیہ السلام کے تقریباً سوسال بعد گزرے ہیں' قوم ثمود جو قوم عاد اولیٰ کے بچے کھچے افراد سے بنی تھی انہیں قوم عاد ثانی بھی کہا جاتا ہے یہ قوم' قوم عاد کی مانند بڑی طاقت وقوت والی قد آور تھی۔ یہ حضرت ہود کے بعد بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی حضرت صالح علیہ السلام نے جتنی انہیں ہدایت کی وہ اتنے ہی سخت مخالف ہوتے گئے قوم ثمود کے چند غریب غربا نے ان کی بات کو سنا سمجھا اور ایمان لے آئے تھے۔

قرآن کریم میں سورۃ الشعراء کی آیات ۱۵۴ تا ۱۵۸ میں تصریح ہے کہ قوم ثمود کے لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے ایک ایسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا جو ان کے مامور من اللہ ہونے کی کھلی دلیل ہو' اس کے جواب میں حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے اونٹنی پیش کی۔ اسی اونٹنی کے بارے میں سورۃ الاعراف آیت ۷۳ میں اسے ''اللہ کی کھلی دلیل'' قرار دیا گیا ہے۔ اس سے قطعی یہ بات ثابت ہوگئی کہ اونٹنی کا ظہور بطور معجزۂ الٰہی ہوا جو انبیائے کرام کی الٰہی روایات میں سے ہے۔ جب بھی کفار نے اپنے نبی سے نبوت کا ثبوت طلب کیا اللہ نے انہیں معجزات سے نوازا ہے۔ ایسے ہی حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ اونٹنی پیش کرنا تھا۔ قرآن وحدیث سے اس امر کے بارے میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ اونٹنی کیسی تھی اور کس طرح یہ وجود میں آئی اور نہ کسی صحیح حدیث میں اس معجزے کی کیفیت بیان کی گئی ہے جبکہ مفسرین نے اس کے بارے میں بہت کچھ لکھ دیا ہے قرآن سے اونٹنی کا ظہور بطور معجزہ ہی ثابت ہے۔

اس اونٹنی کے بارے میں قرآن میں متعدد آیات بھی آئی ہیں جن کا ذکر آگے آجائے گا۔ جو قوم ثمود کی تباہی وبربادی کا باعث بنی۔

Marfat.com

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔انہوں نے فرمایا۔''اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرواس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے۔یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لیے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کہ کہیں تم کو دردناک عذاب آ پکڑے۔(الاعراف۔۷۳)

وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ:۔اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد (ان کا) جانشین بنایا اور زمین پر رہنے کا ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔(الاعراف۔۷۴)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ:۔ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا' کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے۔(اعراف۔۷۵)

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾

ترجمہ: وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس بات پر یقین لائے ہوئے ہو' ہم تو اس کے منکر ہیں۔(الاعراف۔۷۶)

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ:۔پس انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے

Marfat.com

صالح! جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ہیں۔ (اعراف۔۷۷)

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔ پس ان کو زلزلہ نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ (الاعراف۔۷۸)

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔ اس وقت (صالح علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے' اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔ (اعراف۔۷۹)

قوم ثمود عرب کی قدیم ترین اقوام میں سے دوسری اہم قوم ہے جو قومِ عاد کے بعد سب سے زیادہ مشہور و معروف ہوئی' نزولِ قرآن کریم سے پہلے تک اس کے قصے اہل عرب میں زبان زد عام تھے۔ زمانہ جاہلیت کے اشعار اور خطبوں میں بکثرت ان کا ذکر ملتا ہے۔ اسیریا کے کتبات اور یونان' اسکندریہ اور روم کے قدیم مورخین بھی ان کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کچھ عرصے پہلے تک اس قوم کے کچھ باقیات موجود تھیں۔

اونٹنی کو مارا تو ایک شخص نے ہی تھا جیسا کہ سورۃ القمر اور سورۃ الشمس میں ارشاد ہوا ہے لیکن چونکہ اس کے جرم میں اس کی پوری قوم شریک جرم تھی وہ تو اپنی قوم کا آلہ کار تھا اس لیے الزام پوری ہی قوم پر عائد کیا گیا۔ اس سے ایک بات واضح ہوگئی ہے کہ جو جرم یا گناہ قوم کی خواہش کے مطابق کیا جائے' یا جس کا ارتکاب قوم کی رضامندی اور پسندیدگی سے کیا جائے' خواہ اس کا ارتکاب کرنے والا فرد واحد ہی ہو وہ پوری قوم کا گناہ ہوگا' قرآن تو یہاں تک کہتا ہے کہ جو جرم یا گناہ قوم کی سامنے علی الاعلان کیا جائے اور قوم اسے گوارا کرے تو وہ بھی قومی گناہ ہوگا۔

آیت میں ثمود پر نازل ہونے والے عذاب کو ''جفہ'' یعنی اضطراب انگیز' ہلا جانے والی کہا گیا ہے۔ جبکہ قرآن کریم میں دوسرے مقام پر اسی عذاب کے لیے اللہ تعالیٰ نے صیحہ یعنی چیخ' صاعقہ یعنی کڑاکا اور طاغیہ یعنی سخت زور کی آواز کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قومِ ثمود پر بیک وقت دو قسم کا عذاب نازل ہوا تھا یعنی سخت ترین گرج یا کڑاکے کے ساتھ زلزلہ آیا ہوگا۔ ان دونوں ہی عذابوں نے انہیں تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

بائبل میں اس قوم کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے جو بحیرۂ مردار کے قریب کہیں واقع تھا جس کا اب کوئی نشان نہیں ملتا۔ تلمود میں لکھا ہے کہ سدوم کے علاوہ قوم ثمود کے چار بڑے بڑے شہر اور بھی تھے ان شہروں کے درمیان کا علاقہ ایسا گلزار تھا کہ اس میں میلوں تک باغ ہی باغ تھے جس کے حسن وجمال کو دیکھ کر انسان پر مستی طاری ہونے لگتی تھی۔ مگر آج اس قوم کا نام ونشان دنیا سے بالکل ہی مٹ چکا ہے۔

Marfat.com

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ﴿٦١﴾

ترجمہ:۔اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا' اس نے کہا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے' اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے' پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو بے شک میرا رب قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ (ھود۔٦١)

آیات کا ابتدائی حصہ بالکل وہی ہے جو الاعراف ٧٣ میں بھی آ چکا ہے قرآن کریم کا یہ خصوصی انداز و اسلوب ہے قرآن میں آیات کو بار بار دہرایا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی کچھ مزید اور نئی بات یا تاکید و حکم بھی دیا جاتا ہے۔ تاکہ اہل ایمان اسے سمجھیں اور اس پر عمل کریں اسے یاد رکھیں۔

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿٦٢﴾

ترجمہ:۔انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت سی امیدیں لگائے ہوئے تھے کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے' جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں' ہمیں تو اس دین میں حیران کن شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔ (ھود۔٦٢)

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ﴿٦٣﴾

ترجمہ:۔انہوں نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! ذرا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا کی ہو' پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی' تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔ (ھود۔٦٣)

وَیٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ ﴿٦٤﴾

ترجمہ:۔اور اے میری قوم والو! یہ اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی ہے جو تمہارے لیے ایک معجزہ ہے' اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔ (ھود۔٦٤)

Marfat.com

فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾

ترجمہ:۔پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے اس پر صالح نے کہا کہ اچھا تم اپنے گھروں میں تین تین دن تک تو رہ سہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے۔(ھود۔۶۵)

فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾

ترجمہ:۔پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔یقیناً تیرا رب ہی نہایت توانا اور غالب ہے۔(ھود۔۶۶)

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ:۔اور ظالموں کو بڑے زور کی چنگھاڑ نے آ دبوچا پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔(ھود۔۶۷)

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ:۔ایسے کہ گویا وہ وہاں کبھی آباد ہی نہیں تھے آگاہ رہو کہ قوم ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا سن لو! ان ثمودیوں پر پھٹکار ہے۔(ھود۔۶۸)

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾

ترجمہ:پس سورج نکلتے نکلتے انہیں ایک بڑے زور کی آواز نے پکڑلیا۔بالآخر ہم نے شہر کو اوپر تلے کردیا اور ان لوگوں پر کنکر والے پتھر برسائے۔(الحجر۔۷۳۔۷۴)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ:۔بلاشبہ بصیرت والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔یہ بستی ایسی راہ پر ہے جو برابر چلتی رہتی ہے (عام گزرگاہ ہے) اور اس میں ایمان والوں کے لیے بڑی نشانی ہے۔(الحجر۔۷۵۔۷۷)

انبیاء کرام علیہ السلام سب کا ایک ہی دین اسلام اور ایک ہی مقصد توحید الٰہی کا قیام تھا تمام انبیاء کے ماننے والوں ان پر ایمان لانے والوں کو قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمان کے نام سے پکارا ہے اور توحید کی مخالفت اور اس سے انحراف کرنے والوں کو کافر اور اللہ کی ذاتِ عالی میں یا اس کی صفات واختیار میں کسی کو کسی طرح شریک کرنے والے کو مشرک کہا گیا ہے۔

شرک کی ابتدا کیوں اور کیسے ہوئی یہ بالکل الگ بحث اور مسئلہ ہے یہاں ہم آج موجودہ دور کے

Marfat.com

لوگوں کی سوچ وفکر کی بابت بات کریں گے۔ وہ لوگ جو ہمیشہ سے ہر دور اور ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کو بھی زمین کے حاکموں' حکمرانوں' بادشاہوں پر قیاس کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ جس طرح کوئی بادشاہ یا حکمران اپنے محل میں بیٹھا داد عیش دیا کرتا ہے اس کے دربار میں ہر کس و ناکس کی خصوصاً رعایا کے عام آدمی کی رسائی نہیں ہوسکتی کہ ان کے حضور میں پیش ہو کر اپنی درخواست اپنی فریاد یا مدعا پیش کرسکیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو جو حاکموں کا حاکم بادشاہوں کا بادشاہ بلکہ شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے اس کے دربار میں کس طرح براہ راست پیش ہوسکتے ہیں' کیسے اپنی درخواست اپنا مدعا وفریاد پیش کرسکتے ہیں؟ جس طرح دنیا کے حاکم تک رسائی کے لیے ان کے مقربین کو وسیلہ بناتے ہیں ان کے توسط سے اپنی درخواست اپنا مدعا فریاد پیش کرتے ہیں اور اگر کسی کی درخواست ان تک کسی طرح پہنچ بھی جائے تو وہ براہ راست سائل سے ملنا اس کا مدعا فریاد سننا گوارا ہی نہیں کرتے۔ وہ اپنا جواب دینے کے لیے بھی اپنے مقربین کو ہی وسیلہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے اسی غلط گمانی کے باعث کچھ ہوشیار لوگوں نے (ویسے تو خود شیطان کیا کم ہوشیار ہے؟) یہ سمجھتے ہوئے کہ دربار الٰہی کا آستانہ اقدس بہت ہی بلند وبالا اور عام انسان کی دست رس سے دور ہے اس لیے عام آدمی کی وہاں تک پہنچ نہیں ہوسکتی۔ وہاں تک ان کی فریادوں اور دعاؤں کا پہنچنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لیے ارواح کو ڈھونڈا جائے اور ان کے وسیلے سے دربار اقدس یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تک اپنا مدعا ودعا پہنچائی جائے۔ اور اگر ان منصب داروں کی خدمات حاصل نہ کی گئی تو ان کی دعائیں درخواستیں ان کی نذر نیاز یں کون پہنچائے گا؟ اس لیے وہ ایسے مقربین یا وسیلے کو تلاش کرتے ہیں جن کے ذریعے وہ پر یقین ہو کر اپنی دعا وعرضیاں اور دیگر صدقات وخیرات کو اللہ کے حضور پیش کرسکیں۔ اسی غلط فہمی نے بندوں کو اپنے معبود حقیقی اپنے پروردگار اپنے خالق ومالک سے دور کر دیا اور شرک کا شکار بنا دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام بھی اپنی قوم ثمود جس کا وہ خود بھی ایک فرد تھے۔ اسی سبب اللہ تعالیٰ نے آیت میں ارشاد فرمایا ہے "اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا" حضرت صالح علیہ السلام نے جاہلیت کے پورے طلسم کو قرآن کے دو لفظوں سے توڑ کر پھینک دیا ایک یہ کہ "اللہ قریب ہے" دوسرے یہ کہ "وہ مجیب ہے" یعنی تمہارا یہ خیال قطعی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے دور ہے اور یہ کہ تم براہ راست اپنے مالک وآقا کو پکار کر اپنی دعاؤں کا جواب حاصل نہیں کرسکتے۔ یقیناً وہ ذاتِ عالی بہت ہی بلند وبالا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ تم سے بہت ہی قریب بھی ہے' تم میں سے ہر شخص اس کو اپنے پاس ہی پاسکتا ہے۔ اس سے سرگوشیوں میں بات کرسکتا ہے' اپنی خلوت وجلوت دونوں میں اعلانیہ وپوشیدہ اپنی درخواستیں عرضیاں ہر شخص خود براہ راست اس کی خدمتِ اقدس میں پیش کرسکتا ہے۔ اور وہ مالک وآقا بھی براہ راست اپنے ہر بندے کی دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔ اس کا دربار عالی تو عام ہے جو ہر شخص کے لیے کھلا ہے چاہے وہ اسے تسلیم کرے یا نہ کرے۔ وہ تو ہر ایک کے قریب تر ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر ان آیات الٰہی میں بھی ہوا ہے۔ سورۂ ابراہیم۔ ۹ سورۂ نبی

Marfat.com

اسرائیل۔ ۵۹ سورۃ الشعرا۔ ۱۴۱ تا ۱۵۹۔ سورۃ النمل۔ ۴۵ تا ۵۲۔ سورۂ عنکبوت۔ ۳۸۔ سورۂ حم السجدہ ۱۳ تا ۱۵ اور سورۂ ہود۔ ۱۷ تا ۱۸۔ سورۃ الذریات ۴۳ تا ۴۵۔ سورۃ النجم۔ ۵۱۔ سورۃ القمر۔ ۳۰ تا ۳۱۔ سورۃ الحاقہ۔ ۴ تا ۵۔ سورۂ البروج۔ ۱۸ تا ۲۰۔ سورۃ الفجر۔ ۹۔ سورۃ الشمس۔ ۱۱ تا ۱۵۔

عہد نامہ قدیم کی کتاب پیدائش میں ان کا ذکر حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سم یا سام کے نسب میں آیا ہے۔

صحیفہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

(تمام صحائف توفیقِ الٰہی کے مطابق ہی مرتب کیے گئے ہیں۔ ان سے متفق ہونا ضروری نہیں)

حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا کے تین بڑے اہم مذاہب یعنی یہودیت، مسیحیت اور اسلام کے پیشوا اور تینوں کے پیغمبروں حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جداعلیٰ ہیں۔ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر تقریباً ۶۵ مقامات پر آیا ہے اور ایک مکمل سورۃ بھی ان کے نام سے آئی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے بلند اور اللہ کے محبوب نبی، پیغمبر اور ابوالانبیاء، خلیل اللہ، امام الناس کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی دوست اور برگزیدہ پیارے نبی کو قرآن مجید میں امتہ (النحل۔ ۱۲۰) امام الناس (البقرہ۔ ۱۲۴) حنیف اور مسلم (آل عمران۔ ۶۷) کے ناموں سے بار بار یاد کیا ہے۔ اکثر انبیائے کرام ان کی ہی اولاد ہیں۔ قرآن کریم میں سورۃ الانعام کی آیت ۷۴ میں ان کے والد کا نام آزر بتایا گیا ہے۔ (الطبری۔ ابن حبیب، المسعودی) حضرت ابراہیم علیہ السلام بن تارح بن ناحور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن عابر بن شالخ (صالح)، بن قینان بن اور فخشد بن سام بن نوح دیا گیا ہے۔ ثعلبی اور ابن اثیر نے بھی بائبل کا تتبع کیا ہے۔ جبکہ بائبل میں آپ کا نسب نامہ اس طرح درج کیا گیا ہے۔ ابرام بن تارح بن نحور بن سروج بن رعو بن فلج بن عبر سلح بن ارفکسد بن سم بن نوح۔ بائبل میں ہی ان کے نام کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ خداوند ان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

"یہ دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا اور تیرا نام ابرام نہیں بلکہ ابراہام ہوگا کیونکہ تجھے قوموں کا باپ بنایا ہے۔ (پیدائش باب ۱۷ آیت ۵) تورات کی رو سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیس سو سال قبل از مسیح میں عراق کے قصبے عریار میں پیدا ہوئے ناحور اور حاران ان کے دو بھائی تھے۔ اور حضرت لوط علیہ السلام آپ کے بھائی حاران کے بیٹے اور آپ کے بھتیجے تھے۔ قرآنِ حکیم اور تورات اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی قوم بت پرست تھی۔ خود ان کے والد آزر جن کا نام بائبل میں تارخ لکھا ہے۔ جن کی بت پرستی اور بت تراشی کے باعث قرآن مجید میں انہیں آزر کہا گیا ہے۔

Marfat.com

قرآنِ حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے والد آزر کے اختلافات عقائد کو جس طرح ربِ کائنات نے نمایاں فرمایا ہے وہ بھی آپ کی عظمت کی واضح دلیل ہے اور جس طرح وہ اپنی قوم کے شرک سے متصادم ومتنفر ہوئے اس سے ان کی عظمت وجلالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہ انہوں نے کس طرح اپنی کوشش وکاوش سے اپنے سینے میں شمع ہدایت کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک صالح انسان کی مکمل عکاسی فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان ملت ابراہیمیہ ہونے پر فخر کرتے ہیں۔

قرآن حکیم میں آپؑ کو ان کے بچپن میں ہی ''رشد'' کہا گیا ہے (الانبیاء۔۵۱) اور ''قلبِ سلیم'' کہا گیا ہے۔ (الصفات۔۸۴) کائنات کے مشاہدے سے آپ کو یقین کامل حاصل ہوا۔ (انعام۔۷۵) اور وہ پہلے نبی ہیں جنہوں نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے حیات بعد الموت کے راز سے آگاہی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انہیں آگاہ فرمایا بلکہ عملی مظاہرے سے ان کی تشفی بھی فرمائی۔ (بقراۃ۔۲۶۰)

یہودیوں کی مذہبی کتاب تالمود میں سیرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے میں ان کے عراقی دور کا حوالہ ملتا ہے۔ جو قرآن حکیم کے موازنے کے مطابق قطعی خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے۔ تالمود کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کے روز نمرود کے نجومیوں نے آسمان پر علامت دیکھ کر اپنے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ تارح کے یہاں جو بچہ پیدا ہو وہ اسے قتل کرادے۔ چنانچہ نمرود ان کے (حضرت ابراہیمؑ) کے قتل کے درپے ہو گیا۔ تارح نے اپنے بیٹے کے بجائے اپنے ایک غلام کا بچہ دے کر اپنے بچے کو بچالیا۔ اس کے بعد تارح نے اپنی بیوی اور بچے کو ایک غار میں چھپادیا' جہاں وہ دس برس کی عمر تک رہے اور گیارہویں سال انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیج دیا جہاں وہ انتالیس سال رہے۔ وغیرہ وغیرہ (تالمود ۱۱۔۲۹۔۱۷۔۱۷) (یہ تالمود کی قطعی غلط روایات ہیں' کیونکہ نوح علیہ السلام تو ان سے تقریباً دس پشت پہلے گزر چکے تھے اور طوفان نوح کے بعد دنیا پوری طرح آباد ہو چکی تھی۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ستاروں اور بتوں کی پرستش کیا کرتی تھی جبکہ آپؑ نے ہوش سنبھالتے ہی ایک خدا کی عبادت کا واعظ شروع کر دیا تھا اور اللہ کے حکم سے اللہ کے سوا تمام عبادتوں سے برأت کا اعلان کر دیا اور دوسروں کو بھی راہ راست کی تلقین کرنے لگے۔ (الانعام۔۵۶)

آپ کی قوم دشمن ہو گئی اور بادشاہ نمرود نے آپ کو آگ میں جلانے کا حکم کر دیا۔ اسی کو آتشِ نمرود کہا جاتا ہے۔ آپ اللہ کے حکم سے قربانی دینے کو تیار ہو گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آگ انہیں جلا تو سکتی ہے لیکن کی ان مورتیوں کو سورج اور چاند ستاروں کو خدا نہیں بنا سکتی انہیں اپنے رب اپنے مالک پر کامل یقین واعتماد تھا۔ اسے یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ ان کے ایمان کا الٰہی امتحان بھی تھا کہ وہ اپنے رب سے ڈر کر اپنے ایمان پر قائم رہتے ہیں جمے رہتے ہیں یا نمرود کی لگائی آگ جو میلوں دور سے تپش دے رہی تھی جس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اس سے ڈر جاتے ہیں۔ وہ اس امتحان میں کامیاب ٹھہرے اور آگ اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی سے سرد ہو گئی اور آپ محفوظ وسلامت رہے۔ آپؑ کا بال

Marfat.com

بھی بیکا نہیں ہوا آپ کے جسم کارواں تک محفوظ و مامون رہا اس کا ذکر قرآن کی سورۃ الانبیاء۔ ۶۸ تا ۷۰ میں آیا ہے۔

آپ اللہ کے حکم کے مطابق اپنا وطن اپنے عزیز و اقارب اور قوم کو چھوڑ کر دوسرے ملک میں جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں آپ نے توحید الٰہی کی تبلیغ کا آغاز کیا۔ چھیاسی برس کی عمر میں اللہ نے انہیں ایک بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک و صالح بندوں کے پے در پے امتحان لیتا ہے ایک بار پھر حضرت ابراہیم کو امتحان سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اپنے پیارے اور اکلوتے (اس وقت تک حضرت اسحاق پیدا نہیں ہوئے تھے) بیٹے کی قربانی کر رہے ہیں یہ ان دونوں ہی باپ بیٹے کا امتحان تھا جس کے لیے دونوں ہی بلا حیل و حجت تیار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی قربانی ایثار و اعتماد کو پسند فرمایا اور اسے تمام اہلِ ایمان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ فرما دیا اور انہیں اس قربانی کا پابند فرما دیا۔ پھر اللہ نے انہیں ایک اور بیٹا اسحاق عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو بیٹے عطا کیے دونوں ہی کو نبوت سے سرفراز بھی فرمایا اور دونوں کو دو الگ الگ علاقوں میں مرکزِ توحید قائم کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے حجاز میں یعنی مکہ مکرمہ حرم اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کے لیے ارض فلسطین میں حرم اقصیٰ (یروشلم) دراصل دو ایسے بیٹے جو اللہ نے انہیں ان کی عمر کے انتہائی عرصے میں عطا فرمائے انہیں بھی اپنے سے دور دو الگ الگ مقامات پر بسانا یہ بھی اللہ کی طرف سے ان کا ایک عظیم امتحان ہی تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس جگہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے عزیز شیر خوار بیٹے کو اس کی ماں کے ساتھ بسایا وہ ایک بے آب و گیا ویرانہ تھا جہاں نہ پانی تھا نہ دانہ یعنی کھیتی باڑی کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا لیکن حکم الٰہی تھا اس لیے اس کے پیغمبر نے اطاعت الٰہی کے آگے سر تسلیم خم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے حبیب خلیل کو مایوس نہیں فرمایا اپنی رحمتِ خاص سے پانی کا ایسا انتظام فرمایا جو رہتی دنیا تک جاری رہنے والا ہے اور اس علاقے کو اپنی رحمت سے ایسا نوازا کہ وہ دنیا کا مرکز نگاہ ہی نہیں مرکزِ تجلیات مرکزِ تجارت و معیشت بن گیا ہے۔

حج کا عظیم مقدس فریضہ اور قربانی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عزم قربانی کی یاد تازہ کرتی ہے ہر سال پوری دنیا اور خصوصاً حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں ادا کی جاتی ہے ہر سال لاکھوں فرزندانِ توحید تمام دنیا کے دور دراز علاقوں سے فریضہ حج ادا کرنے چلے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وہاں کے رہنے والوں کے رزق کا بڑی فیاضی سے اہتمام و انتظام فرما دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوری زندگی اللہ کی راہ میں قربانیوں کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ انہوں نے دنیا کو جو توحیدِ الٰہی کا درس دیا یہ اس کا اثر ہے کہ آج بہت سے دیگر مذاہب کے پیروکار بھی وحدتِ الٰہی کے قائل ہوتے نظر آنے لگے ہیں۔

وَاِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور وفادار ابراہیم (علیہ السلام) کے صحیفوں میں تھا۔کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے خود کوشش کی۔ (النجم۔۳۷تا۳۹)

إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ ٱجْتَبَىٰهُ وَهَدَىٰهُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾

ترجمہ:۔بے شک ابراہیم (علیہ السلام) پیشوا اور اللہ کے فرمانبردار اور ایک طرفہ مخلص تھے۔وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرگزار تھے' اللہ نے انہیں اپنا برگزیدہ کرلیا تھا اور انہیں راہ راست سجھادی تھی۔(النحل۔۱۲۰۔۱۲۱)

وَءَاتَيْنَٰهُ فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُۥ فِى ٱلْءَاخِرَةِ لَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿١٢٢﴾

ترجمہ:۔ہم نے اسے دنیا میں بھی بہتری دی تھی اور وہ بے شک آخرت میں بھی نیکوکاروں میں ہیں۔(النحل۔۱۲۲)

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ ءَازَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا ءَالِهَةً ۖ إِنِّىٓ أَرَىٰكَ وَقَوْمَكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٧٤﴾

ترجمہ:۔اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔(الانعام۔۷۴)

وَكَذَٰلِكَ نُرِىٓ إِبْرَٰهِيمَ مَلَكُوتَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ ٱلْمُوقِنِينَ ﴿٧٥﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھائیں تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔(الانعام۔۷۵)

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ ٱلَّيْلُ رَءَا كَوْكَبًا ۖ قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَآ أُحِبُّ ٱلْءَافِلِينَ ﴿٧٦﴾

ترجمہ:۔پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھاگئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے مگر جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہوجانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔(الانعام۔۷۶)

فَلَمَّا رَءَا ٱلْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَٰذَا رَبِّى ۖ فَلَمَّآ أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِى رَبِّى لَأَكُونَنَّ مِنَ ٱلْقَوْمِ ٱلضَّآلِّينَ ﴿٧٧﴾

ترجمہ:۔پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا ہوا تو کہا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرے رب نے ہدایت نہ کی تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہوجاؤں گا۔(الانعام۔۷۷)

Marfat.com

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے' پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔ (الانعام۔۷۸)

سورج اور چاند طلوع ہو کر غروب ہوتے ہیں ایسے ہی ان کے ساتھ ستارے ڈوب جاتے ہیں ان کا غروب تغیر حال پر دلالت کرتا ہے جو ان کے حادث (فانی) ہونے کی دلیل ہے اور جو حادث ہو وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑا ہی حکیم و دانا مدبر ہے اس نے اس سارے معاملے سے کئی چیزیں صاف فرما دی ہیں کہ اللہ کے نبی بشر ہی ہوتے ہیں ان انسانوں میں سے ہی ہوتے ہیں جن کے درمیان وہ پیدا ہوتے ہیں' پرورش پاتے ہیں' پلتے بڑھتے ہیں' ان پر اپنے اردگرد کے ماحول بھی اثر انداز ہوتے ہیں چونکہ وہ ابتدا سے ہی اللہ کے منتخب ہوتے ہیں اس لیے صراط مستقیم پر قائم رہتے ہیں انہیں ان کی ذمے داریوں کے لیے اسی ماحول معاشرے میں تربیت دی جاتی ہے تاکہ وقت آنے پر وہ مخالفین سے مقابلہ کر سکیں اور جمے رہیں۔ان آیات میں تمام انسانی جذبات واحساسات کو اجاگر کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ نبی جو اللہ کے منتخب ہوتے ہیں وہ انسان نہیں فرشتے ہوتے ہیں۔ان آیات میں اسی سوچ کی اصلاح کی گئی ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر' اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ (الانعام۔۷۹)

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ:۔اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کیا' آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے' کیا تم پھر بھی خیال نہیں کرتے۔ (الانعام۔۸۰)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ:۔ہم نے آپ سے پہلے اگلی امتوں میں بھی اپنے رسول (برابر) بھیجے (ہیں) (الحجر۔۱۰)

Marfat.com

وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿١١﴾ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٢﴾

ترجمہ:۔اور جو رسول بھی آتا ہے وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔گناہ گاروں کے دلوں میں ہم اسی طرح یہی رچا دیا کرتے ہیں۔(الحجر۔۱۱-۱۲)

لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾

ترجمہ:۔وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یقیناً اگلوں کا طریقہ گزرا ہوا ہے۔(الحجر۔۱۳)

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ﴿١٩﴾

ترجمہ:۔اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے اور اس پر (اٹل) پہاڑ ڈال دیئے ہیں' اور اس میں ہم نے ہر چیز ایک معین مقدار سے اگادی ہے۔(الحجر۔۱۹)

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ:۔اور اسی میں ہم نے تمہاری روزیاں بنادی ہیں' اور جنہیں تم روزی دینے والے نہیں ہو۔(الحجر۔۲۰)

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿٢١﴾

ترجمہ:۔اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں' اور ہم ہر چیز کو اس کے مقررہ انداز سے اتارتے ہیں۔(الحجر۔۲۱)

وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ﴿٢٢﴾

ترجمہ:۔اور ہم ہی بھیجتے ہیں بوجھل ہوائیں' پھر آسمان سے پانی برسا کر وہ تمہیں پلاتے ہیں' اور تم اس کا ذخیرہ کرنے والے نہیں ہو۔(الحجر۔۲۲)

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ﴿٢٣﴾

ترجمہ:۔اور ہم ہی جلاتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی (بالآخر) وارث ہیں۔(الحجر۔۲۳)

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ:۔اور تم میں سے آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے بھی ہمارے علم میں ہیں۔(الحجر۔۲۴)

سورہ الحجر کی آیات ۲۵ تا ۵۰ صحیفہ حضرت آدم علیہ السلام کے ذیل میں پہلے ہی آچکی ہیں۔وہ سب بھی اور پورا صحیفہ آدم علیہ السلام' حضرت شیث علیہ السلام' صحیفہ حضرت ادریس علیہ السلام' صحیفہ حضرت نوح علیہ السلام' صحیفہ ہود علیہ السلام' صحیفہ صالح علیہ السلام' بھی صحف ابراہیم علیہ السلام میں شامل ہیں۔اسی سبب

Marfat.com

ان کو دوبارہ یہاں تحریر نہیں کیا جا رہا ہے۔ اللہ تبارک نے تمام انبیاء اکرام علیہ السلام میں حضرت نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑی عظمت وعزت سے نوازا ہے ان کو ہی تمام انبیاء کا جد اعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ۚ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾

ترجمہ:۔ اس کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کر' بے شک وہ بڑی سچائی والے پیغمبر تھے۔ (مریم۔۴۱)

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان! آپ ان کی پوجا پاٹ کیوں کر رہے ہیں جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ ہی سکتے ہیں؟ نہ آپ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ (مریم۔۴۲)

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾

ترجمہ:۔ میرے مہربان باپ! آپ دیکھیے میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس آیا ہی نہیں' آپ تو میری ہی مانیں میں بالکل سیدھی راہ کی طرف آپ کی رہبری کروں گا۔ (مریم۔۴۳)

يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔ میرے ابا جان آپ شیطان کی پرستش سے باز آجائیں' شیطان تو رحم وکرم والے اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی نافرمان ہے۔ (مریم۔۴۴)

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

ترجمہ:۔ ابا جان! مجھے خوف لگا ہوا ہے کہ کہیں آپ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آپڑے کہ آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں۔ (مریم ۴۵)

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔ اس نے جواب دیا کہ اے ابراہیم! کیا تو ہمارے معبودوں سے روگردانی کر رہا ہے۔ سن اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے پتھروں سے مار ڈالوں گا' جا ایک مدت تک مجھ سے الگ رہ۔ (مریم ۴۶)

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

ترجمہ:۔ کہا اچھا تم پر سلام ہو' میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا' وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔ (مریم۔۴۷)

Marfat.com

وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَاَدۡعُوۡا رَبِّیۡ ۖ عَسٰۤی اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّیۡ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾

ترجمہ:۔ میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں' صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا' مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔ (مریم۔۴۸)

فَلَمَّا اعۡتَزَلَهُمۡ وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَ یَعۡقُوۡبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلۡنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾

ترجمہ:۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) ان سب کو اور اللہ کے سوا ان کے سب معبودوں کو چھوڑ چکے تو ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب (علیہ السلام) عطا فرمائے۔ اور دونوں کو نبی بنا دیا۔ (مریم۔۴۹)

وَوَهَبۡنَا لَهُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾

ترجمہ:۔ اور ان سب کو ہم نے اپنی بہت سی رحمتیں عطا فرمائیں اور ہم نے ان کے ذکرِ جمیل کو بلند درجے کا کر دیا۔ (مریم۔۵۰)

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اِبۡرٰهِیۡمَ رُشۡدَهٗ مِنۡ قَبۡلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِیۡنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اس کی سمجھ بوجھ بخشی تھی اور ہم اس کے احوال سے بخوبی واقف تھے۔ (الانبیاء۔۵۱)

اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیۡلُ الَّتِیۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:۔ جبکہ اس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ مورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو کیا ہیں؟ (الانبیاء۔۵۲)

قَالُوۡا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِیۡنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ لَقَدۡ كُنۡتُمۡ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۵۴﴾

ترجمہ:۔ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔ آپؑ نے فرمایا! پھر تو تم اور تمہارے باپ دادا بھی یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا رہے۔ (الانبیاء۵۳۔۵۴)

قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا بِالۡحَقِّ اَمۡ اَنۡتَ مِنَ اللّٰعِبِیۡنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس سچ مچ حق لائے ہیں' یا یوں ہی مذاق کر رہے ہیں۔ (الانبیاء۔۵۵)

قَالَ بَلۡ رَّبُّكُمۡ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الَّذِیۡ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِیۡنَ ﴿۵۶﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔آپ نے فرمایا نہیں درحقیقت تم سب کا پروردگار تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے میں تو اسی بات کا گواہ اور قائل ہوں۔(الانبیاء۔۵۶)

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ:۔اور اللہ کی قسم میں تمہارے ان معبودوں کے ساتھ جب تم علیحدہ پیٹھ پھیر کر چل دو گے تو ایک چال چلوں گا۔(الانبیاء۔۵۷)

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ:۔پس اس نے ان سب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہاں صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا یہ بھی اس لیے کہ وہ سب اس کی طرف ہی لوٹیں۔(الانبیاء۔۵۸)

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ:۔کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ ایسا شخص تو یقیناً ظالموں میں سے ہے۔(الانبیاء۔۵۹)

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾

ترجمہ:۔بولے ہم نے ایک نوجوان کو ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا تھا جسے ابراہیم (علیہ السلام) کہا جاتا ہے۔(الانبیاء۔۶۰)

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمہ:۔سب نے کہا اچھا اسے مجمع میں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے لاؤ تا کہ سب دیکھیں۔(الانبیاء۔۶۱)

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:۔کہنے لگے! اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تو نے ہی ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے۔(الانبیاء۔۶۲)

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ:۔آپ نے جواب دیا بلکہ اس کام کو ان کے بڑے نے کیا ہے تم اپنے خداؤں سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے چالتے ہوں۔(الانبیاء۔۶۳)

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ:۔پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو۔(الانبیاء۔۶۴)

ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے (اور کہنے لگے کہ) یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ بولنے چالنے والے نہیں۔(الانبیاء۔٦٥)

قَالَ اَفَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنۡفَعُكُمۡ شَیۡـًٔا وَّلَا یَضُرُّكُمۡ ﴿٦٦﴾

ترجمہ:۔ اللہ کے خلیل نے اسی وقت فرمایا! افسوس کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ بھی نفع پہنچا سکیں نہ نقصان۔(الانبیاء۔٦٦)

اُفٍّ لَّكُمۡ وَلِمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ:۔ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں ہے؟ (الانبیاء۔٦٧)

قَالُوۡا حَرِّقُوۡهُ وَانۡصُرُوۡۤا اٰلِهَتَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ﴿٦٨﴾

ترجمہ:۔ کہنے لگا سے جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔(الانبیاء۔٦٨)

قُلۡنَا یٰنَارُ كُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبۡرٰهِیۡمَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ:۔ ہم نے فرمادیا اے آگ! تو ٹھنڈی پڑ جا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے سلامتی (اور آرام کی چیز) بن جا۔(الانبیاء۔٦٩)

وَاَرَادُوۡا بِهٖ كَیۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَخۡسَرِیۡنَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ:۔ گو انہوں نے ابراہیم (علیہ السلام) کا برا چاہا لیکن ہم نے انہیں ناکام بنادیا۔(الانبیاء۔٧٠)

آیات کی اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تمام آیاتِ الٰہی مکالمے کی صورت میں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ تمام اللہ نے اپنی آیات میں واضح فرمادی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی طرف سے حجت تمام کردی اور ان کی ضلالت وسفاہت کو ایسے طریقے سے ان پر واضح کر دیا کہ وہ لاجواب ہو گئے چونکہ وہ توفیق ہدایت سے محروم تھے اور کفر وشرک نے ان کے دلوں کو اپنی گرفت میں لے کر بے نور کر دیا تھا۔ اسی لیے وہ شرک سے تائب ہونے کے بجائے الٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف سخت ترین اقدام کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور اپنے معبودوں کی دہائی دیتے ہوئے انہیں دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دینے کے لیے آگ کا ایک بہت ہی بڑا الاؤ تیار کیا گیا' روایات میں آیا ہے کہ اس الاؤ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت دور سے منجنیق کے ذریعے پھینکا گیا تھا لیکن آگ حکمِ الٰہی سے ٹھنڈی ہو گئی اور ان کے لیے سلامتی بن گئی' جیسا کہ آگ کو حکم الٰہی ہوا تھا۔ یہ یقیناً ایک بڑا ہی اہم الٰہی معجزہ بھی تھا کہ آسمان سے باتیں کرتی آگ جس کی تپش میلوں دور تک محسوس کی جارہی ہو اس دہکتی ہوئی آگ کا گل وگلزار بن جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت کا اظہار ہی تھا اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو دشمنوں کی سازش سے بچالیا۔

Marfat.com

آنے والی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے بارے میں اپنی قوم سے جو مناظرہ ہوا اور اللہ کی توحید کے دلائل دیئے گئے ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے آیات میں مکالمہ کی صورت عطا فرمادی ہے جس سے یہ واضح کیا گیا ہے اور قوم ابراہیم علیہ السلام کو قائل کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾

ترجمہ:۔ جبکہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ عبادت کرتے ہیں بتوں کی ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں' آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں؟ (الشعراء۔ ۷۰ تا ۷۲)

أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾

ترجمہ:۔ یا تمہیں نفع یا نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں؟۔ انہوں نے کہا یہ (ہم کچھ نہیں جانتے) ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو؟ (الشعراء۔ ۷۳ تا ۷۵)

أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾

ترجمہ:۔ تم اور تمہارے اگلے باپ دادا' وہ سب میرے دشمن ہیں۔ بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے۔ (الشعراء۔ ۷۶ تا ۷۸)

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾

ترجمہ:۔ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔ اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا۔ (الشعراء۔ ۷۹ تا ۸۱)

وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾

ترجمہ:۔ اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔

Marfat.com

اے میرے رب! مجھے قوتِ فیصلہ عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے۔ اور میرا ذکرِ خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ۔ (الشعراء۔۸۲ تا ۸۴)

وَاجْعَلْنِي مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ:۔ مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں سے بنادے۔ اور میرے باپ کو بخش دے یقیناً وہ گمراہوں میں سے تھا۔ اور جس دن کہ لوگ دوبارہ جلائے جائیں مجھے رسوانہ کر۔ (الشعراء۔۸۵ تا ۸۷)

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ ﴿۸۸﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿۸۹﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۹۰﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ:۔ جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی۔ لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے۔ اور پرہیز گاروں کے لیے جنت بالکل نزدیک کردی جائے گی۔ اور گمراہ لوگوں کے لیے جہنم ظاہر کردی جائے گی۔ (الشعراء۔۸۸ تا ۹۱)

تمام آیاتِ الٰہیہ مکالمے کی صورت میں ہیں، کہیں حضرت ابراہیم اپنی قوم سے مکالمہ و گفتگو کرتے نظر آتے ہیں تو کہیں اپنے رب اپنے مالک و خالق سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ اپنا انداز و اسلوب ہے جس سے پڑھنے والے کو اپنے رب سے براہ راست ہم کلام ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے روبرو ہونے کا یقین آتا ہے۔ قرآن کریم کی آیات کا دہرائے جانے کا اپنا انداز ہے جس سے اہلِ ایمان کو بار بار یاددہانی کرانا مقصود ہوتا ہے۔ آیات میں ارشاد ہوا ہے کہ تم سب اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی جو عبادت کرتے ہو اور جن کی تم اور تمہارے باپ دادا عبادت کرتے ہیں، وہ سب معبودِ باطل میرے دشمن ہیں، یعنی میں ان سب سے بیزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی میرا ہر حال میں معاون و مددگار ہے۔

وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ:۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کرتے رہے ہو وہ کہاں ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ کے سوا تھے کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں۔ (الشعراء۔۹۲۔۹۳)

وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ:۔ اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے، حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم خبر رکھتے ہو۔ (الانعام۔۸۱)

Marfat.com

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:۔ جولوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہِ راست پر چل رہے ہیں۔ (الانعام۔۸۲)

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ:۔اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جوانہوں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔ (توبہ۔۱۱۴)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔ (ابراہیم۔۳۵)

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:۔اے میرے پالنے والے معبود! انہوں نے بہت سے لوگوں کو راہ سے بھٹکا دیا۔ پس میری تابعداری کرنے والا میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بہت ہی معاف اور کرم کرنے والا ہے۔ (ابراہیم۔۳۶)

رَبَّنَاۤ اِنِّيْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔ اور انہیں پھلوں کی روزیاں عطا فرما تا کہ یہ شکرگزاری کریں۔ (ابراہیم۔۳۷)

رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار! تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور جو ظاہر کریں۔ زمین وآسمان

Marfat.com

کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔(ابراہیم۔۳۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝۳۹

ترجمہ:۔اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (علیہ السلام) عطا فرمائے۔کچھ شک نہیں کہ میرا پروردگار دعاؤں کا سننے والا ہے۔(ابراہیم۔۳۹)

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝۴۰

ترجمہ:۔اے میرے پالنے والے! مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد سے بھی اے ہمارے پروردگار میری دعا قبول فرما۔(ابراہیم۔۴۰)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی ہی تاثیر ہے کہ مکہ جیسی بے آب و گیاہ سرزمین میں جہاں نہ پانی تھا نہ کوئی پھل دار درخت تھا لیکن وہاں دنیا بھر کے میوے و پھل خوب وافر مقدار میں ہر وقت میسر ہیں اور خصوصاً حج جیسے عظیم الشان اجتماع کے موقعے پر جب دنیا بھر سے لاکھوں فرزندانِ توحید فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے آتے ہیں تو وہاں کسی بھی قسم کی کسی بھی چیز کی کبھی بھی کمی نہیں پڑتی جبکہ لاکھوں افراد وہاں رہتے بستے بھی ہیں اس کے باوجود پھلوں کی فراوانی میں کبھی کوئی کمی نہیں آتی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی ہر دعا مقبول دعا بنادی اور قرآن مجید میں شامل فرما کر ان کی مقبول ترین دعائیں رہتی دنیا تک کے لیے تمام اہل ایمان کے لیے کارآمد و مفید بنا دیں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝۴۱

ترجمہ:۔اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے۔(ابراہیم۔۴۱)

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّىْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۴۹

ترجمہ:۔میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں۔(الحجر۔۴۹)

وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝۵۰ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝۵۱

ترجمہ:۔اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک ہیں۔انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال بھی سنادو۔(الحجر۔۵۰۔۵۱)

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝۵۲ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝۵۳

کہ جب انہوں نے ان کے پاس آکر سلام کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم کو تو تم سے ڈر لگتا ہے۔انہوں نے کہا ڈرو نہیں ہم تجھے ایک صاحب علم فرزند کی بشارت دیتے ہیں۔(الحجر۔۵۲۔۵۳)

Marfat.com

قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤی اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔ کہا' کیا اس بڑھاپے کے آجانے کے بعد تم مجھے خوش خبری دیتے ہو! یہ خوش خبری تم کیسے دے رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ کو بالکل سچی خوش خبری سناتے ہیں آپ مایوس لوگوں میں شامل نہ ہوں۔ (الحجر۔۵۴۔۵۵)

یہ واقعہ بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۱۸ آیت ۲ تا ۱۰ میں مختلف انداز سے دیا گیا ہے لیکن ان آیات قرآنی سے ان کی نہ صرف تصدیق ہو رہی ہے بلکہ ان میں ہونے والی تحریف کا بھی بخوبی اندازہ ہو رہا ہے۔

بائبل کتاب پیدائش (۲) اور اس نے اپنی آنکھیں اٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہے کہ تین مرد اس کے سامنے کھڑے ہیں۔ وہ ان کو دیکھ کر خیمہ کے دروازے سے ان سے ملنے کو دوڑا اور زمین تک جھکا۔ (۳) اور کہنے لگا اے میرے خداوند اگر مجھ پر آپ نے کرم کی نظر کی ہے تو اپنے خادم کے پاس سے چلے نہ جائیں۔ (۴) بلکہ تھوڑا سا پانی لایا جائے اور آپ اپنے پاؤں دھو کر اس درخت کے نیچے آرام کریں۔ (۵) میں کچھ روٹی لاتا ہوں آپ تازہ دم ہو جائیں۔ تب آگے بڑھیں کیونکہ آپ اسی اپنے خادم کے ہاں آئے ہیں۔ انہوں نے کہا جیسا تو نے کہا ہے ویسا ہی کر۔ (۶) اور ابرہام ڈیرے میں سارہ کے پاس دوڑ گیا اور کہا کہ تین پیمانے باریک آٹا جلد لے اور اسے گوندھ کر پھلکے بنا۔ (۷) اور ابرہام گلہ کی طرف دوڑا اور ایک موٹا تازہ بچھڑا لا کر ایک جوان کو دیا اور اس نے جلدی جلدی اسے تیار کیا۔ (۸) پھر اس نے مکھن اور دودھ اور اس بچھڑے کو جو اس نے پکوایا تھا لے کر ان کے سامنے رکھا اور آپ ان کے پاس درخت کے نیچے کھڑا رہا اور انہوں نے کھایا (۹) پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ تیری بیوی سارہ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ ڈیرے میں ہے۔ (۱۰) تب اس نے کہا میں موسم بہار میں پھر تیرے پاس آؤں گا اور دیکھ تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہوگا۔ (کتاب پیدائش باب:۔۱۸۔ آیات ۲ تا ۱۰)

قَالَ وَمَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ:۔ کہا اپنے رب تعالیٰ کی رحمت سے ناامید تو صرف گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ (الحجر۔۵۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان فرشتوں سے اس لیے ڈر محسوس ہوا کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تیار کیا ہوا بھنا ہوا بچھڑا نہیں کھایا' جیسا کہ سورۃ الہود میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان لوگوں پر یہ بات واضح فرما دی کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر کو بھی غیب کا علم نہیں ہوتا' اگر پیغمبر کو علم غیب ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ لیتے کہ آنے والے مہمان فرشتے ہیں تو ان کے لیے کھانا تیار کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

Marfat.com

وَاِبۡرٰهِيۡمَ اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ‌ ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔اور ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو اگر تم میں دانائی ہے تو یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔(العنکبوت۔۱۶)

اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا وَّتَخۡلُقُوۡنَ اِفۡكًا‌ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لَـكُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰهِ الرِّزۡقَ وَاعۡبُدُوۡهُ وَاشۡكُرُوۡا لَهٗ ؕ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔تم تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو' سنو! جن جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں' پس تمہیں چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرو' اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔(العنکبوت۔۱۷)

وَاِنۡ تُكَذِّبُوۡا فَقَدۡ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ‌ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی جھٹلایا ہے' رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے۔(العنکبوت۔۱۸)

اَوَلَمۡ يَرَوۡا كَيۡفَ يُبۡدِئُ اللّٰهُ الۡخَـلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمہ:۔کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ مخلوق کی ابتدا کس طرح اللہ نے کی پھر اللہ اس کا اعادہ کرے گا' یہ تو اللہ تعالیٰ کے لیے بہت ہی آسان ہے۔(العنکبوت۔۱۹)

قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَانْظُرُوۡا كَيۡفَ بَدَاَ الۡخَـلۡقَ‌ ثُمَّ اللّٰهُ يُنۡشِئُ النَّشۡاَةَ الۡاٰخِرَةَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۰﴾

ترجمہ:۔کہہ دیجیے! کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً پیدائش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔(العنکبوت۔۲۰)

يُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَرۡحَمُ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَاِلَيۡهِ تُقۡلَبُوۡنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:۔جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے' سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (العنکبوت۔۲۱)

وَمَاۤ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ‌ ۖ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ﴿۲۲﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔تم نہ تو زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں، اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے نہ مددگار۔(العنکبوت۔۲۲)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ:۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس سے ملاقات کو بھلاتے ہیں وہ میری رحمت سے ناامید ہو جائیں، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(العنکبوت۔۲۳)

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔ان کی قوم کا جواب بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا اسے جلا دو۔ آخر اللہ نے انہیں آگ سے بچا لیا۔ اس میں ایمان والوں کے لیے تو بہت سی نشانیاں ہیں۔(العنکبوت۔۲۴)

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تم نے اپنی آپس کی دنیوی دوستی کی بنا ٹھہرا لی ہے، تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے۔ اور تمہارا سب کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔(العنکبوت۔۲۵)

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔پس حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر حضرت لوط (علیہ السلام) ایمان لائے اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے۔(العنکبوت۔۲۶)

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے انہیں (حضرت ابراہیم علیہ السلام کو) اسحاق و یعقوب (علیہ السلام) عطا کیے اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کر دی۔ اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے۔(العنکبوت۔۲۷)

Marfat.com

آیتِ مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت واہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور بھی بتادیا گیا ہے کہ ان کے بعد تمام انبیاء علیہ السلام ان کی ہی نسل سے ان کی ہی اولاد سے ہوئے ہیں۔ ان ہی انبیائے کرام علیہ السلام پر کتب الٰہیہ کا نزول ہوا۔ تمام کتب الٰہیہ صحائف الٰہیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولادوں پر ہی نازل ہوئیں اور آخر میں نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے نبی ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو مکمل نازل فرمایا۔ اس میں تمام صحائف اور کتب الٰہیہ کو یکجا فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل فرما دیا۔

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۴﴾

ترجمہ:۔ اور اس (نوح علیہ السلام) کی تابعداری کرنے والوں میں سے (ہی) ابراہیم (علیہ السلام) بھی تھے۔ جبکہ اپنے رب کے پاس بے عیب دل لائے۔ (الصفت۔۸۳۔۸۴)

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کیا پوج (عبادت) رہے ہو؟۔ کیا تم اللہ کے سوا گھڑے ہوئے معبود چاہتے ہو؟ (الصفت۔۸۵۔۸۶)

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ:۔ تو یہ (بتلاؤ کہ) تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟۔ اب ابراہیم (علیہ السلام) نے ایک نگاہ ستاروں کی طرف اٹھائی۔ اور کہا میں تو بیمار ہوں۔ اس پر وہ سب اس سے منہ موڑ کر واپس چلے گئے۔ (الصفت۔۸۷تا۹۰)

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ان کی قوم جس دن باہر جا کر بطور عید اور اپنا قومی تہوار منایا کرتی تھی۔ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام تو کسی ایسے ہی موقع کی تلاش میں تھے تاکہ ان بتوں کا تیاپانچہ کر سکیں۔

فَرَاغَ اِلٰۤی اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْیَمِیْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمہ:۔ خیر آپ (چپ چپاتے) ان کے معبودوں کے پاس گئے اور فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا کہ بات تک نہیں کرتے ہو پھر تو (پوری قوت کے ساتھ) دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے پر پل پڑے۔ وہ (بت پرست) دوڑے بھاگے آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ (الصفت۔۹۱تا۹۴)

Marfat.com

قرآن مجید میں جو واقعات وحالات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمائے ہیں ان کا بائبل کی کتاب پیدائش میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ جبکہ قرآن کریم کو اللہ کی آخری اور مستند کتاب الٰہی کا درجہ حاصل ہے۔ اس میں وہی کچھ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آفرینش سے قبل ہی لوح محفوظ پر رقم فرما دیا تھا' اس لیے اس میں کسی تحریف وتبدیلی کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے اللہ قطعی طور پر قادر مطلق ہے وہ جب چاہے جو چاہے کرسکتا ہے لیکن وہ اپنے بنائے ہوئے نافذ کیے ہوئے ضابطوں' قوانین کو تبدیل نہیں کیا کرتا اس سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ بائبل میں یا تورات میں کس قدر اور کیسی تحریف کی گئی ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر اور اپنے خلیل پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک ایک عمل سوچ وفکر اور اقوال کو بالکل اسی انداز میں رقم کیا ہے جیسے جیسے وہ واقع ہوا۔ یہاں تک کہ مندرجہ بالا آیات جن کے بارے میں مفسرین کی ایک جماعت نے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کیا کہ انہوں نے اپنی طرف سے جھوٹ گھڑا اور اپنی قوم کے ساتھ میلے میں نہیں گئے حالانکہ انہوں نے تعریض اور توریے کا اظہار فرمایا جو جھوٹ تو نہیں ہوتا لیکن مخاطب اس کے متبادل مفہوم سے مغالطے کا شکار ہوجاتا ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے اسے جھوٹ نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی موقع کی تلاش میں تھے۔ تاکہ ان کے بتوں کا تیاپانچہ کرسکیں۔ اسی لیے انہوں نے وہ موقع غنیمت جانا جب ان کی ساری قوم باہر میلے کے لیے چلی گئی تو وہ اپنے منصوبے کو بروئے کار لائے۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جانے سے یہ کہہ کر معذرت کرلی کہ میں بیمار ہوں آسمانوں کی گردش بتلاتی ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل جھوٹی نہیں تھی کیونکہ ہر انسان کچھ نہ کچھ بیمار تو ہوتا ہی ہے' اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اپنی قوم کے شرک کے باعث شدید پریشانی اور خلجان میں ہر وقت مبتلا رہتے تھے۔ محدثین کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بظاہر تین جھوٹ بولے ایک ان بتوں کے بارے میں جنہیں انہوں نے خود توڑا تھا تاکہ ان کی قوم یہ جان لے کہ بت نہ بول سکتے ہیں نہ کسی چیز سے آگاہی کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی طرح معبود ہوسکتے ہیں۔ ان بتوں پر کسی بھی طرح ''الٰہ'' کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ ایک صحیح حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کو کذب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انہوں نے تین جھوٹ بولے دو اللہ کے لیے ایک اپنی بیوی سارہ کے لیے کہ انہیں اپنی بہن کہنا۔ (صحیح بخاری) اگر واقعی یہ جھوٹ ہیں تو یہ اللہ کے لیے ہی بولے گئے ہیں۔ شاید اسی باعث قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ ''نبی نہ اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے نہ کرتا ہے'' کیونکہ وہ اللہ ہی کے لیے بولے گئے تھے اور کوئی بھی گناہ کا کام اللہ کے لیے نہیں ہوسکتا اور نبی تو اللہ کے خاص بندے اور معصوم ہوتے ہیں۔ حقیقت اور مقصد کے اعتبار سے وہ جھوٹ نہیں تھے لیکن اللہ کی عظمت وجلال کی وجہ سے یہ باتیں جھوٹ کے ساتھ مماثل نظر آتی ہیں۔ حدیث کا مقصد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھوٹا ثابت کرنا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس کیفیت کا اظہار ہے جو قیامت والے دن خشیتِ الٰہی کی وجہ سے ان پر طاری ہوگی۔

Marfat.com

قَالَ اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ۙ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابۡنُوۡا لَهٗ
بُنۡيَانًا فَاَلۡقُوۡهُ فِى الۡجَحِيۡمِ ﴿۹۷﴾

ترجمہ:۔تو آپ نے فرمایا تم انہیں پوجتے ہو جنہیں (خود) تم تراشتے ہو۔حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔وہ کہنے لگے اس کے لیے ایک مکان بناؤ اور اس (دہکتی ہوئی) آگ میں اسے ڈال دو۔(الصفت۔۹۵تا۹۷)

فَاَرَادُوۡا بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّىۡ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىۡ
سَيَهۡدِيۡنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ:۔انہوں نے (ابراہیم علیہ السلام) کے ساتھ مکر کرنا چاہا لیکن ہم نے انہی کو نیچا کر دیا۔ اور اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا ہجرت کر کے اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں۔وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔(الصفت۔۹۸تا۱۰۰)

فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيۡمٍ ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ:۔تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔(الصفت۔۱۰۱)

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعۡىَ قَالَ يٰبُنَىَّ اِنِّىۡۤ اَرٰى فِى الۡمَنَامِ اَنِّىۡۤ اَذۡبَحُكَ فَانۡظُرۡ مَاذَا
تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِىۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ:۔پھر جب وہ (بچہ) اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو اس (ابراہیم علیہ السلام) نے کہا میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم ہوا ہے اسے بجا لایئے ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔(الصفت۔۱۰۲)

فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّهٗ لِلۡجَبِيۡنِ ۚ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيۡنٰهُ اَنۡ يّٰۤاِبۡرٰهِيۡمُ ۙ﴿۱۰۴﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡيَا ۚ
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ:۔غرض جب دونوں مطیع ہو گئے اور اس نے (باپ نے) اس کو (بیٹے کو) پیشانی کے بل گرا دیا۔تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم!۔ یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا' بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔(الصفت۔۱۰۳تا۱۰۵)

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الۡبَلٰٓؤُا الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ۖ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ:۔درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا۔اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے دیا۔اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔(الصفت۔۱۰۶تا۱۰۸)

Marfat.com

سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ:۔ ابراہیم (علیہ السلام) پر سلام ہو۔ ہم نیکوں کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ (الصّٰفٰت۔ ۱۰۹ تا ۱۱۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ بابل (عراق) میں پیش آیا تھا' بالآخر وہ وہاں سے ہجرت کر کے شام چلے گئے تھے وہاں جا کر ہی انہوں نے اولاد کے لیے دعا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں ایک بیٹا (اسماعیل علیہ السلام) عطا فرمایا۔ جب وہ بچہ (اسماعیل علیہ السلام) چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے اور دوڑ دھوپ کرنے لگے (کچھ علمائے تفسیر کا کہنا ہے) کہ جب وہ بلوغت کے قریب پہنچ گئے اور بعض کے نزدیک جب وہ تیرہ سال کے ہو گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے بیٹے سے مشورہ کیا تو بیٹا بھی امتثالِ امرِ الٰہی کے لیے تیار ہو گیا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی وصیت کے مطابق اسے پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا۔ تو انہوں نے پورے یقین واعتمادِ الٰہی سے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا کر اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ کے نبی کے لیے اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی چیز یہاں تک کہ بڑھاپے کی اکلوتی اولاد بھی عزیز نہیں ہے۔ اللہ نے بھی ان کی آزمائش کے لیے ہی انہیں ان کے لاڈلے اور اکلوتے بیٹے بڑھاپے کی اولاد کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا جس میں وہ پورے اترے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی کو قیامت تک کے لیے قربِ الٰہی کی حصول کا ذریعہ اور عید الاضحیٰ کا سب سے پسندیدہ عمل قرار دے دیا ہے۔

اس موقع پر یہ بھی جان لینا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ یہ واقعہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم الشان پیغمبرانہ زندگی کا نقطۂ آغاز ہے بائبل میں کوئی جگہ نہیں پا سکا' البتہ تلمود میں اس کا ذکر موجود ہے۔ بائبل میں ذبح کا ذکر تو ہے لیکن وہ بالکل مختلف اور تبدیل شدہ ہے اُنہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ وہاں حضرت اسحاق علیہ السلام کو دے دی ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء بنی اسرائیل حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جبکہ صرف نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نسب سے ہیں۔ بائبل کی کتاب پیدائش باب ۲۲ کی تمام آیات اسی سے متعلق ہیں۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ﴿۶۹﴾

ترجمہ:۔ اور ہمارے بھیجے ہوئے پیغامبر ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے اور سلام کہا' انہوں نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی تاخیر کے گائے کا بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ (ھود۔ ۶۹)

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔مگر جب دیکھا کہ ان تو کے ہاتھ بھی کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو وہ ان سے مشتبہ ہو گئے اور دل میں ان سے خوف محسوس کرنے لگے انہوں نے کہا ڈرو نہیں ہم تو قومِ لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔(ھود۔۷۰)

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ:۔اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوش خبری دی۔(ھود۔۷۱)

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۷۲﴾

ترجمہ:۔وہ کہنے لگی ہائے میری کم بختی! میرے ہاں کیسے اولاد ہو سکتی ہے میں خود بڑھیا اور میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے ہیں یہ تو یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔(ھود۔۷۲)

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:۔فرشتوں نے کہا' کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے؟ تم پر اے اس گھر کے لوگوں اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں' بے شک اللہ حمد و ثنا کا سزاوار اور بڑی شان والا ہے۔(ھود۔۷۳)

فرشتوں کے انسانی شکل میں آنے کی اطلاع سے گھر کے تمام ہی لوگ پریشان ہو گئے تھے اسی پریشانی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری اہلیہ حضرت سارہ بھی گھبرا کر باہر نکل آئی تھیں۔ پھر جب انہوں نے یہ سن لیا کہ ان کی بستی اور ان کے گھر پر کوئی آفت نہیں آنے والی تو یہ جان کر وہ خوشی سے ہنس پڑیں۔اللہ جل شانہ نے ان کے خوشی کے اس اظہار کو بھی یہاں آیت کریمہ میں نقش فرما دیا ہے۔تب ہی فرشتوں نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بجائے خود حضرت سارہ کو وہ خوشخبری سنائی کہ ان کے یہاں حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش ہوگی اور حضرت اسحاق کے یہاں ان کا پوتا حضرت یعقوب پیدا ہوں گے۔فرشتوں نے حضرت سارہ کو براہ راست یہ خوش خبری اس لیے سنائی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں حضرت سارہ سے پہلے ان کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے' اور حضرت سارہ اس وقت تک بے اولاد تھیں' اس کا انہیں شدید غم بھی تھا۔ان کے اس غم کو دور کرنے کے لیے ہی فرشتوں نے انہیں یہ خوش خبری سنائی تھی۔لیکن حضرت سارہ اپنے بشری تقاضے کے مطابق اداس و غمگین ہو گئیں' اسی ردعمل کے طور پر انہوں نے حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اپنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑھاپے کا ذکر کر دیا۔کیونکہ بائبل کے مطابق اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام سو برس کے تھے اور حضرت سارہ کی عمر اس وقت نوے برس کی تھی۔یہ ایسی عمر تھی جس میں انسان کے یہاں اولاد نہیں ہوتی اسی لیے انہوں نے تعجب کا اظہار کیا

Marfat.com

تھا لیکن اللہ جو ہر چیز پر قادر ہے اس کے لیے کچھ بھی مشکل یا ناممکن نہیں ہے نہ ہی ہو سکتا ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿٧٤﴾

ترجمہ:۔ جب ابراہیمؑ کا ڈر خوف جاتا رہا اور انہیں بشارت بھی پہنچ چکی تو (وہ) ہم سے قوم لوط کے بارے میں کہنے سننے لگے۔ (ھود۔۷۴)

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿٧٥﴾ يَا إِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿٧٦﴾

ترجمہ:۔ یقیناً ابراہیم بہت تحمل والے نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والے تھے۔ اے ابراہیم! اس خیال کو چھوڑ دیجیے، آپ کے رب کا حکم آ پہنچا ہے، اور ان پر نہ ٹالے جانے والا عذاب ضرور آنے والا ہے۔ (ھود۔۷۵۔۷۶)

فرشتوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آنا اور ان کا فرشتوں کی تواضع کا واقعہ قرآن مجید میں تین مقامات پر آیا ہے، سورۃ الذاریت میں یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر انہیں مطلع کرنے کے لیے آیا ہے آیت ۲۴ تا ۳۷ میں درج ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

ترجمہ:۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ (جناب باری تعالیٰ نے) فرمایا، کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی، فرمایا اچھا تو چار پرندے لے (اور ان کو اپنے سے ہلا لے جب وہ تیری آواز پر تیرے پاس آنے لگیں تو ذبحہ کر کے) ان کے ٹکڑے کر ڈالو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں پکارو، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب ہے اور حکمتوں والا ہے۔ (البقرۃ۔۲۶۰)

آیت کریمہ میں جو واقعہ بیان ہوا ہے یہ بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۱۵ کی آیات ۹ تا ۱۱ میں اس طرح درج ہے۔ (۹) اُس نے اُس سے کہا کہ میرے لیے تین برس کی ایک بچھیا اور تین برس کی ایک بکری اور تین برس کا ایک مینڈھا اور ایک قمری اور ایک کبوتر کا بچہ لے۔ (۱۰) اس نے ان سبھوں کو لیا اور ان کو بیچ سے دو ٹکڑے کیا اور ہر ٹکڑے کو اس کے ساتھ دوسرے ٹکڑے کے مقابل رکھا مگر پرندوں کے ٹکڑے نہ کیے۔ (۱۱) تب شکاری پرندے ان ٹکڑوں پر جھپٹنے لگے ابرہام ان کو ہنکاتا رہا۔ (کتاب پیدائش باب ۱۵۔ آیات ۹ تا ۱۱)۔ لیکن یہ قطعی مختلف انداز و بیان میں ہوا ہے۔ جو سراسر قرآن کی اس آیت کے منافی ہے۔

Marfat.com

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾

ترجمہ:۔ یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا۔ عرض کرنے لگے اور میری اولاد کو فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں ہے۔ (البقرۃ۔۱۲۴)

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿١٢٥﴾

ترجمہ:۔ ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے ثواب اور امن وامان کی جگہ بنائی' تم مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کر لو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔ (البقرۃ۔۱۲۵)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٢٦﴾

ترجمہ:۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا' اے میرے پروردگار! تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوں' پھلوں کی روزیاں دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں کافروں کو بھی تھوڑا فائدہ دوں گا' پھر انہیں آگ کے عذاب کی طرف بے بس کر دوں گا' یہ پہنچنے کی جگہ بری ہے۔ (البقرۃ۔۱۲۶)

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٢٧﴾

ترجمہ:۔ ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) کعبہ کی بنیادیں اور دیواریں اٹھاتے جاتے تھے اور کہتے جارہے تھے کہ ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما' تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (البقرۃ۔۱۲۷)

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت

Marfat.com

کواپنا اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما' تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہے۔(البقرہ۔۱۲۸)

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾

ترجمہ:۔ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے تم سب ابراہیم حنیف کے ملت کی پیروی کرو' جو مشرک نہ تھے۔(آل عمران۔۹۵)

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ:۔ اللہ' کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے' جو تمام دنیا کے لیے برکت وہدایت والا ہے۔(آل عمران۔۹۶)

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ:۔ جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں' مقام ابراہیم ہے' اس میں جو آ جائے وہ امن والا ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے' اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ (اس سے بلکہ) تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔(آل عمران۔۹۷)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے' انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے' یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔(البقرہ۔۱۲۹)

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

ترجمہ:۔ دین ابراہیمی (اسلام) سے وہی انکار کرے گا جو حماقت وجہالت میں مبتلا ہو' ہم نے تو اسے دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکو کاروں میں سے ہے۔(البقرہ۔۱۳۰)

آیات میں رب کائنات اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت وفضیلت بیان فرما رہا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں دنیا وآخرت میں عطا فرمائی ہے اور یہ بھی وضاحت فرما دی گئی کہ ملت ابراہیم سے بے رغبتی' انکار بے وقوفوں جاہلوں کا ہی کام ہے' کسی عقل مند سے اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کریم میں رب کائنات نے متعدد مقامات پر تفصیل سے ارشاد فرما دیا ہے کہ ''ان الدین عند اللہ الاسلام''(آل عمران۔۱۹) بے شک اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے۔

Marfat.com

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

ترجمہ:۔دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں' ضلالت ہدایت سے روشن ہو چکی ہے' اس لیے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا' جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔(البقرۃ۔۲۵۶)

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

ترجمہ:۔ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے' وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیا شیاطین ہیں۔ وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں' یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔(البقرۃ۔۲۵۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۗ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

ترجمہ:۔کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو سلطنت پا کر (فرعون) ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا' جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے تو وہ (فرعون) کہنے لگا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں' ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اللہ تعالیٰ تو سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ' اب تو وہ کافر بھونچکا رہ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔(البقرۃ۔۲۵۸)

حضرت ابراہیم کا ذکر وحوالہ قرآن میں سورۂ آل عمران ۶۵ تا ۶۸ اور ۹۵ تا ۹۷ میں سورۂ نساء۔۱۲۵ میں توبہ۔۱۱۴ میں سورۂ یوسف ۶ میں حج ۲۶' ۲۷ میں شعراء ۶۹ تا ۱۰۲ میں۔ص ۴۳ تا ۴۷ میں ذاریات ۲۴ تا ۳۲ میں ممتحنہ ۳ تا ۶ اور اعلیٰ ۱۶ میں بھی ہوا ہے۔

نوٹ:۔میری کوشش رہی ہے کہ قرآن مجید کی اصل ترتیب الٰہی کسی طرح متاثر نہ ہو لیکن مختلف صحائف کی اہمیت کے اعتبار سے کہیں کہیں ترتیب کچھ مختلف ہوئی ہے ایسا دانستہ نہیں کیا گیا بلکہ صحیفہ کی اہمیت کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔اس کے باوجود اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت لوط علیہ السلام

(تمام صحائف توفیق الٰہی اور قرآن کریم کی روشنی میں ہی مرتب کیے گئے ہیں۔ان سے متفق ہونا ضروری نہیں)

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی حاران کے بیٹے تھے اُن کا انتقال جلد ہی ہو گیا اس لیے حضرت لوط کی پرورش ان کے دادا تارخ (آزر) نے کی اور ان کی تعلیم و تربیت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی' وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے اور نبی تھے۔ وہ اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ عراق سے حکم الٰہی کے مطابق ہجرت کے لیے نکلے اور کچھ عرصے تک وہ اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رہ کر دعوتِ تبلیغ کا تجربہ حاصل کرتے رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں وہ پہلے مرد تھے اور عورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ علیہ السلام ملت ابراہیمی کی پہلی مسلمان خاتون تھیں۔ حضرت سارہ علیہ السلام کی اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام سے ہی تمام انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ قائم ہوا' اسی بنا پر وہ ام الانبیاء یعنی انبیاؤں کی ماں بھی کہی جاتی ہیں' صرف نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اکیلے رسول ہیں جن کا نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت لوط کا ذکر تیئس (۲۳) مقامات پر ہوا ہے۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عمون تھا اور دوسرے کا نام مدالی تھا اور چار بیٹیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ انہوں نے جب اپنی تربیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رہ کر چل پھر کر مکمل کر لی تو انہوں نے حضرت ابراہیم سے الگ ہو کر بحیرۂ مردار کے ساحل پر واقع بستی سدوم میں سکونت اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان ہی بستیوں کے لیے جو سدوم اور اس کے قرب وجوار میں آباد تھیں نبی مقرر فرما دیا۔

حضرت لوط کی قوم جسے قومِ لوط کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ جو سدوم میں سکونت پزیر تھے اور بدکاری اور ہم جنسیت کے روگ میں گرفتار تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر بائبل کی کتاب پیدائش باب ۱۳ میں آیا ہے جس میں حضرت ابراہیم کا بھی ذکر ہے۔ سدوم کے لوگوں کو حضرت لوط نے نصیحت کی انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا انہیں راہ راست پر لانے کی پوری کوشش کی لیکن قوم کے لوگ باز نہیں آئے تب انہوں نے مایوس ہو کر بستی کو چھوڑ دیا اور وہاں سے اپنے دیندار ساتھیوں کے ساتھ نکل گئے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی حجت پوری فرمائی اور ان کی قوم پر عذاب سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے مردوں کی صورت میں بھیجے' جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو آنے والے عذاب سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ انہیں وہ شہر چھوڑ کر نکل جانے

Marfat.com

کی ہدایت بھی کی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو آخری بار مطلع کیا کہ تم پر عذاب آنے والا ہے لیکن ان کی قوم نے نہ صرف ان کا مذاق اڑایا بلکہ ان کے پاس انسانی شکل میں آنے والے ان کے مہمان فرشتوں کو بھی اپنی ہوس کا شکار بنانے پر بضد ہو گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کو مجبور کرنے لگے کہ مہمانوں کو ان کی ہوس پوری کرنے کے لیے ان کے حوالے کر دیا جائے یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رقم فرما دیا ہے جو اس صحیفہ کا حصہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر آسمان سے آگ اور پتھروں کی بارش برسائی اور پورے سدوم کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا اس کا نام ونشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

اسرائیلی کتب میں اور بائبل میں حضرت لوط کی بیوی کا بھی ذکر آیا ہے جو ان پر ایمان نہیں لائی تھیں تلمود کے مطابق گو کہ وہ بھی ہجرت کے وقت حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ نکلی تھیں لیکن جب اس نے حسرت سے اپنی بستی پر نگاہ ڈالی تو اس کی پاداش میں وہ اپنی ہی جگہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی اور نمک کا کھمبا بن گئی۔ کتاب پیدائش کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام ایک مرتبہ ضغر کے بادشاہ اور عیلام کے بادشاہ کے ہاتھوں قید ہوئے تو انہیں حضرت ابراہیم نے رہائی دلائی۔ بائبل میں اس طرح آیا ہے۔ (۱۴) جب ابرہام نے سنا کہ اس کا بھائی گرفتار ہو گیا ہے تو اس نے اپنے تین سو اٹھارہ مشاق خانہ زاد کو لے کر دان تک ان کا تعاقب کیا۔ (۱۵) اور رات کو اس نے اور اس کے خادموں نے غول غول ہو کہ ان پر دھاوا کیا اور ان کو مارا اور خوبہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے پیچھا کیا۔ (۱۶) اور وہ سارے مال اور اپنے بھائی لوط کو اور اس کے مال اور عورتوں کو بھی اور دوسرے لوگوں کو واپس پھیر لایا۔ (پیدائش باب ۱۴ آیت ۱۴ تا ۱۶)۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲۶

ترجمہ:۔ پس حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر حضرت لوط (علیہ السلام) ایمان لائے اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے۔ (العنکبوت۔ ۲۶)

حضرت لوط علیہ السلام نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے (جبکہ بائبل نے انہیں بھائی لکھا ہے) بلکہ ان کے شاگرد بھی تھے اور ان پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے مسلمان تھے۔ جب بستی کے لوگوں نے حضرت ابراہیم اور ان کی اہلیہ حضرت سارہ علیہ السلامہ اور حضرت لوط علیہ السلام پر بستی میں عبادت کرنا مشکل کر دیا تو یہ لوگ حکم الٰہی سے اپنی بستی ''کوٹی'' جو حران کی طرف جاتے ہوئے کوفے کی ایک بستی تھی وہاں سے وہ تینوں ہجرت کر کے شام کی علاقے میں چلے گئے تھے۔

Marfat.com

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾

ترجمہ:۔بے شک لوط (علیہ السلام بھی) پیغمبروں میں سے تھے۔(الصفت۔۱۳۳)

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾

ترجمہ:۔اور ہم ابراہیم اور لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس زمین کی طرف لے چلے جس میں ہم نے تمام جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔(الانبیاء۔۷۱)

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے انہیں پیشوا بنا دیا کہ ہمارے حکم سے لوگوں کی رہبری کریں اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کے کرنے اور نمازوں کے قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی (تلقین) کی اور وہ سب کے سب ہمارے عبادت گزار بندے تھے۔(الانبیاء۔۷۳)

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾

ترجمہ:۔ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھی حکم اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات دی جہاں کے لوگ گندے کاموں میں مبتلا تھے اور وہ تھے بھی بدترین گنہگار۔(الانبیاء۔۷۴)

وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا بے شک وہ نیکوں کار لوگوں میں سے تھا۔(الانبیاء۔۷۵)

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے دنیا جہاں والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔(الاعراف۔۸۰)

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾

ترجمہ:۔تم مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو، عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم تو حد سے ہی گزر گئے ہو۔(الاعراف۔۸۱)

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ:۔اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہیں بن پڑا، بجز اس کے کہ وہ آپس میں کہنے لگے کہ ان

Marfat.com

لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ (الاعراف۔۸۲)

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿۷۷﴾

ترجمہ:۔ جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غم گین ہو گئے اور دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے۔ (ھود۔۷۷)

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُونَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔ اور ان کی قوم دوڑتی ہوئی ان کے پاس آ پہنچی' وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی' لوط (علیہ السلام) نے کہا اے قوم کے لوگو! یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لیے بہت ہی پاکیزہ ہیں' اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو' کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔ (ھود۔۷۸)

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری بیٹیوں پر کوئی حق نہیں ہے اور تو ہماری اصل چاہت سے بخوبی واقف ہے۔ (ھود۔۷۹)

ان آیاتِ الٰہی سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قومِ لوط نے کس طرح ایک جائز اور فطری طریقے کو بالکل ہی رد کر دیا اور اپنے بے شرمی بے حیائی کے غیر فطری کام پر اصرار کرتے رہے۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ قوم اپنی بے حیائی کی عادت خبیثہ میں کتنی آگے نکل چکی تھی اور کس قدر اندھی ہو چکی تھی کہ اللہ کے رسول نے انہیں ان کی جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے مشورہ دیا کہ ''میری بیٹیاں جو تمہارے لیے پاکیزہ ہیں'' جن سے تم نکاح کر سکتے ہو اور اپنا مقصد پورا کر سکتے ہو لیکن وہ نہ مانے۔ پڑھنے والوں کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اللہ کے رسول نے اپنے مہمانوں کو بچانے کے لیے اپنی بیٹیاں تک ان بدکاروں کو پیش کر دیں' نہیں ہرگز نہیں پیغمبر تو اپنی امت کے لیے مشفق باپ کی مانند ہوتا ہے' اس لیے اس کی قوم کی تمام عورتیں اس کی بیٹیوں کی مانند ہوتی ہیں ان کا اس سے مقصد صرف اتنا تھا کہ وہ اپنی خواہش نفس کے لیے عورتوں سے نکاح کر لیں اور اپنی فطری خواہش کو پورا کر لیں لیکن وہ مردود کسی طرح اپنی ضد سے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھے۔ قرآن مجید نے اللہ کی رسول کی پریشانی کا پورا پورا نقشہ کھینچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے نیک و صالح بندوں کی خصوصاً اپنے پیغمبروں اور رسولوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

Marfat.com

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾

ترجمہ:۔ لوط (علیہ السلام) نے کہا کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی زبردست کا آسرا پکڑ پاتا۔ (ھود۔۸۰)

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ اِنَّہٗ مُصِیْبُھَا مَآ اَصَابَھُمْ اِنَّ مَوْعِدَھُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾

ترجمہ:۔ اب فرشتوں نے کہا اے لوط! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں ناممکن ہے کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں پس تو اپنے گھر والوں کو لے کر کچھ رات رہے' نکل کھڑا ہو' تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھنا چاہیے بجز تیری بیوی کے' اس لیے کہ اسے بھی وہی پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا' یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے' کیا صبح بالکل قریب نہیں ہے۔ (ھود۔۸۱)

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَھَا سَافِلَھَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھَا حِجَارَۃً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:۔ پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا' ہم نے اس بستی کو زیر وزبر کر دیا اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور ان پر کنکریلے پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔ (ھود۔۸۲)

مُّسَوَّمَۃً عِنْدَ رَبِّکَ وَمَا ھِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾

ترجمہ:۔ تیرے رب کی طرف سے نشان دار تھے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔ (ھود۔۸۳)

جو احوال قوم لوط کا اور ان کے مہمان فرشتوں کا ان آیات میں بیان کیا گیا ہے وہی سب کچھ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ سورۂ اعراف میں بھی بیان ہوا ہے۔ جو پہلے گزر چکا ہے یہی کچھ جو سورۂ اعراف اور ھود میں بیان ہوا ہے سورۂ حجر میں بھی آیا ہے گو کہ یہ آیات صحیفہ ابراہیم علیہ السلام کی ہیں اور یہ مکالمہ فرشتوں کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ہوا جو کلام الٰہی کے طور پر قرآن مجید کا حصہ ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ اَیُّھَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۹﴾

ترجمہ:۔ پوچھا کہ اللہ کے بھیجے ہوئے (فرشتو) تمہارا ایسا کیا اہم کام ہے؟۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ مگر خاندان لوط کہ ہم ان سب کو تو ضرور بچا لیں گے۔ (الحجر۔۵۷تا۵۹)

Marfat.com

إِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾
قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:۔سوائے اس (لوط) کی بیوی کے کہ ہم نے اسے رکنے اور باقی رہ جانے والوں میں مقرر کردیا ہے۔جب بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط کے پاس پہنچے۔تو انہوں نے (لوط علیہ السلام) کہا تم لوگ تو کچھ انجان سے معلوم ہو رہے ہو۔(الحجر۔۶۰ تا ۶۲)

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ:۔انہوں نے کہا نہیں بلکہ ہم تیرے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ لوگ شک وشبہ کررہے ہیں۔ ہم تو تیرے پاس (صریح) حق لائے ہیں اور ہیں بھی بالکل سچے۔ (الحجر۔۶۳۔۶۴)

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ
اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ:۔اب تو اپنے خاندان سمیت اس رات کے کسی حصہ میں چل دے اور آپ ان کے پیچھے رہنا' اور (خبردار) تم میں سے کوئی (پیچھے) مڑ کر بھی نہ دیکھے اور جہاں کا تمہیں حکم کیا جارہا ہے وہاں چلے جانا۔(الحجر۔۶۵)

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ
اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے اس کی طرف اس بات کا فیصلہ کردیا کہ صبح ہوتے ہوتے ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں گی۔اور شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے۔(الحجر۔۶۶۔۶۷)

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا
اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمہ:۔(لوط علیہ السلام) نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔وہ بولے کیا ہم نے تجھے دنیا بھر کی (ٹھیکیداری) سے منع نہیں کررکھا۔ (الحجر۔۶۸ تا ۷۰)

قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:۔(لوط علیہ السلام) نے کہا اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یہ میری بچیاں موجود ہیں۔تیری عمر

Marfat.com

کی قسم! وہ تو اپنی بدمستی میں سرگرداں تھے۔ پس سورج نکلتے نکلتے انہیں ایک بڑے زور کی آواز نے
پکڑ لیا۔ (الحجر۔ ۷۲ تا ۷۳)

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿۷۴﴾ إِنَّ فِي
ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿۷۵﴾ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿۷۶﴾

ترجمہ:۔ بالآخر ہم نے اس شہر کو اوپر تلے کر دیا' اور ان لوگوں پر کنکروالے پتھر برسائے' بلاشبہ
بصیرت والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ یہ بستی ایسی راہ پر ہے جو برابر چلتی رہتی
ہے۔ (عام گزرگاہ ہے) (الحجر۔ ۷۴ تا ۷۶)

وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ
بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿۴۰﴾

ترجمہ:۔ یہ لوگ اس بستی کے پاس سے بھی آتے جاتے ہیں جن پر بری طرح کی بارش برسائی
گئی لیکن یہ پھر بھی اسے دیکھتے نہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ انہیں مرکر جی اٹھنے کی امید ہی نہیں ہے۔
(الفرقان۔ ۴۰)

قوم لوط کی یہ بستیاں سدوم اور عمورہ جن پر شدید چنگھاڑ کے ساتھ کنکر اور پتھروں کی بارش کی گئی
تھی یہ شام اور فلسطین کے راستے میں پڑتی ہیں' ان سے ہی گزر کر لوگ مکہ آتے جاتے ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۶۰﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۶۱﴾
إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ:۔ قومِ لوط نے بھی نبیوں کو جھٹلایا۔ ان سے ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے کہا کیا تم
اللہ کا خوف نہیں رکھتے۔ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور
میری اطاعت کرو۔ (الشعرا۔ ۱۶۰ تا ۱۶۳)

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۴﴾ أَتَأْتُونَ
الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۶۵﴾

ترجمہ:۔ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہان کا
پالنے والا ہے۔ کیا تم جہان والوں میں مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو۔
(الشعراء۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵)

وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ:۔ اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا جوڑ بنایا ہے ان کو تم چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم ہو

Marfat.com

ہی حد سے گزر جانے والے۔ (الشعراء۔۱۶۶)

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ یٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِیْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ﴿۱۶۸﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا۔ آپ نے کہا میں تمہارے کام سے سخت ناخوش ہوں۔ (الشعراء۔۱۶۷۔۱۶۸)

رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ:۔ اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھرانے کو اس (وبال) سے بچالے جو یہ کرتے ہیں۔ پس ہم نے اسے اور اس کے متعلقین کو بچالیا۔ بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگئی۔ (الشعرا۔۱۶۹ تا ۱۷۱)

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ:۔ پھر ہم نے باقی اور سب کو ہلاک کردیا۔ اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا' پس بہت ہی برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے ہوئے لوگوں پر برسا۔ (الشعراء۔۱۷۲۔۱۷۳)

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ:۔ یہ ماجرا بھی سراسر عبرت ہے' ان میں سے بھی اکثر مسلمان نہیں تھے۔ بے شک تیرا پروردگار ہی ہے غلبے والا مہربانی والا۔ (الشعراء۔۱۷۴۔۱۷۵)

جیسا کہ اس صحیفے کی ابتدا میں بھی آچکا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی حاران بن آزر (تارخ) کے بیٹے تھے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں ہی نبوت سے سرفراز کردیا گیا تھا اور انہیں ان کی قوم جو سدوم اور عمودیہ میں آباد تھی کی طرف ہدایت و تبلیغ کے لیے بھیجا گیا' ان سے پہلے حضرت ابراہیم بھی وہاں تبلیغ و ہدایت کا کام کر چکے تھے۔ قوم لوط جس بدفعلی کی عادت میں مبتلا تھی اسی وجہ سے اس بدفعلی کو بھی لواطت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بدفعلی جس کا آغاز قوم لوط سے ہوا وہ اب پوری دنیا میں ہی عام ہوگئی ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے وعظ و نصیحت کے جواب میں ان کی قوم نے ان سے کہا تو بڑا پاک باز بنا پھرتا ہے یاد رکھ اگر تو باز نہ آیا تو ہم تجھے اپنی بستی میں نہیں رہنے دیں گے۔ اور جب عذاب الٰہی کنکر تیروں کی بارش کی صورت نازل ہوا تو اس سے ان کی بیوی جو مسلمان نہیں ہوئی تھی ہلاک کردی گئی۔ اسلام کے مقابلے میں قلبی یا نسبی رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے ایمان میں توحید الٰہی کی ہی اہمیت وقعت ہے۔ یہی کچھ سورۂ نمل کی آیات ۵۳ تا ۵۹ میں بھی ذکر ہوا ہے۔ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ سورۂ عنکبوت میں بھی آیا ہے۔ یہ قرآنی اسلوب ہے اس میں آیات کو بار بار دہرایا

Marfat.com

گیا ہے۔

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾

ترجمہ:۔اور لوط کا (ذکر کر) جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا کیا باوجود دیکھنے بھالنے کی پھر بھی تم بدکاری کر رہے ہو؟ یہ کیا بات ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ حق تو یہ ہے کہ تم بڑی ہی نادانی کر رہے ہو۔ (النمل ۔۵۴۔۵۵)

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ:۔قوم کا جواب اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا' وہ کہنے لگے کہ آلِ لوط کو اپنے شہر سے شہر بدر کر دو' یہ بڑے پاک باز بن رہے ہیں۔ (النمل ۔۵۶)

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٥٨﴾

ترجمہ:۔پس ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بجز اس کی بیوی کے سب کو بچا لیا' اس کا اندازہ تو باقی رہ جانے والوں میں ہم لگا ہی چکے تھے۔ اور ان پر ایک (خاص قسم کی) بارش برسا دی گئی' پس ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر بری بارش ہوئی۔ (النمل ۔۵۷۔۵۸)

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾

ترجمہ:۔اور حضرت لوط (علیہ السلام) کا بھی ذکر کرو جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہیں کیا۔ (العنکبوت ۔۲۸)

أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾

ترجمہ:۔کیا تم مردوں کے پاس بدفعلی کے لیے آتے ہو' اور راستے بند کرتے ہو' اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کے کام کرتے ہو؟ اس کے جواب میں ان کی قوم نے اس کے سوا اور کچھ نہیں کہا کہ بس جا اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب لے آ۔ (العنکبوت ۔۲۹)

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾

ترجمہ:۔حضرت لوط (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے پروردگار! اس مفسد قوم پر میری مدد فرما۔

Marfat.com

(العنکبوت ۔۳۰)

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:۔پھر جب ہمارے قاصد لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے غمگین ہو گئے اور دل ہی دل میں رنج کرنے لگے' قاصدوں نے کہا آپ نہ خوف کھائیں نہ آزردہ ہوں' ہم آپ کو آپ کے ساتھیوں کے ساتھ بچالیں گے مگر آپ کی بیوی کہ وہ عذاب کے لیے باقی رہ جانے والوں میں سے ہو گی۔ (العنکبوت ۔۳۳)

اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰۤى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ:۔ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں' اس وجہ سے کہ یہ بے حکم ہو رہے ہیں۔ (العنکبوت ۔۳۴)

وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَاۤ اٰیَةًۢ بَیِّنَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔البتہ ہم نے اس بستی کو صریح عبرت کی نشانی بنادیا ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔ (العنکبوت ۔۳۵)

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ:۔بے شک لوط (علیہ السلام) پیغمبروں میں سے تھے۔ ہم نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو سب کو نجات دی۔ سوائے اس بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اوروں کو ہلاک کر دیا۔ (الصفت ۔۱۳۳تا۱۳۶)

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔اور مؤتفکہ (شہر یا الٹی ہوئی بستیوں کو) اسی نے الٹ دیا۔ پھر اس پر چھا دیا جو چھایا۔ پس اے انسان تو اپنے رب کی کس کس نعمت کے بارے میں جھگڑے گا۔ (النجم ۔۵۳تا۵۵)

مؤتفکہ سے مراد قوم لوط کی وہ بستیاں ہیں جنہیں الٹ دیا گیا تھا اور ان پر پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِیْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔قومِ لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی سوائے لوط (علیہ السلام) کے گھر والوں کے انہیں ہم نے سحر کے وقت نجات دے دی۔اپنے احسان سے ہر ہر شکر گزار کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(القمر۔۳۳تا۳۵)

وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:۔یقیناً (لوط علیہ السلام) نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا لیکن انہوں نے ڈرانے والوں کے بارے میں (شک وشبہ اور) جھگڑا کیا۔اوران (لوط علیہ السلام) کو ان کے مہمانوں کے بارے میں پھسلایا۔پس ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کردیں (اور کہہ دیا) میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو۔(القمر۔۳۶۔۳۷)

وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾

ترجمہ:۔اور یقینی بات ہے کہ انہیں صبح سویرے ہی ایک جگہ پکڑنے والے مقررہ عذاب نے غارت کردیا۔ پس میرے عذاب اور میرے ڈراوے کا مزہ چکھو۔اور یقیناً ہم نے قرآن کو پندووعظ کے لیے آسان کردیا ہے۔پس کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا!(القمر۔۳۸تا۴۰)

قرآن کریم میں کئی جگہ قرآن کریم اور اس کے فہم کو آسان کردینے کا ذکر کیا گیا ہے اور آیات کا بار بار دہرانا بھی اسی لیے ہے کہ سننے والے بہ آسانی یاد کرسکیں کیونکہ مکمل نزول قرآن تک یعنی نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک کتب کا باقاعدہ یکجا تحریر کرکے جمع کرنا رائج نہیں ہوا تھا اور لکھے پڑھے لوگوں کی تعداد بھی کم ہوا کرتی تھی جو لکھنے والے لکھتے بھی تھے تو پتھروں کی سلوں پر ہڈیوں پر درخت کی چھال پر لکھا کرتے تھے زیادہ تر لوگ آیات الٰہی کو زبانی یاد کرلیا کرتے' اسی باعث قرآن میں اس کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ قرآن کو یاد کرنا اور سمجھنا اللہ تعالیٰ نے آسان رکھا ہے۔

سورۃ التحریم کی آیت ۱۰ میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کی ہلاکت اور ان کا جہنم واصل ہونا آیا ہے۔اس سے یہ بات کھل کر واضح ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان اور صاحبِ ایمان کی ہی قدروقیمت ہے صرف ان ہی کی بخشش ومغفرت کی اللہ ضمانت دے رہا ہے جو اللہ کے احکام پر اور اس کے نبیوں پر ایمان لانے والے ہوں گے اور جو انکار کریں گے کسی بھی طرح کفر کریں گے وہ چاہے کیسے ہی رشتے ناتوں میں جکڑے ہوں' ان کی قرابت ان کے کسی کام نہیں آنے والی' چاہے وہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں کی بیویاں' بیٹے' بیٹیاں ہی کیوں نہ ہوں۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے فرزند جلیل تھے۔ ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہ السلام تھیں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ ذبیح اللہ کا لقب پایا۔ بنو قریش کے جد امجد تھے۔ عبرانی زبان میں اسماعیل کو شموع ایل کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں ''اللہ کا سننا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی اور انہیں فرزند عطا فرمایا۔

حضرت اسمٰعیل کے ساتھ دو اہم واقعات منسوب ہیں ایک واقعہ ان کی شیر خوارگی کے زمانے میں ان کی ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے پانی کا ایک عظیم الشان چشمہ زمزم کا جاری کیا اور دوسرا واقعہ بھی ان کی نوعمری کا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے لیے اہل ایمان کے لیے واجب فرما دیا وہ واقعہ ان کے ذبح کا ہے جس کی تفصیل صحیفہ ابراہیم میں قرآنی آیات کے ذریعے آچکی ہے۔ روایات کے مطابق حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب ذرا بڑے ہوئے (کہیں نو برس لکھا گیا ہے کہیں گیارہ برس کی عمر تحریر ہوا ہے) تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے اسمٰعیل کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ذبح کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے اپنے خواب کا ذکر اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسمٰعیل سے کیا تو انہوں نے بلا تامل خود کو حکم الٰہی کے مطابق اللہ کی راہ میں قربانی کے لیے پیش کر دیا۔ اسی سبب ان کا لقب ذبیح اللہ ہوا جبکہ یہودی اور عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل میں یہ سعادت حضرت اسحاق علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے تھے کے نام کی گئی ہے لیکن خود ان کی اسرائیلی تصریحات کے مطابق یہ سعادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے کو حاصل ہوئی۔ یہ ذبح کا واقعہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ جب تک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی ان کے اکلوتے فرزند ارجمند تھے اور حضرت اسحاق تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے جوان ہونے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ الصفت کی آیات ۱۰۰ سے ۱۱۳ تک میں آیا ہے اسی میں آیت نمبر ۱۱۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے ''اور ہم نے اس کو اسحاق (علیہ السلام) نبی کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے ہوگا۔'' (الصفت ۔۱۱۲) قرآن کریم کی ان آیات سے نہایت وضاحت سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے اکلوتے بیٹے جو اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا' یہ واقعہ مکمل تفصیل کے ساتھ ان آیات میں موجود ہے۔ ....

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ ان کا اصل عبرانی نام 'ہاغار' ہے جس کے لغوی معنی 'بے گانہ' اور 'اجنبی' کے ہیں اور عربی میں اس کے معنی ہاجرہ کے ہیں اس لیے عربی والے انہیں ہاجرہ کہتے ہیں۔ اسرائیلی روایات کے مطابق وہ فرعون مصر کی بیٹی تھیں جنہیں اس نے حضرت سارہ کو ان کی خدمت کے لیے دے دیا تھا۔ حضرت سارہ

Marfat.com

کی اس وقت عمر تقریباً ستر سال تھی جبکہ حضرت ہاجرہ کی عمر پچھتر سال تھی۔ حضرت سارہ کے یہاں اُس وقت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی وہ خود کو بانجھ سمجھتی تھیں۔ انہوں نے اپنی خادمہ کو اپنے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا۔ انہوں نے ان سے نکاح کر لیا تب وہ ان سے ناراض ہو گئیں اور انہوں نے حضرت ہاجرہ کو برا بھلا کہا اور ان سے برا سلوک کیا جس پر وہ وہاں سے نکل کر قریبی جنگل میں چلی گئیں جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت سے نوازا۔

چونکہ تمام انبیاء علیہ السلام کا سلسلۂ نسب حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے جبکہ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ نسب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان کوئی دوسرا نبی نہیں ہوا اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نبوت براہِ راست حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ جسے یہود و نصاریٰ نے کبھی قبول ہی نہیں کیا ان کی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ناراضگی کا سبب بھی یہی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری اہلیہ حضرت ہاجرہ جوان کی پہلی بیوی حضرت سارہ کی لونڈی تھیں۔ (حالانکہ حضرت ہاجرہ دراصل فرعون مصر کی صاحبزادی تھیں جنہیں فرعون نے ان کی زوجیت میں دیا تھا لیکن وہ حضرت ابراہیم کی دوسری بیوی تھیں اس لیے اس وقت کے رواج کے مطابق انہیں پہلی بیوی کی لونڈی ہو کے رہنا پڑا تھا) کے یہاں حضرت سارہ سے پہلے حکم الٰہی کے مطابق بیٹا پیدا ہو گیا تو انہیں اس میں اپنی سبکی محسوس ہوئی کیونکہ اس وقت ان کی عمر پچھتر سال سے زائد ہو چکی تھی اور ان کی ہبہ کی گئی لونڈی (ایسا یہودی و نصاریٰ نے کہا) حضرت ہاجرہ کے یہاں بیٹا حضرت اسمٰعیل پیدا ہو گئے تھے۔ اس پر حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ہاجرہ کے ساتھ بدسلوکی کی اور حضرت ابراہیم سے کہا انہیں ان کے بیٹے کو ان سے کہیں دور چھوڑ آئیں اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق اپنے اکلوتے بیٹے جو بڑھاپے کی اولاد ہونے کی وجہ سے بہت ہی چہیتے بھی تھے کو لے کر اپنے ملک سے سیکڑوں میل دور عرب کے اس مقام پر جہاں خانہ کعبہ ہے چھوڑ آئے۔ اس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شیر خوار بچے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے تھوڑا سا سامان خورونوش کچھ کھجوریں اور پانی کا ایک مشکیزہ چھوڑا۔

اس واقعہ کو بھی قرآن نے بیان فرمایا ہے۔

جب سامان اور پانی ختم ہو گیا اور شیر خوار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پیاس کی شدت سے رونا شروع کر دیا تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑنا شروع کر دیا کہ کہیں سے پانی نظر آجائے اپنی پریشانی کے عالم میں کبھی صفا کی پہاڑی پر چڑھ جاتیں کبھی دوڑ کر مروہ کی پہاڑی پر چڑھ جاتیں اسی طرح انہوں نے دونوں پہاڑیوں پر اِدھر سے اُدھر سات چکر لگائے تھے کہ اسی اثناء میں اللہ کے حکم سے اس مقام پر جہاں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے ایک چشمہ ابل پڑا۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ہاجرہ کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ یہ ہر حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کے لیے لازمی عمل

Marfat.com

قرار دے دیا گیا اب ہر عمرہ اور حج کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے سات چکر لگائے۔

بیابان صحرا میں اللہ کی قدرت سے ایک چشمہ ابل پڑا جسے آج بھی زم زم کے نام سے جانتے ہیں یہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ملکیت تھا۔ تمام آتے جاتے قبائل ان سے ان کی ضروریات کی چیزوں کے تبادلے میں چشمے کا پانی حاصل کرتے' یوں اللہ تعالیٰ نے اس اجاڑ بیابان صحرا میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کی ضروریاتِ زندگی کا بندوبست فرما دیا۔ پانی حاصل کرنے والے انہی قبائل میں سے ایک قبیلہ بنو جرہم نے ان کی اجازت سے وہاں سکونت اختیار کر لی۔ اسی قبیلے کی ایک لڑکی سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جوان ہونے پر نکاح کر لیا یہ نکاح اسی مقام پر ہوا تھا جہاں بعد میں خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی۔ (محمد حسین ہیکل)

روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے ملنے جبکہ وہ جوان ہو چکے تھے کنعان سے چل کر مکہ آئے تو مکہ کی آبادی دیکھ کر حیران ہوئے وہاں اللہ کی قدرت سے چشمہ پیدا ہو چکا تھا۔ (آب زم زم) جس کے باعث وہاں آبادی ہو چکی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام سے ملنے مکہ آئے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بیوی سے دریافت کیا کہ گھر میں کھانے پینے کی کوئی چیز میسر ہے؟ اس پر ان خاتون نے نفی میں جواب دیا تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا' جب تمہارا شوہر آ جائے تو ان سے میرا اسلام کہنا اور میرا پیغام دینا کہ گھر کی چوکھٹ بدل دیں۔ جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گھر آئے تو ان کی بیوی نے انہیں آنے والے شخص کا پیغام دیا۔

اس کی تعمیل میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اسی قبیلہ جرہم کی ایک دوسری لڑکی سے نکاح کر لیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبارہ اپنے لختِ جگر سے ملنے تشریف لائے تو اس روز بھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام گھر پر نہیں تھے لیکن اس دن ان کی بیوی نے بڑی عزت و احترام سے آنے والے مہمان کا خیر مقدم کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وقتِ رخصت یہ پیغام دیا کہ جب تمہارا شوہر آئے تو کہنا' تمہارے گھر کی چوکھٹ بہت خوب ہے۔ ان خاتون سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے جن کی اولاد عرب میں خوب پھیلی اور وہ مستعربہ کہلائی۔ پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے پاس آئے تو انہوں نے حکمِ الٰہی کے مطابق اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ قرآنِ مجید میں آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی بنیادوں کو از سر نو تعمیر کرنا شروع کیا تو یہ دعا مانگی۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَـٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا وَٱرْزُقْ أَهْلَهُۥ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ مَنْ ءَامَنَ مِنْهُم بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُۥ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُۥٓ إِلَىٰ عَذَابِ ٱلنَّارِ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴿١٢٦﴾

ترجمہ:۔ جب ابراہیم نے کہا' اے پروردگار! تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوں' پھلوں کی روزی دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' میں کافروں کو بھی تھوڑا بہت فائدہ دوں گا' پھر انہیں آگ کے عذاب کی طرف بے بس کر دوں گا یہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔ (البقرہ۔۱۲۶)

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرٰهِمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمٰعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ:۔ ابراہیم (علیہ السلام) اور اسمٰعیل (علیہ السلام) کعبہ کی بنیادیں اور دیواریں اٹھاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (البقرہ۔۱۲۷)

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾

ترجمہ:۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما' تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ (البقرہ۔۱۲۸)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے' انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے' یقیناً تو غلبے والا اور حکمت والا ہے۔ (البقرہ۔۱۲۹)

یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی آخری دعا ہے۔ یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہی نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔ (الفتح الربانی۔ جلد: ۲۰، صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۹)

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پوری زندگی مکہ مکرمہ میں ہی گزری آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبائل عین اور عمالیق کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے تمام عمر اللہ کا پیغام اہل عرب تک پہنچایا اور انہیں بیت اللہ کے حج کی دعوت دیتے رہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ۱۲۷ برس کی عمر میں مکہ میں ہی انتقال فرمایا ان کی تدفین ان کی والدہ کے پہلو میں خانہ کعبہ میں حطیم کے اندر ہوئی۔ انہوں نے اپنی رسالت کا پیغام صحیفہ ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے ادا کیا۔ خود ان پر قرآن کا کچھ حصہ نازل نہیں ہوا' قرآن کا وہی حصہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوا اسی کو انہوں نے اپنی قوم تک پہنچایا پھیلایا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ کے کہنے سے خار دار درختوں سے میوے پیدا ہو جاتے' خشک چھاتیوں سے دودھ جاری ہو جاتا تھا۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے اپنے علاقوں میں ہدایات و تبلیغ دین کے لیے صحیفہ ابراہیم سے ہی رہنمائی لی اور اپنے لوگوں کی رہنمائی کی۔

حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے چھوٹے بھائی تھے اور عمر میں تقریباً چودہ برس چھوٹے تھے۔ مورخین کی تحقیق کے مطابق ان کی پیدائش حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت سارہ علیہ السلام کے بطن سے ۲۰۶۰ قبل از مسیح میں بمقام حبرون الخلیل کے مقام پر ہوئی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے عمر میں چودہ یا تیرہ سال چھوٹے تھے۔ ان کی پیدائش کی بشارت حضرت سارہ کو ان کی پیرانہ سالی میں ہوئی تھی۔ جبکہ ان کی عمر تقریباً پچھتر سال ہو چکی تھی۔ حضرت اسحاق کی پیدائش کی بشارت کا ذکر قرآن کریم میں سورۃ الذاریات میں آیا ہے۔ آپ کا قیام فلسطین کے علاقے جیرا میں رہا وہیں وہ کھیتی باڑی کرتے اور تبلیغ توحید الٰہی کرتے۔ آپ نے بھی اپنی رسالت کا پیغام صحیفہ ابراہیم کے ذریعے ادا کیا اسی کی تعلیم وہ اپنے پیروکاروں کو دیا کرتے تھے۔ آخر عمر میں وہ حبرون منتقل ہو گئے۔ وہیں انہوں نے بیت ایل کے نام سے ہیکل تعمیر کیا تھا' ان کا انتقال حبرون میں ہوا وہیں دفن کیے گئے۔

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا
سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔ کیا تجھے ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر بھی پہنچی ہے؟ وہ جب ان کے ہاں آئے تو سلام کیا' ابراہیم نے جواب سلام دیا (اور کہا یہ تو) اجنبی لوگ ہیں' پھر (چپ چاپ جلدی جلدی) اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے (کا گوشت) لائے۔ (الذاریات۔ ۲۴ تا ۲۶)

روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے حد مہمان نواز تھے۔ وہ جب تک اپنے ساتھ بھوکوں ناداروں کو بٹھا کر کھانا نہیں کھلاتے تھے اس وقت تک خود کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ تقریباً پندرہ روز تک جب کوئی مہمان نہیں آیا تو پھر ایک دن ان کے یہاں تین مہمان جوان کے لیے اجنبی تھے آ گئے اسی کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں فرمایا ہے۔ (ان آیات کا مضمون سورہ ھود آیت ۶۹ تا ۷۳ میں بھی آیا ہے)

فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ
وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور اسے ان کے سامنے لا رکھا اور کہا آپ کھاتے کیوں نہیں؟۔ پھر تو دل ہی دل میں ان سے خوف زدہ ہو گئے انہوں نے کہا آپ خوف نہ کیجیے اور انہوں نے ان کو (ابراہیم علیہ السلام) ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی۔ (الذاریات۔۲۷۔۲۸)

فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٣٠﴾

ترجمہ:۔پس ان کی بیوی (حضرت سارہ) آگے بڑھی اور حیرت میں آکر اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا میں تو بڑھیا ہوں اور ساتھ ہی بانجھ بھی۔ انہوں نے (فرشتوں نے) کہا ہاں تیرے پروردگار نے اسی طرح فرمایا ہے بے شک وہ حکیم وعلیم ہے۔ (الذاریت۔۲۹۔۳۰)

قرآن حکیم کی اس خبر اور وضاحت کو اسرائیلی روایات میں بدل دیا گیا اور اسے کتاب پیدائش میں اس طرح تحریر کیا گیا ہے۔

''اور خداوند نے ابرہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے سو اس کو ساری نہ پکارنا۔ اس کا نام سارہ ہوگا۔ اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا یقیناً میں اسے برکت دوں گا کہ قومیں اس کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہوگا اور کیا سارہ کے جو نوے برس کی ہے اولاد ہوگی؟ (بائبل کتاب پیدائش باب ۱۷ آیات ۱۵۔۱۸)

(سمجھنے والی بات یہ ہے کہ بائبل کے مصنفین ہر جگہ حضرت اسحاق علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اکلوتا بیٹا یعنی پہلوٹا لکھتے ہیں جبکہ اس آیت نمبر ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ ''اس سے بھی تجھے ایک بیٹا بخشوں گا'') ''اس سے بھی'' کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جس طرح تمہاری دوسری اہلیہ سے پہلے ہی ایک بیٹا اور پیدا ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود اہل بائبل حضرت اسحاق علیہ السلام کو پہلوٹا لکھتے ہیں۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی شادی چالیس برس کی عمر میں رفقا بنت تنویل (ربابنتِ تنوئیل) سے ہوئی کچھ کا کہنا ہے کہ آپ کی شادی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی غور کی پوتی سے ہوئی جس کا نام ربقہ تھا کچھ کا خیال ہے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں اور کچھ کا کہنا ہے کہ وہ تنویل نامی شخص کی بیٹی تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے دو بیٹے عیص یا عیسو اور حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے۔ عیص روم ویونان کے بادشاہ ہوئے ان کی اولاد یونان وروم میں آباد ہوئی جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑا مرتبہ عطا فرمایا اس کی بشارت اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دے دی تھی جو قرآن کریم کا حصہ ہے۔

وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ﴿٧١﴾

ترجمہ:۔اس کی بیوی (حضرت سارہؑ) جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس پڑی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور

Marfat.com

اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوش خبری دی۔(ھود۔۷۱)

اس آیت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ جو اسرائیلی روایات کے مطابق بھی محسوس ہوتی ہے لیکن اس سے پہلے کہ دو آیات ۶۹ اور ۷۰ میں وہی مضمون آیا ہے جو سورہ الذاریات کی آیات ۲۴ تا ۳۰ اوپر آچکا ہے۔ آیات سے واضح ہے کہ خوش خبری اللہ کے پیغامبر فرشتوں نے سنائی براہ راست اللہ تعالیٰ ہم کلام نہیں ہوا جبکہ بائبل میں یہ تاثر دیا گیا ہے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ نے خوش خبری سنائی۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:۔وہ کہنے لگی ہائے میری کم بختی، میرے ہاں اولاد کیسے ہوسکتی ہے میں خود بڑھیا اور یہ میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے ہیں یہ تو یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کررہی ہے؟ تم پر اے اس گھر کے لوگوں اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ حمد وثنا کا سزاوار اور بڑی شان والا ہے۔(ھود۔۷۲۔۷۳)

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ﴿۷۲﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے اسے اسحٰق عطا فرمایا اور یعقوب اس پر مزید اور ہر ایک کو ہم نے صالح بنایا۔ (الانبیاء۷۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿۳۹﴾

ترجمہ:۔اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق (علیہ السلام) عطا فرمائے کچھ شک نہیں میرا پروردگار اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا ہے۔(ابراہیم۔۳۹)

قرآن حکیم کی آیات الٰہی کے مطابق فرشتوں کی گفتگو براہ راست حضرت سارہ علیہ السلامہ نے سنی اور اس کا جواب بھی دیا جیسا کہ ھود کی آیات ۷۲ اور ۷۳ میں ارشاد ہوا ہے جبکہ اسی واقعہ کو بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۱۸ میں اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

"(۹)۔پھر انہوں نے اس سے پوچھا کہ تیری بیوی سارہ کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ ڈیرے میں ہے۔(۱۰) تب اس نے کہا میں پھر موسم بہار میں تیرے پاس آؤں گا، اور دیکھ تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہوگا۔اس کے پیچھے ڈیرے کا دروازہ تھا، سارہ وہاں سے سن رہی تھی۔(۱۱) اور ابرہام اور سارہ ضعیف اور بڑی عمر کے تھے اور سارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جو عورتوں کی ہوتی ہے۔(۱۲) تب سارہ نے اپنے دل میں ہنس کر کہا کیا اس قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لیے شادمانی ہوسکتی ہے۔حالانکہ میرا خاوند بھی ضعیف ہے؟

Marfat.com

(۱۳) پھر خداوند نے ابرہام سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہہ کر ہنسی کہ کیا میرے جو ایسی بڑھیا ہو گئی ہوں واقعی بیٹا ہوگا۔

(۱۴)۔ کیا خداوند کے نزدیک کوئی بات مشکل ہے؟ موسم بہار میں معین وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کے بیٹا ہوگا۔

(۱۵)۔ تب سارہ انکار کر گئی کہ میں نہیں ہنسی کیونکہ وہ ڈرتی تھی۔ پر اس نے کہا نہیں تو ضرور ہنسی تھی۔

(پیدائش باب ۱۸۔ آیات ۹ تا ۱۵)

آیت نمبر ۹ کی ابتدا میں کہا جا رہا ہے۔ ''پھر انہوں نے اس سے پوچھا'' یعنی کے فرشتوں نے یہاں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جبکہ آیت ۱۳ میں آیا ہے کہ ''پھر خداوند نے ابرہام سے پوچھا'' ان جملوں کی ساخت سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بائبل لکھنے والوں نے یا ترجمہ کرنے والوں نے جگہ جگہ کس طرح اور کیسی کیسی اغلاط کی ہیں۔

بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۲۲ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی قربانی بتائی گئی ہے۔

(۱) ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اسے کہا اے ابرہام! اس نے کہا میں حاضر ہوں۔

(۲) تب اس نے کہا کہ تو اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا بیٹا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریاہ کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔

ان روایات سے ہی بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو قربانی کی وہ اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی کی اس وقت وہی ان کے پیارے اور اکلوتے بیٹے تھے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام میں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام میں تقریباً تیرہ سال کا فرق ہے قربانی کے واقعہ کے وقت تک تو حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ پھر سب سے اہم بات ذبیحہ کو بائبل میں سوختنی قربانی سے بدل دیا گیا ہے۔ اور آگے آیات میں اس پہاڑ تک پہنچنے اور لکڑیاں جمع کرنے کا منظر دکھایا گیا ہے البتہ آیات ۱۲ تا ۱۹ میں قدرے بہتر اور قرآنی آیات کے قریب تر مضمون ہے۔

بنی اسرائیل کے یہود و نصاریٰ چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کے سلسلہ نبوت سے جڑے ہوئے ہیں اس لیے انہوں نے نبی آخر الزماں کے نسب پر اپنی برتری جتانے کے لیے کلام الٰہی میں بے دریغ تحریفات کی ہیں جو بخوبی دیکھی سمجھی جا سکتی ہیں۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور بنی اسرائیل کے بانی تھے۔نصب نامہ یہ ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام (اسرائیل) بن حضرت اسحاق علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر بنی اسرائیل کا سلسلہ ان ہی کی ذات سے منسوب ہے۔ان کا لقب اسرائیل اس وجہ سے پڑا جب ان کی والدہ ریقہ یا رفقا بن تنویل نے محسوس کیا کہ ان کا بھائی عیسوادوم (عیصو' عیص اور عیف) ان کا مخالف ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے پیارے بیٹے یعقوب علیہ السلام کو اپنے بھائی لابان کی طرف اپنے آبائی وطن حاران (یا فدان) بھیج دیا تو آپ نے تمام راستہ اس طرح طے کیا کہ آپ تمام دن آرام کرتے اور تمام رات سفر کرتے تھے اسی باعث آپ کو رات کا سفر کرنے والا یا رات کو اللہ کی طرف چلنے والا یعنی اسرائیل کا لقب عطا کیا گیا اسی لقب سے انہیں شہرت ملی اور ان کی قوم یعنی بنی اسرائیل ان کے لقب اسرائیل سے ہی منسوب ہوئی۔

جب وہ اپنے ماموں لابان کے یہاں پہنچے تو انہوں نے خوب آؤ بھگت کی وہ وہیں کے ہو کر رہ گئے سات برس تک انہوں نے اپنے ماموں کی بکریاں چرائیں جوان کا مہر ان کے ماموں نے اپنی بیٹی سے نکاح کے لیے مقرر کیا تھا مدت پوری ہونے پر ان کے ماموں لابان نے ان کا نکاح اپنی بڑی بیٹی امیہ (الیاہ LEAHE) سے کرنا چاہا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میں تو آپ کی چھوٹی بیٹی راحیل (راخیل) سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے عذر پیش کیا کہ بڑی بیٹی کے ہوتے ہوئے چھوٹی بیٹی کے نکاح کا رواج نہیں ہے۔چنانچہ آپ کا نکاح بہ یک وقت دونوں بہنوں راحیل اور امیہ سے کر دیا گیا (اس زمانے میں دو بہنوں سے نکاح کرنا شرعاً ممنوع نہیں تھا) دونوں بہنوں کے ساتھ ان کی کنیزیں (لونڈیاں) بھی ان کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجیت میں آ گئیں۔

ان سب کے بطن سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہاں بارہ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔(۱)۔روبیل (۲)۔شمعون (۳) لاوی (۴) یہودا (۵) ایساغر (۶) زبولون (۷) یوسف (۸) بن یامین (۹) دان (۱۰) نفتالی (۱۱) کاذ (۱۲) الشاد (۱۳) بیٹی دینہ۔

امیہ (ان کا نام بائبل میں لیاہ آیا ہے) سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے چھ بیٹے (۱) روبیل REUBEN (۲)۔شمعون SIMEON (۳) لاوی LEVI (۴) یہودا JUDAH (۵) ایساغر (اشکار) ISSACKAR (۶) زبولون ZEBEULUM

راحیل (یا راخل) سے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بن یامین (ان کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے)

Marfat.com

راحیل کی لونڈی بلہار جادید سے دان اور نفتانی پیدا ہوئے اور امیہ کی لونڈی زلفا جادید سے کاذ (جدا) اور الشاد (آشر) پیدا ہوئے۔ یعقوب علیہ السلام کی تمام اولادیں فدان ارام میں پیدا ہوئیں۔

قرآن کریم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے۔ جبکہ بائبل کی کتاب پیدائش میں سولہ ابواب میں ان کے حالات بیان ہوئے ہیں۔ بائبل کے مطابق آپ کے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کی بیوی ربقہ یا رفقہ بانجھ تھیں' انہوں نے دعا کی تو بیس سال بعد ان کے یہاں دو جڑواں بیٹے عیسو اور یعقوب پیدا ہوئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام بیس سال حاران میں رہے پھر وہ کنعان میں آ کر آباد ہو گئے اس وقت ان کا بھائی عیسو (ESAU) وہاں بادشاہ تھا اس نے اپنے بھائی کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے سب بیٹوں میں اپنے چھوٹے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت چاہتے تھے جس کے سبب ان کے دوسرے بھائی ان سے حسد کرتے اور انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کیا کرتے۔ ایک دن ان سب نے مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا جو گھر سے دور جنگل میں تھا۔ اس حادثے کے باعث روتے روتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی جاتی رہی۔ پھر جب ان کے چھوٹے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں عروج حاصل ہوا اور بادشاہت ملی تو انہوں نے اپنے بھائیوں کے ہاتھ اپنا کرتا اپنے والد کو بھیجا جو کنعان میں قحط پڑنے کے باعث مصر میں غلہ لینے آئے تھے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے کا کرتا اپنی آنکھوں سے لگایا تو حکم الٰہی سے ان کی بینائی لوٹ آئی۔

مؤرخین کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السلام دو ہزار سال قبل از مسیح میں پیدا ہوئے تھے ان کا مزار بیت المقدس سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر جرون کے مقام قلعہ سلیمان میں ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں بائبل کی کتاب پیدائش میں اتنا کچھ لکھا گیا ہے جس کی تصدیق اور کہیں سے نہیں ہوتی۔ قرآن میں وہ سب کچھ نہیں ہے نہ ہی تاریخ اسلام میں کوئی ذکر ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے پیغمبری میں صحیفہ ابراہیم علیہ السلام جو انہیں ان کے والد حضرت اسحاق علیہ السلام سے منتقل ہوا تھا کے ذریعے تبلیغ وہدایت کی ذمہ داری ادا کی۔ وہ تمام آیات جن میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر آیا ہے تقریباً گزشتہ صفحات میں آ چکی ہیں۔ یہاں صرف ان ہی آیات کی تفصیل دی جا رہی ہیں جو اب تک گزشتہ صفحات میں درج نہیں ہوئیں۔ سورۃ البقرہ آیت ۱۳۲' ۱۳۳ تا ۱۴۰۔ سورۃ آلِ عمران ۸۴' سورۃ النساء ۱۶۳' سورۃ انعام ۸۴۔ ۸۹۔ ہود آیت ۷۱ سورۃ یوسف ۶' ۳۸' ۶۸' ۹۴' ۹۵ تا ۹۸۔ سورۃ مریم ۶' ۴۹۔ سورۃ ص ۴۵ تا ۴۷۔ سورۃ الانبیاء ۷۲' ۷۳۔ سورہ عنکبوت ۶۷ میں دیگر انبیاء علیہ السلام کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے تھے۔ان پر بھی توحید الٰہی اور تبلیغ دین کے لیے صحیفہ ابراہیم ہی جاری رہا۔ان کے بارے میں یا ان کے نام نامی سے قرآنِ مجید میں ایک مکمل سورۃ بھی موجود ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ یا قصے کو قرآن حکیم میں اس طرح بیان فرمایا کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت جب خود ان کی قوم قبیلہ قریش نے کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے یہ قصہ قرآن کریم کی زینت بنایا۔حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے معاملے پر چسپاں کرکے گویا ایک صریح پیش گوئی کردی گئی تھی جو ختم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آمد واقعات پر حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔سورۂ یوسف کے نزول کو ڈیڑھ دو سال ہی گزرے ہوں گے کہ قریش کے لوگوں نے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے بھائی بند تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی۔اور آپ کو مجبوراً ہجرت کرکے مکہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لے جانا پڑا۔پھر جلاوطنی اور مشکلات کے بعد جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو عروج واقتدار حاصل ہوا تھا فتح مکہ کے موقع پر بالکل اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاملہ پیش آیا۔جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر کے دارالحکومت میں ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑے کہہ رہے تھے "ہم پر صدقہ کیجیے اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو نیک اجر دیتا ہے" جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے انتقام کی قوت وقدرت رکھتے ہوئے انہیں معاف کردیا تھا۔اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ عام فرمادیا تھا "آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔" جبکہ تمام شکست خوردہ قریش وقبائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرنگوں کھڑے کپکپا رہے تھے۔قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوئی بھی قصہ محض قصہ گوئی یا تاریخ گوئی کے طور پر نہیں بیان کیا بلکہ اس کا ایک خاص مقصد ہے کہ اہل ایمان ایمان لے آئیں یا جن کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا ہوچکا ہو وہ ان حقیقی واقعات سے عبرت حاصل کریں اور راہ راست اختیار کرلیں۔

قصہ کی جمع قصص ہے یہ مصدر ہے۔اس کے معنی ہیں کسی چیز کے پیچھے لگنا' قصہ محض کہانی یا طبع زاد افسانے کو ہی نہیں کہا جاتا' بلکہ ماضی میں گزر جانے والے واقعے کو بیان کرنے کو بھی قصہ کہا جاتا ہے۔ گویا قصہ ماضی کے کسی واقعے کا حقیقی بیان ہوتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے واقع میں اللہ تعالیٰ نے حسد وعناد کا انجام' تائید الٰہی کی کرشمہ سازیاں' نفس امارہ کی شورشوں اور سرکشیوں کا نتیجہ اور دیگر انسانی عوارض وحوادث کا نہایت دلچسپ بیان بڑے ہی عبرت انگیز انداز میں ارشاد فرمایا ہے اسی لیے اسے

Marfat.com

قرآن کریم نے احسن القصص یعنی بہترین بیان سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں جو تفصیلات بائبل اور تلمود میں بیان کی گئی ہیں وہ اس سے مختلف ہیں جو قرآن کریم میں رب کائنات نے ارشاد فرمائی ہیں مگر قصے کے اہم اجزا میں قرآن بائبل اور تلمود متفق ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اس زمانے کے مصر کے دارالسلطنت ممفس (منف) جس کے کھنڈر آج بھی قاہرہ کے جنوب میں تقریباً چودہ میل کے فاصلے پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر پہنچے تو ان کی عمر تقریباً ۱۷ یا اٹھارہ سال تھی دو یا تین سال وہ عزیز مصر کے گھر میں رہے اور آٹھ سے نو سال ان کی زندگی جیل میں گزری اور وہ تقریباً تیس سال کی عمر میں مصر کے حکمران بن گئے تھے جس پر انہوں نے (۸۰) اسّی سال بلاشرکت غیرے حکمرانی کی۔ اپنی حکمرانی کے کے نویں یا دسویں سال انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کے پورے خاندان کے ساتھ فلسطین سے مصر بلالیا اور انہیں دمیاط اور قاہرہ کے درمیان ایک زرخیز خطے میں آباد کردیا۔ بائبل کی تحقیق کے مطابق ان کی عمر ایک سو دس سال بتائی گئی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بھائی تو ان کی دوسری ماؤں سے تھے جبکہ بن یامین اُن کی اپنی ماں سے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حضرت یوسف کے سوتیلے بھائی ان سے کس قدر حسد رکھتے ہیں اور وہ سب اخلاق و عادات کے لحاظ سے بھی صالح نہیں تھے۔ وہ لوگ اپنا مطلب نکالنے کے لیے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتے تھے۔ انہیں کسی بھی ناروا کارروائی کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے انہوں نے اپنے صالح بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کو آگاہ کردیا تھا کہ اپنے بھائیوں سے ہوشیار رہنا۔ جب انہوں نے وہ خواب دیکھا جس کا ذکر رب کائنات نے قرآن کریم میں سورۂ یوسف میں ارشاد فرمایا ہے۔

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾

ترجمہ:۔ جب کہ یوسف نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابا جان میں نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج وہ سب مجھے سجدہ کررہے ہیں۔ (یوسف۔۴)

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾

ترجمہ:۔ (حضرت یعقوب نے) کہا پیارے بیٹے! اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں، شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ (یوسف۔۵)

Marfat.com

آیت مبارکہ میں سورج سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام اور چاند سے ان کی والدہ اور گیارہ ستاروں سے مراد گیارہ بھائی ہیں۔ اس خواب کی تعبیر ان کے سامنے چالیس یا اسی سال بعد اس وقت آئی جب ان کے سارے بھائی اپنے والدین کے ساتھ مصر پہنچے اور وہ سب حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے جیسا کہ سورۂ یوسف کے آخر میں رب کائنات نے اس منظر کو بھی ارشاد فرما دیا ہے۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔ اور اسی طرح تجھے تیرا پروردگار برگزیدہ کرے گا اور تجھے معاملہ فہمی (باتوں) کی تہہ تک پہنچنا یا خوابوں کی تعبیر بھی سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا' اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دادا اور پردادا یعنی ابراہیمؑ و اسحاقؑ کو بھی بھرپور نعمت دی یقیناً تیرا پروردگار بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمت والا ہے۔ (یوسف۔۶)

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ یقیناً یوسفؑ اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں۔ (یوسف۔۷)

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚ ۝

ترجمہ:۔ جب کہ انہوں نے (حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے) کہا کہ یوسفؑ اور اس کا بھائی' بہ نسبت ہمارے' والد کو بہت پیارے ہیں' حالانکہ ہم (طاقتور) جماعت ہیں' (جتھا یا گروہ) کوئی شک نہیں کہ ہمارے والد صریح غلطی پر ہیں۔ (یوسف۔۸)

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ یوسفؑ کو تو مار ہی ڈالو یا اسے کسی (نامعلوم) جگہ پھینک دو تا کہ والد کی توجہ صرف ہماری طرف ہی ہو جائے۔ اس کے بعد پھر نیک بن جائیں گے۔ (یوسف۔۹)

قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ ان میں سے ایک نے کہا یوسفؑ کو قتل تو نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں کی تہ میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی آتا جاتا قافلہ اٹھا لے جائے۔ اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔ (یوسف۔۱۰)

Marfat.com

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:۔(اس قرارداد پر انہوں نے اپنے باپ سے کہا) ابا آخر آپ یوسفؑ کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔(یوسف۔۱۱)

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ:۔کل آپ اسے ہمارے ساتھ ضرور بھیج دیجیے کہ خوب کھائے پیئے اور کھیلے گا' ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔(یوسف۔۱۲)

قرآن حکیم نے نہایت وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے جس سے برادران یوسف علیہ السلام کے عزائم کا پتہ چل رہا ہے جبکہ تلمود کا بیان بالکل مختلف ہے ان کی روایات کے مطابق برادران یوسف علیہ السلام اپنے مویشی چرانے گئے ہوئے تھے کہ ان کے پیچھے ان کے والد نے حضرت یوسف کو بھیج دیا تھا۔

قَالَ اِنِّىْ لَيَحْزُنُنِىْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾

ترجمہ:۔(حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا اسے تمہارا لے جانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھٹکا لگا رہے گا کہ تمہاری غفلت سے اسے بھیڑیا کھا جائے۔(یوسف۔۱۳)

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:۔انہوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی (زور آور) جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم بالکل نکمے ہی ہوئے۔(یوسف۔۱۴)

حضرت یوسف علیہ السلام کے دس کے دس بڑے بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ یقین دلایا کہ یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ اتنے سارے بھائیوں کی موجودگی میں بھیڑیا ہمارے بھائی (حضرت یوسف علیہ السلام) کو کھا جائے۔قرآن کریم میں اللہ رب العزت رب کائنات نے انتہائی مختصر انداز میں یہ واقعہ بیان فرمایا ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں اپنے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق کنوئیں میں پھینک دیا' تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تسلی اور حوصلے کے لیے وحی کی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے' ہم تیری حفاظت ہی نہیں کریں گے بلکہ تجھے ایسے بلند مقام پر فائز کریں گے کہ تیرے یہی بھائی بھیک مانگتے ہوئے تیرے پاس حاضر ہوں گے اور تو اپنے ان بھائیوں کو بتائے گا کہ تم نے اپنے ایک بھائی کے ساتھ کیسا سنگ دلانہ معاملہ کیا' جسے سن کر وہ سب حیران و پریشان ہوجائیں گے۔اسی بات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ یوسف میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَاۤ
اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ پھر جب وہ اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنوئیں کی تہ میں پھینک دیں، ہم نے یوسف (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ یقیناً (وقت آ رہا ہے) کہ تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے گا کہ (جیسے) وہ جانتے ہی نہ ہوں۔ (یوسف۔۱۵)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے اس گہرے کنوئیں میں پھینکا تو اس وقت وہ نوعمر بچے تھے چونکہ وہ نبوت سے سرفراز ہونے والے تھے اللہ کے منتخب بندے تھے اسی سبب ان پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر انہیں تسلی عطا فرمائی تھی جبکہ بائبل اور تلمود اس ذکر سے خالی ہیں کہ اس وقت اللہ کی طرف سے کوئی وحی حضرت یوسف علیہ السلام کو تسلی دینے کے لیے نازل کی گئی تھی۔ اس کے بجائے تلمود میں ہے کہ جب انہیں کنوئیں میں گرایا گیا تو وہ بہت روئے بلبلائے اور خوب چیخ چیخ کر انہوں نے بھائیوں سے فریاد کی قرآن حکیم نے تو تلمود کی بساط ہی الٹ کر رکھ دی ہے۔ ایک عام انسان اور ایک ہونے والے منتخب نبی کا فرق واضح کر دیا ہے تلمود انہیں ایک عام انسان کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ
وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔ اور (وہ) کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف (علیہ السلام) کو ہم نے اسباب کے پاس چھوڑ دیا تھا، پس اسے تو بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے گو ہم بالکل سچے ہی ہوں۔ (یوسف۔۱۷)

وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ
فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔ اور (حضرت) یوسف (علیہ السلام) کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے، باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے کہا یوں نہیں، بلکہ تم نے اپنے دل سے ہی ایک بات بنا لی ہے۔ پس صبر ہی بہتر ہے، اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔ (یوسف۔۱۸)

آیت نمبر ۱۸ میں قرآن نے وہی نقشہ کھینچا ہے جو حقیقی ہے جبکہ بائبل اور تلمود میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے تاثرات کسی عام اور معمولی درجے کے باپ کی عکاس ہیں بائبل کا بیان ہے کہ "تب یعقوب نے اپنا پیراہن چاک کیا اور ٹاٹ اپنی کمر سے لپیٹا اور بہت دنوں تک اپنے بیٹے کے لیے ماتم کرتا رہا۔" جبکہ تلمود کا بیان ہے کہ "یعقوب بیٹے کا قمیص پہچانتے ہی اوندھے منہ زمین پر گر پڑے اور دیر تک بے حس و حرکت پڑے رہے، پھر اٹھ کر بڑے زور سے چیخے کہ ہاں میرے بیٹے ہی کا قمیص ہے۔"

Marfat.com

ان آیات مبارکہ سے بخوبی اندازہ ہو رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنی کتب الٰہیہ میں کس قدر اور کیسی تحریف وتخفیف کی ہے۔

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَٰبُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَٰمٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَٰعَةً ۚ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾

ترجمہ:۔ اور ایک قافلہ آیا اور انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا۔ اس نے ڈول لٹکا دیا' کہنے لگا واہ واہ خوشی کی بات ہے یہ تو ایک لڑکا ہے' انہوں نے اسے مالِ تجارت قرار دے کر چھپا دیا اور اللہ تعالیٰ اس سے باخبر تھا جو وہ کر رہے تھے۔ (یوسف۔ ۱۹)

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَٰهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا۟ فِيهِ مِنَ ٱلزَّٰهِدِينَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ:۔ اور انہوں نے (قافلے والوں نے) انہیں بہت ہی ہلکی قیمت پر گنتی کے چند درہموں پر ہی بیچ ڈالا۔ وہ تو یوسف علیہ السلام کے بارے میں بہت ہی بے رغبت تھے۔ (یوسف۔ ۲۰)

قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سارے معاملے کی بہت ہی سادہ اور سیدھی صورت ارشاد فرمائی ہے کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام انہیں کنوئیں میں پھینک کر چلے گئے تو انہیں ایک قافلے والوں نے نکالا اور اپنے ساتھ لے کر چلے گئے اور مصر لے جا کر انہیں فروخت کر دیا۔ جبکہ بائبل میں اس واقعہ کو اور ہی رنگ دیا گیا ہے۔ بائبل کا بیان ہے کہ جب ان لوگوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک دیا اور چلے گئے تو انہوں نے اسماعیلیوں کے ایک قافلے کو دیکھا اور چاہا کہ یوسفؑ کو نکال کر قافلے والوں کے ہاتھ بیچ دیں لیکن ان سے پہلے ہی مدین کے سوداگر انہیں کنوئیں سے نکال چکے تھے۔ ان سوداگروں نے حضرت یوسف کو بیس درہم میں اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ اس کے بعد آگے چل کر بائبل کے مصنفین یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ پہلے اسماعیلیوں کے ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرا چکے ہیں۔ چنانچہ آگے چل کر وہ اسماعیلیوں کے بجائے پھر انہیں مدین کے سوداگروں سے ہی مصر میں دوبارہ فروخت کرا دیتے ہیں (کتاب پیدائش باب ۳۷ آیت ۲۵ تا ۲۸۔ آیت ۳۶) اس کے برعکس تلمود میں بیان ہے کہ مدین کے سوداگروں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکال کر اپنا غلام بنا لیا پھر برادران یوسف نے انہیں سوداگروں کے قبضے میں دیکھ کر ان سے جھگڑا کیا۔ آخر کار انہوں نے بیس درہم قیمت ادا کر کے برادرانِ یوسف علیہ السلام کو راضی کیا اور پھر انہوں نے بیس ہی درہم کے عوض حضرت یوسف علیہ السلام کو اسماعیلیوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور اسماعیلیوں نے انہیں مصر لے جا کر فروخت کیا۔ قرآن کریم نے اس سارے واقعہ کی نہ صرف نفی وتردید فرما دی ہے بلکہ حقیقت حال بھی واضح کر دی ہے۔ قرآن کریم سے اسرائیلی روایات کی قطعی تائید نہیں ہوتی۔

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:۔مصر کے جس شخص نے اسے خریدا اس نے اپنی بیوی سے کہا ”اسے بہت عزت واحترام کے ساتھ رکھو‘ بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا اسے ہم اپنا بیٹا ہی بنالیں‘ یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسفؑ کا قدم جمادیا‘ کہ ہم اسے خواب کی تعبیر کا کچھ علم سکھادیں۔ اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے۔ لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں۔(یوسف۔۲۱)

جب حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی حکمت وحکم سے مصر پہنچے تو اس وقت مصر پر ریان بن ولید حکومت کررہا تھا اور وہ شخص جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا‘ اس کا وزیر خزانہ یا کسی بڑے اہم منصب پر فائز تھا۔ بائبل میں اسے ”فوطیفاد“ کا نام دیا گیا ہے جبکہ قرآن میں ”عزیز“ کہا گیا ہے جبکہ یہی لقب حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ عزیز کے معنی ایسا بااقتدار شخص کے ہیں جس کی مزاحمت نہ کی جاسکے۔ بائبل اور تلمود میں اسے جلوداروں (باڈی گارڈ) کا افسر کہا گیا ہے۔ اس کی بیوی کا نام تلمود میں زلیخا لکھا ہے یہی نام مسلمانوں کی روایات میں بھی مشہور ہوگیا ہے جبکہ بعض جگہ اس عورت کا نام راعیل بھی آیا ہے (واللہ اعلم) اسرائیلی روایات میں اس عورت سے حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح کی روایت آئی ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ نہ تو قرآنِ کریم میں اور نہ ہی کہیں خود اسرائیلی تاریخ میں ایسا کوئی ذکر آیا ہے۔ ویسے بھی یہ بات نبی کے مرتبے کے خلاف اور بعید از قیاس ہے کہ وہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جس کی بدچلنی کا اسے خود ذاتی تجربہ بھی ہوچکا ہو۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ

ترجمہ:۔اور جب وہ (یوسف علیہ السلام) بلوغت (پوری جوانی) کو پہنچے تو ہم نے اسے قوتِ فیصلہ اور علم دیا‘ ہم نیکوں کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔(یوسف۔۲۲)

تلمود کا بیان ہے اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر اٹھارہ سال کی تھی جب حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک نئے امتحان سے پالا پڑا کہ عزیز مصر کی بیوی جس کو اس کے خاوند نے تاکید کی تھی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو آرام واحترام کے ساتھ رکھے‘ وہ خاتون جو عمر میں بھی ان سے کہیں بڑی تھی وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال پر فریفتہ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت یا نبوت سے قبل کی دانائی اور قوتِ فیصلہ عطا فرمادی تھی۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔جس عورت کے گھر میں وہ (یوسف علیہ السلام) تھے اس نے انہیں بہلانا پھسلانا (ڈورے ڈالنا) شروع کیا تاکہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے (اور ایک روز) دروازہ بند کرکے کہنے لگی ''لوآ جاؤ'' (حضرت یوسف علیہ السلام) انہوں نے کہا' اللہ کی پناہ! وہ میرا رب ہے' مجھے اس نے بہت اچھی طرح رکھا ہے' بے انصافی کرنے والے کا کبھی بھلا نہیں ہوتا۔ (یوسف۔۲۳)

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔اس عورت نے (یوسف علیہ السلام) کی طرف قصد کیا اور وہ (یوسف علیہ السلام) بھی اس کی طرف قصد کرتے' اگر وہ اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھ لیتے' ایسا ہی ہوا تاکہ ہم اس سے' برائی اور بے حیائی کو دور کردیں' بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ (یوسف۔۲۴)

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف (علیہ السلام) کا کرتا پیچھے سے کھینچ کر پھاڑ دیا اور دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مل گیا' (اسے دیکھتے ہی عورت) کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے بس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کردیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے۔ (یوسف۔۲۵)

یعنی جب چالاک خاتون نے دروازے پر اپنے شوہر کو دیکھا تو ایک دم ہی پینترا بدل لیا اور معصوم بن کر واویلا مچانے لگی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ صرف مجرم قرار دینے لگی بلکہ ان کے لیے سزا بھی تجویز کردی حالانکہ صورت حال اس کے برعکس تھی مجرم وہ خود تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام بالکل بے قصور و بے گناہ تھے۔

قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِىْ عَنْ نَّفْسِىْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔(حضرت) یوسف (علیہ السلام) نے کہا یہ عورت ہی مجھے پھسلا رہی تھی' اس عورت کو اپنے ہی کنبہ کے ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسفؑ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ (یوسف۔۲۶)

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور اگر اس کا کُرتا پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسفؑ سچوں میں سے ہے۔(یوسف۔۲۷)

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔خاوند نے جو دیکھا کہ یوسف (علیہ السلام) کا کرتا پیٹھ کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو (اس نے) صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم عورتوں کی چال بازی ہے' بے شک تمہاری چال بازی بہت بڑی ہے۔ (یوسف۔۲۸)

يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:یوسفؑ اب اس بات کو آتی جاتی کرو اور (اے عورت) تو اپنے گناہ سے توبہ کر' بے شک تو ہی گناہ گاروں میں سے ہے۔(یوسف۔۲۹)

آیت کریمہ میں عورتوں کے بارے میں جو قول آیا ہے وہ عزیز مصر کا قول ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا قول قطعی نہیں ہے اور نہ ہی تمام عورتوں کے بارے میں کوئی درست بات ہے قرآن نے تو عورتوں کو عزت وتکریم کا مقام عطا فرمایا ہے۔اس سے عزیز مصر کا حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی واضح کرنا ہے۔ بائبل میں اس سارے قصے کو بڑے بھونڈے انداز میں پیش کیا گیا ہے جو اس طرح سے بائبل میں آیا ہے۔

''تب اس عورت نے اس کا پیراہن پکڑ کر کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو۔وہ اپنا پیراہن اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگا اور باہر نکل گیا۔جب اس نے دیکھا کہ وہ اپنا پیراہن اس کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ گیا تو اس نے اپنے گھر کے آدمیوں کو بلا کر ان سے کہا کہ دیکھو وہ ایک عبری کو ہم سے مذاق کرنے کے لیے ہمارے پاس لے آیا ہے۔یہ مجھ سے ہم بستر ہونے کو اندر گھس آیا اور میں بلند آواز میں چلانے لگی۔ جب اس نے دیکھا کہ میں زور زور سے چلا رہی ہوں تو یہ اپنا پیراہن میرے پاس چھوڑ کر بھاگا اور باہر نکل گیا۔اور وہ اس کا پیراہن اس کے آقا کے گھر لوٹنے تک اپنے پاس رکھے رہی......جب اس کے آقا نے اپنی بیوی کی وہ باتیں جو اس نے اس سے کہیں سن لیں کہ تیرے غلام نے مجھ سے ایسا کیا تو اس کا غضب بھڑکا اور یوسفؑ کے آقا نے اس کو قید خانے میں' جہاں بادشاہ کے قیدی بند تھے ڈال دیا۔(بائبل کتاب پیدائش۔آیت ۱۲:۳۹۔۲۰)

یہ تو ہے بائبل کی روایت جبکہ تلمود کا بیان اس سے مختلف ہے۔تلمود میں آیا ہے کہ جب فوطیفاد (حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ آقا جس کی بیوی نے یہ مجرمانہ فعل کیا) نے جب اپنی بیوی سے یہ شکایت سنی تو اس نے یوسفؑ کو خوب پٹوایا' پھر ان کے خلاف عدالت میں استغاثہ دائر کیا اور حکامِ عدالت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قمیص کا جائزہ لے کر فیصلہ کیا کہ قصور عورت کا ہے' کیونکہ قمیص پیچھے سے پھٹا ہے آگے سے نہیں۔اس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ قرآن کی روایت تلمود سے زیادہ

Marfat.com

قرینِ قیاس ہے۔لیکن اس میں یہ بات بھی عجیب ہے کہ اتنا بڑا اور بااثر شخص خود اپنی بیوی پر اپنے غلام کی دست درازی کا معاملہ عدالت میں لے گیا ہوگا۔

دراصل یہ قرآن اور اسرائیلی روایات کے فرق کی ایک چھوٹی اور ادنیٰ مثال ہے۔اس طرح مغربی مشرقین کے اس الزام کی لغویت بھی صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصے بنی اسرائیل سے نقل کر لیے ہیں۔جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے ذریعے اللہ جلال شانہٗ نے ان کی اصلاح فرما کر اصل حقیقی واقعات سے اہل ایمان اور تمام دنیا والوں کو آگاہ فرما دیا ہے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اِنَّا لَنَرٰىهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٣٠

ترجمہ:۔اور شہر کی عورتیں آپس میں چرچا کرنے لگیں کی عزیز کی بیوی اپنے (نوجوان) غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لیے بہلانے پھسلانے میں لگی رہتی ہے۔اس کے دل میں یوسفؑ کی محبت بیٹھ گئی ہے،ہمارے خیال میں تو وہ صریح گمراہی میں ہے۔(یوسف۔۳۰)

عزیز مصر کی بیوی کا یہ واقعہ جنگل کی آگ کی طرح شہر میں پھیل گیا اور مصر کی عورتیں طرح طرح کی باتیں بنانے لگیں''زلیخا نے یہ کیا کیا کہ اپنے ہی غلام پر فریفتہ ہو گئی''

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝٣١

ترجمہ:۔اس نے (عزیز مصر کی بیوی) جب ان کی پُرفریب غیبت کا حال سنا تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لیے ایک مجلس مرتب کی اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور کہا اے یوسفؑ! ان کے سامنے چلے آؤ،ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا (دنگ رہ گئیں) اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور زبان سے (بے ساختہ) نکل گیا کہ حاشاء اللہ! یہ انسان تو ہرگز نہیں،یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے۔(یوسف۔۳۱)

عزیز مصر کی بیوی نے فرشی نشست کا انتظام کیا تھا جس میں تکیے لگے ہوئے تھے۔مصر کے آثارِ قدیمہ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان کی مجلسوں میں تکیوں کا استعمال ہوتا تھا۔بائبل میں اس ضیافت کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن تلمود میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے جو قرآن حکیم کے واقعہ سے بہت مختلف ہے کیونکہ قرآن کے بیان میں جو روح ہے جو زندگی ہے،جو فطرت ہے اور جو اخلاقیات پائی جاتی ہیں ان کا تلمود میں دور دور پتہ نہیں ہے۔

قرآنِ حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے جلوے سے متاثر ہونے والی خواتین کی زبان سے ان کی عظمت وجلال شان کا اعتراف کرایا ہے،دوسرے ان خواتین کی

Marfat.com

بے خودی، وارفتگی کی کیفیت کا اظہار کہ انہوں نے ان چھریوں سے اپنے ہی ہاتھ کاٹ کر خود کو زخمی کر لیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن دیا ہے۔ (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم میں انسان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے "کہ ہم نے انسان کو احسنِ تقویم یعنی بہترین انداز میں پیدا کیا ہے" ان عورتوں نے جب یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے منہ سے بے ساختہ ان کی تعریف میں جو کلمات نکلے وہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جمع فرما دیے ہیں۔ ان خواتین نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتہ اسی لیے قرار دیا کہ عام انسان کے ذہن میں فرشتے اپنی ذات وصفات میں ایسی شکل وصورت رکھتے ہیں جو انسانی شکل سے بالاتر ہے کیونکہ فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔" (سورۃ التین۔۴) ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بشریت کی نفی محض اس لیے کی کہ انہوں نے حسن وجمال کا ایسا انسانی پیکر اس سے پہلے دیکھا ہی نہیں تھا۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝۳۲

ترجمہ:۔ اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا، یہی ہیں جن کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں، میں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن یہ بال بال بچا رہا، اور جو کچھ میں اس سے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا، اور بے شک یہ بہت ہی بے عزت ہوگا۔ (یوسف۔۳۲)

امرائے مصر کی عورتوں کی مدہوشی دیکھ کر عزیز مصر کی بیوی کو حوصلہ ہوا اور اس نے شرم وحیا کے سارے حجاب دور کر کے ان عورتوں کے سامنے ہی اپنے گندے اور برے ارادوں کا اظہار کر دیا۔ اس سے اس دور کے اعلیٰ طبقوں کی اخلاقی پستی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۳

ترجمہ:۔ یوسفؑ نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے، اگر تو نے ان کا فنِ فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا۔ (یوسف۔۳۳)

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا اپنے دل میں کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کی سوچوں تک سے پوری طرح آگاہ رہتا ہے، اسی لیے ان کی دعا سے بھی باخبر تھا، جسے اہل ایمان کی بھلائی وفلاح کے لیے یہاں ارشاد فرما دیا گیا ہے۔ اس لیے بھی کہ دعا تو ایک مومن کے لیے ہتھیار ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سات افراد کو اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اپنے عرش عظیم کا سایہ نصیب فرمائے گا۔

Marfat.com

ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جسے ایک ایسی عورت دعوتِ گناہ دے جو حسن و جمال سے بھی آراستہ ہو اور جاہ و منصب کی بھی حامل ہو لیکن وہ شخص اس کے جواب میں یہ کہہ دے کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔" (صحیح بخاری و مسلم)

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾

ترجمہ:۔اس کے رب نے اس کی دعا قبول کرلی اوران عورتوں کے داؤ پیچ اس سے دفع کر دئیے یقیناً وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(یوسف۔۳۴)

ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٣٥﴾

ترجمہ:۔پھران تمام نشانیوں کو دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لیے قید خانہ میں رکھیں۔(یوسف۔۳۵)

اللہ تعالیٰ نے چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان عورتوں اور خصوصاً عزیز مصر کی بیوی سے بچایا اس لیے عزیز مصر نے یہ سوچ کر کہ انہیں اپنی بیوی سے اسی طرح دور رکھا جاسکتا ہے کہ انہیں قید خانے میں پہنچا دیا جائے تا کہ اس کی بیوی دوبارہ حضرت یوسف کو اپنے دام میں لینے کی کوشش سے باز رہے۔اس طرح حضرت یوسف کا قید میں ڈالا جانا درحقیقت ان کی اخلاقی فتح تھی تو دوسری طرف مصر کے طبقہ امراء و حکام کی اخلاقی شکست کا اعلان بھی تھا۔دوسرا اس سارے معاملے سے حضرت یوسف علیہ السلام کی شہرت اور نیک نامی سارے مصر میں پھیل گئی اور وہ کوئی گمنام شخصیت نہیں رہے اور عام لوگ اس بات سے بھی واقف ہوگئے کہ وہ ایک پاکیزہ اخلاق اور مضبوط بلند کردار کی حامل شخصیت ہیں اور یہ بھی جان گئے ہوں گے انہیں کسی جرم میں جیل میں نہیں ڈالا گیا بلکہ اس لیے جیل بھیجا گیا ہے کہ مصر کے امراء اپنی عورتوں کو قابو میں رکھنے کے لیے ایسا کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ:۔ان کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی قید خانے میں داخل ہوئے ان میں سے (ایک روز) ایک نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتے دیکھا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں ہمیں آپ اس کی تعبیر بتائیے ہمیں تو آپ خوبیوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں۔(یوسف۔۳۶)

بائبل کی روایات کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانے میں داخل ہونے والے دونوں غلاموں میں سے ایک شاہ مصر کا ساقی (شراب پلانے والا) تھا جبکہ دوسرا (شاہی نان بائیوں کا

Marfat.com

افسر تھا) تلمود کے بیان کے مطابق شاہ مصر نے ان دونوں کو اس قصور پر جیل بھیجا تھا کہ ایک دعوت کے موقع پر روٹیوں میں کچھ کرکراہٹ پائی گئی تھی اور شراب کے ایک جام سے مکھی نکل آئی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قید خانے کی زندگی کے بارے میں بائبل کی کتاب پیدائش میں ہے کہ ''قید خانے کے داروغہ نے سب قیدیوں کو یوسفؑ کے ہاتھ میں سونپا اور جو کچھ وہ کرتے اسی کے حکم سے کرتے تھے اور قید خانے کا داروغہ سب کاموں کی طرف جو اس کے ہاتھ میں تھے بے فکر تھا۔ (کتاب پیدائش بائبل۔ ۳۹، ۲۲۔۲۳)

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ یوسفؑ نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا۔ یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے' میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں۔ (یوسف۔ ۳۷)

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ میں اپنے باپ دادا کے دین کا پابند ہوں' یعنی ابراہیمؑ و اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے دین کا' ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک ٹھہرائیں' ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے' لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ (یوسف۔ ۳۸)

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

ترجمہ:۔ اے میرے قید خانے کے ساتھیوں! کیا کئی متفرق پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقت ور؟ (یوسف۔ ۳۹)

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود ہی گھڑ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دلیل کوئی نازل نہیں فرمائی۔ فرماں روائی صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ہے' اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو' یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف۔ ۴۰)

Marfat.com

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّا اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ:۔اے میرے قید خانے کے ساتھیو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا' لیکن دوسرا سولی پر چڑھایا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوچ نوچ کر کھائیں گے' تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے اس کام کا فیصلہ کر دیا گیا ہے۔(یوسف۔۴۱)

ان آیاتِ الٰہی میں جو کچھ ارشاد کیا گیا ہے وہ قرآنِ مجید میں بھی توحید الٰہی کا بہترین انداز و بیان ہے جبکہ تلمود اور بائبل میں کہیں ان کا ذرہ برابر ذکر تو ذکر' اشارتاً بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ وہاں تو ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو محض ایک دانش مند پرہیزگار کے طور پر پیش کیا ہے۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی سیرت کے تمام پہلوؤں کو خوب روشن کر کے پیش کیا ہے اور ان کی دعوت و تبلیغ کا آغاز جو انہوں نے قید کی زندگی میں کیا اس کا پتہ دے رہا ہے۔

قید خانے میں ہی انہوں نے اپنی پیغمبرانہ حیثیت کا اظہار کیا اور توحیدِ الٰہی کا سبق دیا۔ کیونکہ کارِ نبوت انہیں قید کی زندگی میں ہی سونپا گیا تھا۔

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔اور جس کی نسبت یوسف (علیہ السلام) کو یہ گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ رہا ہو جائے گا' اس سے انہوں نے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا' پھر شیطان نے اسے غفلت میں ڈال دیا اور یوسف (علیہ السلام) کئی سال قید خانے میں ہی رہے۔(یوسف۔۴۲)

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ:۔(ایک روز) بادشاہ نے کہا' میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فربہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیاں ہیں ہری بھری اور دوسری سات بالکل خشک۔ اے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو۔(یوسف۔۴۳)

بائبل اور تلمود کے مطابق بادشاہ مصر اپنے ان خوابوں سے نہایت ہی پریشان ہو گیا تھا اور اس نے اعلان کر دیا اور تمام دانش وروں' کاہن' مذہبی پیشوا اور جادوگروں کو جمع کر کے ان کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اور ان سے اس کی تعبیر پوچھی' انہوں نے جو جواب دیا اسے بھی اللہ تعالیٰ نے یہاں ارشاد فرما دیا ہے۔

قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑتے پریشان خواب ہیں' اور ایسے شوریدہ پریشان خوابوں کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔(یوسف۔۴۴)

اللہ تعالیٰ کو حضرت یوسف علیہ السلام کو رہائی دلانا تھی' ان کی آزمائش چونکہ مکمل ہو چکی تھی تو اس خواب کی تعبیر کو ہی ذریعہ بنا دیا اسی خواب کی تعبیر کے ذریعے ان کو رہائی ملی۔ بادشاہ کے درباری کاہن اور مذہبی پیشوا بھی گو کہ خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے لیکن حکم الٰہی کے مطابق انہوں نے خود کو تعبیر بتانے سے عاجز پایا اور لاعلمی کا اظہار کیا۔

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾

ترجمہ:۔ان دو قیدیوں میں سے جو رہا ہوا تھا اسے مدت کے بعد یاد آ گیا اور کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا مجھے (قید خانے) جانے کی اجازت دیجئے۔(یوسف۔۴۵)

یہ وہی شخص تھا جو قید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھا جس سے انہوں نے کہا تھا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا اسے اچانک ہی یاد آ گیا اسی سبب اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو اور قید خانے جانے دو میں تمہیں واپس آ کر اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر کا علم عطا فرمایا تھا وہ قید خانے میں ان کے پاس گیا اور بادشاہ کا خواب بتا کر اس کی تعبیر چاہی۔

یُوْسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ لَّعَلِّیْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔(اس نے جا کر کہا) اے یوسفؑ! اے بہت بڑے سچے یوسف! آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلا دیں کہ سات موٹی تازہ گائیں ہیں جنہیں سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالکل سبز خوشے ہیں اور سات ہی دوسرے بھی بالکل خشک ہیں تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں۔(یوسف۔۴۶)

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ:۔یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ تم سات سال تک پے در پے لگاتار حسب عادت غلہ بویا کرنا' اور فصل کاٹ کر اسے بالیوں سمیت ہی رہنے دینا سوائے اپنے کھانے کی تھوڑی سی مقدار کے۔ (یوسف۔۴۷)

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ:۔اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے' جو تم

Marfat.com

نے ان کے لیے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا' سوائے اس تھوڑے سے کے جو تم نے محفوظ رکھا ہوگا۔ (یوسف۔۴۸)

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿۴۹﴾

ترجمہ:۔اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس (میں شیرۂ انگور بھی) خوب نچوڑیں گے۔ (یوسف۔۴۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم تعبیر سے نوازا تھا اسی باعث وہ اس خواب کی تعبیر تک پہنچ گئے انہوں نے سات موٹی تازہ گائیں سے ایسے سات سال مراد لیے جن میں خوب پیداوار ہوگی اور سات دبلی پتلی گائیں سے اس کے برعکس سات سال خشک سالی کے ہوں گے۔ اسی طرح سات سبز خوشوں سے مراد یہ لی کہ زمین خوب پیداوار دے گی اور سات خشک خوشوں کا مطلب یہ ہے کہ ان سات برسوں میں زمین کی پیداوار نہیں ہوگی پھر اس کے لیے یہ تدبیر بھی بتلائی کہ سات سال تم متواتر کاشت کاری کرو اور جو غلہ پیدا ہو اسے کاٹ کر بالیوں سمیت ہی سنبھال کر رکھو تا کہ ان میں غلہ محفوظ رہے پھر جب سات سال قحط کے آئیں تو یہ غلہ تمہارے کام آئے گا جس کا ذخیرہ تم نے کر رکھا ہوگا اور تھوڑے سے جو روک کر رکھوں گے وہ تمہارے دوبارہ کاشت میں کام آئیں گے اور جب قحط کے سات سال گزر جائیں گے تو پھر خوب بارش ہوگی جس کے نتیجے میں کثرت سے پیداوار ہو جائے گی اور تم پھر انگوروں سے اس کا شیرہ اور زیتون سے تیل اور جانوروں سے دودھ حاصل کرو گے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:۔اور بادشاہ نے کہا یوسفؑ کو میرے پاس لاؤ' جب قاصد یوسفؑ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا' اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے؟ ان کے حیلے کو (صحیح طور پر) جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے۔ (یوسف۔۵۰)

یہ آیت اپنے معنی اور ساخت کے اعتبار سے بڑی اہم آیت سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس کا ذکر نہ تو بائبل میں ہے نہ تلمود میں جبکہ بائبل میں اس طرح دیا گیا ہے' بادشاہ کی طلبی پر حضرت یوسف علیہ السلام فوراً چلنے کے لیے تیار ہو گئے انہوں نے حجامت بنوائی کپڑے بدلے اور دربار میں حاضر ہو گئے جبکہ تلمود نے دوسرا ہی رنگ دیا ہے جو ایک پیغمبر کے لیے قطعی نامناسب ہے تلمود کا بیان ہے کہ ''بادشاہ نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ یوسفؑ کو میرے حضور پیش کرو اور یہ بھی ہدایت دی کہ دیکھو ایسا کوئی کام نہ کرنا کہ لڑکا گھبرا جائے اور صحیح تعبیر نہ دے سکے' چنانچہ شاہی ملازموں نے یوسفؑ کو قید خانے سے نکالا' حجامت بنوائی' کپڑے بدلوائے' اور دربار میں لا کر پیش کر دیا' بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ وہاں زر و جواہر کی چمک دمک اور دربار کی شان دیکھ کر یوسفؑ ہکا بکا رہ گیا اور اس کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ شاہی تخت

Marfat.com

کی سات سیڑھیاں تھیں۔ قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی معزز آدمی بادشاہ سے کچھ عرض کرنا چاہتا تھا تو وہ چھ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جاتا اور بادشاہ سے ہم کلام ہوتا تھا۔ اور جب کوئی ادنیٰ طبقہ کا فرد شاہی گفتگو کے لیے بلایا جاتا تو وہ نیچے کھڑا رہتا اور بادشاہ تیسری سیڑھی تک اتر کر اس سے بات کرتا تھا۔ یوسفؑ اس قاعدے کے مطابق نیچے کھڑا ہوا اور زمین بوس ہو کر اس نے بادشاہ کو سلامی دی اور بادشاہ نے تیسری سیڑھی تک اتر کر اس سے گفتگو کی۔ تلمود کی اس ساری تصویر میں قوم بنی اسرائیل نے اپنے جلیل القدر پیغمبر کو جتنا گرا کر پیش کیا وہ ان کی خصلت کا آئینہ دار ہے۔ جبکہ قرآن کریم میں رب کائنات جو ہر چیز سے ہر طرح سے باخبر رہتا ہے اور جس نے روز اول ہی قرآن کریم کو لوح محفوظ پر تحریر کر دیا تھا اس نے حقیقت قرآن کو اہل ایمان کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل فرما کر پیش کر دیا ہے۔ جس کی شان بان پر ہر مسلمان قربان ہے۔ قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مرتبے اور شان کے مطابق ان کے اعلیٰ ترین کردار کو پیش کیا ہے جو یقیناً پیغمبرانہ شان کا مظہر ہے۔

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۖ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ:۔ بادشاہ نے پوچھا اے عورتو! اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے؟ جب تم داؤ فریب سے یوسفؑ کو اس کی دلی منشا سے بہکانا چاہتی تھیں انہوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے یوسفؑ میں کوئی برائی نہیں پائی' پھر تو عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب تو سچی بات اور حق کھل گیا ہے میں نے ہی اسے ورغلایا تھا' اس کے جی سے اور یقیناً وہ سچوں میں سے ہے۔ (یوسف۔۵۱)

ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:۔ (حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا) یہ اس واسطے کہ (عزیز) جان لے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی' اور یہ بھی کہ اللہ دغابازوں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا۔ (یوسف۔۵۲)

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۚ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾

ترجمہ:۔ میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے' یقیناً میرا پالنے والا بڑا بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے۔ (یوسف۔۵۳)

جب مصر کے بادشاہ (ریان بن ولید) پر حضرت یوسف علیہ السلام کے علم فضل کے ساتھ ساتھ ان کے کردار کی رفعت و پاک دامنی بھی واضح ہو گئی تو اس نے حکم دیا کہ انہیں میرے سامنے پیش کرو' میں

Marfat.com

انہیں اپنے لیے منتخب کرنا یعنی اپنا مصاحب اور مشیر خاص بنانا چاہتا ہوں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿٥٤﴾

ترجمہ:۔ بادشاہ نے کہا' اسے میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے خاص کاموں کے لیے مقرر کر لوں' پھر جب اس سے بات چیت کی تو کہنے لگا کہ آپ ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانت دار ہیں۔ (یوسف۔۵۴)

قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴿٥٥﴾

ترجمہ:۔ (یوسف علیہ السلام) نے کہا' آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔ (یوسف۔۵۵)

جب بادشاہ نے یہ کہا کہ ''آپ ہمارے ہاں آج سے ذی عزت اور امانت دار ہیں'' تو یہ بادشاہ کی طرف سے گویا ایک کھلا اشارہ تھا کہ وہ انہیں کوئی اہم منصب سونپنا چاہتا ہے۔ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی فتح تھی اور یہ کوئی اچانک حادثے کے باعث نہیں ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام آزمائشوں کے ایک طویل سلسلے سے کامیابی سے گزر کر یہاں تک پہنچے تھے۔ مصر کے بادشاہ سے لے کر مصر کا بچہ بچہ بخوبی واقف ہو چکا تھا کہ وہ اپنی آزمائشوں میں کس قدر ثابت قدم رہے تھے۔ ان کی راست بازی' امانت داری' حلم' ضبط نفس' عالی ظرفی' ذہانت' فراست اور معاملہ فہمی میں ان کے اوصاف کھل کر سب کے سامنے آچکے تھے سب ان کے قائل ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے خزانے کی نگہداشت اور اس عہدے کی بات کی تو نہ صرف خود بادشاہ نے بلکہ اس کی کابینہ نے بھی اسے بسر و چشم قبول کیا۔ (تلمود میں آیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو حکومت کے اختیارات سونپنے کا فیصلہ تنہا بادشاہ ہی نے نہیں کیا بلکہ اس کی پوری کونسل نے متفقہ طور پر ان کے حق میں رائے دی تھی۔)

وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾

ترجمہ:۔ اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو ملک کا قبضہ دے دیا کہ وہ جہاں کہیں چاہے رہے سہے' ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیتے ہیں۔ ہم نیکو کاروں کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔ (یوسف۔۵۶)

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾

ترجمہ: یقیناً ایمان داروں اور پرہیزگاروں کا آخروی اجر بہت ہی بہتر ہے۔ (یوسف۔۵۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر اور بادشاہ مصر پر ایسا تصرف عطا فرمایا کہ جو وہ کہتے بادشاہ وہی کرتا' جیسا وہ چاہتے وہی کچھ ہوتا' جہاں چاہتے چلے جاتے جہاں چاہتے وہ رہتے پورا مصر ان

Marfat.com

کے زیر نگین بنادیا تھا۔ چونکہ وہ اپنی ہر آزمائش میں پورے اترے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر واستقامت اور ثابت قدمی جو انہوں نے بدی برائی کے مقابلے میں دکھائی جو اولوالعزمی انہوں نے قید خانے میں دیکھائی اللہ نے اس کا اجر انہیں اس طرح عطا فرمایا کہ جس منصب پر ان کا آقا عزیز مصر فائز تھا جس کی بیوی نے انہیں ورغلانے کی مذموم کوشش کی تھی اسی منصب پر اللہ تعالیٰ نے انہیں فائز فرمادیا تھا۔ پھر جب ان کے دور حکومت میں ہی وہ سات سال جو قحط کے تھے آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ان بھائیوں کو بھی جنہوں نے ان پر ظلم وستم کیا تھا ان کے سامنے ہاتھ پھیلائے لا کھڑا کیا۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُونَ ۝۵۸

ترجمہ:۔ یوسف (علیہ السلام) کے بھائی آئے اور ان کے سامنے حاضر ہوئے تو انہیں پہچان لیا لیکن انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ (یوسف۔۵۸)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں کنوئیں میں گرایا تھا تو وہ اس وقت چھوٹے لڑکے تھے اب وہ نہ صرف بھرپور جوان تھے بلکہ مصر کے حکمران بھی تھے ان کے بھائیوں نے انہیں نہ تو پہچانا اور نہ ہی انہیں یہ امید ہوسکتی تھی کہ جس بھائی کو وہ کنوئیں میں گرارہے ہیں وہ کسی کا غلام تو ہوسکتا تھا مصر کا حکمران نہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا لیکن ان کے ساتھ ان کا ماں جایا بھائی بن یامین نہیں تھا اس لیے انہوں نے حکم الٰہی کے مطابق ایک ترکیب کی جس سے انہیں یقین تھا کہ وہ آئندہ ان کے والدین اور بھائی کو ضرور لائیں گے۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ
اَنِّيٓ اُوفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ۝۵۹

ترجمہ:۔ جب انہیں ان کا اسباب مہیا کردیا تو کہا کہ تم میرے پاس اپنے اس بھائی کو بھی لانا جو تمہارے باپ سے ہے (سوتیلا بھائی) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں پورا ناپ کردیتا ہوں اور میں ہوں بھی بہترین میزبانی کرنے والوں میں۔ (یوسف۔۵۹)

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُونِي بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ۝۶۰

ترجمہ:۔ پس اگر تم اسے لے کر میرے پاس نہ آئے تو میری طرف سے تمہیں کوئی ناپ (غلہ) بھی نہیں ملے گا بلکہ تم میرے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ (یوسف۔۶۰)

کنعان سے غلہ حاصل کرنے ان کے دس بھائی آئے تھے حضرت یوسف علیہ السلام نے انجان بن کر پوچھا تو انہوں نے سب کچھ بتادیا کہ ہم دس بھائی تو اس وقت یہاں موجود ہیں لیکن ہمارے دو علاتی (یعنی دوسری ماں سے) بھائی اور بھی ہیں ان میں سے ایک تو جنگل میں ہلاک ہوگیا اور اس کے دوسرے بھائی کو والد نے اپنی تسلی کے لیے اپنے پاس رکھا ہے اسے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا۔ جس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ آئندہ اسے بھی ساتھ لے کر آنا دیکھتے نہیں کہ

Marfat.com

میں ناپ بھی پورا دیتا ہوں اور مہمان نوازی اور خاطر مدارات بھی خوب کرتا ہوں۔ ترغیب کے ساتھ ساتھ انہیں دھمکی بھی دے دی کہ اگر گیارہویں بھائی کو نہ لائے تو نہ تمہیں غلہ ملے گا نہ میری طرف سے کوئی خاطر مدارت ہوگی۔

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا اچھا ہم اس کے باپ کو اس کی بابت پھسلائیں گے اور پوری کوشش کریں گے۔ (یوسف۔٦١)

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٢﴾

ترجمہ:۔ (یوسفؑ نے) اپنے خدمت گاروں سے کہا کہ ان کی پونجی (جس کے بدلے میں انہیں غلہ دیا گیا تھا) انہی کی بوریوں میں رکھ دو کہ جب لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں جائیں تو اپنا (دیا ہوا) سامان پہچان لیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ پھر لوٹ کر آئیں۔ (یوسف۔٦٢)

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾

ترجمہ:۔ جب یہ لوگ لوٹ کر اپنے والد کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ ہم سے غلہ کا ناپ روک لیا گیا ہے اب آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیجئے کہ ہم پیمانہ بھر کر لائیں ہم اس کی نگہبانی کے ذمہ دار ہیں۔ (یوسف۔٦٣)

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾

ترجمہ:۔ (یعقوب علیہ السلام نے) کہا کہ مجھے تو اس کی بابت تمہارا بس ویسا ہی اعتبار ہے جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تھا بس اللہ بہترین محافظ ہے اور وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ (یوسف۔٦٤)

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾

ترجمہ:۔ پھر جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو اپنا سارا سرمایہ بھی موجود پایا جو انہیں واپس کر دیا گیا تھا۔ کہنے لگے اے ہمارے باپ ہمیں اور کیا چاہیے۔ دیکھئے تو یہ ہمارا سارا سرمایہ بھی ہمیں واپس لوٹا دیا گیا ہے۔ ہم اپنے خاندان کو رسد لا دیں گے اور اپنے بھائی کی نگرانی بھی رکھیں گے اور ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ زیادہ لائیں گے۔ یہ ناپ تو بہت آسان ہے۔ (یوسف۔٦٥)

Marfat.com

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

ترجمہ:۔ یعقوب (علیہ السلام) نے کہا! میں تو اسے ہرگز ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم اللہ کو بیچ میں رکھ کر مجھے قول و قرار نہ دو کہ تم اسے میرے پاس واپس لے آؤ گے' سوائے اس کے تم سب گرفتار کر لیے جاؤ۔ جب انہوں نے پکا قول و قرار دے دیا تو انھوں نے کہا کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے۔ (یوسف۔۶۶)

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ:۔ اور (یعقوب علیہ السلام) نے کہا اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ میں اللہ کی طرف آنے والی کسی چیز کو تم سے ٹال نہیں سکتا۔ حکم صرف اللہ کا ہی چلتا ہے میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (یوسف۔۶۷)

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمہ:۔ اور جب وہ انہی راستوں سے جن کا حکم ان کے والد نے انہیں دیا تھا' (متفرق دروازوں سے داخل ہونے کا) داخل ہوئے تو کچھ نہ تھا کہ اللہ نے جو بات مقرر کر دی ہے وہ اس سے انہیں ذرا بھی بچا لے مگر یعقوب (علیہ السلام) کے دل میں ایک خیال (پیدا ہوا) جسے اس نے پورا کر لیا' بلاشبہ وہ ہمارے سکھائے ہوئے علم کا عالم تھا' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (یوسف۔۶۸)

تدبیر جو ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں بتائی تھی وہ وحی الٰہی کی روشنی میں تھی اور یہ عقیدہ بھی کہ تمام احتیاطی تدابیر بھی تقدیر و قضا کو نہیں بدل سکتیں' اللہ کے سکھائے ہوئے علم کے مطابق تھا جسے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یعنی تاکید بطور ظاہری اسباب واحتیاط اور تدبیر کے لیے جسے اختیار کرنے کا انسانوں کو حکم دیا گیا ہے تاہم اس سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر و قضا میں تبدیلی نہیں آ سکتی' ہوگا وہی جو اس کی قضا کے مطابق اس کا حکم ہوگا۔ یعنی تدبیر سے اللہ کی تقدیر کو ٹالا نہیں جا سکتا۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ:۔ یہ سب جب یوسفؑ کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بٹھالیا اور کہا

Marfat.com

میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں، پس یہ جو کچھ کرتے رہے اس کا رنج مت کرنا۔ (یوسف۔۶۹)

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ:۔ پھر جب انہیں ان کا سامان اسباب ٹھیک ٹھاک کر کے دیا (لدوانے لگے) تو اپنے بھائی کے سامان میں پانی پینے کا پیالہ بھی رکھ دیا۔ پھر ایک آواز دینے والے نے پکار کر کہا' اے قافلے والو! تم لوگ تو چور ہو۔ (یوسف۔۷۰)

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ تمہاری کیا چیز کھوگئی ہے؟ (یوسف۔۷۱)

قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾

ترجمہ:۔ جواب دیا کہ شاہی پیمانہ گم ہے جو اسے لے آئے اسے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ ملے گا اس وعدے کا میں ضامن ہوں۔ (یوسف۔۷۲)

قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! تم کو خوب علم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے کے لیے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ (یوسف۔۷۳)

قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا! اچھا چور کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ہو؟ (یوسف۔۷۴)

قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٧٥﴾

ترجمہ:۔ جواب دیا کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے اسباب میں سے پایا جائے وہی اس کا بدلہ ہے۔ ہم تو ایسے ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں۔ (یوسف۔۷۵)

فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾

ترجمہ:۔ پس یوسفؑ نے ان کے سامان کی تلاشی کرانا شروع کی۔ اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی سے پہلے پھر اس پیمانے کو اپنے بھائی کے سامان (زنبیل) سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف کے لیے اسی طرح یہ تدبیر کی۔ اس بادشاہ کے قانون کی رو سے یہ اپنے بھائی کو نہیں لے سکتا تھا مگر یہ کہ اللہ کو منظور ہو۔ ہم جس کو چاہیں درجے بلند کر دیں' ہر ذی علم پر فوقیت رکھنے والا دوسرا ذی علم موجود ہے۔

Marfat.com

(یوسف۔۷۶)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ الٰہی ہو رہا ہے "ہم نے یوسف کے لیے اسی طرح تدبیر کی" یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو تدبیر سجھائی انہوں نے اس کے مطابق ہی عمل فرمایا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی اور آخر میں بن یامین کا سامان دیکھا تا کہ انہیں شائبہ نہ ہو کہ یہ کوئی سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ صحیح غرض کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرنا جس کی ظاہری صورت حیلہ اور کید (مکر) کی ہو جائز ہے بشرطیکہ وہ طریقہ کسی نصِ شرعی کے خلاف نہ ہو۔ (فتح القدیر)

بادشاہِ وقت کا مصر میں جو قانون اور دستور رائج تھا اس کی رو سے بن یامین کو اس طرح روکنا ممکن نہیں تھا لیکن کنعان جہاں ان کے والد اور بھائی رہتے تھے وہاں دوسرا قانون تھا اسی لیے انہوں نے اہلِ قافلہ سے ہی پوچھا کہ تم بتاؤ کہ اس جرم کی کیا سزا ہے؟ یہ واقعہ بائبل کی کتاب پیدائش میں باب ۴۴ میں آیا ہے جو اس سے قطعی مختلف ہے مگر گم شدہ پیالے کا ذکر ضرور ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی (تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے) اس کا بھائی (یوسفؑ) بھی پہلے چوری کر چکا ہے۔ یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ لیا اور ان کے سامنے بالکل ظاہر نہیں کیا۔ کہا تم بدتر جگہ میں ہو اور جو تم بیان کرتے ہو اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ (یوسف۔۷۷)

چونکہ وہ لوگ پہلے کہہ چکے تھے کہ ہم چور نہیں ہیں، لیکن جب ان کے ایک ساتھی بھائی کے سامان سے چوری شدہ مال برآمد ہو گیا تو فوراً ہی جھوٹی بات بنا کر اپنے آپ کو اس بھائی سے الگ کر لیا اور ساتھ ہی اس کے پہلے بھائی (خود حضرت یوسف علیہ السلام) کو بھی لپیٹ دیا۔ انہوں نے خود کو تو بڑا با اخلاق با کردار ظاہر کیا اور اپنے سوتیلے چھوٹے بھائی بن یامین اور یوسف کو کمزور کردار کا چور اور بے ایمان ثابت کرنے کی کوشش کی اس طرح جھوٹ بول کر انہوں نے اپنی صفائی پیش کی۔

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا اے عزیزِ مصر! اس کے والد بہت بڑی عمر کے بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ آپ اس کے بدلے ہم میں سے کسی کو لے لیجیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بڑے نیک نفس ہیں۔ (یوسف۔۷۸)

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔ یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ ہم نے جس کے پاس سے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا

Marfat.com

دوسرے کی گرفتاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے تو ہم یقیناً ناانصافی کرنے والے ہو جائیں گے۔ (یوسف۔۷۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے اللہ کے نام پر قول و قرار کیا تھا کہ وہ اپنے سوتیلے بھائی بن یامین کی حفاظت کریں گے اور ان تک واپس لے کر آئیں گے اسی سبب انہوں نے کسی دوسرے بھائی کو گرفتار کر لینے کی پیش کش کی تھی جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام تو حکم الٰہی کے مطابق ہی اپنے سگے چھوٹے بھائی بن یامین کو روک رہے تھے جس کا انہوں نے وحی الٰہی کے مطابق بندوبست و اہتمام بھی کیا تھا۔ اسی لیے انہوں نے اپنے بھائیوں کی تجویز ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ ۖ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۖ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٠﴾

ترجمہ:۔ جب (یوسف علیہ السلام کے تمام بھائی) ان سے مایوس ہو گئے تو تنہائی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے۔ ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا، تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کی قسم لے کر پختہ قول و قرار لیا ہے اور اس سے پہلے یوسفؑ کے بارے میں تم کوتاہی کر چکے ہو۔ پس میں تو اس سرزمین سے نہیں جاؤں گا جب تک والد صاحب مجھے اجازت نہ دیں، یا اللہ ہی میرے معاملے کا فیصلہ کر دے، وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (یوسف۔۸۰)

ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَافِظِينَ ﴿٨١﴾

ترجمہ:۔ (اس نے کہا) تم سب والد صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ اور کہو کہ ابا جان! آپ کے بیٹے نے چوری کی اور ہم نے وہی گواہی دی تھی جو ہم جانتے تھے، ہم کچھ غیب کی حفاظت کرنے والے نہیں تھے۔ (یوسف۔۸۱)

وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ:۔ آپ اس شہر کے لوگوں سے پوچھ لیں جہاں ہم تھے، اور اس قافلے سے پوچھ لیں جس کے ساتھ ہم آئے ہیں، اور یقیناً ہم بالکل سچے ہیں۔ (یوسف۔۸۲)

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾

ترجمہ:۔ (حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا یہ تو نہیں بلکہ تم نے اپنی طرف سے بات بنالی ہے،

Marfat.com

پس اب صبر ہی بہتر ہے۔قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس ہی پہنچادے وہ ہی علم وحکمت والا ہے۔(یوسف۔۸۳)

چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام حقیقت حال سے بے خبر تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی وحی کے ذریعے انہیں حقیقت سے آگاہ نہیں فرمایا تھا۔اسی لیے وہ یہی سمجھے کہ میرے ان بیٹوں نے جس طرح اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا اور اپنی طرف سے بات بنا کر بیان کردی تھی اب بھی وہ ایسا ہی کر رہے ہیں۔اسی لیے ان کے دل میں شکوک وشبہات آئے تھے اور ان سے ناراضگی کا اظہار کیا پھر ان کے پاس صبر کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔تاہم انہوں نے صبر کا دامن بھی نہیں چھوڑا۔ ان کے تین بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام پھر بن یامین اور وہ بڑا بیٹا جو اپنے قول وقرار کے باعث مارے شرم کے وہیں مصر میں رک گیا تھا کہ والد صاحب مجھے اسی طرح آنے کی اجازت دیں گے تو پھر ہی گھر واپس جاؤں گا یا پھر کسی طریقے سے بنیامین کو ساتھ لے کر جاؤں گا۔

وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ﴿۸۴﴾

ترجمہ:۔پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے یوسف! ان کی آنکھیں بوجہ رنج وغم کے سفید ہوچکی تھیں، اور وہ غم کو دبائے ہوئے تھے۔(یوسف۔۸۴)

یہ اللہ کی بڑی حکمت ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کی آزمائش بھی خاص طریقوں سے فرماتا ہے تمام انبیاء علیہ السلام حالانکہ اللہ تعالیٰ کے منتخب اور نمائندہ بندے ہی ہوتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے ان منتخب بندوں کی آزمائش بھی بڑی سخت لیتا ہے۔حضرت یعقوب علیہ السلام خود اللہ کے منتخب بندے اور پیغمبر تھے ان کی آزمائش بھی انتہائی درجے کی کی گئی، مارے غم ورنج کے ان کی آنکھوں کی سیاہی سفیدی سے بدل گئی تھی۔جبکہ عام انسانوں کی آزمائش بھی عام طریقہ پر ہی ہوتی ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ﴿۸۵﴾

ترجمہ:۔بیٹوں نے کہا واللہ! آپ تو ہمیشہ یوسفؑ کو ہی یاد کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ آپ اس کے غم میں گھل جائیں یا ختم ہی ہوجائیں۔(یوسف۔۸۵)

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴿۸۶﴾

ترجمہ:۔انہوں نے (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے کہا کہ میں تو اپنی پریشانیوں اور رنج کی فریاد اللہ ہی سے کر رہا ہوں، مجھے اللہ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے۔ (یوسف۔۸۶)

حضرت یعقوب علیہ السلام کے تمام بیٹے پہلے ہی سے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرتے تھے اب ان کے ذکر سے ان بھائیوں کی آتش حسد پھر بھڑک اٹھی اور اپنے باپ سے کہا کہ آپ اسی غم

Marfat.com

میں ختم ہو جائیں گے لیکن حضرت یعقوب کو حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ خواب یاد تھا جس کی بابت انہیں یقین تھا کہ اس کی تعبیر ضرور کبھی نہ کبھی سامنے آئے گی اور وہ یہ تمام بھائی یوسف علیہ السلام کے سامنے سر جھکا دیں گے ان کو یہ یقین تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ان سے ان کی ملاقات ضرور ہوگی۔ اسی یقین کے تحت انہوں نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا۔

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ وَ لَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ:۔ میرے پیارے بچو! تم جاؤ اور یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کو پوری طرح تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو یقیناً پروردگار کی رحمت سے ناامید وہی ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔ (یوسف۔۸۷)

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمہ:۔ پھر جب یہ لوگ یوسف (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہم کو اور ہمارے خاندان کو دکھ پہنچا ہے۔ ہم حقیر پونجی لائے ہیں پس آپ ہمیں پورے غلہ کا ناپ دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو بدلہ دیتا ہے۔ (یوسف۔۸۸)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سب ہی بھائی کنعان سے تیسری مرتبہ مصر اپنے والد کے حکم کے مطابق آئے تو ان کے پاس وہ مال واسباب مطلوبہ غلے کی قیمت ادا کرنے کے لیے نہیں تھا جو اس کے لیے ادا کرنا تھی۔ اسی سبب انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس وہ رقم تو نہیں ہے لیکن آپ ہمیں ہماری حقیر قیمت قبول کر کے ہم پر احسان وخیرات کرتے ہوئے پوری مقدار غلے کے دے دیں کچھ مفسرین کرام نے اس سے اپنے بھائی بن یامین کی رہائی و آزادی معنی لیے ہیں۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ:۔ یوسفؑ نے کہا جانتے بھی ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ اپنی نادانی کی حالت میں کیا کیا؟ (یوسف۔۸۹)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے ان کے بھائیوں نے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے صدقہ خیرات یا بھائی کی رہائی کی درخواست کی ساتھ ہی اپنے بوڑھے والد کی ضعیفی اور صدمے کا ذکر کیا تو والد کا ذکر سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا اور ان کی آنکھیں نمناک ہو گئیں اور انہوں نے جذبات میں آ کر اپنے بھائیوں پر انکشاف حال کر دیا۔ بھائیوں کے ظلم وستم اور زیادتیوں کے ذکر کے ساتھ ہی اپنے اخلاقِ کریمانہ کا بھی اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تم نے یہ سب کچھ ایسی حالت میں کیا جب تم جاہل اور نادان تھے۔

Marfat.com

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَھٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ
اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۹۰

ترجمہ:۔انہوں نے کہا کیا واقعی کیا تو ہی یوسفؑ ہے؟(انہوں نے) جواب دیا کہ ہاں میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔اللہ نے ہم پر فضل وکرم کیا۔حقیقت یہ ہے کہ جو بھی پرہیز گاری اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں کرتا۔(یوسف۔۹۰)

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـــِٕيْنَ ۝۹۱

ترجمہ:۔انہوں نے کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تجھے ہم پر برتری دی ہے اور یہ بھی بالکل سچ ہے کہ ہم ہی خطاکار تھے۔(یوسف۔۹۱)

ان آیات کا مضمون بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۴۵ میں آیت نمبر ۱ تا ۷ میں دیا گیا ہے جو خاصہ مختلف ہے لیکن اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ بائبل کے اس حصے میں قرآن کا تحریف شدہ حصہ پایا جاتا ہے۔

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۹۲

ترجمہ:۔(یوسف علیہ السلام نے) جواب دیا آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔اللہ تمہیں معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔(یوسف۔۹۲)

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹۳

ترجمہ:۔میرا یہ کرتا تم لے جاؤ اور اسے میرے والد کے منہ پر ڈال دو کہ وہ دیکھنے لگیں گے اور آجائیں گے تم اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔(یوسف۔۹۳)

آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قلبی کیفیت کا نہ صرف اظہار فرمایا ہے بلکہ ان کے پیغمبرانہ معجزے کا بھی ذکر فرمایا ہے جبکہ بائبل کی کتاب پیدائش کے باب ۴۵ میں آیت نمبر ۹ تا ۲۵ میں پوری داستان بیان کردی ہے جو قرآن سے ذرا بھی مطابقت نہیں رکھتی۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنی آسمانی کتب میں کیا کچھ تحریف وتبدیل کردیا ہے۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝۹۴

ترجمہ:۔(جیسے ہی) جب یہ قافلہ (حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے) روانہ ہوا تو (کنعان میں) ان کے والد نے کہا کہ مجھے تو یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے اگر تم مجھے سٹھیایا ہوا نہ سمجھو۔(یوسف ۹۴)

جب قافلہ مصر سے کنعان کے لیے نکلا تو ادھر کنعان میں حکم الٰہی سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعجاز کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آنے لگی۔یہ گویا اس بات کا اعلان بھی تھا کہ اللہ کے پیغمبر کو بھی جب بھی اللہ تعالیٰ نہ چاہے کوئی اطلاع کوئی خوشبو نہیں پہنچ سکتی وہ

Marfat.com

بھی بے خبر ہی رہتے ہیں۔ چاہے بیٹا قریب کے کنوئیں میں ہی کیوں نہ ہو اور جب اللہ نے اطلاع دینی چاہی تو مصر کے دور دراز علاقے سے بیٹے کی خوشبو پہنچا دی جاتی ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾

ترجمہ:۔وہ (گھر کے افراد) کہنے لگے واللہ آپ تو اپنے اُسی پرانے خبط میں مبتلا ہیں۔ (یوسف۔۹۵)

فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمہ:۔ جب خوش خبری لانے والے نے پہنچ کر ان کے منہ پر وہ کرتا ڈالا تو وہ اسی وقت پھر سے بینا ہو گئے‘ کہا! کیا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (یوسف۔۹۶)

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ:۔انہوں نے کہا ابا جان! آپ ہمارے لیے گناہوں کی بخشش طلب کیجیے بے شک ہم قصور وار ہیں۔ (یوسف۔۹۷)

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾

ترجمہ:۔کہا اچھا میں جلد ہی تمہارے لیے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا‘ وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔ (یوسف۔۹۸)

بائبل میں ان آیات کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی تلمود میں ذکر ہے بلکہ بائبل میں یوں آیا ہے
”جب بیٹوں نے آ کر خبر دی کہ یوسف اب تک جیتا ہے اور وہی سارے ملک مصر کا حاکم ہے تو یعقوب کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے ان کا یقین نہ کیا اور جب ان کے باپ یعقوب نے وہ گاڑیاں دیکھیں جو یوسف نے ان کو لانے کے لیے بھیجی تھیں تب اس کی جان میں جان آئی۔ (پیدائش۔۴۵۔۲۶ تا ۲۷)

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿

جب سارا گھرانہ یوسفؑ کے پاس پہنچ گیا تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن وامان کے ساتھ مصر میں آؤ۔ (یوسف۔۹۹)

وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ٘ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور اپنے تخت پر اپنے ماں باپ کو اونچا بٹھایا اور سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے تب (یوسف نے) کہا اباجان! یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے' میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا' اس نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا جب کہ مجھے جیل خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحرا سے لے آیا' اس اختلاف کے بعد جو شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ڈال دیا تھا' میرا رب جو چاہے اس کے لیے بہترین تدبیر کرنے والا ہے' اور وہ بہت علم و حکمت والا ہے۔(یوسف۔۱۰۰)

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِىْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِىْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِىْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِىْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠١﴾

ترجمہ:۔اے میرے پروردگار! تو نے مجھے ملک عطا فرمایا اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر سکھائی' اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے' تو ہی دنیا و آخرت میں میرا ولی (دوست) اور کارساز ہے' تو میرا اسلام کی حالت میں خاتمہ کر اور صالحین میں ملا دے۔(یوسف۔۱۰۱)

یہ دعا جو اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے ادا کرائی گئی ہے' یہ ایک سچے مومن کی سیرت کا دلکش نقشہ پیش کرتی ہے۔صحرائی گلہ بانوں کے خاندان کا ایک فرد جس کو خود اس کے بھائیوں نے حسد کے مارے ہلاک کر دینا چاہا تھا' وہ اللہ کی مہربانی اور فضل سے زندگی کے تمام نشیب وفراز اور آزمائشوں سے گزرتا ہوا بالآخر دنیوی عروج کے انتہائی بلند مقام تک پہنچ جاتا ہے۔اس کا قحط زدہ خاندان اس کا دست نگر ہو کر اس کے سامنے دست سوال دراز کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔جو کل اسے مار ڈالنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہی اس کے سامنے سرنگوں لا کھڑا کیا۔یہ موقع دیکھا جائے تو عام دستور کے مطابق فخر جتانے طعن وملامت کرنے کا تھا مگر ایک سچا اللہ کا بندہ ہونے کے ناتے اپنے عروج پر فخر وناز کرنے کے بجائے اپنے رب کے شکر واحسان کا اعتراف کرتا ہے تمام خاندان والوں کے ظلم وستم پر ملامت کرنے کے بجائے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا کہ اللہ نے ایک طویل جدائی کے بعد اس کے خاندان اور ماں باپ کو اس سے ملا دیا۔بھائیوں کے مظالم کے خلاف شکایت کا ایک لفظ ادا نہیں کرتا۔حتیٰ کہ یہ تک نہیں کہا کہ انہوں نے میرے ساتھ برائی کی تھی۔بلکہ ان کی بھی صفائی خود ہی یہ کہہ کر پیش کر دی کہ ان کے اور میرے درمیان شیطان نے برائی ڈال دی تھی اور یہ کہ بھائیوں سے شیطان نے جو کچھ کرایا اس میں حکمت الٰہی اور میرے لیے خیر تھی۔چند الفاظ میں سب کچھ ادا کرنے کے بعد بے اختیار اپنے رب کے حضور جھک جاتا ہے۔اور آخر میں اللہ سے دعا مانگی کہ میں دنیا کی زندگی میں تیری بندگی وغلامی میں ثابت قدم رہا اور جب دنیا سے رخصت ہوں تو مجھے نیک وصالحین بندوں کے ساتھ ملا دیا جائے۔

صحیفہ یوسف علیہ السلام یہاں مکمل ہوتا ہے اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ تلمود اور بائبل میں اصل آیات وروایات کو کس قدر تبدیل کر دیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیات وروایات بائبل اور تلمود سے مختلف ہیں بعض چیزیں قرآن کریم ان سے زائد بیان کر رہا ہے اور بعض ان سے کم اور بعض میں ان کی تردید کر رہا ہے۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ان پر کوئی نیا صحیفہ نازل نہیں ہوا انہوں نے صحیفہ ابراہیم کو ہی اپنی تبلیغ و واعظ کا ذریعہ بنایا تھا۔یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔

ان کا نسب نامہ یوں ہے۔ایوب بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام انہیں شام اور دمشق کے علاقوں کے لیے مبعوث کیا گیا تھا۔ان کے والد عیص بن اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے جڑواں بھائی تھے بائبل کے مطابق وہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے چند لمحے پہلے پیدا ہوئے تھے۔بائبل میں انہیں عیسو کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور کتاب پیدائش میں کافی تفصیل سے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔عیسو یا عیص، روم و یونان کا بادشاہ تھا۔حضرت ایوب علیہ السلام جوان کے بیٹے تھے انہیں باپ کی وراثت میں بڑی دولت اور غلام میسر آئے تھے۔مال و دولت کے انبار کے مالک تھے۔حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں بائبل میں ایک پوری کتاب ان کے نام سے موسوم کی گئی ہے جبکہ قرآن کریم میں صرف چار جگہ دیگر انبیاء علیہ السلام کے ساتھ ان کا ذکر آیا ہے یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ان کی نبوت کا علاقہ دمشق اور اس کے گردونواح تھے حضرت یوسف اس وقت مصر میں تصرح رکھتے تھے۔دونوں ہی ایک دوسرے کے نہ صرف چچازاد بھائی تھے بلکہ صاحب اقتدار وحکومت بھی تھے۔قرآن اور تاریخ اسلام ان کے بارے میں تقریباً خاموش ہی ہے کیونکہ کوئی تفصیلی تذکرہ نہیں کیا گیا جبکہ بائبل میں نہ صرف ان کے والد عیسو کا تفصیل سے ذکر آیا ہے بلکہ خود ان کے نام سے کتاب ایوب بھی موجود ہے جس کے بارے میں محققین کا گمان ہے کہ وہ صرف ان سے منسوب کی گئی ہے جبکہ اسے لکھنے والا کوئی اور ہی ہے۔ایسے ہی ان کے بارے میں جو تفصیلاً تاریخ کی کتب میں اگر کچھ ملتی ہے تو وہ بھی بائبل سے ہی ماخوذ ہے۔

ایوب علیہ السلام اللہ کے نہایت ہی نیک بندے اور پیغمبر تھے ان کا صبر ہمیشہ کے لیے تاریخ میں ضرب المثل بن گیا ہے۔قرآن مجید اور تورات میں ان کا ذکر ہے قرآن مجید میں سورۃ النساء ۱۶۳، سورۃ انعام ۸۵، سورۃ الانبیاء ۸۳، ۸۴، سورۃ ص ۴۱ تا ۴۴۔جبکہ تورات میں ایک پورا صحیفہ ان کے نام سے موجود ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے وطن، اور زمانے اور قوم کے باب میں بائبل میں آیا ہے کہ وہ عرب تھے وہ عوض میں رہتے تھے جس کا درست تعین کرنا مشکل ہے۔یا تو وہ جنوبی شام کے شہر بصریٰ یا اس کے آس پاس کے کسی علاقے میں رہتے تھے، عبرانی میں انہیں 'اوب' کہا گیا ہے، اور تورات میں ''یوباب'' جبکہ قرآن مجید میں انہیں ''ایوب'' کہا گیا ہے۔

بائبل کے سفر ایوب کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔حضرت ایوب بڑے دولت مند، اور کثیر الاولاد تھے۔معزز اور تندرست تھے۔ہمیشہ خدا کی رضا کے طالب رہے اور مسکینوں، فقیروں، یتیموں، بیواؤں اور

Marfat.com

مظلوموں کی دستگری کیا کرتے تھے۔ پھر شیطان نے خداوند سے اجازت لے کر ان کو آزمانے کی ٹھانی اور یہ آزمائش اس نے تین مرحلوں میں کی پہلے مرحلے میں انہیں تمام دولت سے محروم کر دیا گیا' دوسرے مرحلے میں ان کی تمام اولادیں ماردی گئیں اور تیسرے مرحلے میں ان کی تندرستی ختم کر کے انہیں شدید بلکہ بدترین بیماری میں مبتلا کر دیا گیا۔ بیماری سے ان کا بدن گلنے لگا اور اس میں کیڑے پڑ گئے وہ تقریباً اٹھارہ برس تک اس تکلیف میں مبتلا رہے لوگوں نے انہیں شہر سے نکال دیا' تمام عزیز و اقارب ان سے دور ہو گئے صرف ان کی بیوی ان کے ساتھ رہیں جو ان کی دیکھ بھال کرتیں تھیں تاریخ کی کئی غیر مستند کتب میں یہی لکھا گیا ہے جبکہ قرآن میں آیا ہے کہ حضرت ایوب نے اپنے رب سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھے دکھ پہنچایا ہے اور رنج دیا ہے" (سورہ ص کی آیت ۴۱) اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کے لیے ان کی دولت' عزت' اولاد لونڈی' غلام اور جو بہت کچھ عطا کیا تھا سب کچھ چھین لیا اور بیماری نے آلیا اور بیماری بھی ایسی شدید کہ سارا جسم زخموں سے چور چور ہو گیا۔ اور ان میں کیڑے پڑ گئے۔ اس تمام کیفیات و حالات کے باوجود وہ صابر و قانع رہے اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے کسی زخم سے کوئی کیڑا نکل کر زمین پر گر گیا تو اسے بھی انہوں نے اٹھا کر اپنے زخم پر رکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا رزق ان کے اس زخم میں رکھا ہے۔ اس حالت میں صرف ان کی اہلیہ ہی تھیں جو نیک شعار برابر ان کی خدمت میں لگی رہیں۔ جب ان میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی اور نماز پڑھنے کی ہمت بھی نہیں رہی تو انہوں نے اپنے رب سے التجا کی جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کے دوران کسی وقت اپنی بیوی سے ناراض ہو کر انہیں مارنے کی قسم کھائی اور اس قسم میں انہوں نے کہا تھا کہ میں تجھے اتنے کوڑے ماروں گا' کیونکہ کسی نے لکھا ہے (کوئی مستند حوالہ نہیں ہے) کہ شیطان نے ان کی بیوی کو بہکایا کہ تو مجھے سجدہ کر لے تو تیرا خاوند اچھا ہو جائے گا۔ حضرت ایوب علیہ السلام جو اللہ کے پیغمبر تھے وہ ڈرتے تھے کہ عورت کمزور اور ناقص العقل ہوتی ہے کہیں میری محبت میں آکر اور میری تکالیف دیکھ کر کہیں شیطان کے فریب میں نہ آجائے تب آپ نے اپنے پروردگار سے التجا کی' جس کا ذکر آگے آئے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت و تندرست عطا فرمادی تو انہوں نے اپنی قسم پوری کرنے کا ارادہ کیا مگر چوں کہ ان کی بیماری کی حالت میں بیوی نے ان کی بہت ہی خدمت کی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کی سزا میں نرمی فرمادی اور حکم ہوا کہ ایک ایسی جھاڑو لو جس میں اتنے ہی تنکے ہوں جتنے کوڑے مارنے کی قسم تم نے کھائی تھی اس جھاڑو سے بس ایک ضرب لگا دو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی اور تمہاری بیوی کو تکلیف بھی نہیں ہوگی۔

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ:۔ ایوب (علیہ السلام) کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری

Marfat.com

لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (الانبیاء ۸۳)

قرآن مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کو صابر کہا گیا ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں سخت آزمائشوں میں ڈالا گیا' جس میں انہوں نے صبر و شکر کا دامن نہیں چھوڑا۔ یہ آزمائش اور تکلیفیں کیا تھیں' اس کی کوئی مستند تفصیل نہیں ملتی' تاہم قرآن کریم کے اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مال و دولت دنیا اور اولاد وغیرہ سے نوازا تھا بطور آزمائش اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ سب نعمتیں چھین لیں' حتیٰ کہ جسمانی صحت سے بھی محروم ہو گئے پھر تقریباً اٹھارہ سال کی آزمائشوں کے بعد جب انہوں نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی' جس کا ذکر آیتِ کریمہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور صحت و تندرستی کے ساتھ سب مال و دولت مال مویشی اور اولاد سب پہلے سے کہیں زیادہ بلکہ دگنا عطا فرما دیا (اس کی تفصیل کسی قدر صحیح ابن حبان کی ایک روایت سے ملتی ہے) انہوں نے ہر حال' ہر مصیبت اور دکھ بیماری کا سامنا بڑے صبر و استقلال سے کیا کبھی کوئی شکوہ یا شکایت تک نہیں کی نہ کوئی عرض مدعا کیا نہ ہی کوئی مطالبہ کیا' ان کی اس دعا میں بھی ایک صبر و شکر اور وقار اور خودداری نظر آتی ہے۔ ان کی دعا کی قبولیت کو بھی قرآن کریم یوں پیش کر رہا ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿٨٤﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے اس کی دعا قبول کی اور جو دکھ اسے تھا اسے دور کر دیا اس کو اس کے اہل و عیال ہی عطا نہیں فرمائے بلکہ ان کے ساتھ اتنے ہی اپنی خاص مہربانی سے (اپنی رحمت کے طور پر عطا کیے) تاکہ سچے بندوں کے لیے نصیحت کا سبب ہو۔ (الانبیاء ۸۴)

قرآن کریم میں ربِ کائنات نے بڑی شان سے حضرت ایوب کے صبر کی تصویر کشی کی ہے اور آخر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہو رہا ہے "ان کی زندگی عبادت گزاروں کے لیے ایک نمونہ ہے" جبکہ بائبل کے سفر ایوب میں تو ایک ایسے شخص کی تصویر نظر آتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے خلاف مجسم شکوہ شکایت' اور اپنی مصیبت پر ہمہ تن فریاد بنا نظر آتا ہے' بار بار اسکی زبان سے یہ فقرہ ادا ہوتا رہتا ہے "نابود ہو وہ دن جس میں میں پیدا ہوا" میں رحم میں ہی کیوں نہ مر گیا۔ میں نے پیٹ سے نکلتے ہی کیوں نہ جان دے دی' اور پھر وہ بار بار اللہ کے خلاف شکایتیں کرتا ہے کہ "قادر مطلق کے تیر میرے اندر لگے ہوئے ہیں' میری روح انہی کا زہر پی رہی ہے' خدا کی ڈراونی باتیں میرے خلاف صف باندھے ہوئے ہیں" اے بنی آدم کے ناظر اگر میں نے گناہ کیا ہے تو تیرا کیا بگاڑتا ہوں؟ تو نے کیوں مجھے اپنا نشانہ بنا لیا ہے۔ یہاں تک کہ میں اپنے آپ پر بوجھ ہوں؟ تو میرا گناہ کیوں معاف نہیں کرتا' اور میری بدحالی کیوں دور نہیں کرتا؟" میں خدا سے کہوں گا کہ مجھے ملزم نہ ٹھہرا' مجھے بتا کہ تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے؟ کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ اندھیر کرے اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیز کو حقیر جانے' اور شریروں کی شرارت کو روشن کرے؟" اس کے تین دوست آ کر اسے تسلی دیتے ہیں (کتاب ایوب: باب ۳: آیت ۱ تا ۱۱ یہ تمام ہی باب کا خلاصہ

Marfat.com

ہے)اور اس کو صبر اور تسلیم ورضا کی تلقین کرتے ہیں' مگر وہ نہیں مانتا۔ وہ ان کی تلقین کے جواب میں پے درپے خدا پر الزام رکھے چلا جاتا ہے اور ان کے سمجھانے کے باوجود اصرار کرتا ہے کہ اس فعل میں کوئی حکمت و مصلحت نہیں ہے' صرف ایک ظلم ہے جو مجھ جیسے متقی عبادت گزار آدمی پر کیا جا رہا ہے۔ وہ خدا کے اس انتقام پر سخت اعتراضات کرتا ہے کہ ایک طرف بدکار نوازے جاتے ہیں اور دوسری طرف نیکوکار ستائے جاتے ہیں۔ وہ ایک ایک کر کے اپنی نیکیاں گناتا ہے اور پھر وہ تکلیفیں بیان کرتا ہے جو ان کے بدلے میں خدا نے اس پر ڈالیں' اور پھر کہتا ہے کہ خدا کے پاس اگر کوئی جواب ہے تو مجھے بتائے یہ سلوک میرے ساتھ کس قصور کی پاداش میں کیا گیا ہے۔ اس کی یہ زبان درازی اپنے خالق کے مقابلے میں اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ آخر کار اس کے دوست اس کی باتوں کا جواب دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ چپ ہوتے ہیں تو ایک چوتھا آدمی جوان کی باتیں خاموشی سے سن رہا تھا بیچ میں دخل دیتا ہے اور ایوب کو بے تحاشا اس بات پر ڈانٹتا ہے کہ ''اس نے خدا کو نہیں بلکہ اپنے آپ کو راست ٹھہرایا ہے'' ابھی اس کی تقریر ختم نہیں ہوتی کہ اللہ میاں خود بول پڑتے ہیں اور پھر ان کے اور ایوب کے درمیان خوب دو بدو بحث ہوتی ہے۔ اس ساری داستان کو پڑھتے ہوئے کسی جگہ بھی یہ محسوس نہیں ہوتا کہ صبر مجسم کا حال اور کلام پڑھ رہے ہیں جس کی تصویر عبادت گزاروں کے لیے سبق بنا کر قرآن نے پیش کی ہے۔

بائبل کی کتاب سفر ایوب کا ابتدائی حصہ کچھ کہہ رہا ہے تو درمیان کا حصہ کچھ اور کہہ رہا ہے۔ جبکہ آخر میں نتیجہ کچھ اور ہی نکل رہا ہے۔ کتاب کے تینوں حصوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ ابتدائی حصہ کہتا ہے کہ ایوب ایک نہایت راست باز' خدا ترس اور نیک شخص تھا اور اس کے ساتھ ''اتنا دولت مند کہ اہل مشرق میں وہ سب سے بڑا آدمی تھا'' ایک روز خدا کے ہاں اس کے (نعوذ باللہ خود اللہ میاں کے) بیٹے حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ شیطان بھی آیا۔ خدا نے اس محفل میں اپنے بندے ایوب پر فخر کا اظہار کیا۔ شیطان نے کہا آپ نے جو کچھ اسے دے رکھا ہے اس کے بعد وہ شکر نہ کرے گا تو اور کیا کرے گا۔ ذرا اس کی نعمت چھین کر دیکھیے' وہ آپ کے منہ پر آپ کی ''تکفیر'' نہ کرے تو میرا نام شیطان نہیں۔ خدا نے کہا' اچھا' اس کا سب کچھ تیرے اختیار میں دیا جاتا ہے۔ البتہ اس کی ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ شیطان نے جا کر ایوب کے تمام مال و دولت' اس کے پورے خاندان کا صفایا کر دیا اور ایوب ہر چیز سے محروم ہو کر بالکل اکیلا رہ گیا مگر ایوب کی آنکھ پر میل تک نہ آیا۔ اس نے خدا کو سجدہ کیا اور کہا۔ ''ننگا ہی میں اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا اور ننگا ہی واپس جاؤں گا اور خداوند نے لے لیا۔ خداوند کا نام مبارک ہو۔'' پھر ویسی ہی محفل اللہ میاں کے ہاں جمی۔ ان کے بیٹے بھی آئے اور شیطان بھی حاضر ہوا۔ اللہ میاں نے شیطان کو جتایا دیکھ لے ایوب کیسا راست باز آدمی ثابت ہوا۔ شیطان نے کہا' جناب ذرا اس کے جسم پر مصیبت ڈال کر دیکھیے۔ وہ آپ کے منہ پر ''تکفیر'' کرے گا۔ اللہ میاں نے فرمایا اچھا جا اس کو تیرے اختیار میں دیا' بس اس کی جان محفوظ رہے چنانچہ شیطان واپس ہوا اور آ کر اس نے ایوب کو تلوئے سے سر تک دردناک پھوڑوں سے بھر دیا۔'' اس کی بیوی نے اس سے کہا' کیا تو اب بھی اسی

Marfat.com

راستی پر قائم رہے گا؟ خداوند کی تکفیر کر اور مر جا۔" اس نے جواب دیا "تو نادان عورتوں کی سی باتیں کرتی ہے' کیا ہم خدا کے ہاتھ سے سکھ پائیں اور دکھ نہ پائیں۔"

یہ ہے سفرِ ایوب جو بائبل میں شامل ہے یہ اس کے پہلے اور دوسرے ابواب کا خلاصہ ہے لیکن تیسرے باب سے ایک دوسرا ہی مضمون شروع ہوتا ہے جو بیالیسویں باب تک ایوب کی بے صبری اور خدا کے خلاف شکایات والزامات کی ایک مسلسل داستان ہے' اس سے پوری طرح یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ایوب کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا اندازہ غلط اور شیطان کا اندازہ درست تھا پھر بیالیسویں باب میں خاتمہ اس بات پر ہوتا ہے کہ اللہ میاں نے خوب دوبدو بحث کر لینے کے بعد صبر شکر اور توکل کی بنا پر نہیں بلکہ اللہ میاں کی ڈانٹ کھا کر ایوب اللہ سے معافی مانگ لیتا ہے' جو قبول کر لی جاتی ہے۔ اور اس کی تکالیف دور کر دی جاتی ہیں اور جتنا کچھ پہلے ایوب کے پاس تھا اس سے دگنا کر کے اسے دے دیا جاتا ہے۔ بائبل کی اس کتاب ایوب کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایوب اور اللہ میاں دونوں ہی شیطان کے چیلنج کے مقابلے میں (نعوذ باللہ) ناکام رہے پھر اپنی بات رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایوب کو ڈانٹ ڈپٹ کر معافی مانگنے پر مجبور کیا اور اس کے معافی مانگتے ہی اسے قبول کر لیا تاکہ شیطان کے سامنے ان کی ہیٹی نہ ہو۔

یہ کتاب خود ہی اپنے منہ سے بول رہی ہے کہ یہ نہ تو کلامِ الٰہی ہے اور نہ ہی خود حضرت ایوب علیہ السلام کا اس سے کوئی تعلق وواسطہ ہے بلکہ یہ تحریر تو حضرت ایوب علیہ السلام کے زمانے کی بھی نہیں معلوم ہوتی اس کتاب کو کتب مقدسہ کے مجموعے میں ایک آسمانی صحیفہ کے طور پر جگہ دینے کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ ایوب علیہ السلام کی سیرت سے بس اس کا اتنا ہی تعلق ہے کہ ان کے نام سے اسے منسوب کیا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

قرآن کریم میں حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس شان سے پیش فرمایا ہے وہ واقعی صبر کی تصویر نظر آتے ہیں اور ان کی پیغمبرانہ شان بھرپور وقار لیے ہوئے ہے جبکہ بائبل کا ایوب پیغمبر نہیں ہو سکتا یا یہ بھی ممکن ہے جن ایوب کا ذکر بائبل میں ہے وہ واقعی کوئی اور ہی ایوب ہوں' ان کا قرآن کریم کے ایوب علیہ السلام سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو لیکن قرآن کریم میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر شیطان کے حوالے سے بھی ارشاد ہوا ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس آسمانی کتاب میں کس قدر اور کیسی کیسی تحریف وتبدیل ہوا ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝

ترجمہ:۔ اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کا (بھی) ذکر کر جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔ (ص۔۴۱)

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری اور اس بیماری میں ان کا صبر مشہور ہے۔ جس کے مطابق اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے ان کی ان کے اہل وعیال کی تباہی اور بیماری کے ذریعے آزمائش کی جس میں وہ کئی سال مبتلا رہے حتیٰ کہ صرف ان کی بیوی ان کے ساتھ رہ گئیں جو صبح شام نہ صرف ان کی خدمت کرتی تھیں اور کہیں نہ کہیں کچھ کام کاج کر کے بقدر گزارہ رزق کا انتظام بھی کرتی تھیں۔ حضرت ایوب کی جسمانی تکالیف اور مالی ابتلا سے عذاب کی نسبت شیطان کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ ممکن ہے کہ اس کے وسوسے اندازی سے حضرت ایوب کو گھبراہٹ ہوتی ہو اور وہ شیطانی وسوسوں سے تنگ ہو رہے ہوں وہ انہیں ان کے حالات سے ان میں اپنے رب کی طرف سے مایوسی پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو صرف وسوسہ اندازی کی قوت عطا فرمائی ہے یہ اختیار اس کو ہرگز نہیں ہے کہ اللہ کی بندگی کرنے والوں کو بیمار ڈال دے اور انہیں جسمانی اذیتیں دے کر بندگی کی راہ سے ہٹا سکے یا ہٹنے پر مجبور کر سکے۔ یقیناً انہیں شیطان ان کی بیماری کے حوالے سے ان میں مایوسی ناامیدی پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوگا جس کی شکایت انہوں نے اپنے رب سے کی ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے رب سے یہ کہا ہوگا کہ مجھے شیطان نے بیماری میں مبتلا کر دیا ہے اور مجھ پر مصائب نازل کر دیے ہیں بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ بیماری کی شدت مال و دولت کے زیاں اور عزیز و اقربا کے منہ موڑ لینے سے جو تکلیف ملی ہے۔ اس سے بڑھ کر میرے لیے عذاب شیطانی وسوسے ہیں جو مجھے تنگ کر رہے ہیں جو مجھے اپنے رب سے مایوس اور ناامید کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی تو انہیں اپنی عنایات سے نوازنے اور صحت و تندرستی حاصل کرنے کی ترکیب بھی خود باری تعالیٰ نے ارشاد فرما دی۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔ اپنا پاؤں (زمین پر) مار یہ نہانے کا ٹھنڈا ہے اور پینے کا پانی ہے۔ (ص۔۴۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان سے کہا کہ زمین پر اپنا پیر مارو جس سے ایک چشمہ جاری ہو گیا اس کے پانی سے ان کی اندرونی بیماریاں اور غسل کرنے سے ظاہری بیماری دور ہو گئی۔

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی اسی کے ساتھ اپنی (خاص) رحمت سے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لیے۔ (ص۔۴۳)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بیماری میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے سوا ان کے کنبے کے سب افراد نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا حتیٰ کہ اولاد تک نے ان سے منہ موڑ لیا تھا۔ اس چیز کی طرف اللہ جل شانہ کا اشارہ ہے کہ جب ہم نے ان کو شفا عطا فرمائی تو سارا خاندان ان کے پاس پلٹ آیا اور پھر ہم نے ان کو مزید اولاد عطا کی۔

Marfat.com

بعض علمائے محققین کا کہنا ہے کہ پہلا کنبہ جو بطور آزمائش ہلاک کر دیا گیا تھا' اسے زندہ کر دیا گیا اور اس کے مثل مزید کنبہ عطا کر دیا گیا۔ لیکن یہ بات مستند ذریعے سے ثابت نہیں ہے۔ زیادہ درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے سے زیادہ مال واولاد سے نوازا جو پہلے سے دگنا تھا۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور (ہم نے اس سے کہا) اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے کر مار دے اور قسم کے خلاف نہ کر سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا' بڑا ہی (اپنے رب کی طرف) رغبت رکھنے والا۔ (ص۔۴۴)

آیت مبارکہ کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کی حالت میں ان کی کسی بات سے ناراض ہو کر انہیں سو کوڑے کو مارنے کی قسم کھائی تھی' (اسرائیلی روایات میں ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے ناراض ہو کر انہیں کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی) چونکہ اس قسم میں ہی انہوں نے کوڑوں کی تعداد کا تعین بھی کر دیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ صحت یاب ہو گئے اور ان کا غصہ بھی دور ہو گیا جس میں انہوں نے قسم کھائی تھی تو ان کو پریشانی لاحق ہوئی کہ قسم پوری کرتا ہوں تو خواہ مخواہ ایک بے گناہ کو مارنا پڑے گا' اور قسم توڑتا ہوں تو ایک گناہ کا مرتکب ہوتا ہوں' اس مشکل سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نکالنے کی ترکیب بتائی اور حکم دیا کہ ایک جھاڑو لو جس میں اتنے ہی تنکے ہوں جتنے تم نے کوڑے مارنے کی قسم کھائی ہے' اور اس جھاڑو سے اس کو بس ایک ضرب لگا دو تا کہ تمہاری قسم بھی پوری ہو جائے اور اس سے مضروب کو ناروا تکلیف بھی نہیں ہو گی۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان نے جس بات کی قسم کھائی ہو اسے فوراً ہی پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ حضرت ایوب نے قسم بیماری کی حالت میں کھائی تھی اور اسے انہوں نے تندرست ہونے کے بعد بھی فوراً ہی پورا نہیں کیا۔ بعض علماء نے اس آیت کو حیلہ شرعی کے لیے دلیل قرار دیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ حیلہ ہی تھا جو حضرت ایوب علیہ السلام کو بتایا گیا لیکن فرض سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ برائی سے بچنے کے لیے بتایا گیا۔ لہٰذا شریعت میں صرف وہی حیلے جائز ہیں جو آدمی اپنی ذات سے یا کسی دوسرے شخص سے ظلم و گناہ اور برائی کو دفع کرنے کے لیے اختیار کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ نیت ضرب شدید کی نہ ہو تو اس طرح عمل کیا جا سکتا ہے۔ (فتح القدیر) ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک معذور کمزور زانی کو سو کوڑوں کی جگہ سو تنکوں والی جھاڑو مارنے کی سزا دی تھی۔ (مسند احمد) جس سے مخصوص صورتوں میں اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا ذکر یہ بتانے کے لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کے نیک بندے جب مصائب شدائد میں مبتلا ہوتے ہیں تو اپنے رب سے شکوہ شکایتیں نہیں کرتے بلکہ صبر کے ساتھ اس کی آزمائش کو برداشت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کے بارے میں بعض تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ وہ دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے مدیان کی طرف منسوب ہیں جو ان کی تیسری بیوی "قطوراء" کے بطن سے تھے۔ قدیم زمانے میں قاعدہ تھا کہ جو لوگ کسی بڑے آدمی کے ساتھ وابستہ ہو جاتے تھے وہ رفتہ رفتہ اسی کی آل اولاد میں شمار ہو کر بنی فلاں کہلانے لگتے تھے۔ اسی قاعدے پر عرب کی آبادی کا بڑا حصہ بنی اسماعیلؑ کہلایا اور اولادِ یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونے والے یہ لوگ سب کے سب بنی اسرائیل کہلائے۔ اسی طرح مدین کے علاقے کے سارے لوگ مدیان بن ابراہیم علیہ السلام کے نام کے زیر اثر بنی مدیان کہلائے اور ان کے ملک کا نام بھی مدین یا مدیان مشہور ہوا۔ اس علاقے مدین میں دین حق پہلی مرتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ذریعے پہنچا۔

حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے ان کی نبوت اصحاب الایکہ پر ہوئی۔ قرآن کریم میں ان کو "اصحاب المدین" کے بھائی کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی قوم سے تعلق رکھتے تھے جو مدین میں آباد تھی۔ ان کی قوم امانت میں خیانت کرتی تھی اور ناپ تول میں وہ لوگ بہت ہی بے ایمانی کرتے تھے۔ حضرت شعیبؑ اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھاتے اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ لیکن وہ اپنی بے ایمانی اور بداعمالی سے باز نہیں آئے اور انہوں نے ان کی تقاریر اور وعظ سے تنگ آ کر انہیں قتل کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو متعین کر دیا۔ کیونکہ ان کے پر جوش واعظ اور خطابات سے ان کی قوم کے غریب غربا پر اثر ہو رہا تھا اور وہ اپنا آبائی دین بت پرستی اور ناپ تول میں ظلم کرنے سے رُک گئے تھے۔ ان کو ہلاک کرنے والے یقیناً انہیں سنگسار کر دیتے یا مار کر شہر بدر کر دیتے۔ قوم کے انکار اور ان کے قتل پر آمادہ ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر زلزلے کا عذاب نازل فرمایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق اپنے رفیقوں پیروکاروں کے ساتھ بستی سے نکل گئے تھے۔ زلزلہ کے باعث ان کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اہل الایکہ پر ایک ابر آیا جس نے ان پر آگ کی بارش برسائی اور سب کو ہلاک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ پتھر کو تانبا بنا لیتے تھے اور ریت ان کے لیے دور تک ہٹ جاتی تھی اور جب وہ کسی پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تھے تو پہاڑ ان کے لیے جھک جاتا تھا وہ بہ آسانی اس پر چڑھ جاتے تھے۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے فرار ہو کر ان ہی کے پاس پہنچے تھے اور ان کی ایک لڑکی سے شادی کی تھی جس کے مہر میں انہوں نے بارہ سال تک بکریاں چرائی تھیں۔

Marfat.com

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں' تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں' اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی' فساد مت پھیلاؤ' یہ تمہارے لیے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔(الاعراف۔۸۵)

مدین کی بستی حجاز کے راستے میں "معان" کے قریب واقع ہے اسی کو دوسرے مقام پر اصحاب الایکہ (بن کے رہنے والے) بھی کہا گیا ہے ان کی طرف ہی حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث کیے گئے تھے۔ ایکہ جنگل کو کہتے ہیں اس سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مراد ہے۔قرآن کریم میں ہر نبی کو ان کی قوم کا بھائی کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ اسی قوم کے فرد ہیں۔رسول بھی اور نبی بھی اسی قوم کے ایک فرد ہوتے ہیں۔جس قوم کی ہدایت کے لیے انہیں مبعوث کیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے ان پر اپنی کتاب اور احکام نازل فرماتا ہے۔حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں ناپ تول میں کمی کی بڑی خرابی تھی۔اس سے انہیں منع کیا گیا اور کہا گیا کہ پورا پورا ناپ تول کیا کرو۔

وَلَا تَقْعُدُوْا بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَتَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ۚ وَاذْکُرُوْٓا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَّرَکُمْ ۪ وَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۸۶﴾

ترجمہ:۔اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والے کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو۔اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔(اعراف۔۸۶)

وَاِنْ کَانَ طَآئِفَۃٌ مِّنْکُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِہٖ وَطَآئِفَۃٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا ۚ وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ:۔اور اگر تم میں سے کچھ لوگ اس حکم پر' جس کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا' ایمان لے آئے ہیں اور کچھ ایمان نہیں لائے ہیں تو ذرا ٹھہر جاؤ! یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔(الاعراف۔۸۷)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ لَنُخْرِجَنَّکَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَکَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ کُنَّا کٰرِھِیْنَ ﴿۸۸﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیب! ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان لانے والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے اِلا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ۔ شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں گو ہم اس کو مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔ (الاعراف۔۸۸)

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ:۔ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے دین میں آ جائیں۔اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو ہمارے رب کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ہم اللہ پر ہی بھروسہ رکھتے ہیں۔اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دے اور تُو تو سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ (الاعراف۔۸۹)

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ:۔اور ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب (علیہ السلام) کی راہ پر چلو گے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ (الاعراف۔۹۰)

یہ بڑے غور و فکر کا مقام ہے۔مدین کے سردار اور بڑے لوگ دراصل یہ کہہ رہے تھے اور اسی بات کا اپنی قوم کو یقین دلا رہے تھے کہ شعیب علیہ السلام جس ایمانداری اور راست بازی کی دعوت دے رہے ہیں اور جن مستقل اصولوں اور اخلاق و دیانت کا پابند کرنا چاہ رہے ہیں اگر ان کی بات مان لی جائے تو ہم تو تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ہماری تجارت مشکل ہو جائے گی کاروبار کیسے چل سکے گا۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ:۔پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ (الاعراف۔۹۱)

آیتِ کریمہ میں لفظ رجفۃ آیا ہے جس کے معنی زلزلے کے ہیں جبکہ سورۃ ہود کی آیت ۹۴ میں لفظ صیحۃ آیا ہے جس کے معنی تیز چیخ کے ہیں اور سورۃ الشعراء کی آیت ۱۸۹ میں لفظ ظلۃ یعنی بادل کا سایہ آیا ہے۔ امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ عذاب میں ساری ہی چیزوں کا اجتماع ہوا۔یعنی سائے والے دن (ابر۔بادل کا سایہ) ان پر عذاب آیا پہلے بادل نے ان پر سایہ کیا جس میں شعلے چنگاریاں اور آگ کے بھبوکے تھے پھر آسمان سے بڑی سخت چیخ آئی اور زمین سے زلزلہ آیا جس سے ان کی روحیں پرواز کر گئیں اور وہ بے جان لاشے پرندوں کی طرح گھٹنوں میں منہ دے کر اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔

Marfat.com

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ:۔جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہوگئی جیسے وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تھی وہی خسارے میں پڑ گئے۔(الاعراف۔۹۲)

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ:۔اُس وقت شعیب (علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے اور کہنے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔(الاعراف۔۹۳)

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور تکلیف میں نہ پکڑا ہوتا کہ وہ گڑگڑائیں۔(الاعراف۔۹۴)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بار پھر اسی مضمون کو دہرایا ہے۔سوۂ ھود میں ذرا مختلف انداز میں ان ہی باتوں کا اعادہ ہوا ہے۔یہی قرآن کریم کا اسلوب ہے کہ بار بار دہرائی جانے والی آیات کا مجموعہ ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۚ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا'اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم ناپ تول میں بھی کمی نہیں کرو میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھیرنے والے دن کے عذاب کا خوف (بھی) ہے۔(ھود۔۸۴)

شعیب علیہ السلام نے توحید کی دعوت دینے کے بعد اپنی قوم کو ان نمایاں اخلاقی معاشی خرابیوں سے منع کیا جن میں وہ مبتلا تھے کیونکہ ان کا معمول تھا کہ جب کسی سے کوئی چیز خریدتے تھے تو ناپ تول میں زائد چیز لیتے تھے اور جب کوئی خریدار آتا تو اسے ناپ تول میں کم کر کے دیتے۔

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ:۔اے میری قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ پھیلاؤ۔(ھود۔۸۵)

Marfat.com

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا جو بچ رہے تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو، میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔(ھود۔۸۶)

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

ترجمہ:۔انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا چھوڑ دیں، تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے۔(ھود۔۸۷)

''صلوٰۃ'' سے مراد عبادت، دین اور تلاوت ہے اس سے مفسرین نے زکوٰۃ وصدقات بھی مراد لی ہے جس کا حکم ہر آسمانی مذہب میں دیا گیا ہے۔اللہ کے حکم سے زکوٰۃ وصدقات کا دینا یا ادا کرنا نافرمانوں پر نہایت ہی ناگوار گزرتا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم اپنی محنت ولیاقت سے مال کماتے ہیں تو اس کے خرچ کرنے یا نہ کرنے کے اختیار پر پابندی کیوں ہو؟

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

ترجمہ:۔کہا اے میری قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل لیے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہے۔میرا یہ ارادہ بالکل نہیں ہے کہ تمہیں جس چیز سے روکتا ہوں اسے میں اپنا لوں۔میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر تمہاری اصلاح کرنے کا ہی ہے، میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔(ھود۔۸۸)

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾

ترجمہ:۔اور اے میری قوم (کے لوگو) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو میری مخالفت ان عذابوں کا مستحق بنادے جو قوم نوح اور قوم ھود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔(ھود۔۸۹)

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

ترجمہ:۔تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو یقین مانو کہ میرا پروردگار بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔(ھود۔۹۰)

Marfat.com

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾

ترجمہ:۔انہوں نے کہا اے شعیب! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزور پاتے ہیں اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے اور ہم تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں مانتے۔(ھود۔۹۱)

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾

ترجمہ:۔انہوں نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں کہ تم نے اسے پشت پر ڈال دیا ہے۔یقیناً میرا پروردگار جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے۔(ھود۔۹۲)

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾

ترجمہ:۔اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے اور کون ہے جو جھوٹا ہے تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔(ھود۔۹۳)

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

ترجمہ:۔اور جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ (تمام) مومنوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو سخت چنگھاڑ کے عذاب نے آ پکڑا جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ہوں گے۔(ھود۔۹۴)

كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

ترجمہ:۔گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے آگاہ رہو مدین کے لیے بھی ویسی ہی دوری ہو جیسی دوری ثمود کو ہوئی۔(ھود۔۹۵)

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔اور ایکہ بستی کے رہنے والے بھی بڑے ظالم تھے۔جن سے (آخر) ہم نے انتقام لے ہی لیا۔یہ دونوں شہر کھلے (عام) راستے پر ہیں۔(الحجر۔۷۸۔۷۹)

ایکتہ گھنے درخت کو کہتے ہیں۔اس بستی میں گھنے درخت ہوں گے اسی لیے انہیں اصحاب الایکہ یعنی جنگل

Marfat.com

یا بن والے کہا گیا ہے۔ اس سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے۔ ان کا زمانہ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد ہے ان کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان قوم لوط کی بستیوں کے قریب تھا۔ اسے مدین کہا جاتا ہے۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾
اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾

ترجمہ:۔ ایکہ والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جبکہ ان سے شعیب (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر خوف نہیں؟ میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں۔ اللہ کا خوف کھاؤ اور میری فرمانبرداری کرو۔ (الشعراء ۱۷۶ تا ۱۷۹)

وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا
الْكَیْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ﴿۱۸۱﴾

ترجمہ:۔ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا' میرا اجر تمام جہانوں کے پالنے والے کے پاس ہے۔ ناپ پورا بھرا کرو کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو۔ (الشعراء ۱۸۰۔۱۸۱)

وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ
وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ:۔ اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو۔ بے باکی کے ساتھ زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ (الشعراء ۱۸۲۔۱۸۳)

وَ اتَّقُوا الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ﴿۱۸۵﴾

ترجمہ:۔ اس اللہ کا خوف رکھو جس نے خود تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا۔ انہوں نے کہا تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جاتا ہے۔ (الشعراء ۱۸۴۔۱۸۵)

وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ:۔ اور تو تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں۔ (الشعراء ۱۸۶)

فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ
رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

ترجمہ:۔ اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو پھر ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے۔ کہا کہ میرا رب خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ (الشعراء ۱۸۷۔۱۸۸)

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۸۹﴾

ترجمہ:۔ چونکہ انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ وہ بڑے

Marfat.com

بھاری دن کا عذاب تھا۔ (الشعراء۔ ۱۸۹)

بعض روایات کے مطابق سات دن تک ان پر سخت ترین گرمی اور دھوپ مسلط کر دی گئی اس کے بعد بادلوں کا ایک سایہ آیا اور یہ سب لوگ گرمی اور دھوپ کی شدت سے بچنے کے لیے اس کے سائے میں جمع ہو گئے اور کچھ ہی سکھ کا سانس لیا تھا کہ چند ہی لمحوں میں آسمان سے آگ کے شعلے برسنے شروع ہو گئے اور زمین زلزلے سے لرز اٹھی اور ایک سخت چنگھاڑ نے انہیں ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سلا دیا۔ یوں ان پر بہ یک وقت تین قسم کا عذاب نازل ہوا۔ یہ واقعہ اس دن ہوا جب ان پر سخت دھوپ و گرمی کے بعد سایہ ہوا تھا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۹۱﴾ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾

ترجمہ:۔ یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں کے اکثر مسلمان نہیں تھے۔ اور یقیناً تیرا پروردگار البتہ وہی ہے غلبے والا مہربانی والا۔ اور بے شک وشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ (الشعراء۔ ۱۹۰ تا ۱۹۲)

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:۔ اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔ (العنکبوت۔ ۳۶)

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:۔ پھر بھی انہیں جھٹلایا آخر ش زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے مردہ ہو کر رہ گئے۔ (العنکبوت۔ ۳۷)

وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:۔ اور ایکہ والوں نے اور تبع کی قوم نے بھی تکذیب کی تھی۔ سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا پس میرا وعدہ عذاب ان پر صادق آ گیا۔ (ق۔ ۱۴)

حضرت شعیب علیہ السلام مدین میں مبعوث ہوئے تھے۔ مدین کا اصل علاقہ حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں بحر احمر اور خلیج عقبہ کے کنارے پر واقع تھا مگر جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی ساحل پر بھی اس کا کچھ حصہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ ایک بڑی تجارت پیشہ قوم تھی۔ قدیم زمانے میں جو تجارتی بیڑہ بحر احمر کے کنارے آتے تھے یہاں سے ایک شاہراہ یمن سے مکہ اور ینبوع ہوتے ہوئے شام جاتی تھی اور ایک دوسری تجارتی شاہراہ جو عراق سے مصر کی طرف جاتی تھی اس کے عین چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔ اسی سبب عرب کا بچہ بچہ مدین سے پوری طرح واقف تھا۔ شعیب علیہ السلام کے ظہور کے وقت اس قوم کی حالت انتہائی بگڑی ہوئی تھی۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت موسیٰ وہارون علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں ان کے صحیفے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم میں آیت ۳۶ اور سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۹ میں فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جن کے صحیفہ اوران کی تعلیم کا ذکر فرمایا گیا ہے جیسا کہ سورۃ النجم میں ارشاد ہوا ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ﴿٣٧﴾

ترجمہ:۔ کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ (علیہ السلام) کے۔ اور وفادار ابراہیم (علیہ السلام) کے صحیفوں میں تھا۔ (النجم۔ ۳۶۔ ۳۷)

یہی بات سورۃ الاعلیٰ میں یوں ارشاد ہوئی ہے۔

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٨﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿١٩﴾

یہ بات پہلی کتابوں میں بھی ہے (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں۔ (الاعلیٰ۔ ۱۸۔ ۱۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صحیفہ ہی طویل مدت تک تمام انبیاء علیہ السلام کے صحیفوں کا حصہ بنا رہا ہے اور پھر تمام صحف الٰہیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مکمل قرآن کریم کی صورت نازل فرما کر اس کی تکمیل فرما دی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یوں ہے' موسیٰ بن عمران بن قاہاث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سب سے بڑے صاحب شریعت پیغمبر تھے جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے تورات نازل فرمائی وہ واحد پیغمبر ہیں جن سے اللہ تعالیٰ براہ راست مخاطب ہوتا تھا۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر جا بجا بڑی تفصیل سے آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو فراعنہ مصر کی غلامی سے نکال کر جزیرہ نمائے سینا پھر فلسطین لے گئے تھے۔ ان کا زمانہ قطعی طور پر وثوق سے معین نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی پرورش فرعون مصر کے محل میں ہوئی جبکہ فرعونِ مصر کو اس کے نجومیوں نے خبردار کر دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اس کی بربادی کا باعث ہوگا' اسی لیے وہ بنی اسرائیل کے سب ہی لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کروا دیتا تھا۔ حضرت موسیٰ کی پیدائش پر ان کی والدہ نے انہیں ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں بہا دیا جو فرعون کی ملکہ کو مل گیا' ملکہ نے انہیں اپنے بیٹا بنا کر پالا۔ بڑا ہونے پر انہوں نے ایک قبطی غلام کے مقابلے میں ایک بنی اسرائیلی کی حمایت کرتے ہوئے قبطی کو ہلاک کر دیا۔ اس وجہ سے انہوں نے ازخود مصر سے نکل کر مدین میں پناہ لی۔ وہاں حضرت شعیب علیہ

Marfat.com

السلام نے انہیں اپنے یہاں رکھا اور اپنی ایک بیٹی سے شادی کر دی۔ وہاں انہوں نے بارہ برس مہر کی ادائیگی کے بطور ان کی بکریاں چرائیں۔ بارہ برس بعد جب وہ مدین سے مصر واپس آ رہے تھے تو راستے میں وادی ''طویٰ'' میں اللہ تعالیٰ آپ سے ہم کلام ہوا اور انہیں پیغمبری عطا فرمائی اور انہیں فرعون مصر کی ہدایت کے لیے متعین فرمایا۔ اور آپ کو بطور معجزات ایک عصا اور ید بیضا عطا ہوئے۔ فرعون اپنے جادوگروں کو ان کے مقابلے میں لایا مگر وہ سب ان کے معجزات کے سامنے بے بس و عاجز ہو کر ایمان لے آئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم بنی اسرائیل کی زبوں حالی اور فرعون کی غلامی پر بڑی تشویش تھی۔ مدین سے واپسی پر جب اللہ کی طرف سے انہیں نبوت سے سرفراز کیا گیا اور حکم ہوا کہ فرعونِ مصر کو دعوت حق دی جائے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ کیونکہ ان کی زبان بڑی فصیح و بلیغ تھی جبکہ حضرت موسیٰ کو بولنے میں دشواری ہوا کرتی تھی۔ جب انہیں نبوت سے سرفراز کیا گیا تو اس وقت حضرت ہارون علیہ السلام کی عمر تقریباً ۸۳ برس تھی۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے مطابق جب یہ فرعون کے دربار میں پہنچے تو کافی عرصے تک اسے قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس عرصے میں حضرت ہارون علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو مصر سے نکلنے کے لیے جمع اور تیار کرتے رہے' بلا آخر جب فرعون مصر کسی طرح نہ مانا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کے لوگوں کو لے کر مصر سے نکلنے لگے تو فرعون مصر اپنی افواج کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکل پڑا۔ مصر سے نکلنے کے راستے میں دریائے نیل حائل تھا۔ جب حضرت موسیٰ کا قافلہ دریائے نیل پہنچا تو انہوں نے حکم الٰہی کے مطابق اپنا عصا جو الٰہی معجزہ تھا دریا میں مارا تو دریا حکم الٰہی سے دو حصوں میں بٹ گیا اور اس میں ایک کشادہ راستہ بن گیا۔ بنی اسرائیل کے لوگ بہ آسانی دریا پار چلے گئے' ان کے تعاقب میں آنے والا فرعون اور اس کا لاؤ لشکر جب دریائے نیل کے درمیان پہنچا تو دریا حکم الٰہی سے واپس اپنی اصل حیثیت میں آ گیا اور یوں فرعون اپنے لشکر سمیت دریا میں غرق ہو گیا۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی رہنمائی و سربراہی میں بنی اسرائیل کا قافلہ وادی سینا میں پہنچا تو قافلے کے لوگ کافی تھک چکے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس وادی میں ہی عارضی قیام کا فیصلہ کیا وہیں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں بنی اسرائیل کی غذائی ضروریات کے لیے اللہ تعالیٰ نے من و سلویٰ کی نعمت ان کی خوراک کے لیے اتاری۔ وہیں قیام کے دوران اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر طلب فرمایا تو وہ کوہِ طور پر جاتے ہوئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لیے اپنا جانشین بنا کر گئے۔ کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں تک رہے' وہیں اللہ کی آسمانی کتاب تورات آپ کو دی گئی جو پتھر کی تختیوں پر تحریر تھی لیکن جب آپ چالیس راتوں کے بعد تورات کی تختیوں کے ساتھ اپنی قوم میں واپس آئے تو سارا منظر تبدیل

Marfat.com

ہو چکا تھا۔ان کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سامری جادوگر نے تمام لوگوں سے سونے کے زیورات لے کر ایک بچھڑا بنا کر اس کی عبادت کرانے لگا' جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو گئوسالہ پرستی میں مصروف پایا تو انہوں نے غصے میں آ کر وہ تمام الواحِ مقدسہ جن پر تورات تحریر تھی کو ایک طرف رکھا ''اور اپنے بھائی حضرت ہارون کے بال اور داڑھی کو پکڑ کر نوچنے لگے'' (طٰہٰ آیت ۹۴) اور پھر اس سونے سے بنے ہوئے سامری کے بچھڑے کو آگ میں ڈال کر گلا دیا اور اپنی قوم بنی اسرائیل کے لوگوں کو شہر میں آباد کرنے کی بجائے ایک بیابان میں لے جا کر رکھا جہاں انہوں نے اپنی قوم کی غلامانہ عادتوں کی اصلاح کی جس میں انہیں تقریباً چالیس سال کا عرصہ لگا۔

شبِ معراج پانچویں آسمان پر ان کی ملاقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی۔ اپنے وقت کا امیر ترین شخص قارون جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اسے اس کے مال و دولت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا۔ وہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا کیونکہ وہ بھی نبوت کے مخالفین میں شمار ہوتا تھا اس لیے اسے بھی عذاب الٰہی کا سامنا ہوا۔قرآن کریم میں ایک واقعہ حضرت خضر علیہ السلام سے ان کی تربیت و ملاقات کا بھی آیا ہے۔

طٰسٓمٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾

ترجمہ:۔ ط' س' م: یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی' ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کا صحیح واقعہ بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔ (القصص۔ ۱ تا ۳)

یہ آیات الٰہی گو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں کیوں کہ وحی الٰہی کے بغیر یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدیوں قبل کے واقعات اور آیاتِ قرآنی کو بالکل اسی طریقے سے بیان فرمائیں جیسا کہ وہ پیش آئے۔ان واقعات کا فائدہ اہل ایمان کو ہوگا کیونکہ ہر پیغمبر اپنے ماننے والوں کے لیے ہی احکام ہدایت لے کر آتا ہے۔

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾

ترجمہ:۔ یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگ کو گروہ در گروہ بنا رکھا تھا' اور ان میں سے ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا' اور ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا تھا' اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا' بے شک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے۔ (القصص۔۴)

بنی اسرائیل جو اپنے وقت کی افضل ترین قوم تھی' ان کو فرعونِ مصر نے ابتلا و آزمائش کے طور پر غلام بنا رکھا تھا اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔

Marfat.com

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝

ترجمہ:۔اور پھر ہم نے یہ چاہا کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور (ذلیل) کردیا گیا تھا' اور ہم انہیں پیشوا اور (زمین کا) وارث بنائیں۔(القصص۔۵)

بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ شدید ترین عذاب دیتے تھے' اس کا ذکر سورۃ البقرہ آیت ۴۹ میں بھی اس طرح آیا ہے۔

(ترجمہ) اور جب ہم نے تمہیں فرعونوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے جو تمہارے لڑکوں کو مار دیتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے' اس نجات دینے میں تمہارے رب کی بڑی مہربانی تھی۔(البقرۃ۔۴۹)

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے تقریباً سو یا سوا سو سال بعد جب قطبیوں کو مصر کا دوبارہ اقتدار ملا تو انہوں نے مصر میں بنی اسرائیل کا زور توڑنے کے لیے ان کے لوگوں کو قتل کر کے صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جاتا تا کہ رفتہ رفتہ ان کی عورتیں قطبیوں کے تصرف میں آتی جائیں اور ان سے اسرائیلیوں کے بجائے قطبیوں کی نسل پروان چڑھے۔تلمود میں اس کی کچھ تفصیل دی گئی ہے کہ ''جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کو ایک صدی سے کچھ زیادہ مدت گزر جانے کے بعد انقلاب رونما ہوا تھا۔تلمود کے مطابق نئی قوم پرست حکومت نے پہلے تو بنی اسرائیل کو ان کی زرخیز زمینوں' مکانات اور جانوروں سے محروم کیا پھر انہیں حکومت کے تمام مناصب سے بے دخل کیا۔اس کے بعد قطبی حکمرانوں نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل اور ان کے ہم مذہب مصری کافی طاقت ور ہیں تو انہوں نے اسرائیلیوں کو ذلیل وخوار کرنا شروع کر دیا۔ان سے سخت محنت کے کام قلیل معاوضوں پر یا بلا معاوضہ ہی لینے لگے۔تلمود کا یہ بیان قرآن کے اس بیان سے جو آیت میں ارشاد ہوا ہے مماثل ہے۔

ایک بات اور سمجھنے والی ہے وہ یہ کہ بائبل اور قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں آیا کہ فرعون سے کسی نجومی نے یہ کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں فرعون کی حکومت کا تختہ پلٹ جائے گا۔اس خطرے کو روکنے کے لیے فرعون نے اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔یا فرعون نے کوئی خوفناک خواب دیکھا تھا اور اس کی تعبیر یہ دی گئی تھی کہ ایک لڑکا بنی اسرائیل میں ایسا پیدا ہونے والا ہے۔یہ قصہ یا افسانہ تلمود اور دوسری اسرائیلی روایات سے مفسدین نے نقل کیا ہے۔(جیوش انسائیکلوپیڈیا۔مضمون موسیٰ)

بائبل میں اس کی تشریح اس طرح دی گئی ہے۔''اور مصریوں نے بنی اسرائیل پر تشدد کر کے ان سے کام کرایا۔(۱۳) اور انہوں نے ان سے سخت محنت سے گارا اور اینٹ بنوا کر کھیت میں ہر قسم کی خدمت لے کر ان کی زندگی تلخ کی۔ان کی سب خدمتیں جو وہ ان سے کراتے تھے تشدد کی

Marfat.com

تھیں۔(۱۴) تب مصر کے بادشاہ نے عبرانی دائیوں سے جن میں ایک کا نام سفرہ اور دوسری کا فوعہ تھا باتیں کیں۔(۱۵) اور کہا کہ جب عبرانی عورتوں کے تم بچہ جناؤ اور ان کو پتھر کی بیٹھکوں پر بیٹھی دیکھو تو اگر بیٹا ہو تو اسے مار ڈالنا اور اگر بیٹی ہو تو وہ جیتی رہے(۱۶) بائبل کتاب خروج باب اول آیات۔(۱۳ تا ۱۶)

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ⑥

ترجمہ:۔اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت و اختیار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے ہیں۔(القصص۔۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ایسا ہی ہوا' اس کمزور اور غلام قوم کو مشرق ومغرب کا وارث ومالک (حکمران) بنادیا۔(الاعراف۔۱۳۷) اور انہیں دین کا پیشوا اور امام بھی بنادیا۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑦

ترجمہ:۔ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہادینا۔اور کوئی خوف یا رنج وغم نہ کرنا' ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں شامل کرنے والے ہیں۔(القصص۔۷)

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ⑧

ترجمہ:۔آخر کار فرعون کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھالیا کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہوا اور ان کے رنج کا باعث بنا' کچھ شک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے ہی خطا کار۔(القصص۔۸)

وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ⑨

ترجمہ:۔اور فرعون کی بیوی نے کہا یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے' اسے قتل نہ کرو' بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے یا' ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں' اور یہ لوگ شعور ہی نہ رکھتے تھے۔(القصص۔۹)

یہ اس وقت کی عکاسی کی گئی ہے جب ایک حسین وجمیل بچہ انہیں دریائے نیل میں بہتا ہوا ملا تھا۔ بچہ کس چیز میں رکھا ہوا ملا اس کی تشریح سورۂ طٰحٰہ میں کی گئی ہے کہ تابوت میں بچے کو رکھ کر بہا دیا۔بائبل میں اس واقعہ کو اس طرح رقم کیا گیا ہے۔(۵) اور فرعون کی بیٹی دریا پر غسل کرنے آئی اور اس کی سہیلیاں دریا کے کنارے ٹہلنے لگیں۔تب اس نے جھاؤ میں ٹوکرا دیکھ کر اپنی سہیلی کو بھیجا کہ اسے اٹھا لائے۔(۶) جب اس نے اسے کھولا تو لڑکے کو دیکھا اور وہ بچہ رورہا تھا۔اُسے اُس پر رحم آیا اور کہنے لگی یہ کسی عبرانی کا بچہ ہے۔(بائبل کتاب' خروج باب ۲ آیت ۵۔۶) تلمود کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ کی والدہ نے سرکنڈوں کا ایک ٹوکرا بنا کر اسے چکنی مٹی اور رال سے لیپ کر پانی

Marfat.com

سے محفوظ کر دیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو دریائے نیل میں ڈال دیا۔ لیکن سب سے اہم بات جو قرآن مجید میں تو بیان کی گئی لیکن بائبل اور تلمود میں ذکر تک نہیں کیا گیا نہ ہی اسرائیلی روایات میں کہیں ذکر آیا ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت موسیٰ کی والدہ نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم پر کیا جیسا کہ اوپر سورۃ قصص کی آیت ۷ میں ارشاد الٰہی ہوا ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰

ترجمہ:۔ موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا' قریب تھیں کہ اس واقعہ کو بالکل ظاہر کر دیتیں' اگر ہم ان کے دل کو ڈھارس نہ دے دیتے یہ اس لیے کہ وہ یقین کرنے والوں میں رہے۔ (القصص ۔۱۰)

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۱

ترجمہ:۔ موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ نے ان کی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا' تو وہ اسے دور ہی دور سے دیکھتی رہی' اور فرعونیوں کو اس کا علم بھی نہیں ہوا۔ (القصص ۔۱۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ان بہن کا نام بھی وہی تھا جو ان کی والدہ کا تھا یعنی دونوں کا نام مریم بنتِ عمران تھا' دونوں میں نام اور ولدیت میں اتحاد تھا۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝۱۲

ترجمہ:۔ ان کے پہنچنے سے پہلے ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ یہ کہنے لگی کہ کیا میں تمہیں ایسا گھرانہ بتاؤں جو اس بچہ کی تمہارے لیے پرورش کرے اور ہوں بھی وہ اس بچے کے خیر خواہ۔ (القصص ۔۱۲)

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳

ترجمہ:۔ پس ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس پہنچایا' تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور آزردہ خاطر نہ ہوں اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (القصص ۔۱۳)

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۴

ترجمہ:۔ اور جب موسیٰ (علیہ السلام) اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے تو ہم نے انہیں حکمت و علم عطا فرمایا' نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (القصص ۔۱۴)

Marfat.com

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی جوانی کی عمر کا کوئی تعین نہیں فرمایا۔ جس واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے شباب کے عالم کو پہنچ چکے تھے جبکہ یہودی روایات کے مطابق ان کی مختلف عمریں بتائی گئی ہیں۔ کسی نے اٹھارہ سال لکھی ہے تو کسی نے بیس سال اور کسی نے چالیس سال' بائبل کے نئے عہدنامے میں بھی چالیس سال عمر بتائی گئی ہے۔ (کتاب اعمال باب۔۷ آیت ۲۳)

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۚ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۚ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) ایک ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے جبکہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے۔ یہاں دو آدمی لڑ رہے تھے' ایک تو ان کے رفیقوں میں سے تھا (ان کی اپنی قوم بنی اسرائیل کا تھا) اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تھا اُن کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی' جس پر موسیٰ (علیہ السلام) نے اس کے گھونسہ مارا جس سے وہ مر گیا موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور پر بہکانے والا ہے۔ (القصص۔۱۵)

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ (پھر دعا کرنے لگے) اے میرے پروردگار! میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا' تو مجھے معاف فرما دے اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا' وہ بخشش اور بہت مہربانی کرنے والا ہے۔ (القصص۔۱۶)

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔ کہنے لگے اے میرے رب! جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم فرمایا ہے میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا۔ (القصص۔۱۷)

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ۭ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔ صبح ہی صبح ڈرتے ڈرتے اندیشوں کی حالت میں خبریں لینے کو شہر گئے' کہ اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی ان سے فریاد کرنے لگا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے کہا اس میں شک نہیں تو تو صریح بے راہ ہے۔ (القصص۔۱۸)

Marfat.com

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ:۔ پھر جب اپنے اور اس کے دشمن کو پکڑنا چاہا تو وہ فریادی کہنے لگا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) کیا جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے، تو تو ملک میں ظالم و سرکش بن جانا چاہتا ہے اور تیرا یہ ارادہ ہی نہیں کہ ملاپ کرنے والوں میں سے ہو۔ (القصص۔۱۹)

بائبل کا بیان یہاں قرآن حکیم کے بیان سے مختلف ہے بائبل کہتی ہے کہ دوسرے دن جھگڑا دو اسرائیلیوں کے درمیان تھا لیکن قرآن کہتا ہے کہ یہ جھگڑا بھی ایک مصری اور ایک اسرائیلی کے ہی درمیان تھا۔ (کتاب خروج باب ۲ آیت ۱۱ تا ۱۴)

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ:۔ شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ! یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں، پس تو بہت جلد یہاں سے چلا جا مجھے اپنا خیر خواہ مان۔ (القصص۔۲۰)

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾

ترجمہ:۔ پس موسیٰ (علیہ السلام) وہاں سے خوفزدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے، کہنے لگے اے پروردگار! مجھے ظالموں کے گروہ سے بچا لے۔ (القصص۔۲۱)

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:۔ اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے گا۔ (القصص۔۲۲)

بائبل کا بیان اس امر میں قرآن سے متفق ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر مدین کا رخ کر گئے لیکن تلمود میں یہاں بے سر و پا قصہ گھڑا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ مصر سے بھاگ کر حبش چلے گئے اور وہاں بادشاہ کے مقرب ہو گئے پھر بادشاہ کے مرنے کے بعد لوگوں نے انہیں اپنا بادشاہ بنا لیا اور انہوں نے بادشاہ کی بیوہ سے شادی کر لی ایسی ہی بے سر و پا باتیں تلمود میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی گئی ہیں۔

مصر سے نکلتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ مجھے ایسی سیدھی

Marfat.com

راہ پر لگا دے جو مدین جاتی ہے کیونکہ مدین قریب ترین آزاد و آباد علاقہ تھا۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ ۖ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾

ترجمہ: مدین کے پانی پر (کنوئیں پر) جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہی ہے' اور دو عورتیں (ایک طرف) الگ کھڑی اپنے (جانوروں کو) روکتی ہوئی دکھائی دیں' (موسیٰ نے) پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے (کیا پریشانی ہے) وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں (کیونکہ) ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ (القصص ۔۲۳)

ان خواتین کے والد جن کو قرآن میں واضح طور پر بڑی عمر کے ضعیف کہا گیا ہے ان کا کوئی نام نہیں لیا گیا مگر اسلامی روایات میں انہیں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام دیا گیا ہے جبکہ قرآن اس سلسلے میں خاموش ہے نہ اشارۃً نہ کنایۃً کچھ کہا گیا ہے۔ جبکہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں باقاعدہ موجود ہے اور انہیں قرآن کریم کی معروف شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ مفسرین نے بنی اسرائیل کی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے وہی نام بتائے ہیں جو تلمود میں آئے ہیں۔ بائبل میں ایک جگہ ان بزرگ کا نام ''رعوائل'' آیا ہے تو دوسری جگہ ''یسترو'' بتایا گیا ہے وہ مدین کے کاہن تھے (خروج باب ۲۔ آیات ۱۶۔۱۸۔ باب ۳۔ آیت ۱ باب ۱۸۔ آیت ۵) تلمود میں انہیں ''رعوائل'' یتھرو اور حوباب کے نام دیے گئے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کہیں نہیں کہا گیا۔

فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: پس (موسیٰ) انہوں نے ان جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے' اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔ (القصص ۔۲۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین کا طویل سفر جو تقریباً آٹھ سے دس دنوں کا تھا کر کے مدین پہنچے تھے۔ راستے میں کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا پھر سفر کی تکان اور بھوک سے نڈھال تھے اس کے باوجود جانوروں کو پانی پلایا تو مزید تکان ہوگئی تو انہوں نے سائے میں بیٹھ کر اپنے رب سے دعا کی' دعا کرنا خیر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ کھانے کے لیے عبادات کے لیے' طاقت

Marfat.com

ومال اور امور خیر کے لیے۔ (الیسر التفاسیر) یہاں اس کا اطلاق کھانے پر ہوا ہے۔ یعنی اس وقت وہ کھانے کے ضرورت مند تھے۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔ اتنے میں (کچھ ہی دیر گزرنے پر) ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی (اور) کہنے لگی کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے (جانوروں) کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں، جب حضرت موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے اب نہ ڈر تو نے ظالم قوم سے نجات پائی۔ (القصص۔۲۵)

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا ابا جی! آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے، کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانت دار ہو۔ (القصص۔۲۶)

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:۔ اس بزرگ نے کہا (اے موسیٰ) میں اپنی دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں۔ اس (مہر پر) کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں، ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان کے ہے، میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالوں، اللہ کو منظور ہے تو آگے چل کر آپ مجھے بھلا آدمی پائیں گے۔ (القصص۔۲۷)

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا، خیر تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پختہ ہوگئی، میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہو، ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ (گواہ اور) کارساز ہے۔ (القصص۔۲۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی تھے اور بنی اسرائیل کے نبی ہی نہیں محسن

Marfat.com

اور قومی ہیرو بھی ہیں اس کے باوجود بنی اسرائیل نے تلمود میں جس طرح انہیں پیش کیا ہے وہ بڑا شرم ناک اور ہیبت ناک بھی ہے۔ تلمود میں کہا گیا ہے ''موسیٰ رعویل کے ہاں رہنے لگے اور وہ اپنے میزبان کی بیٹی صفورہ پر نظر عنایت (یعنی نظر بد) رکھنے لگے تھے' یہاں تک کہ آخر کار انہوں نے اس سے بیاہ کرلیا۔'' ایک اور یہودی روایت جو جیوش انسائیکلو پیڈیا میں نقل کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ''حضرت موسیٰ نے جب یتھرو کو اپنا سارا ماجرا سنایا تو اس نے سمجھ لیا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے ہاتھوں فرعون کی سلطنت تباہ ہونے کی پیش گوئیاں کی گئی تھیں۔ اس لیے اس نے فوراً حضرت موسیٰ کو قید کرلیا تاکہ انہیں فرعون کے حوالے کرکے انعام حاصل کرے۔ سات یا دس سال تک وہ اس کی قید میں رہے۔ ایک تاریک تہہ خانہ جس میں وہ بند تھے' مگر یتھرو کی بیٹی زخورا (یا صفورا) جس سے کنوئیں پر ان کی پہلی ملاقات ہوئی تھی چپکے چپکے ان سے قید خانے میں ملتی رہی اور انہیں کھانا پانی بھی پہنچاتی رہی۔ ان دونوں میں شادی کی خفیہ قرارداد ہوچکی تھی۔ سات یا دس سال کے بعد زخورا نے اپنے باپ سے کہا کہ اتنی مدت ہوئی آپ نے ایک شخص کو قید میں ڈال دیا تھا اور پھر اس کی خبر تک نہیں لی۔ اب تک تو اسے مرجانا چاہیے' لیکن اگر وہ اب بھی زندہ ہو تو ضرور کوئی خدا رسیدہ شخص ہے۔ یتھرو اس کی بات سن کر قید خانے میں گیا تو حضرت موسیٰ کو زندہ دیکھ کر اسے یقین آ گیا کہ وہ معجزے سے زندہ ہیں تب اس نے زخورا سے ان کی شادی کردی۔

ان آیاتِ الٰہی اور روایات یہود کا کھلا فرق سامنے ہے جو قرآن کریم کے بیان اور اسرائیلی روایات میں پایا جاتا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدت پوری کرلی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی۔ اپنی بیوی سے کہنے لگے ٹھہرو! میں نے آگ دیکھی ہے بہت ممکن ہے کہ وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارہ لاؤں تاکہ تم سینک لو۔ (القصص۔۲۹)

قرآن حکیم کے اس بیان سے بائبل کا بیان واقعات کی ترتیب میں بالکل مختلف ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں ارشاد ہورہا ہے کہ مدت پوری ہونے پر وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ کوہ طور کی سمت چلے تو حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر آگ نظر آئی تب انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ٹھہرو میں آگ دیکھ کر آتا ہوں شاید کوئی انگار ہمیں بھی سینکنے کو مل جائے جبکہ اس بات کو بائبل نے اس طرح پیش کیا ہے ''اور موسیٰ اپنے خسر یترو کی جو مدیان کا کاہن تھا بھیڑ بکریاں چراتا تھا اور وہ بھیڑ بکریوں کو ہنکاتا ہوا ان کو بیابان کی پرلی طرف سے خدا کے

Marfat.com

پہاڑ حورب کے نزدیک لے آیا۔ اور خداوند کا فرشتہ ایک جھاڑی میں سے آگ کے شعلہ میں اس پر ظاہر ہوا۔ اس نے نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہے کہ ایک جھاڑی میں آگ لگی ہوئی ہے پر وہ جھاڑی بھسم نہیں ہوئی۔ تب موسیٰ نے کہا میں اب ذرا ادھر کترا کر اس بڑے منظر کو دیکھوں کہ یہ جھاڑی کیوں نہیں جل جاتی۔ (بائبل خروج باب ۳۔ آیت ۱ تا ۳)

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ:۔ پس جب وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارکے درخت میں سے آواز دیئے گئے کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار۔ (القصص۔ ۳۰)

آیت مبارکہ میں واضح اور صاف انداز میں ارشادِ الٰہی ہو رہا ہے یعنی آواز وادی کے دائیں کنارے سے آرہی تھی جو مغربی جانب سے پہاڑ کی دائیں طرف تھی یہاں درخت سے شعلے بلند ہو رہے تھے جو دراصل رب کی تجلی کا نور تھا۔ یعنی آواز کے ذریعے حضرت موسیٰ کو خبردار کیا گیا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) تجھ سے جو اس وقت مخاطب و ہم کلام ہے وہ میں اللہ ہوں رب العالمین۔ اس بات کو بائبل میں اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ ''جب خداوند نے دیکھا کہ وہ دیکھنے کو کترا کر آرہا ہے تو خداوند نے اسے جھاڑی میں سے پکارا اور کہا اے موسیٰ! اے موسیٰ۔ اس نے کہا' میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا ادھر پاس مت آ' اپنے پاؤں سے جوتا اتار کیونکہ جس جگہ تو کھڑا ہے وہ مقدس زمین ہے۔ پھر اس نے کہا کہ میں تیرے باپ کا خدا یعنی ابراہام کا خدا اور اضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں۔ موسیٰ نے اپنا منہ چھپالیا کیونکہ وہ خدا پر نظر سے ڈرتا تھا۔ (بائبل کتاب خروج باب ۳ آیات ۴ تا ۶) اس کتاب خروج میں تقریباً آیت ۱۸ تک قرآن کے بالکل برعکس بات کہی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حضرت موسیٰ اپنی مقرر کردہ مدت پوری ہونے پر اپنے اہل وعیال کو لے کر مدین سے روانہ ہوئے اور اس سفر میں اللہ تعالیٰ کی مخاطبیت اور منصب نبوت پر تقرر کا معاملہ پیش آیا جبکہ بائبل اسی واقعہ کو اپنے ہی انداز میں پیش کر رہی ہے جو یقیناً تحریف وتبدیل شدہ ہے۔

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓي اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ:۔ اور یہ (بھی آواز آئی) کہ اپنی لاٹھی ڈال دے' پھر جب اسے دیکھا کہ وہ (لاٹھی) سانپ کی طرح پھن پھنا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہوگئے۔ اور مڑ کر رخ بھی نہ کیا' ہم نے کہا اے موسیٰ! آگے آ ڈر مت' یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے۔ (القصص۔ ۳۱)

Marfat.com

اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:۔اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال' وہ بغیر کسی قسم کے روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا بالکل سفید اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنے بازو اپنی طرف ملا لے' پس یہ دونوں معجزے تیرے لیے تیرے رب کی طرف سے ہیں' فرعون اور اس کی جماعت کی طرف یقیناً وہ سب کے سب بے حکم اور نافرمان لوگ ہیں۔ (القصص۔۳۲)

ان آیاتِ الٰہی کا مضمون بائبل کی کتاب خروج باب ۴ آیت ۲ تا ۸ میں اس طرح دیا گیا ہے (۲) ''اور خداوند نے موسیٰ سے کہا یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کہا لاٹھی (۳) پھر اس نے کہا اسے زمین پر ڈال دے۔ اس نے اسے زمین پر ڈالا اور وہ سانپ بن گئی اور موسیٰ اس کے سامنے سے بھاگا۔ (۴) تب خداوند نے موسیٰ سے کہا ہاتھ بڑھا کر اس کی دم پکڑ لے (اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسے پکڑ لیا وہ اس کے ہاتھ میں لاٹھی بن گیا) (۵) تا کہ وہ یقین کریں کہ خداوند ان کے باپ دادا کا خدا ابراہام کا خدا اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا تجھ کو دکھائی دیا۔ پھر خداوند نے اسے یہ بھی کہا کہ تو اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر ڈھانک لے۔ اس نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ کر اسے ڈھانک لیا اور جب اس نے اسے نکال کر دیکھا تو اس کا ہاتھ کوڑھ سے برف کی مانند سفید تھا۔ (۷) اس نے کہا تو اپنا ہاتھ سینہ پر رکھ کر ڈھانک لے (اس نے پھر اسے سینہ پر رکھ کر ڈھانک لیا۔ جب اس نے اسے سینہ پر سے نکال کر دیکھا تو وہ پھر اس کے باقی جسم کے مانند ہو گیا) (کتاب خروج باب ۴ آیات ۴ تا ۷) تحریف آیات کا اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:۔موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا پروردگار! میں نے تو ان کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں۔ (القصص۔۳۳)

یہی مضمون الشعرا آیت ۱۴ میں آیا ہے۔

جو مضمون القصص کی ان آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وہی مضمون تقریباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر فرمانے کے لیے سورہ الشعرا آیت ۱۰ تا ۶۸ میں دہرایا گیا ہے۔

وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾

ترجمہ:۔اور میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے تو اسے بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج' کہ وہ مجھے سچا مانے' مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے۔ (القصص۔۳۴)

Marfat.com

(یہی بیان سورۃ الشعراء آیت ۱۳ میں بھی آیا ہے)

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَٰنًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِـَٔايَٰتِنَآ أَنتُمَا وَمَنِ ٱتَّبَعَكُمَا ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کر دیں گے' اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے' فرعونی تم تک پہنچ ہی نہیں سکیں گے اور ہماری نشانیوں کی وجہ سے تم دونوں اور تمہاری پیروی کرنے والے ہی غالب رہیں گے۔ (القصص۔ ۳۵)

قرآن کریم میں یہی مضمون متعدد جگہ بیان کیا گیا ہے جیسے المائدہ ۶۷۔ الاحزاب ۳۹۔ المجادلہ ۲۱۔ المومن ۵۱'۵۲۔ طہٰ ۴۱ تا ۴۶۔ یہی بات سورۃ طہٰ میں اس طرح ارشاد ہوئی ہے۔

ٱذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِـَٔايَٰتِى وَلَا تَنِيَا فِى ذِكْرِى ﴿۴۲﴾ ٱذْهَبَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ﴿۴۳﴾ فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔ اب تو اپنے بھائی سمیت میری نشانیاں اپنے ہمراہ لیے ہوئے جا' اور خبردار میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے۔ اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔ (طہٰ ۴۲۔۴۴)

قَالَا رَبَّنَآ إِنَّنَا نَخَافُ أَن يَفْرُطَ عَلَيْنَآ أَوْ أَن يَطْغَىٰ ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ ۖ إِنَّنِى مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔ دونوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہمیں خوف ہے کہ کہیں فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے یا اپنی سرکشی میں بڑھ نہ جائے۔ جواب ملا کہ تم قطعی خوف نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں اور سنتا دیکھتا رہوں گا۔ (طہٰ ۴۵'۴۶)

فَأْتِيَاهُ فَقُولَآ إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۖ قَدْ جِئْنَٰكَ بِـَٔايَةٍ مِّن رَّبِّكَ ۖ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَىٰ مَنِ ٱتَّبَعَ ٱلْهُدَىٰٓ ﴿۴۷﴾

ترجمہ:۔ تم اس کے پاس جا کر کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے پیغمبر ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے' ان کی سزائیں موقوف کر' ہم تو تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کے آئے ہیں اور سلامتی اس کے لیے ہے جو ہدایت کا پابند ہو جائے گا۔ (طہٰ۔ ۴۷)

إِنَّا قَدْ أُوحِىَ إِلَيْنَآ أَنَّ ٱلْعَذَابَ عَلَىٰ مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَن رَّبُّكُمَا يَٰمُوسَىٰ ﴿۴۹﴾

ترجمہ:۔ ہماری طرف وحی کی گئی ہے جو کوئی جھٹلائے اور روگردانی کرے اس کے لیے عذاب ہے۔ فرعون نے پوچھا کہ اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ (طہٰ۔ ۴۸'۴۹)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں یعنی رسولوں پیغمبروں کا ذکر بڑی شان سے فرماتا

Marfat.com

ہے لیکن بنی اسرائیل کی روایات ان کی یکسر نفی کرتی نظر آتی ہیں۔ بائبل کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ جب خدا نے موسیٰ سے کہا کہ ''اب میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں کہ تو میری قوم بنی اسرائیل کو مصر نکال لا'' تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کہا ''میں کون ہوں جو فرعون کے پاس جاؤں اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لاؤں؟'' (خروج باب ۳ آیات ۱۰ تا ۱۱) پھر خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت کچھ سمجھایا' ان کی ڈھارس بندھائی' معجزے عطا کیے مگر حضرت موسیٰ نے پھر کہا کہ ''اے خداوند' میں تیری منت کرتا ہوں کسی اور کے ہاتھ سے جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج۔ (خروج' باب ۴ آیت ۱۴) تلمود کی روایت تو اس سے بھی چند قدم آگے جاتی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ کے درمیان سات دن تک مسلسل اسی بات پر ردوکد ہوتی رہی۔ اللہ کہتا رہا کہ نبی بن' مگر موسیٰ کہتے رہے کہ میری زبان ہی نہیں کھلتی تو میں نبی کیسے بن جاؤں۔ آخر میں اللہ نے کہا میری خوشی یہ ہے کہ تو ہی نبی بن۔ اس پر حضرت موسیٰ نے کہا کہ لوط کو بچانے کے لیے آپ نے فرشتے بھیجے' ہاجرہ جب سارہ کے گھر سے نکلی تو اس کے لیے پانچ فرشتے بھیجے' اور اب اپنے خاص بچوں (بنی اسرائیل) کو مصر سے نکلوانے کے لیے آپ مجھے بھیج رہے ہیں۔ اس پر خدا ناراض ہو گیا اور اس نے رسالت میں ان کے ساتھ ہارون کو شریک کر دیا اور موسیٰ کی اولاد کو محروم کر کے کہانت کا منصب ہارون کو دے دیا اس سے بائبل' تلمود اور قرآن کا فرق نمایاں اور صاف صاف دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا اور قیاس کرنا کہ نعوذ باللہ قرآن میں تمام قصے ان کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ سوائے دروغ گوئی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:۔ پس جب ان کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے دیئے ہوئے معجزے لے کر پہنچے تو وہ کہنے لگا یہ تو صرف گھڑا گھڑایا جادو ہے ہم نے اپنے اگلے باپ داداؤں کے زمانے میں کبھی یہ نہیں سنا۔ (القصص۔۳۶)

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ:۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے میرا رب تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے' جو اس کے پاس ہدایت لے کر آتا ہے اور جس کے لیے آخرت کا (اچھا) انجام ہوتا ہے۔ یقیناً ظالم کبھی فلاح نہیں پاتے۔ (القصص۔۳۷)

Marfat.com

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

ترجمہ:۔اور فرعون نے کہا اے درباریوں! میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا۔سن اے ہامان! تو میرے لیے مٹی کو آگ سے پکوا کر (اینٹیں بنا) پھر میرے لیے ایک محل تعمیر کر تو میں موسیٰ کے معبود کو جھانک لوں‘ اسے تو میں جھوٹوں میں ہی گمان کر رہا ہوں۔(القصص۔۳۸)

اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ تو مجھے جادوگر اور افترا پرداز کہہ رہا ہے لیکن میرا رب میرے حال سے خوب واقف ہے وہ جانتا ہے کہ جو شخص اس کی طرف سے رسول مقرر کیا گیا ہے وہ کیسا آدمی ہے۔اور آخری انجام کا فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ میں اگر جھوٹا ہوں تو میرا انجام برا ہوگا اور تو جھوٹا ہے تو پھر خوب جان لے کہ تیرا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

ترجمہ:۔آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ لیا اور دریا برد کر دیا۔اب دیکھ لے کہ ان گناہ گاروں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ (القصص۔۴۰)

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے انہیں ایسے پیش رو (امام) بنا دیا کہ وہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں‘ اور روز قیامت مطلق مدد نہ کیے جائیں۔

وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے اپنی لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔(القصص۔۴۱)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ:۔اور ان اگلے زمانے والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ایسی کتاب عنایت کی جو لوگوں کے لیے دلیل اور ہدایت و رحمت ہو کر آئی تھی تاکہ وہ نصیحت حاصل کر لیں۔(القصص۔۴۳)

اس حصہ قرآن میں اب تک جن آیاتِ ربانی کا مضمون صحیفہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یعنی تورات کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں تقریباً وہی مضامین الٰہی قرآن کریم کے اپنے مخصوص

Marfat.com

انداز بیان او سلوب کے مطابق سورۃ طٰہٰ سورۃ الشعرا' سورۃ النمل' میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ اسی سبب ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ قرآن بار بار دہرائی جانے والی آیتوں کا مجموعہ ہے۔ اسی سبب ہم بھی ان آیات کو دہرا رہے ہیں تاکہ صحیفہ موسیٰ کی تکمیل ہو سکے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان آیات کو مختلف مواقعوں پر اس لیے بھی دہرایا ہے کہ مختلف انبیاء کے سامنے ان کے پیش رو انبیاء کے احوال کو بیان کرنا اور انہیں تسلی و تشفی دینا بھی مقصود ہوتا تھا کیونکہ تمام انبیائے کرام علیہ السلام کے ساتھ تبلیغ دین کے سلسلے میں یکساں حالات و واقعات پیش آتے رہے ہیں چونکہ وہ تمام آیات قرآنی جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حوالہ دیا گیا یا ان کی نبوت کے متعلق حوالہ جات دیے گئے ہیں انہیں یہاں یکجا کیا جا رہا ہے جو یقیناً کتاب الٰہی تورات میں تو شامل نہیں لیکن اس کا تسلسل ضرور ہیں۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ:۔ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امرا کے پاس بھیجا مگر ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہیں کیا' سو دیکھیے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا؟ (الاعراف۔۱۰۳)

دراصل ان آیات کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی اسرائیل کے ماضی سے باخبر فرمایا ہے۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ:۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے فرعون! میں تو رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ (الاعراف۔۱۰۴)

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ:۔ میرا یہی منصب ہے کہ میں اللہ کی طرف سچ کے سوا کوئی بات منسوب نہ کروں' میں تو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بڑی دلیل لے کر آیا ہوں' لہٰذا تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ (الاعراف۔۱۰۵)

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ:۔ فرعون نے کہا "اگر تو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو اسے پیش کر" (الاعراف۔۱۰۶)

Marfat.com

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ:۔پس موسیٰ نے اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیا' یکا یک وہ ایک زندہ اژدھا بن گیا۔ (الاعراف۔۱۰۷)

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

ترجمہ:۔اور اپنا ہاتھ (جیب سے) باہر نکالا تو وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا۔ (الاعراف۔۱۰۸)

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾

ترجمہ:۔فرعون کی قوم کے سرداروں (جو وہاں موجود تھے) نے آپس میں کہا یقیناً یہ شخص تو بڑا ماہر جادوگر ہے۔(الاعراف۔۱۰۹)

جو معجزے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے فرعون کے سامنے ظاہر کیے انہیں دیکھ کر فرعون اور اس کے درباری بجائے یہ کہ ایمان لاتے انہوں نے ان معجزات کو جادو قرار دیا۔ کیونکہ اس زمانے میں جادو کا بڑا زور تھا اسی لیے انہوں نے معجزات کو بھی جادو سمجھا حالانکہ معجزہ میں کسی قسم کا انسانی دخل ہوتا ہی نہیں لیکن اس طرح ان سردارانِ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعون کو بہکانے کا ایک موقع مل گیا تھا۔

يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾

ترجمہ:۔یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری زمین سے باہر کر دے' سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾

ترجمہ:۔انہوں نے (فرعون سے) کہا کہ اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دیجیے اور تمام شہروں میں ہرکاروں کو بھیج دیجیے۔(الاعراف۔۱۱۱)

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾

ترجمہ:۔کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کردیں۔(الاعراف۔۱۱۲)

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾

ترجمہ:۔اور وہ (تمام) جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ (الاعراف۔۱۱۳)

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِىَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔فرعون نے کہا ''ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔''
ان جادوگروں نے کہا ''اے موسیٰ تم ڈالتے ہو یا ہم ڈالیں؟'' (الاعراف ۔۱۱۴۔۱۱۵)

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ:۔(موسیٰ علیہ السلام) نے کہا تم ہی ڈالو' پھر جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔(الاعراف ۔۱۱۶)

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ اپنا عصا ڈال دو! اس کا عصا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کردیا۔(الاعراف ۔۱۱۷)

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

ترجمہ:۔پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بھی بنایا تھا وہ سب باطل ہو گیا۔ پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر رہ گئے۔(الاعراف ۔۱۱۸۔۱۱۹)

وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ:۔پھر وہ تمام جادوگر سجدے میں گر گئے۔ کہنے لگے کہ ''ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔'' (الاعراف ۔۱۲۰تا۱۲۲)

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

ترجمہ:۔فرعون کہنے لگا کہ تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بغیر اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں؟ بے شک یہ سازش تھی جس پر تم نے عمل درآمد کیا ہے۔ تاکہ تم سب مل کر اس شہر کے رہنے والوں کو یہاں سے باہر نکال دو۔ اچھا اب تم کو اس کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔(الاعراف ۔۱۲۳)

سورۃ الاعراف کی ان آیات میں جو مضمون ارشاد ہوا ہے اسی مضمون کا ذکر بائبل کی کتاب خروج باب نمبر ۷ میں اس طرح آیا ہے۔ اس کا عنوان دیا گیا ہے۔ ''ہارون کی لاٹھی'' یہ خروج کا باب نمبر ۷ کی آیت نمبر ۸ سے اس طرح شروع ہوا ہے۔

(۸) ''اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا۔(۹) کہ جب فرعون تم سے کہے کہ اپنا معجزہ دکھاؤ تو ہارون سے کہنا کہ اپنی لاٹھی کو لے کر فرعون کے سامنے ڈال دے تاکہ وہ سانپ بن جائے۔(۱۰) اور موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے اور انہوں نے خداوند کے حکم کے مطابق کیا اور ہارون نے اپنی لاٹھی فرعون اور اس کے خادموں کے سامنے ڈال دی اور وہ سانپ بن گئی۔(۱۱) تب فرعون نے بھی داناؤں اور جادوگروں کو بلوایا اور مصر کے جادوگروں نے بھی اپنے

Marfat.com

جادو سے ایسا ہی کیا۔(۱۲) کیونکہ انہوں نے بھی اپنی اپنی لاٹھیاں سامنے ڈالیں اور وہ سانپ بن گئیں ہارون کی لاٹھی ان کی لاٹھیوں کو نگل گئی۔(۱۳) اور فرعون دل کا سخت ہو گیا اور جیسا خداوند نے کہہ دیا تھا اس نے ان کی نہ سنی۔(خروج باب ۷ آیات ۸ تا ۱۳)

قرآنِ حکیم میں ارشادِ الٰہی کے مطابق عصا یعنی لاٹھی کا معجزہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے جبکہ بائبل نویسوں نے اسے بالکل الٹا کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے منسوب کر دیا۔ قرآنی آیات سے بائبل کی ان آیات کا موازنہ بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح آیات کو تبدیل کر دیا گیا ہے۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ:۔ میں تمہارے ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹوں گا۔ پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔(الاعراف۔۱۲۴)

جب فرعون کے جادوگر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ان کے معجزوں سے مرعوب ہو کر ایمان قبول کر لیا تو فرعون نے ان سب کو دھمکی دی تا کہ وہ خوف زدہ ہو کر اپنے دینِ باطل پر واپس آ جائیں۔

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں (مر کر) اپنے پروردگار ہی کے پاس جانا ہے۔ (اعراف۔۱۲۵)

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمہ:۔ اور تو نے ہم میں کون سا عیب دیکھا ہے، بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالتِ اسلام پر نکال۔(الاعراف۔۱۲۶)

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمہ:۔ اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی قوم کو یوں ہی چھوڑ دے گا کہ وہ ملک میں فساد پھیلاتے پھریں، اور وہ تیری اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں۔ فرعون نے کہا کہ ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ

Marfat.com

رہنے دیں گے اور ہم کو ان پر ہر طرح کا زور ہے۔ (اعراف۔۱۲۷)
ان آیاتِ الٰہی کا موازنہ بائبل سے قطعی نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا مفہوم تک تبدیل کر دیا گیا ہے۔
بائبل کی کتاب خروج میں ان آیات کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے۔
(۴) اور موسیٰ نے کہا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں آدھی رات کو نکل کر مصر کے بیچ میں جاؤں گا۔ (۵) اور ملک مصر کے سب پہلوٹھے فرعون جو تخت پر بیٹھا ہے اس کے پہلوٹھے سے لے کر وہ لونڈی جو چکی پیستی ہے اس کے پہلوٹھے تک اور سب چوپایوں کے پہلوٹھے مر جائیں گے۔
(بائبل خروج۔ باب ۱۱ آیات ۴ تا ۵)

قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٢٨﴾

ترجمہ:۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سہارا حاصل کرو اور صبر کرو، یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے وہ مالک بنا دے اور آخری کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ (الاعراف۔۱۲۸)

قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٩﴾

ترجمہ:۔ قوم کے لوگ (بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ سے ہی مصیبت میں رہے، آپ کے آنے سے پہلے بھی اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بہت جلد اللہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور تمہیں اس سرزمین کا خلیفہ بنا دے گا پھر تمہارا طرزِ عمل دیکھے گا۔ (اعراف۔۱۲۹)

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٣٠﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی اور پھلوں کی کم پیداوار میں مبتلا کیا تاکہ وہ نصیحت قبول کر لیں۔ (اعراف۔۱۳۰)

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣١﴾

ترجمہ:۔ سو جب ان پر خوشحالی آجاتی ہے تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہیے اور اگر ان پر بدحالی آجاتی تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتایا کرتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست تو اللہ کے پاس ہے، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (اعراف۔۱۳۱)

Marfat.com

وَقَالُوْا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ:۔اور یوں کہتے تو کیسی ہی بات ہمارے سامنے لائے اور اس کے ذریعے ہم پر جادو کر مگر ہم جب بھی تیری بات نہیں مانیں گے۔(الاعراف۔۱۳۲)

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

ترجمہ:۔پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا (سرسریاں) اور مینڈک اور خون، کہ وہ سب کھلے معجزے تھے مگر وہ سرکشی کرتے رہے اور وہ بڑے جرائم پیشہ لوگ تھے۔ (الاعراف۔۱۳۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کی اس مختصر سی آیت مبارکہ میں ہی سب عذابوں کو یکجا فرما دیا ہے ایک مختصر سے جملے میں سب ہی کچھ ارشاد فرما دیا ہے جبکہ بائبل میں اس آیت کے مفہوم کو اسرائیلی مصنفین نے بائبل کی کتاب خروج میں باب نمبر ۷ میں آیت نمبر ۱۴ کو ''مصر پر آفتیں نازل ہوتی ہیں'' کا عنوان دے کر اس کی ذیلی سرخی ''خون'' لگائی ہے اس میں آیت نمبر 19 کا مضمون اس طرح دیا گیا ہے (19) اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ ہارون سے کہہ اپنی لاٹھی لے اور مصر میں جتنا پانی ہے یعنی دریاؤں اور نہروں اور جھیلوں اور تالابوں پر اپنا ہاتھ بڑھا تا کہ وہ خون بن جائیں اور سارے ملکِ مصر میں پتھر اور لکڑی کے برتنوں میں بھی خون ہی خون ہوگا۔(۲۰) اور موسیٰ اور ہارون نے خداوند کے حکم کے مطابق کیا۔اس نے لاٹھی اٹھا کر اسے فرعون اور اس کے خادموں کے سامنے دریا کے پانی پر مارا اور دریا کا پانی سب خون ہو گیا۔(۲۱) اور دریا کی مچھلیاں مر گئیں اور دریا سے تعفن اٹھنے لگا اور مصری دریا کا پانی پی نہ سکے اور تمام ملکِ مصر میں خون ہی خون ہو گیا۔باب نمبر ۸ کا عنوان مینڈک دیا گیا ہے۔اس باب میں مینڈکوں کے طوفان کا ذکر ہے اس باب کی پندرہ آیات میں مینڈکوں کا احوال ہے اور آیت سولہ سے شروع ہونے والی تحریر کا عنوان ''جوئیں'' دیا گیا ہے جس کو قرآن کی آیت میں گھن کا کیڑا یا سرسری کہا گیا ہے یہ آیت ۱۶ تا ۱۹ بیان ہوا ہے اور آیت ۲۰ کا عنوان مچھر دیا گیا ہے۔یہ مضمون آیت ۲۰ تا ۳۲ تک ہے پھر نیا باب نمبر ۹ شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ہے 'مویشیوں میں مری'' اس عنوان کے تحت چھ آیات دی گئی ہیں آیت نمبر ۸ سے شروع ہونے والی تحریر کا عنوان ''پھوڑے اور پھپھولے'' دیا گیا ہے یہ ۸ تا ۱۲ تک گیا ہے ۱۳ سے شروع ہونے والے مضمون کا عنوان ''اولے'' دیا گیا ہے' جو آیت ۳۵ تک چلا ہے۔اس کے بعد نیا باب نمبر ۱۰ شروع ہوتا ہے جس کا عنوان ''ٹڈیاں'' دیا گیا ہے یہ ۱ تا ۲۰ آیات پر مشتمل مضمون ہے آیت ۲۱ سے شروع ہونے والے مضمون کا عنوان ''تاریکی'' ہے۔یہ آیت نمبر ۲۱ تا ۲۹ پر محیط ہے۔بائبل کی کتاب خروج میں باب ۷ تا ۱۲ اسی سے متعلق ہے۔جبکہ مفسرین

Marfat.com

قرآن اس آیت مبارکہ ۱۳۳ کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔ ''طوفان سے مراد سیلاب یا کثرتِ بارش ہے جس سے ہر چیز غرق ہوگئی یا کثرتِ اموات مراد ہے جس سے ہر گھر میں ماتم برپا ہوگیا۔ ٹڈی دل کا حملہ فصلوں کی ویرانی و تباہی کے لیے مشہور ہے۔ یہ ٹڈیاں ان کے غلوں اور پھلوں کی فصلوں کو کھا کر چٹ کرگئی ہوں گی۔ جوں' جو انسان کے کپڑوں اور بالوں میں ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے' اللہ کے حکم سے کہیں بھی پیدا ہوسکتی ہے' جوؤں سے انسان کو گھن بھی آتی ہے اور ان کی کثرت سے انسان پریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی گھن کا کیڑا جسے سرسری بھی کہا جاتا ہے جس غلے میں لگ جاتا ہے اس کا بڑا حصہ کھا جاتا ہے۔ اور جب یہ سب کچھ بطور عذاب الٰہی نازل ہو تو لاحق ہونے والی پریشانی کا اندازہ کرنا ممکن ہی نہیں ہوسکتا۔ مینڈک جو پانی اور جوہڑوں' چھپڑوں میں ہوتا ہے اور جب یہ عذابِ الٰہی کی بطور نازل ہو تو ہر طرف کھانے پینے کی اشیا میں بستروں میں گھروں میں بازاروں میں غرض ہر طرف مینڈک ہی مینڈک ہوں تو لوگوں کا تو کھانا پینا ہی حرام ہو جائے گا۔ خون سے مراد آیتِ کریمہ میں پانی کا خون میں تبدیل ہو جانا ہے کہ پینے کا پانی خون میں تبدیل ہو جانے سے لوگوں کو پینے کے لیے پانی میسر نہیں رہا کچھ مفسرین کے مطابق خون سے مراد نکسیر کی بیماری ہے یعنی ہر شخص کی ناک سے خون جاری ہوگیا تھا۔ یہ سب کھلے کھلے اور الگ الگ معجزے تھے جو وقفوں سے سامنے آتے رہے۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۖ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَاءِيلَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ:۔ اور جب ان پر کوئی عذاب ہو جاتا تو وہ یوں کہتے' اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجیے! جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے۔ اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹادیں تو ہم ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آئیں گے' اور ہم بنی اسرائیل کو بھی (رہا کر کے) آپ کے ساتھ کر دیں گے۔ (الاعراف۔ ۱۳۴)

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿۱۳۵﴾

ترجمہ:۔ پھر جب ان سے اس عذاب کو جو ایک خاص وقت تک کے لیے ان کو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔ (الاعراف۔ ۱۳۵)

اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو جو عذاب پے در پے ان پر نازل ہو رہے تھے جب ان پر عذاب آتا تو اس سے تنگ آ کر وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور ان سے دعا کراتے جب وہ عذاب ٹل جاتا تو وہ ایمان لانے کے بجائے پھر سے شرک و کفر میں مبتلا ہو جاتے' اس پر پھر ان پر عذاب نازل ہو جاتا پھر وہ اسی طرح کرتے یوں تھوڑے تھوڑے وقفوں سے ان پر پانچ عذاب نازل کیے گئے۔ لیکن ان کے دل تو سیاہ ہو چکے تھے ان کے دماغوں میں رعونت اور تکبر بھرا

Marfat.com

ہوا تھا وہ حق کی راہ کو اتنی نمایاں اور کھلی کھلی نشانیوں کے باوجود ماننے کو تیار نہیں تھے اور ایمان کی دولت سے محروم ہی رہے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ:۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی غفلت برتتے تھے۔ (الاعراف۔۱۳۶)

فرعونِ مصر اور آلِ فرعون سب کے سب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے ذریعے جو جو نشانیاں دکھائیں وہ سب انہوں نے دیکھیں اور ان سے بچنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہی دعائیں کرائیں ان نشانیوں میں سب سے پہلے اللہ کے نبی کے جادوگروں سے مقابلہ ہوا انہوں نے شکست کھا کر ایمان قبول کر لیا دوسرا عذاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیشگی اعلان کے مطابق مصر میں شدید قحط نازل ہوا جو ان کی ہی دعا کے اثر سے دور ہوا۔ تیسرا عذاب حضرت موسیٰ کی پیش گوئی کے مطابق ملک بھر میں شدید ہولناک بارشوں' ژالہ باری' کڑک چمک کے طوفان نے آگھیرا جس سے بستیاں کھیت کھلیان تباہ ہو گئے اور یہ بلا بھی ان کی دعا کے اثر سے ہی ٹلی پھر چوتھا عذاب جس سے پورے ملک پر ٹڈی دَل کا خوفناک حملہ ہوا جو ان کی ہی دعا سے ٹلا۔ پانچواں عذابِ الٰہی جوئیں اور سرسریوں کے ذریعے پھیلا جس میں انسان اور جانور سب مبتلا ہوئے اور غلوں کے گودام تباہ و برباد ہو گئے اس عذاب سے نجات کے لیے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہی درخواست کی گئی۔ چھٹا عذابِ الٰہی ملک بھر کے گوشے گوشے میں مینڈکوں کا سیلاب امنڈ آیا جس سے آبادیوں کی آبادیاں تنگ آ گئیں' اس سے نجات کے لیے بھی آلِ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہی دعا کی درخواست کی۔ ساتواں عذابِ الٰہی خون کے عذاب کی صورت نازل ہوا جس سے تمام دریاؤں اور نہریں' کنوئیں' چشمے' تالاب' نالے' حوض غرض ہر طرف ہر قسم کا پانی خون میں تبدیل ہو گیا لوگ صاف پانی کو ترس گئے یہ آفت بھی اسی وقت ٹلی جب اس سے نجات کی دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائی۔

بائبل کی کتاب خروج کے ابواب ۷۔۸۔۹۔۱۰ اور ۱۲ میں بھی ان عذابوں کا مفصل ذکر درج کیا گیا ہے مگر اس قرآنی آیت میں اس کی حقیقت بھی کھل جاتی ہے کہ اس میں کتنی بناوٹ جھوٹ مکر شامل ہے اور کتنی حقیقت' کیونکہ اس میں کہا گیا ہے جب ملک میں خون کا عذاب آیا تو جادوگروں نے بھی ویسا ہی عمل اپنے جادو کے زور سے کر کے دکھایا مگر جب جوؤں کا عذاب الٰہی نازل ہوا تو جادوگروں کی جادوگری جواب دے گئی وہ اپنے جادو اور کمال کے زور پر ایک بھی جوں پیدا نہیں کر سکے اور انہوں نے اقرار کیا یہ خدا کا کام ہے ایسا اس وقت بھی ہوا جب ملک بھر میں مینڈکوں کا عذاب نازل ہوا اس وقت بھی جادوگروں نے جواب دے دیا کہ ایسا کرنا ان کے بس کی بات

Marfat.com

نہیں۔اس عذاب سے نجات کے لیے فرعونِ مصر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہی درخواست کی۔فرعون کے جادوگر بھی دھوکے باز اور فریبی تھے کیونکہ جب ہر طرف پانی خون میں تبدیل ہو گیا تو پھر جادوگروں نے کس چیز سے خون بنایا؟ ایسی ہی باریک باتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بائبل خالص کلام الٰہی پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اسے جن لوگوں نے لکھا ہے انہوں نے اس میں اپنی طرف سے بہت کچھ شامل کر دیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بائبل کے مصنفین بس واجبی سے عالم رہے ہوں گے جنہیں جھوٹ گھڑنے اور کلام الٰہی کو مسخ کرنے کا سلیقہ بھی پوری طرح نہیں آتا تھا۔

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے۔اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا مالک بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے، اور آپ کے رب کا نیک وعدہ، بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا، اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے بنائے ہوئے چڑھائے ہوئے کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے، سب کو درہم برہم کر دیا۔ (الاعراف۔۱۳۷)

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا۔پھر ان لوگوں کا ایک (ایسی) قوم پر گزر ہوا جو اپنے چند بتوں سے لگے بیٹھے تھے، کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر کر دیجیے! جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا، واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔(الاعراف۔۱۳۸)

بائبل میں اسی واقعہ کو کتاب خروج کے باب نمبر ۱۴ میں ''بحر قلزم کے پار جانا'' کا عنوان سے دیا گیا ہے یہ باب ۱ تا ۳۱ آیات پر محیط ہے۔اس میں اسرائیلیوں نے پورے قصے کی منظر کشی کی ہے جبکہ قرآن نے ایک مختصر سے جملے میں سب کچھ سمو دیا ہے۔علمائے کلیسا نے قرآن کی اس آیت کی جو تشریح و تفسیر اپنے وقت اور ضرورت کے حساب سے کی ہو گی بعد کے بائبل کے مصنفین نے اسے بائبل کا حصہ بنا دیا۔جبکہ قرآن مجید کے بارے میں حکم الٰہی ہے کہ قرآن لوح محفوظ پر رقم ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب اس کا نزول نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گیا تو اسے لوح محفوظ سے ہی نازل فرمایا گیا جس میں کسی غلطی کسی تحریف کی قطعی کوئی گنجائش نہیں پھر سب سے اہم

Marfat.com

حقیقت جس کا اظہار خود رب کائنات نے قرآن مجید میں فرمادیا کہ اس کلام الٰہی کی حفاظت کی ذمہ داری خود رب کائنات نے لی ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر و ترجمہ میں مترجم اور مفسرین کرام کا تھوڑا سے معنوی اختلاف نظر آتا ہے کچھ نے ''البحر'' کا ترجمہ دریا کیا ہے تو کچھ نے سمندر' کچھ مفسرین کے خیال میں فرعون مصر اپنے لشکر کے ساتھ دریائے نیل میں غرق ہوا جبکہ اکثر مفسرین نے بحر احمر' اور بائبل نے کتاب خروج باب ۱۴ میں بحر قلزم تحریر کیا ہے۔ بنی اسرائیل نے جس مقام سے پانی پار کیا وہ علاقہ غالباً موجودہ نہر سوئز اور اسماعلیہ کے درمیان کا کوئی علاقہ رہا ہوگا جہاں سے گزر کر وہ لوگ جزیرہ نما سینا کے جنوبی علاقے کی طرف ساحل کے کنارے کنارے روانہ ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ اس زمانے میں جزیرہ نما سینا کا مغربی اور شمالی علاقہ مصر کی سلطنت میں شامل تھا۔ کیونکہ جنوب کے علاقے میں شہر طور اور ابوزعیمہ کے درمیان تانبے اور سونے اور فیروزے کی کانیں تھیں جن سے اہل مصر فائدہ اٹھاتے تھے۔ ان کانوں کی حفاظت و نگرانی کے لیے مصریوں نے جگہ جگہ چھاؤنیاں بنا رکھی تھیں ان میں سے ہی ایک چھاؤنی ''مفقہ'' کے مقام پر تھی جہاں مصریوں کا ایک بڑا معبد بھی تھا جس کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں ان ہی مقامات میں سے کسی جگہ سنائی قوم کے ایک پادری کا بنا ہوا بت بھی تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے' ایسے ہی کسی مقام سے گزرتے ہوئے اسرائیلیوں نے جن کا ایک بڑا عرصہ مصریوں کی غلامی واطاعت میں گزارا تھا' ان پر ان کا کافی اثر تھا اسی باعث انہوں نے بھی ایک مصنوعی معبود کی فرمائش کردی تاکہ وہ اپنی پرستش کی ضرورت پوری کرسکیں۔ اسی خواہش کا جواب رب کریم نے اس طرح دیا ہے۔

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ: یہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ تباہ کردیا جائے گا اور ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے۔ (الاعراف۔ ۱۳۹)

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٤٠﴾

ترجمہ:۔ پھر (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کردوں؟ حالانکہ اس نے تم کو تمام جہاں والوں پر فوقیت دی ہے۔ (الاعراف۔ ۱۴۰)

وَإِذْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۖ يُقَتِّلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿١٤١﴾

ترجمہ:۔ اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے بچالیا جو تم کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس

Marfat.com

میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔ (الاعراف۔۱۴۱)

جس آزمائش کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا ہے اس کا ذکر سورۃ البقرہ اور سورۂ ابراہیم میں بھی ہوا ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِىْ فِىْ قَوْمِىْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور مزید دس رات سے ان تیس راتوں کو پورا کیا۔ سو ان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس رات کا ہو گیا۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) سے کہا کہ میرے بعد ان کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔ (الاعراف۔۱۴۲)

فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دینے کے بعد ضرورت لاحق ہوئی کہ بنی اسرائیل کی رہنمائی و ہدایت کی کہ انہیں کوئی کتاب دی جائے۔ اسی سبب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں کے لیے کوہ طور پر بلایا' جس میں پھر دس راتوں کا اضافہ فرما کر انہیں چالیس راتوں میں بدل دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کر گئے تھے گو کہ وہ خود بھی نبی تھے تا کہ وہ اپنی قوم بنی اسرائیل کی ہدایت و اصلاح کا کام کرتے رہیں جو ایک طویل دور غلامی سے نکل کر آئی تھی جو آداب عبادت بھول چکی تھی اسی لیے خطرہ تھا کہ کہیں کچھ شرپسند افراد کسی قسم کی شرارت یا بدی نہ پھیلا سکیں۔ حضرت موسیٰ حکم الٰہی کے مطابق کوہ طور پر تشریف لے گئے۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِىْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِىْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِىْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

ترجمہ:۔اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے مقرر کردہ وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو (انہوں نے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں' ارشاد الٰہی ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے' لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے' پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس پہاڑ کے پرخچے (ریزہ ریزہ) اڑا دیئے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو

Marfat.com

کر گر پڑے پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا' بے شک پاک ہے آپ کی ذات' میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا ہوں۔ (الاعراف۔۱۴۳)

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ:۔ارشاد (باری تعالیٰ) ہوا کہ اے موسیٰ! میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے' تو جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور شکر کرو۔ (الاعراف۔۱۴۴)

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے (موسیٰ کو) ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل چند تختیوں پر لکھ کر دے دی' (اور اس سے کہا) تم ان کو پوری طاقت سے پکڑ لو اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ وہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں' اب بہت جلد تم لوگوں کو ان فاسقوں کا مقام (انجام) دکھلاؤں گا۔ (اعراف۔۱۴۵)

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

ترجمہ:۔میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں' جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہیں لائیں گے' اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے۔ (الاعراف۔۱۴۶)

آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ تکبر کے نتیجے سے آگاہ فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنی آیات سے دور ہی رکھتا ہے جو غرور اور تکبر کرتے ہیں اور پھر وہ اتنے دور ہوتے چلے جاتے ہیں کہ پھر کوئی بھی حق تعالیٰ کی نشانی انہیں حق کی طرف واپس لانے کا سبب نہیں بنتی۔ یہی بات سورۃ یونس میں ارشاد ہوئی ہے۔ ترجمہ:۔جس پر تیرے رب کی بات ثابت ہوگی وہ ایمان نہیں لائیں گے' چاہے ان کے پاس ہر طرح کی نشانی آجائے۔ حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں' (یونس۔۹۶۔۹۷)

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۟ؒ

ترجمہ:۔اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان سب کے کام غارت ہو گئے۔ان کو وہی سزا ملے گی جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔(الاعراف۔۱۴۷)

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۟

ترجمہ:۔اور موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا معبود ٹھہرالیا جو کہ ایک قالب تھا جس میں ایک (بیل کی) آواز آتی تھی۔کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ ہی انہیں کوئی راہ دکھاتا تھا۔اس کو انہوں نے اپنا معبود بنالیا اور بڑی ناانصافی کا کام کیا۔ (الاعراف۔۱۴۸)

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں کے لیے احکام الٰہی لینے اور اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہم کلام ہونے کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے اور ان کی قوم بنی اسرائیل اسی پہاڑ کی گھاٹی میں میدان ''الراحہ'' میں ٹھہری ہوئی تھی۔

وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۟

ترجمہ:۔اور جب وہ نادم ہوئے اور انہیں معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تھے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارے گناہ معاف نہ کرے تو ہم برباد ہو جائیں گے۔(الاعراف۔۱۴۹)

بنی اسرائیل کو یہ ندامت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی پر ان کے برا بھلا کہنے پر ہوئی جب انہوں نے آکر زبردستی انہیں بچھڑے کی پرستش سے روکا اور اسے ضائع کرایا۔یہی کچھ سورۂ طٰہٰ میں بھی ارشاد ہوا ہے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖؗ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۟

ترجمہ:۔اور جب موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو غصے اور رنج میں بھرے

Marfat.com

ہوئے کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی ہی بری جانشینی کی؟ کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی نہیں کرلی' اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے۔ ہارون (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے ماں جائے! ان لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ یہ مجھ کو قتل کر ڈالتے تو تم مجھ پر دشمنوں کو مت ہنساؤ اور مجھ کو ان ظالموں میں مت شمار کرو۔ (الاعراف۔ ۱۵۰)

آیت کریمہ کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک بہت ہی بڑا اور گھناؤنا الزام جو بنی اسرائیل نے حضرت ہارون علیہ السلام پر لگایا تھا سے ان کی برأت کا اعلان فرمادیا جو ان کی قوم نے ان پر چسپاں کیا تھا۔ بائبل میں بچھڑے کی پرستش کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

(۱) جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لیے دیوتا بنادے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ موسیٰ کو جو ہم کو ملکِ مصر سے نکال لایا کیا ہوگیا۔ (۲) ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ (۳) چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ہارون کے پاس لے آئے۔ (۴) اور اس نے ان کو ان کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی۔ تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو مصر سے نکال کر لایا ہے۔ (۵) یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کردیا کہ کل خداوند کے لیے عید ہوگی۔ (۶) اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انہوں نے قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گزاریں پھر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔ (بائبل کتاب خروج باب ۳۲ آیات ۱ تا ۶)

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر صراحت سے اس غلط بیانی اور الزام کی تردید کی گئی ہے اور اصل واقعہ کی حقیقت بتائی گئی ہے کہ اس جرمِ عظیم کا مرتکب اللہ کے نبی حضرت ہارون علیہ السلام نہیں بلکہ اللہ کا باغی سامری جادوگر تھا۔ اس کا اظہار سورۂ طٰہٰ کی آیات ۹۰ تا ۹۴ میں ہوا جو آئندہ صفحات میں سامنے آرہی ہے۔

بنی اسرائیل کی تاریخ پر اگر غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے بارے میں کوئی بھی بات تعجب کی نہیں۔ یہ قوم جب اخلاقی و مذہبی انحطاط میں مبتلا ہوئی تو حد سے گزر گئی۔ ان کے عوام ہو یا خواص یہاں تک کہ ان کے علماء مشائخ' دینی منصب دار سب کے سب بد اخلاقیوں کے سیلاب میں بہہ گئے وہ تمام جرائم جو وہ خود کرتے تھے انہیں اپنے انبیاء کرام کی طرف منسوب کر ڈالتے تھے۔ بنی اسرائیل جن لوگوں کو اللہ کا پیغمبر مانتے تھے ان میں سے کسی کی بھی سیرت ایسی نہیں جسے انہوں نے داغ دار نہ کیا ہو۔ اور داغ بھی ایسے ایسے لگائے جو اخلاق اور شریعت کی نگاہ

Marfat.com

میں بدترین جرائم میں شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً شرک' جادوگری زنا' جھوٹ' فریب' دغابازی اور ایسے ہی دیگر جرائم۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

ترجمہ:۔ تب موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رب! میری خطا معاف فرما اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (الاعراف۔۱۵۱)

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ:۔ (جواب آیا) بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا' ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیا کی زندگی میں ہی پڑے گی اور ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ (الاعراف۔۱۵۲)

وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا ۫ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ:۔ اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کیے پھر وہ ان کے بعد توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو تمہارا رب اس توبہ کے بعد گناہ معاف کر دینے والا' رحمت کرنے والا ہے۔ (الاعراف۔۱۵۳)

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖ وَفِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

ترجمہ:۔ اور جب موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو ان تختیوں کو اٹھا لیا اور ان کے مضامین میں ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔ (الاعراف۔۱۵۴)

وَاخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾

ترجمہ:۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی منتخب کیے اور ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر حاضر ہوئے۔ سو جب ان کو (ایک سخت) زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰ (علیہ السلام) عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار! اگر تجھ کو یہ منظور ہوتا تو اس سے قبل ہی ان کو اور مجھے

Marfat.com

ہلاک کردیتا۔ کیا تو ہم میں سے چند بے وقوفوں کی حرکت سے سب کو ہلاک کردے گا؟ یہ واقعہ محض تیری طرف سے ایک امتحان ہے' ایسے امتحانات سے جس کو تو چاہے گمراہی میں ڈال دے اور جس کو چاہے ہدایت پر قائم رکھے۔ تو ہی تو ہمارا کارساز ہے پس ہم پر مغفرت اور رحمت فرما اور تو سب معافی دینے والوں سے زیادہ معاف کرنے والا ہے۔ (الاعراف۔۱۵۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ستر (۷۰) نمائندوں کے ساتھ حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر حاضر ہوکر اپنی قوم کی طرف سے گئوسالہ یعنی بچھڑے کی پرستش کے جرم کی معافی مانگنے کے لیے اور ازسرنو اطاعت کا عہد استوار کرنے کے لیے بلایا تھا۔ قرآن کریم میں ان آیات کے ذریعے اس بات کی گواہی دی گئی ہے جبکہ' بائبل اور تلمود میں اس بات کا کوئی ذکر تک نہیں کیا گیا۔ البتہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جو تختیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی تھیں وہ انہوں نے پھینک کر توڑ دی تھیں اور ان کے بدلے دوسری تختیاں عطا کرنے کے لیے انہیں کوہ طور پر بلایا گیا تھا۔

''پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا پہلی لوحوں کی مانند پتھر کی دو لوحیں اپنے لیے تراش لینا اور میں ان الوح پر وہی باتیں لکھ دوں گا جو پہلی لوحوں پر جن کو تو نے توڑ ڈالا مرقوم تھیں۔ (خروج باب ۳۴ آیت ۱) جبکہ ان آیات میں واضح ارشاد ہوا ہے کہ'' جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے وہ تختیاں اٹھالیں'' یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اللہ کا منتخب بندہ اور اس کا جلیل القدر پیغمبر جسے اللہ تعالیٰ نے شرف ہم کلامی بخشا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست ملنے والی ہدایت ورہنمائی کی کتاب کو یوں پھینک کر ضائع کردے۔

يٰبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ:۔ اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ (البقرہ۔۴۷)

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ:۔ اور اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا' اور نہ شفاعت اور شفارش اس کی قبول ہوگی اور نہ کوئی بدلہ اور فدیہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے۔ (البقرہ۔۴۸)

وَإِذْ نَجَّيْنٰكُم مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِي ذٰلِكُم بَلَآءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿۴۹﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے۔جو تمہارے لڑکوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے'اس نجات دینے میں تمہارے رب کی بڑی مہربانی تھی۔(البقرہ۔۴۹)

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:۔اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا چیر (پھاڑ) دیا اور تمہیں اس سے پار کر دیا اور فرعونیوں کو تمہاری نظروں کے سامنے اس میں ڈبو دیا۔(البقرہ۔۵۰)

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا' پھر تم نے اس کے بعد بچھڑا پوجنا شروع کر دیا اور ظالم بن گئے۔(البقرہ۔۵۱)

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:۔لیکن ہم نے باوجود اس کے پھر بھی تمہیں معاف کر دیا تاکہ تم شکر کرو۔(البقرہ۔۵۲)

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو تمہاری ہدایت کے لیے کتاب اور معجزے عطا فرمائے۔(البقرہ۔۵۳)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

ترجمہ:۔اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے' اب تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو' (توبہ کرو) اپنے آپ کو آپس میں قتل کرو' تمہاری بہتری اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی میں ہے' تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی' وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔ (البقرہ۔۵۴)

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔اور (تم اسے بھی یاد کرو) تم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہرگز ایمان نہیں لائیں گے (جس کی گستاخی کی سزا میں) تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری۔(البقرہ۔۵۵)

Marfat.com

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ:۔لیکن پھر اس لیے کہ تم شکر گزاری کرو اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا۔ (البقرہ۔۵۶)

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من و سلویٰ اتارا (اور کہہ دیا) کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (البقرہ۔۵۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تمام ہی ارشادات یعنی آیات الٰہی خوب کھول کھول کر اپنے بندوں کی آسانی کے لیے بیان فرماتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبت وشفقت ابن آدم یعنی انسان خاکی سے فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی شفقت ومحبت کا اظہار بھی خوب کھول کر فرماتا ہے اور انسان کے نازنخرے بھی خوب اٹھاتا ہے اور اس کی مغفرت و بخشش کی حیلے بہانوں سے اسباب فرماتا ہے ورنہ وہ حاکم الحاکمین وقادر مطلق جب چاہے جیسے چاہے اپنی مخلوق کو سزا دے سکتا ہے لیکن رحیم وکریم تو عفو درگزر سے کام لیتا ہے اور انسان کو سیدھے راستے کی طرف بلاتا ہی نہیں بلکہ اس کی رہنمائی اور ہدایت کا بھی پورا پورا اہتمام وبندوبست فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس راتوں کے لیے طور (پہاڑ) پر بلایا تو ان کو یہ بھی حکم دیا کہ اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر منتخب نمائندے بھی ساتھ لیتے آئیں' پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور فرقان عطا کی' تو انہوں نے اسے ان تمام نمائندوں کے سامنے پیش کیا۔اسی موقع کے لیے قرآن میں البقرہ کی آیت ۵۵ کے مطابق ان میں سے بعض شریر لوگ کہنے لگے کہ ہم محض تمہارے بیان پر کیسے مان لیں کہ خدا تم سے ہم کلام ہوا ہے۔ان کے اس طرح کہنے پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور انہیں سزا دی گئی جس کا اعلان قرآن کر رہا ہے جبکہ اسی بات کو بائبل اس طرح کہہ رہی ہے۔

(۱۰) ''اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔اور اس کے پاؤں کے نیچے نیلم کے پتھر کا چبوترا سا تھا' جو آسمان کی مانند شفاف تھا۔

(۱۱) اور اس نے بنی سرائیل کے شرفا پر اپنا ہاتھ بڑھایا' سو انہوں نے خدا کو دیکھا اور کھایا اور پیا (بائبل کتاب خروج باب ۲۴' آیت ۱۰۔۱۱)

جبکہ بائبل کی اسی کتاب میں آگے چل کر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''جب موسیٰ نے خدا سے عرض کیا کہ مجھے اپنا جلال دکھادے تو اس نے فرمایا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔'' (کتاب خروج

Marfat.com

باب ۳۳۔ آیت ۱۸) یہی جملہ حضرت موسیٰ کا سورۃ الاعراف کی آیت ۱۴۳ میں آیا ہے۔
من وسلویٰ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی اسرائیل کے لیے قدرتی غذا تھی جوان کو سینا کے میدان میں فراہم کی گئی جہاں وہ چالیس برسوں تک پڑے رہے یہ قدرتی غذا جس میں من جو دھنیے کے بیجوں جیسی ایک چیز تھی جو اوس گرنے کی وجہ سے زمین پر جم جاتی تھی اور سلویٰ بٹیر کی قسم کے پرندے تھے جن کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت زیادہ کثرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرما رکھی تھی اسے فاقہ کشی سے بچانے کے لیے اپنی طرف سے خاص انتظام واہتمام فرما رکھا تھا یہاں تک کہ ان کو دھوپ وگرمی کی شدت سے بچائے رکھنے کا انتظام بادلوں کے سائے سے فرمایا تھا۔ من وسلویٰ کا تفصیلی احوال بائبل کی کتاب خروج کے باب ۱۶ میں اور کتاب گنتی کے باب نمبر ۱۱ میں آیت ۷۔۹۔۳۱۔۳۲ میں اور کتاب یشوع کے باب۔۵ آیت ۱۲ میں بیان ہوا ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے تم سے کہا کہ اس بستی میں جاؤ اور جو کچھ جہاں کہیں سے چاہو خوب کھاؤ پیو۔ اور دروازے میں سجدے کرتے ہوئے گزرو اور اپنی زبان سے ''حطہ حطہ'' کہو ہم تمہاری خطائیں معاف فرما دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ (البقرہ۔۵۸)

اس شہر کے بارے میں تاریخ اسلام خاموش ہے کیونکہ کوئی تحقیق نہیں ہوسکی کہ یہ کونسا شہر تھا جبکہ اس کے بارے میں بائبل کا بیان ہے کہ اس شہر کو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے آخری زمانے میں فتح کیا اور وہاں بڑی بدکاریاں کیں جن کے نتیجے میں خدا نے ان پر وبا بھیجی اور ۲۴ ہزار آدمی ہلاک کر دیے۔ (بائبل کتاب گنتی باب ۲۵ آیت ۱ تا ۹)

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ:۔ پھر ان ظالموں نے اس بات کو جوان سے کہی گئی تھی بدل ڈالی، ہم نے بھی ان ظالموں پر ان کے فسق و نافرمانی کی وجہ سے آسمانی عذاب نازل کیا۔ (البقرہ۔۵۹)

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ:۔ اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی

Marfat.com

پتھر پر مارو، جس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہچان لیا (اور ہم نے کہہ دیا کہ) اللہ تعالیٰ کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ پیو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔ (البقرہ۔۶۰)

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾

ترجمہ:۔ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم سے ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہ ہو سکے گا، اس لیے اپنے رب سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ، ککڑی، گیہوں، مسور اور پیاز دے، آپ نے فرمایا، بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو! اچھا شہر میں جاؤ وہاں تمہاری پسند کی یہ سب چیزیں ملیں گی۔ ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور اللہ کا غضب لے کر وہ لوٹے، یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے۔ (البقرہ:۶۱)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کی ناشکری اور انعامات الٰہی سے انکار کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے۔ من و سلویٰ جو انہیں بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہو رہا تھا کو چھوڑ کر وہ ایسی چیزوں کی فرمائش کر رہے تھے جس میں انہیں مشقت کرنا پڑتی یعنی کھیتی باڑی کرنا پڑتی۔ ان کی ایسی ہی ناشکری کے باعث انہیں عذاب سے دوچار کیا گیا اور آخر میں بنی اسرائیل کا اپنے نبیوں کو قتل کرنے کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے اس سب کے بارے میں خود بائبل میں کس طرح بیان آیا ہے اسے بھی سمجھ لیا جائے۔

بائبل کی کتاب گنتی کے باب نمبر ۱۱ میں اس طرح آیا ہے (۴) اور جو ملی جلی بھیڑ ان لوگوں میں تھی وہ طرح طرح کی حرص کرنے لگی اور بنی اسرائیل بھی پھر رونے اور کہنے لگے کہ ہم کو کون گوشت کھانے کو دے گا؟ (۵) ہم کو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو ہم مصر میں مفت کھاتے تھے اور ہائے وہ کھیرے اور وہ خربوزے اور وہ گندم اور پیاز اور لہسن۔ (۶) لیکن اب تو ہماری جان خشک ہو گئی۔ یہاں کوئی چیز میسر نہیں اور من و سلویٰ کے سوا ہم کو کچھ اور دکھائی نہیں دیتا۔ (۷) اور من دھنیے کی مانند تھا اور ایسا نظر آتا تھا جیسے موتی۔ (۸) لوگ اِدھر اُدھر جا کر اسے جمع کرتے اور اسے چکی میں پیستے یا اوکھلی میں کوٹ لیتے تھے۔ پھر اسے ہانڈیوں میں ابال کر روٹیاں بناتے تھے۔ اس کا مزہ تازہ

Marfat.com

تیل کا سا تھا۔(۹) رات کو جب لشکر گاہ میں اوس پڑتی تو اس کے ساتھ من بھی گرتا تھا۔(بائبل کتاب گنتی' باب ۱۱ آیات ۴ تا ۹)

بنی اسرائیل نے خود ہی اپنے جرائم کی تاریخ تفصیل سے بائبل میں بیان کی ہے درحقیقت اس قوم کی داستانِ جرائم کا ایک نہایت گھناؤنا اور شرمناک باب ہے' جس کا ذکر اللہ رب العزت نے اس آیتِ مبارکہ میں نہایت مختصراً اشارۃً فرمایا ہے جس سے یہ ظاہر کیا گیا ہے اس ظالم قوم نے اپنے فساق وفجار سرداری وسربراہی کے لیے اور اپنے صالح اکابرین کو جیل میں قید کرنے' پھانسیوں پر چڑھانے اور قتل کر دینے کو ہی اپنایا ہے اسی سبب یہ قوم اللہ کی پسندیدہ قوم سے ناپسندیدہ قوم بن گئی۔

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی یروشلم کی دولت یہودیہ اور دوسری سامریہ کی دولتِ اسرائیل' پھر ان میں آپس میں جنگ وجدل کا سلسلہ شروع ہوا نوبت یہاں تک پہنچی کہ ریاست نے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف دمشق کی آرامی سلطنت سے مدد مانگی۔اس پر خدا کے حکم سے حنانی نبی نے یہودیہ کے فرمانروا آسا کو سخت تنبیہ کی مگر آسا نے اس تنبیہ کو قبول کرنے کے بجائے خدا کے پیغمبر کو جیل میں قید کر دیا۔(۲ تواریخ باب ۱۶۔آیت ۷ تا ۱۰)

(۲) حضرت الیاس علیہ السلام (ایلیاہ Elliah) نے جب بعل کی پرستش پر یہودیوں کو ملامت کی اور ازسرنو توحید کی دعوت کا صور پھونکنا شروع کیا تو سامریہ کا اسرائیلی بادشاہ ''اخی اب'' اپنی مشرک بیوی کی خاطر ہاتھ دھو کر ان کی جان کے پیچھے پڑ گیا حتیٰ کہ انہیں جزیرہ نما سینا کے پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی۔اس موقع پر حضرت الیاس علیہ السلام نے جو دعا مانگی اس کے الفاظ بائبل میں اس طرح آئے ہیں۔

''بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھا دیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔'' (۱۔سلاطین باب ۱۹ آیت ۱۰)

(۳) ایک اور بنی اسرائیل کے نبی حضرت میکاہ علیہ السلام کو اسی 'اخی اب' نے حق گوئی کے جرم میں جیل بھیج کر حکم دیا کہ ''اس شخص کو مصیبت کی روٹی کھلانا اور مصیبت کا پانی پلانا'' جب تک میں سلامت نہ آؤں۔'' (۱۔سلاطین باب ۲۲ آیت ۲۷)

(۴) پھر یہودیہ کی ریاست میں علانیہ بت پرستی اور بدکاری ہونے لگی تو حضرت زکریا علیہ السلام نے اس کے خلاف آواز بلند کی' تو شاہِ یہوداہ ''یوآس'' کے حکم سے انہیں عین ہیکل سلیمانی میں مقدس اور قربان گاہ کے درمیان سنگسار کر دیا گیا۔(۲۔تواریخ باب ۲۴ آیت ۲۲)

(۵)۔جب سامریہ کی اسرائیلی ریاست انشوریوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی اور یروشلم کی یہودی

Marfat.com

ریاست کے سر پر تباہی کا طوفان تلا کھڑا تھا تو "حضرت یرمیاہؑ اپنی قوم کے زوال پر ماتم کرنے اٹھے اور کوچے کوچے انہوں نے پکارنا (تبلیغ) شروع کیا کہ سنبھل جاؤ' ورنہ تمہارا انجام سامریہ سے بدتر ہوگا۔ مگر قوم کی طرف سے جو جواب ملا وہ یہ تھا کہ ہر طرف سے ان پر لعنت اور پھٹکار کی بارش ہونے لگی ان پر تشدد کیا گیا اور قید کر دیئے گئے اور رسّی سے باندھ کر کیچڑ بھرے حوض میں لٹکا دیے گئے تاکہ بھوک پیاس سے وہیں سوکھ کر مر جائیں' ان پر ان کی قوم نے الزام لگایا کہ وہ قوم کے غدار ہیں اور بیرونی دشمنوں سے ملے ہوئے ہیں۔ (بائبل کی کتاب یرمیاہ باب ۱۵ آیت ۱۰ باب ۱۸ آیت ۲۰' ۲۳ باب ۲۰' آیت ۱۸ باب ۳۶ تا باب ۴۰)

(۶)۔ بائبل میں بنی اسرائیل کے ایک اور نبی حضرت عاموسؑ کے متعلق لکھا ہے کہ جب انہوں نے سامریہ کی اسرائیلی ریاست کو اس کی گمراہیوں اور بدکاریوں پر ٹوکا اور بری حرکات کے بدانجام سے خبردار کیا تو انہیں کہا گیا کہ وہ ملک سے نکل جائیں اور باہر جا کر کار نبوت انجام دیں۔ (عاموس باب ۷ آیت ۱۳)

(۷)۔ حضرت یحییٰ (یوحنا) علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی بداخلاقیوں کے خلاف جو یہودیہ کے فرمانروا ہیرودیس کے دربار میں کھلم کھلا ہو رہی تھی آواز اٹھائی تو پہلے انہیں قید کیا گیا پھر بادشاہ نے اپنی محبوبہ کی فرمائش پر قوم کے اس صالح ترین فرد اور نبی کا سر قلم کر کے تھال میں رکھ کر اس کی نذر کر دیا۔ (بائبل کی کتاب مرقس' باب ۶ آیات ۱۷۔۲۹)

(۸) آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کے نام نہاد علماء اور سرداران قوم جن کو وہ ان کی ریاکاریوں پر ٹوکتے تھے اور ایمان کی تلقین کیا کرتے تھے کا غصہ بھڑکا تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ قائم کیا جس کا فیصلہ رومی عدالت نے ان کے قتل کا دیا۔ جب رومی حاکم پیلاطس نے یہود سے کہا کہ آج عید کے روز میں تمہاری خاطر یسوع اور براباڈاکو' دونوں میں سے کس کو رہا کروں تو ان کے پورے مجمع نے بالاتفاق پکار کر کہا کہ برابا کو چھوڑ دیا جائے اور یسوع کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ (بائبل' متی' باب ۲۷ آیت ۲۰ تا ۲۶)

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَؕ خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۳﴾

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تم پر طور پہاڑ لا کھڑا کر دیا (اور کہا) جو ہم نے تمہیں دیا ہے' اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو تاکہ تم بچ سکو۔ (البقرہ۔۶۳)

ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ‌ۚ فَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ لَكُنۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ:۔ لیکن تم اس کے بعد عہد سے پھر گئے' پھر اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان والے ہو جاتے۔ (البقرہ۔۶۴)

Marfat.com

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾

ترجمہ:۔اور یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔(البقرہ۔٦٥)

سبت' یعنی ہفتہ کے دن کا بنی اسرائیل کے لیے یہ قانون اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا کہ وہ ہفتے کے دن آرام اور عبادت کے لیے مخصوص رکھیں گے۔اس روز کسی قسم کا کوئی دنیاوی کام حتیٰ کہ کھانا پکانے کا کام نہ خود کریں گے نہ ہی اپنے خادموں سے لیں گے۔یہاں تک کہ اس کے بارے میں یہ تاکیدی حکم تھا کہ جو شخص اس مقدس دن کی حرمت کو توڑے گا وہ واجب القتل ہوگا۔اس کا تفصیلی ذکر بائبل کی کتاب خروج کے باب ۳۱ میں آیات ۱۲ تا ۱۷ میں دیا گیا ہے۔جب بنی اسرائیل پر اخلاقی ودینی انحطاط کا دور آیا تو وہ الاعلان سبت کی بے حرمتی کرنے لگے اور حیلہ سازی کرنے لگے اور حکم الٰہی سے تجاوز کیا کیونکہ ہفتے والے دن (بطور امتحانِ الٰہی) مچھلیاں زیادہ آتی تھیں تو وہ بڑے بڑے گڑھے کھود لیتے تاکہ مچھلیاں اس میں پھنسی رہیں اور وہ اتوار والے دن ان کو پکڑلیں ایسے ہی شہروں میں کھلے بندوں سبت کے روز تجارت ہونے لگی۔

یہودیوں کے یہاں سبت کے قانون میں جو سختیاں آئیں وہ ابتدائی حکم میں نہیں تھیں بلکہ یہ سب بعد میں ان کی شرارتوں اور احکامِ الٰہی کی خلاف ورزیوں کی وجہ سے عائد کی گئیں۔قرآن حکیم میں اشارۃً ہی ذکر فرمایا گیا اس کا ذکر سورۃ النحل آیت ۱۲۴ میں بھی آیا ہے۔یہودیوں کی شرارتوں کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے اگر بائبل میں درج ذیل مقامات کو دیکھ لیا جائے جہاں جہاں سبت کے احکامات بیان ہوئے ہیں تو بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔

(۱)۔کتاب خروج باب ۔۲۰ آیت ۸ تا ۱۱۔باب ۲۳ آیت ۱۲۔۱۳ باب ۳۱ آیت ۱۲ تا ۱۷۔ باب ۳۵ آیت ۲ تا ۳۔

(۲)۔کتاب گنتی باب ۱۵ آیت ۳۲ تا ۳۶۔بنی اسرائیل یعنی یہودی سبت کی حرمت کو توڑنے میں بڑی جسارت کا مظاہرہ کرتے تھے اس کا ذکر کتاب یرمیاہ باب ۔۱۷ آیت ۲۱ تا ۲۷۔کتاب حزقی ایل باب ۔۲۰ آیت ۱۲ تا ۲۴ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾

ترجمہ:۔انہیں ہم نے اگلوں پچھلوں کے لیے عبرت کا سبب بنا دیا اور پرہیز گاروں کے لیے وعظ و نصیحت کا۔(البقرہ۔٦٦)

آیت کریمہ سے ایک بات ثابت ہو رہی ہے کہ انگریز سائنس دان چارلس رابرٹ ڈارون نے جو نظریہ انسانی حیات کے بارے میں پیش کیا تھا۔وہ انسان کی تخلیق سے متعلق نہیں تھا بلکہ بنی اسرائیل کو ملنے والی سزا سے اس کا تعلق تھا۔جسے ڈارون نے انسان کی ارتقا سے جوڑ دیا۔اس کا کہنا

Marfat.com

یا تحقیق یہ ہے کہ انسان ایسے ہی پیدا نہیں ہوا تھا جیسا نظر آتا ہے بلکہ اس نے بندر سے بذات خود دیگر انواع سے ترقی کر کے بوزنہ بنا ہے اور موجودہ ہیئت اختیار کی ہے۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے)۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾

ترجمہ:۔ اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے' تو انہوں نے کہا ہم سے مذاق کیوں کرتے ہو؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ میں ایسا جاہل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں۔ (البقرہ۔۶۷)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾

ترجمہ:۔ انہوں نے کہا اے موسیٰ! دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس کی ماہیت (تفصیل) بیان کر دے' انہوں نے کہا سنو! وہ گائے نہ تو بالکل بڑھیا ہو' نہ بچہ' بلکہ درمیانی عمر کی نوجوان ہو' اب جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔ (البقرہ۔۶۸)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ:۔ وہ پھر کہنے لگے کہ اپنے رب سے پوچھ لو کہ اللہ تعالیٰ بتائے کہ اس کا رنگ کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا وہ گائے زرد رنگ کی ہے' چمکیلا اور دیکھنے والوں کو بھلا لگنے والا اس کا رنگ ہے۔ (البقرہ۔۶۹)

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ:۔ وہ کہنے لگے کہ اپنے رب سے پوچھیے کہ وہ ہمیں اس کی مزید تفصیل بتائے' اس قسم کی گائے تو بہت ہیں پتہ نہیں چلتا' اگر اللہ نے چاہا تو ہم ہدایت والے ہو جائیں گے۔ (البقرۃ۔۷۰)

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾

ترجمہ:۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اللہ کا کہنا ہے کہ وہ گائے کام کرنے والی زمین میں ہل

Marfat.com

جوتنے والی اور کھیتوں کو پانی پلانے والی نہیں وہ تندرست اور بے داغ ہے۔ انہوں نے کہا اب تم نے حق واضح کر دیا گو وہ حکم برداری کے قریب نہیں تھے لیکن اسے مانا اور وہ گائے ذبح کر دی۔ (البقرۃ۔۷۱)

چونکہ بنی اسرائیل ایک طویل عرصے تک مصر میں رہے تھے جہاں مصری گائے کی عظمت وتقدس کے مرض میں مبتلا تھے وہ اس کی پوجا بھی کیا کرتے تھے یہی چھوت کا مرض مصریوں سے بنی اسرائیل کی قوم کو بھی لگ گیا تھا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ گائے کو ذبح کریں تا کہ ان کے ایمان کا امتحان ہو سکے۔ اگر وہ واقعی اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہیں مانتے اور عقیدہ توحید تسلیم کرنے سے پہلے جس بت کو وہ معبود سمجھتے رہے ہیں اسے اپنے ہاتھ سے توڑ دیں تو یقیناً یہ ان کے لیے ایک کڑا امتحان تھا کیونکہ ان کے دلوں میں پوری طرح ایمان رچا بسا نہیں تھا اسی لیے وہ ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے کیونکہ اس خاص قسم کی سنہری گائے جسے اس زمانے میں پرستش کے لیے مخصوص سمجھا جاتا تھا اسے ہی ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ حالانکہ انہیں پہلا حکم صرف گائے ذبح کرنے کا دیا گیا تھا وہ کوئی سی بھی گائے ذبح کرتے تو حکم الٰہی پر عمل ہو جاتا لیکن انہوں نے تو حکم الٰہی پر سیدھے طریقے پر عمل کرنے کے بجائے اس میں مین میخ نکالیں اور طرح طرح کے سوالات کرنے لگے ان کے اس عمل کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ ان پر سختی کرتا چلا گیا۔ اسی لیے دین میں سختی اور حجت اختیار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ بائبل میں اس واقعہ کو بہت ہی مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب گنتی کے باب ۱۹ میں اس واقعے کو سرخ بچھیا کی راکھ کا عنوان دیا گیا ہے جبکہ انگریزی عنوان lawsf purification ہے۔

سرخ بچھیا کی راکھ۔(۱) اور خداوند نے موسیٰ اور ہارون سے کہا۔ (۲) کہ شرع کے جس آئین کا حکم خداوند نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ تو بنی اسرائیل سے کہہ کہ وہ تیرے پاس ایک بے داغ اور بے عیب سرخ رنگ کی بچھیا لائیں جس پر کبھی جوآ نہ رکھا گیا ہو۔ (۳)۔ اور تم اسے لے کر الیعزر کاہن کو دینا کہ وہ اسے لشکر گاہ کے باہر لے جائے اور کوئی اسے اسی کے سامنے ذبح کر دے۔ (۴) اور الیعزر کاہن اپنی انگلی سے اس کا کچھ خون لے کر اسے خیمہ اجتماع کے آگے کی طرف سات بار چھڑکے۔ (۵) پھر کوئی اس کی آنکھوں کے سامنے اس گائے کو جلا دے یعنی اس کا چمڑا اور گوشت اور خون اور گوبر ان سب کو وہ جلائے۔ (۶) پھر کاہن دیودار کی لکڑی اور زوفا اور سرخ کپڑا لے کر اس آگ میں جس میں گائے جلتی ہو ڈال دے۔ (۷) تب کاہن اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے۔ اس کے بعد وہ لشکر گاہ کے اندر آئے۔ پھر بھی کاہن شام تک ناپاک رہے گا۔ (۸) اور جو اس گائے کو جلائے وہ بھی اپنے کپڑے پانی سے دھوئے اور پانی سے غسل کرے اور وہ بھی شام تک ناپاک رہے گا۔ (۹)۔ اور کوئی پاک شخص اس گائے کی راکھ بٹورے اور اسے لشکر گاہ کے باہر کسی پاک جگہ میں دھر دے۔ یہ بنی اسرائیل کی جماعت کے لیے ناپاکی دور کرنے

Marfat.com

کے پانی کے لیے رکھی رہے کیونکہ یہ خطا کی قربانی ہے۔(۱۰)۔اور جو اس گائے کی راکھ بٹورے وہ بھی اپنے کپڑے دھوئے اور وہ شام تک ناپاک رہے گا اور یہ بنی اسرائیل کے اور ان پردیسیوں کے لیے جو ان میں بود و باش کرتے ہیں ایک دائمی آئین ہوگا۔(گنتی باب۔۱۹ آیات ۱ تا ۱۰)

قرآن مجید میں گائے کے بارے میں کیا ارشاد ہوا ہے اور بائبل نویسوں نے اسے کیا سے کیا کر دیا ہے۔قرآن حکیم میں گائے کے ذبح کرنے کا سبب بھی بیان کیا جا رہا ہے کہ گائے کس لیے ذبح کی گئی؟

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۷۲﴾

ترجمہ:۔اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا پھر اس میں اختلاف کرنے لگے (ایک دوسرے پر الزام لگانے لگے) اور تمہاری پوشیدگی کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔(البقرہ۔۷۲)

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:۔(اس وقت) ہم نے حکم دیا کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم سے لگا دو (یا مارو تو وہ جی اٹھے گا) اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کر کے تمہیں تمہاری عقل مندی کے لیے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔(البقرہ۔۷۳)

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: پھر اس کے بعد تمہارے دل پتھر جیسے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے' بعض پتھروں سے تو نہریں بہہ نکلتی ہیں' اور بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے' اور بعض اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گر گر پڑتے ہیں' اور تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال سے غافل نہ جانو۔(البقرہ۔۷۴)

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ:۔کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگی اور ظاہر داری سب کو خوب جانتا ہے۔(البقرہ۔۷۷)

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔ان میں سے بعض ان پڑھ ایسے بھی ہیں کہ جو کتاب کے صرف ظاہری الفاظ کو ہی جانتے ہیں اور صرف گمان اور اٹکل ہی پر ہیں۔(البقرہ۔۷۸)

Marfat.com

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿٧٩﴾

ترجمہ:۔ان لوگوں کے لیے''ویل'' ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں' ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کو ویل (ہلاکت) اور افسوس ہے۔(البقرۃ۔۷۹)

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ کے ذریعے ایسے تمام افراد کو آگاہ کیا گیا ہے جو کتب الٰہیہ میں کسی بھی طرح کی تحریف ورد وبدل کے مرتکب ہوئے ہیں جیسے سابقہ کتب الٰہیہ زبور' تورات' انجیل اور دیگر صحائف میں جو تبدیلیاں وتحریف کی گئی ان کی سزا بتائی گئی ہے۔''ویل'' کے بارے میں علمائے حق کی یہ تحقیق اور حکم الٰہی ہے کہ ویل جہنم کی ایک ایسی وادی یا گہرا گڑھا ہے جس کی گہرائی میں جب کوئی کافر گرایا جائے گا تو اسے تہہ تک پہنچنے میں چالیس سال کا عرصہ لگے گا۔(مسند احمد' جامع ترمذی' ابن حبان والحاکم بحوالہ فتح القدیر)

علمائے کلیسا نے اپنی الہامی کتاب بائبل میں اپنی تفسیروں کو' اپنی قومی تاریخ کو' اپنے اوہام اور قیاسات کو اور اپنے خیالی فلسفوں کو اپنے اجتہاد سے واضح کیے ہوئے فقہی قوانین کو کلام الٰہی کے ساتھ غلط سلط کر دیا اور یہ ساری چیزیں لوگوں کے سامنے اس حیثیت سے پیش کیں کہ گویا یہ سب اللہ ہی کی طرف سے آئی ہوئی ہیں' آج ان کا ہر تاریخی افسانہ ہر مفسر کی تاویل ہر متکلم کا الٰہیاتی عقیدہ ہر فقیہہ کا قانونی اجتہاد ان سب کے مجموعے کو کلیسا نے کتب مقدسہ یعنی بائبل کا عنوان دیا ہے اور اس میں ہر قول اللہ کا قول بنا دیا گیا ہے۔اس پر ایمان لانا فرض اور اس سے انکار دین سے انکار کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾

ترجمہ:۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف چند روز ہی جہنم میں رہیں گے' ان سے کہو کہ کیا تمہارے پاس اللہ کا کوئی حکم ہے؟ اگر ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا' بلکہ تم تو اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔(البقرۃ۔۸۰)

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔یقیناً جس نے بھی برے کام کیے اور اس کی نافرمانیوں نے اسے گھیر لیا' وہ ہمیشہ کے لیے جہنمی ہے۔(البقرۃ۔۸۱)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:۔اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ (البقرۃ۔۸۲)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۗ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمہ:۔اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' اسی طرح قرابت داروں' یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا' نمازیں قائم رکھنا اور زکوۃ دیتے رہنا' لیکن تھوڑے سے لوگوں کے سوا تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔(البقرۃ۔۸۳)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۵﴾

ترجمہ:۔(یاد کرو جب کہ) ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ تو اپنی قوم کو اندھیرے سے روشنی میں نکال اور انہیں اللہ کے احسانات یاد دلا۔اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لیے۔(ابراہیم۔۵)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۶﴾

ترجمہ:۔جس وقت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کے وہ احسانات یاد کرو جو اس نے تم پر کیے ہیں' جبکہ اس نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بڑے دکھ پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے اس میں تمہارے رب کی طرف سے تم پر بہت بڑی آزمائش تھی۔(ابراھیم۔۶)

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾

ترجمہ:۔اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔(ابراھیم۔۷)

ان آیات کریمہ کا مضمون بائبل کی کتاب استثناء میں بڑی تفصیل سے دیا گیا ہے۔اس تقریر میں

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی وفات سے چند روز پہلے بنی اسرائیل کو ان کی تاریخ کے سارے اہم واقعات یاد دلاتے ہیں اور تورات کے ان تمام احکام کو دہراتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے ان کی قوم بنی اسرائیل کو بھیجے تھے۔ پھر ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہوں نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل نے اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کی تو اسے کیسے کیسے انعامات الٰہی سے نوازا جائے گا اور اگر نافرمانی کا راستہ اپنایا تو انہیں کیسی سخت سزا دی جائے گی یہ خطبہ بائبل کی کتاب استثناء کے تقریباً آٹھ ابواب میں پھیلا ہوا ہے ابواب نمبر ۶۔۱۰ اور ۲۸ تا ۳۰ تک پھیلا ہوا ہے، ان ابواب کے چند فقرے بطور مثال نقل کیے جا رہے ہیں جن سے خطبہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) باب ۶ (۴)۔ سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ (۵) تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ۔ (۶) اور یہ باتیں جن کا حکم آج میں تجھے دیتا ہوں تیرے دل پر نقش رہیں۔ (۷) اور تو ان کو اپنی اولاد کے ذہن نشین کرانا اور گھر بیٹھے اور راہ چلتے اور لیٹتے اور اٹھتے ان کا ذکر کیا کرنا۔ (بائبل کتاب استثناء باب ۶ آیات ۴ تا ۷)

(۲) خدا کیا تقاضہ کرتا ہے۔ (۱۲) پس اے اسرائیل! خداوند تیرا خدا تجھ سے اس کے سوا اور کیا چاہتا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کا خوف مانے اور اس کی سب راہوں پر چلے اور اس سے محبت رکھے اور اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے خداوند اپنے خدا کی بندگی کرے۔ (۱۳) اور خداوند کے جو احکام اور آئین میں تجھ کو آج بتاتا ہوں ان پر عمل کرتا کہ تیری خیر ہو۔ (۱۴) دیکھ آسمان کا آسمان اور زمین اور جو کچھ زمین میں ہے یہ سب خداوند تیرے خدا کا ہی ہے۔ (استثناء باب ۱۰۔ آیات ۱۲ تا ۱۴)

(۳)...... (۱) اور اگر تو خداوند اپنی خدا کی بات کو جاں فشانی سے مان کر اس کے ان سب حکموں پر جو آج کے دن میں تجھ کو دیتا ہوں احتیاط سے عمل کرے تو خداوند تیرا خدا دنیا کی سب قوموں سے زیادہ تجھ کو سرفراز کرے گا۔ (۲) اور اگر تو خداوند اپنے خدا کی بات سنے تو یہ سب برکتیں تجھ پر نازل ہوں گی اور تجھ کو ملیں گی۔ (۳) شہر میں بھی تو مبارک ہوگا اور کھیت میں بھی مبارک ہوگا۔ (۷) خداوند تیرے دشمنوں کو جو تجھ پر حملہ کریں تیرے روبرو شکست دلائے گا۔ وہ تیرے مقابلہ کو تو ایک راستہ سے آئیں گے پر سات سات راستوں سے ہو کر تیرے آگے سے بھاگیں گے۔ (۸) خداوند تیرے انبار خانوں میں اور سب کاموں میں جن میں تو ہاتھ لگائے برکت کا حکم دے گا اور خداوند تیرا خدا اس ملک میں جسے وہ تجھ کو دیتا ہے تجھ کو برکت بخشے گا۔ (۹)۔ اگر تو اپنے خدا کے حکموں کو مانے اور اس کی راہوں پر چلے تو خداوند اپنی اس قسم کے مطابق جو اس نے تجھ سے کھائی تجھ کو اپنی پاک قوم بنا کر قائم رکھے گا۔ (۱۰) اور دنیا کی سب قومیں یہ دیکھ کر کہ تو خداوند کے نام سے کہلاتا ہے تجھ سے ڈر جائیں گی۔ (۱۱)...... (۱۲)...... تو بہت سی

Marfat.com

قوموں کو قرض دے گا پر خود قرض نہیں لے گا۔(۱۳) اور خداوند تجھ کو دُم نہیں سر ٹھہرائے گا اور تو پست نہیں بلکہ سرفراز ہی رہے گا بشرطیکہ تو خداوند اپنے خدا کے حکموں کو جو میں تجھ کو آج کے دن دیتا ہوں سنے اور احتیاط سے ان پر عمل کرے۔(استثناء باب ۲۸ آیات ۱ تا ۱۳)

اسی باب ۲۸ میں آیت ۱۵ تا ۶۴ میں بنی اسرائیل کو ان کی نافرمانی کے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔

وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾

ترجمہ:۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ اگر تم سب اور روئے زمین کے تمام انسان بھی اللہ کی ناشکری کریں تو بھی اللہ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے (اپنی ذات میں آپ محمود ہے) (ابراھیم۔۸)

سورۃ النحل، سورۃ ابراہیم، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ مریم، سورۃ طٰہٰ، سورۃ الانبیاء، سورۃ مومنون، سورۃ فرقان، سورۃ الشعراء، سورۃ النمل، سورۃ القصص، سورۃ عنکبوت، سورۃ السجدہ، سورۃ احزاب، سورۃ الصافات، سورۃ المومن، سورۃ حم سجدہ، سورۃ الدخان، سورۃ الجاثیہ، سورۃ الحقا، سورۃ الذریات، سورۃ القمر، سورۃ الحدید، سورۃ القصف، سورۃ الجمعہ، سورۃ الحاقہ، سورۃ المزمل، سورۃ النازعات، سورۃ بروج، سورۃ اعلیٰ اور سورۃ الفجر میں حضرت موسیٰ کا ذکرِ جمیل ہوا ہے کیونکہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بنی اسرائیل کے یہودیوں نے ویسا ہی سلوک روا رکھا تھا اسی سبب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی آگاہی اور تسلی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات مکالمات اور احکامات کو دہرایا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی تربیت اور امتحان کے لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ایک بندے کی طرف بھیجا جس کا ذکر سورۃ الکہف میں ارشاد ہوا ہے۔ معتبر احادیث سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر تھے گو کہ ان کا تذکرہ قرآن کریم میں تو ہے لیکن بائبل کی کسی کتاب میں نہیں ہے جبکہ تلمود میں بھی جو ذکر آیا ہے اسے بھی تبدیل کر دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بجائے وہاں ربی یہوحانان بن لاوی سے اسے منسوب کیا گیا ہے چونکہ قرآن میں حضرت موسیٰ کی ملاقات حضرت خضر سے ہوئی ہے اس لیے اس ذیل میں یعنی تورات کے حصے کے بعد آنے والے صفحات میں حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہ السلام کا ذکر کر رہے ہیں۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام ایک نبی جو بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔قرآنِ مجید میں دو جگہ ان کا ذکران کے نام کے ساتھ آیا ہے۔اول سورۃ الانعام آیت ۸۵ میں اور سورۃ الصفت آیت ۱۲۳ تا ۱۳۲ میں ان آیات میں ان کی نبوت کا ذکر کیا گیا ہے۔جہاں انہیں ''الیاسین'' بھی کہا گیا ہے۔وہ بنی اسرائیل کے ایسے نبی تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی دولت وثروت اور جاہ وجلال سے بے نیاز رہ کر گزاری۔ان کی قوم بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ سے برگشتہ ہو کر بعل نامی بت کی پرستش کرنے لگی تو آپ نے انہیں بت پرستی سے روکا اور دینِ حق کی دعوت دی۔سورۃ الانعام میں حضرت الیاس علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے قرار دیا گیا ہے اور حضرت ادریس کا تذکرہ الگ کیا گیا ہے۔جبکہ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ الیاس حضرت ادریس ہی کا نام ہے۔حضرت ادریس علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دوسرا نبی بھی قرار دیا گیا ہے۔(طبقات ابن سعد) الطبری کا قول ہے کہ یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں حضرت الیاس اور حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ الگ الگ ناموں سے کیا گیا ہے۔(الطبری) حضرت الیاس کے لیے عبرانی زبان اور بائبل میں ایلیاہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جسے مفسرین نے الیاس علیہ السلام کا ہی نام قرار دیا ہے۔

حضرت الیاس علیہ السلام بنی عیزار بن ہارون السلام کے پوتے تھے۔یہ اہل بعلبک کے لیے نبی ہوئے۔بعل کا بت کہتے ہیں کہ چوبیس گز بلند تھا اہل بعلبک اس کی ہی نسبت سے مشہور تھے وہ اسی بت کی پوجا و پرستش کیا کرتے تھے۔بادشاہ اخی اب کی ملکہ کا نام ایزبل تھا جو بڑی ظالم اور بعل کی بڑی پجارن تھی۔حضرت الیاس علیہ السلام نے اسے وعظ و نصیحت کی لیکن وہ اپنے کفر پر جمی رہی اور ان سے ناراض ہو کر ان کے قتل کا حکم صادر کر دیا تب وہ وہاں سے نکل گئے اور اپنے رب سے بددعا کی جس کے نتیجے میں وہ قوم تین برس تک سخت قحط کا شکار رہی لیکن پھر بھی وہ لوگ ایمان نہ لائے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾

ترجمہ:۔اور (نیز) زکریاؑ اور یحییٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو اور لیاس کو سب نیک لوگوں میں سے تھے۔اور نیز اسماعیلؑ اور یسعؑ اور یونسؑ کو اور لوطؑ کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔

Marfat.com

(الانعام۔۸۵۔۸۶)

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمہ:۔ بے شک الیاس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل (نامی بت) کو پکارتے ہو؟ اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ (الصفت:۱۲۳ تا ۱۲۵)

اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾

ترجمہ:۔ اللہ جو تمہارا اور تمہارے اگلے تمام باپ داداؤں کا رب ہے لیکن قوم نے انہیں جھٹلایا، پس وہ ضرور (عذاب میں) حاضر رکھے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔ ہم نے (الیاس علیہ السلام) کا ذکر خیر پچھلوں میں بھی باقی رکھا۔ (الصفت ۱۲۶ تا ۱۲۹)

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ:۔ کہ الیاس پر سلام ہو، ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے۔ (الصفت۔۱۳۰ تا ۱۳۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے بیٹے رجعام (Rehoboam) کی نااہلی کے باعث بنی اسرائیل کی سلطنت دو ٹکڑوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ جو بیت المقدس اور جنوبی فلسطین پر مشتمل تھا وہ آل داود کے قبضے میں رہا دوسرا حصہ جو شمالی فلسطین پر محیط تھا وہ اسرائیل کے نام سے ایک مستقل ریاست کی حیثیت سے قائم ہو گیا۔ اسرائیل کی ریاست اپنی ابتدا سے ہی بگاڑ کی راہ پر چل نکلی تھی جس کی وجہ سے شرک و بت پرستی، ظلم و ستم، فسق و فجور بڑھتا ہی چلا گیا۔ اسرائیل کے بادشاہ اخی اب نے صیداد (موجودہ لبنان) کے بادشاہ کی لڑکی ایزبل سے شادی کر لی تو فساد انتہا کو پہنچ گیا۔ اپنی مشرک ملکہ کے زیر اثر اخی اب بھی مشرک ہو گیا۔ اور سامریہ میں بعل بت کا مندر اور مذبح تعمیر کرایا اللہ واحد کی عبادت و پرستش کے بجائے بعل کی پرستش رائج کر دی۔ یہی زمانہ تھا جب حضرت الیاس علیہ السلام نے یکا یک نمودار ہو کر اخی اب کو تنبیہہ کی اور کہا کہ تیرے گناہوں کی پاداش میں اب اسرائیل کے ملک پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برسے گا حتیٰ کہ اوس تک نہیں پڑے گی۔ اللہ کے نبی کا قول سچا ہوا اور تین سال تک بارش تو کیا پانی کے ایک قطرے تک کو لوگ ترس گئے۔ تب بادشاہ اخی اب کے ہوش ٹھکانے آئے تو اس نے حضرت الیاس کو تلاش کر کے بلوایا اور ان سے بارش کے لیے دعا کرنے کو کہا۔ انہوں نے مناسب جانا کہ

Marfat.com

اس سے پہلے بعل بت کی پرستش کرنے والوں کو اللہ رب العالمین اوران کے اس بت بعل کا فرق سمجھا دیا جائے اس غرض سے انہوں نے حکم دیا کہ ایک مجمع عام میں بعل کے تمام پجاری جمع ہو کر اپنے معبود کے نام پر قربانی دیں اور میں بھی اللہ رب العالمین کے نام پر قربانی دوں گا۔ دونوں میں سے جس کی قربانی بھی ہاتھوں سے آگ لگائے بغیر غیبی آگ سے جل کر بھسم ہو جائے اس کا معبود ہی سچا ہوگا اور اس کی سچائی ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ کوہ مل پر بعل کے سارے پجاری جمع ہو گئے اور وہاں ان اسرائیلیوں سے حضرت الیاس علیہ السلام کا مقابلہ ہوا اس میں بعل کے پجاریوں کو شکست ہوگئی کیونکہ حضرت الیاس علیہ السلام نے سب کے سامنے ثابت کر دیا تھا کہ بعل جھوٹا معبود ہے اور اصلی معبود حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ حضرت الیاس نے اسی مجموعہ عام میں بعل کے تمام پجاریوں کو قتل کرا دیا اور پھر بارش کے لیے دعا کی جو فوراً ہی قبول ہوگئی اور ایسی بارش ہوئی کہ پورا ملک سیراب ہو گیا۔ اس کے باوجود بادشاہ اور اس کی ملکہ نے نہ تو بت پرستی چھوڑی نہ ہی ایمان لائے اور ایزبل ملکہ حضرت الیاس کی دشمن ہوگئی۔ اس نے بعل کے سامنے قسم کھائی کہ جس طرح بعل کے پجاریوں کو قتل کیا گیا ہے اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام کو بھی قتل کر دیا جائے۔ اسی سبب انہوں نے وہاں سے ہجرت اختیار کی اور کوہ سینا کے دامن میں پناہ لی۔ یہ واقعہ بائبل میں آیا ہے۔

''بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کر دیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھا دیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔ (سلاطین اول۔ باب ۱۹ آیت ۱۰)

حضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں تفصیل بائبل میں دی گئی ہے۔ کتاب سلاطین اول باب ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۱ سلاطین دوم باب اول۔ دوم۔ تواریخ دوم باب ۲۱ میں آئے ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام کو ان کی زندگی میں تو بنی اسرائیل نے خوب خوب ستایا یا پریشان کیا مگر ان کے بعد وہ ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان لوگوں نے انہیں ان سے بھی بڑھ کر جلیل القدر مانا۔ اسرائیلیوں میں یہ بھی مشہور ہوا کہ حضرت الیاس علیہ السلام کو ایک بگولے کے ذریعے اوپر آسمان میں زندہ اٹھا لیا گیا ہے۔ سلاطین دوم باب ۲۔ ۱۱ اور یہ کہ وہ پھر دنیا میں آئیں گے بائبل کی کتاب ''ملاکی'' میں لکھا ہے۔

''دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ (ملاکی۔ باب ۴ آیت ۵)

Marfat.com

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر کا لقب ہے۔ اصل نام نامعلوم ہے۔ کچھ تاریخی حوالوں میں بفتح خ، بکسر ض اور بکسر خ، وبسکون ض آیا ہے قرآن حکیم کی سورۃ الکہف کی آیات ۶۰ تا ۸۲ میں اللہ کے ایک بندے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ مفسرین کی اکثریت کے مطابق اس مرد "رجل" سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہے۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا واقعہ درج ہے۔ حضرت امام بخاری نے اس قصہ کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن بنو اسرائیل کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا۔ "لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ "میں" اس پر اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے ناراض ہو گئے اور انہیں حکم دیا کہ وہ "مجمع البحرین" کے مقام پر ایک بندے سے ملیں جوان سے زیادہ عالم ہے، ساتھ ہی حکم دیا کہ زنبیل میں ایک مچھلی ساتھ لے جائیں اور جہاں پہنچ کر مچھلی گم ہو جائے گی وہاں ہی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ایک خادم (مفسرین نے ان خادم کا نام یوشع بن نون علیہ السلام لکھا ہے) کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے مجمع البحرین میں ان کی ملاقات اللہ کے ایک بندے سے ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا اگر آپ اپنے علم میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیں تو میں چند روز آپ کے ساتھ رہوں۔ "بندے" نے کہا آپ جو واقعات دیکھیں گے ان پر صبر نہ کر سکیں گے۔ اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی چیز کی بابت سوال نہ کریں۔ اس قول وقرار کے بعد دونوں سفر پر روانہ ہو گئے۔ راستے میں اللہ کے بندے نے چند عجیب وغریب باتیں کیں (کشتی میں سوراخ، ایک لڑکے کا قتل اور بغیر معاوضہ ایک گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنا) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے ان باتوں کا سبب پوچھ لیا۔ اللہ کے بندے نے انہیں سبب تو بتا دیا لیکن حضرت موسیٰ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

علمائے تفسیر کے مطابق اس بندے سے مراد حضرت خضر ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں صراحت ہے۔ خضر کے معنی سرسبز اور شاداب کے ہیں۔ جب وہ کسی جگہ بیٹھ جاتے تو وہ حصہ زمین ان کے نیچے سے سرسبز ہو کر لہلہانے لگتا، اسی وجہ سے ان کا نام خضر پڑ گیا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم شریعت حاصل تھا اس کی رو سے حضرت خضر نے جو تین کام کیے تھے ان میں صرف تیسرا کام ایسا تھا جو شریعت سے نہیں ٹکراتا تھا جبکہ پہلے دونوں کام شریعت سے متصادم تھے۔ اسی باعث حضرت موسیٰ سے خلاف شرع کام برداشت نہ ہوئے اور انہوں نے اعتراض کر دیا اور انہیں نہایت برا کام قرار دیا۔ اس پر حضرت خضر نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام) تو صبر نہیں کر سکا اور اب خود تیرے

Marfat.com

کہنے کے مطابق میں تجھے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ لیکن انہوں نے ساتھ چھوڑنے سے پہلے تینوں واقعات کی حقیقت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ و باخبر کرنا ضروری سمجھتے ہوئے کہا کہ "اے موسیٰ (علیہ السلام) کسی مغالطے کا شکار نہ رہیں اور یہ سمجھ لیں کہ علم نبوت اور ہے جس سے انہیں اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے۔ اور بعض تکوینی امور کا علم اور ہے" جو اللہ کی حکمت و مشیت کے تحت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے حضرت خضر کو دیا تھا' اس کے مطابق انہوں نے ایسے کام کیے جو علم شریعت کی رو سے جائز نہیں تھے۔ اسی سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر خاموش نہ رہ سکے۔ ان ہی تکوینی امور کی انجام دہی کی وجہ سے بعض اہل علم کی رائے ہے کہ حضرت خضر انسانوں میں نہیں تھے اسی لیے وہ ان کی نبوت' رسالت یا ولایت کی بحث میں نہیں پڑتے کیوں کہ یہ سارے مناسب تو انسانوں کے ساتھ ہی خاص رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ فرشتہ تھے' یا یہ سمجھیں کہ حضرت خضر کوئی انسان نہیں تھے بلکہ اللہ کے ان بندوں میں سے تھے جو مشیت الٰہی کے تحت کام کرتے ہیں نہ کہ شریعت الٰہی کے تحت۔

ایک قصہ جو حضرت خضر کے بارے میں خاصا مشہور ہے وہ ان کا سکندر اعظم کے ساتھ سفر کرنا ہے جس میں وہ دونوں آب حیات کی تلاش میں روانہ ہوتے ہیں۔ سکندر ایک کھائی میں راہ بھول جاتا ہے اور حضرت خضر آب حیات پی لیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو یقیناً وہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زندہ ہوتے تو ضرور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں جہاد اور تبلیغ میں حصہ لیتے لیکن یہ بات بھی مستند روایات سے ثابت ہے کہ حضرت خضر نہ تو کسی صحابی سے ملے اور نہ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بعض لوگوں کے اعتقاد کے مطابق حضرت خضرؑ کا کام سمندر اور دریاؤں میں لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے۔ اکثر لوگ انہیں خواجہ خضر بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں جو واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سے متعلق ارشاد ہوا ہے اس واقعے کے بارے میں بائبل بالکل خاموش ہے۔ البتہ تلمود میں اس کا ذکر موجود ہے لیکن وہاں بھی اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بجائے ربی یہود حانان بن لاوی کو پیش آیا وہاں بھی حضرت خضر کی جگہ حضرت الیاس علیہ السلام کو پیش کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کو قرآن حکیم سورۃ الکہف میں اس طرح پیش فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

ترجمہ:۔ جبکہ موسیٰ نے اپنے نوجوان (خادم یا ساتھی) سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچوں خواہ مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔ (الکہف۔ ۶۰)

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ جب دونوں دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو وہاں اپنی مچھلی بھول گئے جس نے دریا میں سرنگ جیسا اپنا راستہ بنالیا۔ (الکھف۔ ۶۱)

نوجوان سے مراد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سفر کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ انہوں نے ایک موقع پر ایک سائل کے جواب میں یہ کہہ دیا تھا کہ اس وقت مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان کا یہ جملہ پسند نہیں آیا اور وحی کے ذریعے انہیں مطلع کیا گیا کہ ہمارا ایک بندہ (خضر) ہے جو تجھ سے بڑا عالم ہے۔ حضرت موسیٰ کے دریافت کرنے پر کہ ان سے کس طرح کہاں ملاقات ہوسکتی ہے؟ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں دونوں دریا ملتے ہیں وہیں ہمارا وہ بندہ بھی ملے گا ایک نشانی کے طور پر حکم ہوا کہ مچھلی ساتھ لے جاؤ' جہاں مچھلی تمہاری ٹوکری سے نکل کر از خود غائب ہوجائے تو سمجھ لینا کہ وہی مقام ہے۔ (بخاری سورۂ کہف) چنانچہ اسی حکم کے مطابق مچھلی لے کر انہوں نے سفر شروع کیا۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

ترجمہ:۔ جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے نوجوان (ساتھی) سے کہا کہ لا ہمارا ناشتہ دے ہمیں تو اپنے سفر سے سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔ (الکھف۔ ۶۲)

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾

ترجمہ:۔ اس نے جواب دیا کہ کیا آپ نے دیکھا بھی؟ جبکہ ہم پتھر سے ٹیک لگا کر آرام کر رہے تھے' وہیں میں مچھلی بھول گیا تھا' دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں۔ اس مچھلی نے ایک انوکھے طور پر دریا میں اپنا راستہ بنالیا۔ (الکھف۔ ۶۳)

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ:۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا یہی تھا جس کی ہمیں تلاش تھی' چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے۔ (الکھف۔ ۶۴)

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ:۔ اور (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا' جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا۔ (الکھف۔ ۶۵)

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾

ترجمہ:۔ اس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ میں آپ کی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے

Marfat.com

اس نیک علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے۔ (الکہف۔۶۶)

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝٦٧ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝٦٨

ترجمہ:۔اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکتے' اور جس چیز کو آپ نے اپنے علم میں نہ لیا ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ (الکہف۔۶۷۔۶۸)

قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝٦٩

ترجمہ:۔(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور کسی بات میں میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ (الکہف۔۶۹)

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝٧٠

ترجمہ:۔اس نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ ہی چلنے پر اصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کی نسبت کوئی تذکرہ نہ کروں۔ (الکہف۔۷۰)

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝٧١

ترجمہ:۔پھر وہ دونوں چلے' یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندے نے (حضرؑ) اس کے تختے توڑ دیئے' موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا آپ اسے توڑ رہے ہیں کہ کشتی والوں کو ڈبو دیں' یہ تو آپ نے بڑی (خطرناک) بات کر دی۔ (الکہف۔۷۱)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝٧٢

ترجمہ:۔اس نے (خضر) نے کہا میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔ (الکہف۔۷۲)

قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝٧٣

ترجمہ:۔(حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ میری بھول پر مجھے نہ پکڑیئے اور مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈالیے۔ (الکہف۔۷۳)

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ۝٧٤

ترجمہ:۔پھر دونوں چلے' یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا' اور اس شخص نے اسے مار ڈالا' موسیٰ نے کہا کہ کیا آپ نے ایک پاک جان کو بغیر کسی جان کے عوض مار ڈالا؟ بے شک آپ نے تو بڑی

Marfat.com

ناپسندیدہ حرکت کی۔ (الکہف۔۷۴)

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾

ترجمہ:۔وہ کہنے لگے کہ میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ہمراہ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ (الکہف۔۷۵)

قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾

ترجمہ:۔موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا اگر اب اس کے بعد میں آپ سے کسی چیز کے بارے میں سوال کروں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا' یقیناً آپ میری طرف سے (حد) عذر کو پہنچ چکے۔ (الکہف۔۷۶)

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾

ترجمہ:۔پھر دونوں چلے ایک گاؤں والوں کے پاس آ کر ان سے کھانا طلب کیا تو انہوں نے ان کی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا' دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا ہی چاہتی تھی' اس نے اسے ٹھیک اور درست کر دیا' موسیٰ (علیہ السلام) کہنے لگے اگر آپ چاہتے تو اس پر اجرت لے لیتے۔ (الکہف۔۷۷)

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔اس نے کہا بس یہ جدائی ہے' میرے اور تیرے درمیان' اب میں تجھے ان باتوں کی اصلیت بھی بتا دوں گا جس پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ (الکہف۔۷۸)

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَاۗءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔کشتی تو چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں کام کاج کرتے تھے میں نے اس میں کچھ توڑ پھوڑ کرنے کا ارادہ کر لیا کیونکہ اس کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک (صحیح سالم) کشتی کو جبراً ضبط کر لیتا تھا۔ (الکہف۔۷۹)

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾

ترجمہ:۔اور اس لڑکے کے ماں باپ ایمان والے تھے۔ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں یہ انہیں اپنی سرکشی اور کفر سے عاجز و پریشان نہ کر دے۔ (الکہف۔۸۰)

Marfat.com

فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾

ترجمہ:۔اس لیے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا پروردگار اس کے بدلے اس سے بہتر پاکیزگی والا اور اس سے زیادہ محبت اور پیار والا بچہ عنایت فرمائے۔ (الکہف۔۸۱)

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَّبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾

ترجمہ:۔اور اس دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے' ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا تو تیرے رب نے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آ کر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں' میں نے اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کیا' یہ تھی اصل حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ (الکہف۔۸۲)

اللہ تعالیٰ کے اس بندے نے جس کو مفسرین کرام نے حضرت خضر کا نام دیا ہے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جدائی سے قبل مناسب سمجھا' حکم الٰہی اسی طرح تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی مغالطے میں نہ رہنے دیں اور وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ علم نبوت اور ہے جس سے انہیں نوازا گیا تھا اور بعض تکوینی امور کا علم اور ہے جو حکمت و مشیت کے تحت اللہ نے اپنے اس بندے (خضر علیہ السلام) کو دیا تھا اسی کے مطابق انہوں نے کام کیا جو علم شریعت کی رو سے جائز نہیں تھا۔اسی سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام بجا طور پر ان پر خاموش نہ رہ سکے تھے۔

چونکہ حضرت خضر یا اللہ کے ایک خاص بندے کا معاملہ نص قرآنی سے ثابت ہے اس لیے اس کی حقیقت سے کسی طرح انکار ممکن ہی نہیں ہے۔حضرت خضر کا نبی ہونے کا قائلین یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں جس سے ان کی نبوت کا اثبات ہوتا ہے' کیونکہ کسی بھی غیر نبی کے پاس اس قسم کی وحی نہیں آتی کہ وہ اتنے اہم کام بغیر کسی غیبی اشارے کے کر دے اور نہ ہی کسی غیر نبی کا کوئی ایسا غیبی اشارہ قابل عمل ہوتا ہے۔گو کہ حضرت خضر کی زندگی کے بارے میں کوئی نص شرعی نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی حضرت یوشع بن نون!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد اور حواری تھے سورۃ الکہف میں ان کا ذکر آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم الٰہی سے حضرت خضر علیہ السلام سے علم حاصل کرنے نکلے تو حضرت یوشع علیہ السلام ان کے شاگرد کی حیثیت سے ان کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد نبوت سے سرفراز کیے گئے تورات میں ان کے نام سے یشوع ایک پوری کتاب منسوب ہے ان کا ذکر بطور شاگرد حضرت موسیٰ علیہ السلام سورۃ الکہف اور المائدہ میں اشارۃً آیا ہے۔

یشع بن نون یا یشوع حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں مورخین نے ان کا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ یوشعؑ بن نونؑ بن افرائیمؑ بن یوسفؑ بن یعقوبؑ بن ابراہیم علیہ السلام۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاص شاگردوں میں سے تھے وہ بنی اسرائیل میں تقریباً اٹھائیس برس تک تبلیغ کرتے رہے۔ خود ان پر کوئی صحیفہ نازل نہیں ہوا وہ تورات کی ہی تبلیغ کرتے رہے۔ کفار سے کئی بار جہاد کیا بلعم بن باعوراس کے ساتھیوں سے مقابلہ کیا اس لڑائی میں بلعم بن باعور مع اپنی قوم ہلاک ہو گیا۔ انہوں نے ۲۸ برس حکومت کی۔ ایک دفعہ لڑتے لڑتے شام ہو گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس سے آفتاب ڈوبتے ڈوبتے رک گیا اسی روز انہوں نے اللہ کی مدد سے شام فتح کر لیا اور مکمل نظام کے لیے اپنے نائب مقرر کیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ نبی مقرر ہوئے تو آپ نے شہر اریحا فتح کیا۔ کتاب تورات میں ہے کہ دوران جنگ آپ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اور حضرت ہارون علیہ السلام کا پیرہن اور من کا مرتبان بھی تھا۔ یہ سب ایک صندوق میں جسے تابوت سکینہ کا نام دیا گیا ہے دوسری مقدس اشیاء کے ساتھ محفوظ کر دیا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایسا انہوں نے اللہ کے حکم سے کیا تھا۔ قرآن حکیم میں سورہ المائدہ کی آیت ۲۳ میں بھی اشارۃً ذکر آیا ہے ان کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ کے دوسرے شاگرد حضرت کالب کا بھی اشارہ ملتا ہے۔

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ:۔ دو شخصوں نے جو خدا ترس لوگوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہا کہ تم ان کے پاس دروازے میں تو پہنچ جاؤ دروازے میں قدم رکھتے ہی یقیناً تم غالب آ جاؤ گے اور تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ (المائدہ۔۲۳)

قوم موسیٰ علیہ السلام میں صرف یہی دو شخص حضرت یوشع بن نون اور حضرت کالب علیہ السلام حضرت موسیٰ کے خاص شاگرد حواریوں میں سے تھے قرآن میں ان کا ذکر اشارۃً ہی ہوا ہے۔ سورۃ الکہف آیت ۶۰ تا ۶۴ میں حضرت یوشع بن نون کا ذکر حضرت موسیٰ کے ساتھ آیا ہے ان کی وفات ایک سو دس برس کی عمر میں ہوئی۔

سورۃ المائدہ کی آیات ۲۲ اور ۲۳ کا مضمون بائبل کی کتاب گنتی کے باب ۱۳ کی آیت ۲۸ تا ۳۱ میں اپنے انداز سے بیان ہوا ہے۔ جو حضرت کالبؑ کے حوالے سے ہے۔

Marfat.com

حضرت حزقیل علیہ السلام / ذوالکفیل

ان پر بھی کوئی صحیفہ تو نازل نہیں ہوا اور نہ ہی قرآن حکیم میں ان کا نام کہیں آیا ہے تاہم سورۃ البقرہ میں بنی اسرائیل کے ایک خاص واقعہ کی جانب سلف صالحین نے حضرت حزقیل کی جانب اشارہ کیا ہے۔ بائبل میں ایک کتاب ان کے نام سے منسوب ہے جو چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ ان کی والدہ کا نام بوذی تھا جو بن بوری تھیں جب ان کی عمر زیادہ ہوگئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لیے دعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ان کے ہاں حضرت حزقیل دوصدی قبل از مسیح میں پیدا ہوئے۔ تورات کے مطابق بخت نصر بادشاہ کے بیت المقدس پر حملے سے قبل ان کا ظہور ہوا وہ کالب کے جاں نشین تھے۔ بخت نصر کے حملے اور اس سے ہونے والی ہلاکت و بربادی کا ذکر بنی اسرائیل سے وہ پہلے ہی کر چکے تھے تاکہ وہ اپنی بداعمالیوں اور گمراہیوں سے تائب ہو کر راہ حق اختیار کر لیں۔ قرآن حکیم کے مطابق بنی اسرائیل کو جہاد کا حکم دیا گیا لیکن انہوں نے جہاد کے بجائے شہر سے دور ایک وادی میں پناہ لے لی۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نافرمانی کرنے کی وجہ سے موت طاری فرمادی۔ وہ ہلاک ہو گئے لیکن پھر حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا قبول ہونے پر وہ سب دوبارہ زندہ کر دیے گئے تورات میں صحیفہ حزقیل میں تحریف کے ساتھ احیاء موتی کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۴۳ میں اس طرح ارشاد ہوا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾

ترجمہ:۔ کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔ (البقرہ۔ ۲۴۳)

بقول ثعلبی فرعون مصر کی مجلس مشاورت کے ایک رکن کا نام بھی حزقیل تھا جو الکسائی کے بقول ایک بڑھئی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس سے ایک صندوق بنانے کو کہا تھا تاکہ وہ

Marfat.com

اس میں اپنے نوزائیدہ بچے کو محفوظ کر سکیں اس نے یہ راز شاہی پولیس کو بتانا چاہا لیکن جونہی اس نے یہ ارادہ کیا اس کی زبان بند ہوگئی اور یہ معاملہ اس کے ساتھ اس وقت تک رہا جب تک اس نے یہ قسم نہیں کھالی کہ وہ یہ بات کسی سے نہیں کہے گا۔

فقہ جعفریہ سے تعلق رکھنے والے مفسر قرآن مولانا حافظ سید فرمان علی نے سورۃ قصص کی آیت ۷ اور سورۃ مومن کی آیات ۲۸ تا ۳۵ اور ۳۸ تا ۴۵ سے لفظ مومن سے حزقیل کے لیے استدلال بنایا ہے۔ القصص کی آیت ۷ کے حاشیے میں وہ لکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کی ماں کو ایک تو خوف ان کے رونے کا تھا کہ مبادا کوئی آواز سن لے دوسرا خوف ان کے ڈوب جانے کا تھا۔ غرض اس الہام کے بعد مادر موسیٰ نے حزقیل بن صبور جو فرعون کا چچازاد بھائی تھا اور لکڑی کا کام کرتا تھا' پانچ بالشت کا ایک صندوق بنوایا مگر اس کے اصرار پر اپنی غرض بھی بیان کر دی حزقیل نے مکان پر نشان لگا کر فرعون کے موکلوں کو خبر دینی چاہی خدا کی شان اس کی زبان گونگی ہوگئی اور اشارے کو لوگ سمجھے نہیں آخر یہ نکال دیا گیا جب دکان پر آیا تو زبان کھل گئی۔ اس نے راز افشاں کرنے کا قصد کیا تو زبان پھر بند ہوگئی اور اندھا بھی ہوگیا آخر پھر دوبارہ مار کھا کر نکالا گیا تب اس نے سچے دل سے عہد کیا کہ اب کی اچھا ہو جاؤں تو اس پر ایمان لاؤں غرض وہ اچھا ہوگیا۔ آ کر مادر موسیٰ سے اپنا قصہ بیان کیا ان ہی کا نام موسیٰ آل فرعون ہے۔

اس طرح حافظ سید فرمان علی نے سورۃ المومن کی آیت ۲۸ کے حاشیہ میں بڑی طویل تمہید باندھی ہے جس کا عنوان انہوں نے موسیٰ آل فرعون کا تقیہ دیا ہے اور کئی صفحات کا حاشیہ حزقیل سے ہی سرخ کیا ہے جبکہ قرآن حکیم میں کہیں ذکر تک نہیں ان کی تحریر کا مآخذ تمام تر بائبل کی کتاب حزقیل ہی ہے اور مومن آل فرعون کی اصطلاح بھی پہلی بار سامنے آئی ہے انہوں نے حزقیل کے بارے میں کافی کچھ لکھا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ لفظ مومن کو سید فرمان علی صاحب حضرت حزقیل علیہ السلام پر اس طرح چسپاں کیا ہے کہ وہی ملت جعفریہ کے بانی محسوس ہوتے ہیں۔

Marfat.com

کتاب زبور قرآن کی روشنی میں اور حضرت داؤد علیہ السلام

(حضرت داؤد علیہ السلام اور زبور کے بارے میں کافی کچھ آپ کتاب کے ابتدائی حصہ میں زبور کے عنوان کے تحت پہلے ہی پڑھ چکے ہیں ایک بار پھر قرآنی تسلسل میں یہاں دیا جا رہا ہے)

کتاب الٰہی زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے جو بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مبعوث ہوئے ان کا سلسلۂ نسب گیارہ پشتوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا ہے ان کا ذکر قرآن مجید کی نو سورتوں میں سولہ مقامات پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو ان کا مطیع بنا دیا تھا جو صبح و شام ان کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کیا کرتے تھے۔ (سبا۔ا' ص۔۱۷۔۱۹) اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیوں کی تعلیم اور فہم عطا کیا۔ (النمل۔۱۶) قرآن مجید میں سورۃ بقرہ' سورۃ النساء' سورۃ المائدہ' سورۃ انعام' سورۃ اسراء' سورۃ انبیاء' سورۃ نمل' سورۃ سبا اور سورۃ ص میں ان کا ذکر ہوا ہے لیکن ان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے ایک طاقتور بادشاہ اور نبی تھے' طالوت کی طرف سے جالوت سے لڑے اور جالوت کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بادشاہی اور نبوت عطا فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پر زبور نازل فرمائی۔ ان کی آواز نہایت شیریں' اور پُر تاثر تھی (آج بھی لحن داؤدی مشہور ہے) اللہ کے حکم سے پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ قرآن نے انہیں خلیفہ فی الارض بھی کہا ہے۔ ان سے قبل یہ اعزاز صرف حضرت آدم علیہ السلام کو حاصل تھا۔

بائبل میں ان کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے لیکن بائبل کا ڈیوڈ (داؤد) نبی نہیں تھا وہ صرف بادشاہ تھا' گو کہ اللہ نے اس سے کلام بھی کیا تھا' لیکن عام انسانوں کی طرح اس سے خطا بھی سرزد ہوئی۔ بنی اسرائیل اپنے نبیوں سے کیسا سلوک کرتے ہیں اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس (حضرت داؤد علیہ السلام) نے ''حتی'''' اور یاہ'' کی بیوی سے صحبت کی جس سے وہ حاملہ ہو گئی اس نے اور یاہ کو جنگ میں جان بوجھ کر مروا دیا اور خود اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ اس کے اس فعل سے خدا ناراض ہوا۔ (بائبل کتاب سیموئیل باب ۱۱۔ آیات ۲۔۲۷) مسلم مورخین و مفسرین نے بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں جن کا بیشتر حصہ تھوڑے اختلاف کے ساتھ بائبل اور اسرائیلیات سے ہی ماخوذ ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اسرائیلی اسباط میں یہودا ابن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان کے والد کا نام الیشا یا ایشی تھا کچھ نے ایسی بھی لکھا ہے۔

Marfat.com

آپ کے عہد میں طالوت (بائبل کا ساول) بنی اسرائیل کا ایک نیک شخص تھا جسے حضرت شموئیل علیہ السلام (بائبل کے سیموئیل) نے بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا تھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل نے حضرت شموئیل علیہ السلام سے جو اپنی قوم میں حضرت موسیٰ کی نیابت کر رہے تھے سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ انہیں ایک بادشاہ عطا کیا جائے پیغمبر نے کہا یقیناً تم اس کی نافرمانی کرو گے مگر ان کی ضد و اصرار پر اللہ نے طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا جو علم اور قوت کے اعتبار سے فوق الفطرت تھا لیکن بنی اسرائیل نے حسبِ معمول حسبِ عادت اس پر اعتراض کیا کہ نہ تو اس کے پاس دولت ہے اور نہ ہی یہ زیادہ عزت دار ہے۔ پیغمبر شموئیل نے کہا اس کے حقیقی بادشاہ ہونے کی پہچان یہ ہے کہ تابوت سکینہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات جو اللہ کے دشمنوں میں چلے گئے تھے اس کے دروازے پر آ جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا تب بنی اسرائیل کو طوعاً و کرہاً اسے بادشاہ تسلیم کرنا ہی پڑا۔

جب فلسطین کے ایک جابر و ظالم بادشاہ جالوت (بائبل کا گوگالیتھ) نے طالوت پر حملہ کیا تو حضرت داؤد علیہ السلام طالوت کی جانب سے لڑے اور گوپھن کے وار سے جالوت کو مار ڈالا۔ طالوت نے یہ اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا وہ میری بیٹی اور ایک تہائی سلطنت کا حقدار ہوگا۔ اس قول کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام طالوت کے داماد اور شریک سلطنت بن گئے۔ لیکن کچھ ہی عرصے بعد طالوت آپؑ سے حسد کرنے لگا اور آپؑ کے قتل کے درپے ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام اپنی بیوی کے ایما پر شہر سے نکل گئے اور ایک غار میں پناہ لی، جس کے منہ پر مکڑی نے جالا تان دیا۔ بعض مورخین کے بقول آپ طالوت کو قتل کر کے اور بعض کے بقول اس کی طبعی موت کے بعد بادشاہ بنے۔ آپؑ نے یروشلم میں اپنے ہیکل کی بنیاد رکھی جسے ان کے فرزند حضرت سلیمان نے اپنے عہد حکومت میں مکمل کیا۔ بائبل کے بیان کے مطابق انہوں نے بنی اسرائیل پر چالیس سال حکومت کی اور کہن سالی میں وفات پائی صیہون کے شہر میں مدفن ہیں۔

حقیقی زبور ایک مختصر کتاب الٰہی ہے۔ بائبل میں بھی زبور کے تعارف میں لکھا گیا ''زبور مزامیر کی کتاب بائبل مقدس میں گیتوں اور دعاؤں (مناجات) کی کتاب ہے یہ زبور ایک طویل عرصے کے دوران مختلف مصنفین اور شاعروں نے لکھے اور تالیف کیے۔ بنی اسرائیل نے ان گیتوں اور دعاؤں (مناجات) کو اکٹھا اور مرتب کیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی زبور تھوڑے ہی حصے پر محیط ہے گو کہ قرآن مجید میں تمام ہی آیات الٰہی نبی آخر الزماں پر نازل کی گئیں وہ سب وقت اور حالات کی مماثلت کے باعث دہرائی گئی ہیں۔

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝۵۵

Marfat.com

ترجمہ:۔آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے۔آپ کا رب سب کو بخوبی جانتا ہے۔ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دی ہے۔اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ (بنی اسرائیل۔۵۵)

یہی بات سورہ انبیاء آیت ۱۶۳ میں بھی کہی گئی ہے۔کہ ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾

ترجمہ:۔کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی بدل سکتے ہیں۔ (بنی اسرائیل۔۵۶)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾

ترجمہ:۔جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں (بات بھی یہی ہے) کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی ہی چیز ہے۔ (بنی اسرائیل۔۵۷)

وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٥٨﴾

ترجمہ:۔جتنی بھی بستیاں ہیں ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے یا تو انہیں ہلاک کر دینے والے ہیں یا سخت تر سزا دینے والے ہیں۔یہ کتاب میں لکھا جا چکا ہے۔ (بنی اسرائیل۔۵۸)

وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَن كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۚ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ﴿٥٩﴾

ترجمہ:۔ہمیں نشانات (معجزات) کے نازل کرنے سے روک صرف اسی وجہ سے ہے کہ اگلے لوگ انہیں جھٹلا چکے ہیں۔ہم نے ثمودیوں کو بطور بصیرت کے اونٹنی دی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا، ہم تو لوگوں کو دھمکانے کے لیے ہی اپنی نشانیاں بھیجتے ہیں۔ (بنی اسرائیل۔۵۹)

وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ﴿٦٠﴾

ترجمہ:۔اور یاد کرو جب کہ ہم نے آپ سے فرما دیا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے۔

Marfat.com

جو رویا (عینی رویت) ہم نے آپ کو دکھائی تھی وہ لوگوں کے لیے صاف آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہار نفرت کیا گیا ہے۔ ہم انہیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انہیں اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے۔ (بنی اسرائیل۔٦٠)

نزول کریم قرآن کریم کے بعد ان آیات کے اصل مخاطب کفار مکہ ہیں۔ گو کہ بظاہر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی شرف نظر نہیں آتا تھا' وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بستی کا ایک عام انسان سمجھتے تھے۔ اور جن مشہور و معروف شخصیات کو گزرے ہوئے چند صدیاں بیت چکی تھیں ان کے متعلق وہ گمان کرتے تھے کہ عظمت تو بس ان لوگوں پر ختم ہو گئی ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کا دعویٰ سن کر وہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ شخص اپنے آپ کو نہ معلوم کیا سمجھ بیٹھا ہے۔ (نعوذ باللہ) بھلا کہاں یہ اور کہاں وہ اگلے وقتوں کے بڑے بڑے پیغمبر جن کی بزرگی کا سکہ ایک دنیا مانتی ہے۔ ان کے اسی خیال و گمان کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان آیات میں مختصر سا جواب دیا ہے کہ زمین اور آسمان کی ساری مخلوق ہماری نگاہ میں ہے تم نہیں جانتے کہ کون کیا ہے اور کس کا مرتبہ کیا ہے ہم اپنے فضل و کرم کے خود مالک ہیں پہلے بھی بڑے بڑے عالی مرتبہ نبی پیدا کر چکے ہیں۔

دراصل ان آیات میں خاص طور پر حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور دینے کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ داؤد علیہ السلام بادشاہ تھے اور بادشاہ بالعموم اللہ سے دور ہوا کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور ان کی اطاعت الٰہی کو ماننے سے اس لیے انکار کیا کرتے تھے کہ ان لوگوں کے خیال کے مطابق آپ ایک عام انسان تھے۔ عام انسانوں کی طرح بیوی بچے رکھتے تھے' کھاتے پیتے تھے' بازاروں میں چلتے پھرتے تھے' خرید و فروخت کیا کرتے تھے۔ وہ سارے ہی کام جو ایک دنیا دار عام انسان کر سکتا ہے کرتے تھے۔ کفار مکہ کے خیال میں پہنچے ہوئے بزرگ تو وہ ہوتے ہیں جنہیں اپنے تن بدن کا ہوش نہیں ہوتا بس ایک گوشے میں بیٹھے یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں انہیں دنیاداری کے معاملات سے کوئی غرض ہی نہیں ہوتی۔ اسی باعث اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ کو ایسے حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ جن لوگوں اور پیغمبروں کو کفار مکہ اہمیت و وقعت دیتے تھے ان میں ہی حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے جو اپنے وقت کے بادشاہ بھی تھے اور اللہ کے صاحب کتاب پیغمبر بھی تھے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوٓا إِلَّآ إِبْلِيسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾

ترجمہ:۔ جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا' اس نے

Marfat.com

کہا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ (بنی اسرائیل۔۶۱)

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾

ترجمہ:۔اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر بزرگی تو دی ہے' لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو ڈھیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے' اپنے بس میں کرلوں گا۔ (بنی اسرائیل۔۶۲)

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

ترجمہ:۔ارشاد ہوا کہ جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا پورا بدلہ ہے۔ (بنی اسرائیل۔۶۳)

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

ترجمہ:۔ان میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا اور انہیں (جھوٹے) وعدے دے لے ان سے جتنے بھی وعدے شیطان کے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب ہیں۔ (بنی اسرائیل۔۶۴)

اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۚ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ:۔میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں' تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے۔ (بنی اسرائیل۔۶۵)

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾

ترجمہ:۔تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لیے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے۔ (بنی اسرائیل۔۶۶)

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾

ترجمہ:۔اور سمندروں میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں تم پکارتے تھے سب گم ہو جاتے ہیں' صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ (بنی اسرائیل۔۶۷)

Marfat.com

أَفَأَمِنتُمْ أَن يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿٦٨﴾

ترجمہ:۔ تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ تمہیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین) میں دھنسا دے تم پر پتھروں کی آندھی بھیج دے پھر تم اپنے لیے کسی نگہبان کو نہ پاسکو۔ (بنی اسرائیل۔۶۸)

أَمْ أَمِنتُمْ أَن يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ﴿٦٩﴾

ترجمہ:۔ کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ پھر تمہیں دوبارہ سمندر کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز وتند ہواؤں کے طوفانی جھکڑ بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے۔ پھر تم اپنے لیے ہم پر اس کا دعویٰ (پیچھا) کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے۔ (بنی اسرائیل۔۶۹)

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾

ترجمہ:۔ یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ (بنی اسرائیل۔۷۰)

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾

ترجمہ:۔ جس دن ہم ہر جماعت کو ان کے پیشوا سمیت بلائیں گے پھر جن کا بھی اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا وہ تو شوق سے اپنا نامہ اعمال پڑھنے لگیں گے اور دھاگے کے برابر (ذرہ برابر) بھی ظلم نہیں کیے جائیں گے۔ (بنی اسرائیل۔۷۱)

وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾

ترجمہ:۔ اور جو کوئی اس جہان میں اندھا (بنا) رہا' وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت ہی بھٹکا ہوا رہے گا۔ (بنی اسرائیل۔۷۲)

آیت نمبر ۷۱ میں جو ارشاد الٰہی ہوا ہے یہ بات قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ارشاد کی گئی ہے۔ قیامت کے روز نیک لوگوں کو ان کا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا' وہ خوشی خوشی

Marfat.com

اسے دیکھیں گے یعنی پڑھیں گے (روز قیامت اللہ تبارک وتعالیٰ تمام اچھے برے انسانوں کو یہ صلاحیت عطا فرمادے گا کہ وہ اپنا نامہ اعمال پڑھ سکیں چاہے دنیا میں وہ کتنا ہی ان پڑھ رہا ہو) بلکہ دوسروں کو بھی دکھائیں گے۔ جبکہ بداعمال لوگوں کو ان کا سیاہ نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اسے لیتے ہی اسے اپنی پیٹھ پیچھے چھپانے کی کوشش کریں گے۔ قرآن کریم میں سورۃ الحاقہ آیت ۱۹۔ ۲۸ اور سورۃ انشقاق۔ آیت ۷۔ ۱۳۔ میں ذکر آیا ہے۔

کچھ علمائے امت کے خیال کے مطابق امام سے مراد لیڈر اور قائد کے ہیں تو کچھ کے مطابق پیغمبر کے ہیں اور بعض کے نزدیک نامہ اعمال کے ہیں۔ یعنی ہر شخص کو جب پکارا جائے گا تو اس کا نامہ اعمال اس کے ساتھ ہوگا اسی کے مطابق اس کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ اسی رائے کو امام ابن کثیر اور امام شوکانی نے ترجیح دی ہے۔

آیت میں اندھے سے مراد دل کا اندھا ہے۔ یعنی جو لوگ دنیا کی زندگی میں اپنی آنکھیں ہوتے ہوئے بھی حق سے آنکھیں پھیر لیتے ہیں یا حق کی طرف متوجہ ہی نہیں ہونا چاہتے وہ حق کو قبول کرنے سے محروم رہتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو اندھا کہا گیا ہے وہ روز محشر اپنے رب کے خصوصی فضل و کرم سے محروم رہے گا۔

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

ترجمہ:۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے ان کے مقابلے میں ہم نے اس کی مدد کی یقیناً وہ برے لوگ تھے پس ہم نے ان سب کو ڈبو دیا۔ (الانبیاء۔۷۷)

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:۔ اور داؤدؑ اور سلیمانؑ کو یاد کیجیے جبکہ وہ کھیت کے معاملے میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو اس میں چر چگ گئی تھیں۔ اور ان کے فیصلے میں ہم موجود تھے۔ (الانبیاء۔۷۸)

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:۔ ہم نے اس کا صحیح فیصلہ سلیمانؑ کو سمجھا دیا۔ ہاں ہر ایک کو ہم نے حکم و علم دے رکھا تھا اور داؤد کے تابع ہم نے پہاڑ کر دیے تھے جو تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی ہم کرنے والے ہی تھے۔ (الانبیاء۔۷۹)

آیت مبارکہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک خاص واقعے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعے کا ذکر بائبل میں نہیں ہے اور نہ ہی یہودی لٹریچر میں کہیں ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام

Marfat.com

جو پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ حکمران وقت بھی تھے اسی لیے ان کی عدالت میں یہ مقدمہ فیصلے کے لیے آیا تھا انہوں نے فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والا لے لے تاکہ اس کا نقصان پورا ہو سکے لیکن حکم الہی کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام جو اس وقت نوعمر تھے نے ان کے اس فیصلے سے اختلاف کیا اور یہ فیصلہ دیا کہ بکریاں کچھ عرصے کے لیے کھیت کے مالک کو دے دی جائیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے اور کھیتی بکری والے کو دے دی جائے تاکہ وہ اپنی محنت سے کھیتی کی دیکھ بھال کر کے اسے درست حالت میں لے آئے جب کھیتی درست حالت میں آ جائے جیسی کہ پہلے تھی تو کھیتی کھیتی والے کو دے دی جائے اور بکریاں بکری والے کو واپس کر دی جائیں۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے اسے تمہارے لیے لباس بنانے کی کاریگری سکھائی تاکہ لڑائی کے ضرر سے تمہارا بچاؤ ہو۔ کیا تم شکرگزار بنو گے؟ (الانبیاء۔۸۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو لوہے کے استعمال پر قدرت عطا کی تھی، خاص طور پر انہیں جنگی مقاصد کے لیے زرہ سازی کا طریقہ سکھایا گیا تھا۔ دنیا میں لوہے کا استعمال حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے سے ہی عام ہوا اور نہ اس سے پہلی یعنی ۱۲۰۰ اور ۱۰۰۰ قبل مسیح کے درمیان لوہے کا استعمال تو شروع ہو چکا تھا لیکن لوہے کا پگھلانا اور اس سے کسی چیز کا تیار کرنا ایک مشکل اور پیچیدہ کام تھا جو ایک راز کی مانند محدود تھا۔ اس وقت جو لوہا تیار ہوتا تھا وہ سونے چاندی کی طرح قیمتی ہوا کرتا تھا عام استعمال میں نہیں تھا۔ بائبل میں جہاں آہنی رتھوں کا بطور ہتھیار آیا ہے وہ دور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہی دور ہے۔ بائبل کتاب یشوع باب ۱۷۔ آیت ۱۶۔ کتاب قضاۃ باب ۱۔ آیت ۱۹ اور باب ۴۔ آیت ۲۔۱۳)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) پر اپنا فضل کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم ہے) اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کر دیا۔ (سبا۔۱۰)

اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾

ترجمہ:۔ کہ تو پوری پوری زرہیں بنا اور جوڑوں میں اندازہ رکھ تم سب نیک کام کیا کرو (یقین مانو) کہ میں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں۔ (سبا۔۱۱)

اِصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔ آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد (علیہ السلام) کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔ (ص۔۱۷)

Marfat.com

إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾

ترجمہ:۔ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح تسبیح خوانی کریں اور پرندوں کو بھی جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر فرمان رہتے۔ (ص۔۱۸۔۱۹)

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا' اور اسے حکمت دی تھی اور بات کا فیصلہ کرنا۔ (ص۔۲۰)

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾

ترجمہ:۔اور کیا تجھے جھگڑا کرنے والوں کی بھی خبر ملی؟ جبکہ وہ دیوار پھاند کر محراب میں آ گئے۔ (ص۔۲۱)

إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾

ترجمہ:۔جب یہ (حضرت) داؤد (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو وہ ان سے ڈر گئے' انہوں نے کہا خوف نہ کیجیے! ہم دو فریق مقدمہ ہیں' ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے' آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجیے' اور ناانصافی نہ کیجیے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجیے۔ (ص۔۲۲)

إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾

ترجمہ:۔(سنیے) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دنبی ہے لیکن یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اپنی یہ ایک بھی مجھ ہی کو دے دے اور مجھ پر بات میں بڑی سختی برتتا ہے۔ (ص۔۲۳)

قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ:۔(حضرت) داؤد (علیہ السلام) نے فرمایا! اس کا اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بے شک تیرے اوپر ایک ظلم ہے اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہی ہوتے ہیں) کہ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں' سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ

Marfat.com

بہت ہی کم ہیں' اور (حضرت) داؤد (علیہ السلام) سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے پھر تو اپنے رب سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے اور (پوری طرح) رجوع کیا۔ (ص۔۲۴)

فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ ۚ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔ پس ہم نے بھی ان کا وہ (قصور) معاف کر دیا' یقیناً وہ ہمارے نزدیک بڑے مرتبہ والے اور بہت اچھے ٹھکانے والے ہیں۔ (ص۔۲۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ان دو آیات میں جو ارشاد فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے کوئی قصور ضرور ہوا تھا اور وہ بھی ایسا کوئی قصور تھا جو دنبیوں والے مقدمے سے کسی طرح مماثلت رکھتا تھا اسی لیے اس کا فیصلہ سناتے ہوئے انہیں خیال آیا کہ یہ میری آزمائش ہوئی ہے لیکن اس قصور کی نوعیت ایسی شدید نہیں تھی کہ معاف نہ کیا جاتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا وہ کام کیا تھا جس پر انہیں کوتاہی اور توبہ وندامت کے اظہار کا احساس ہوا' اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ قرآن کریم میں اس اجمال کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور نہ ہی کسی مستند حدیث میں اس کی کوئی وضاحت آئی ہے۔ اس کے باوجود بعض مفسرین نے اسرائیلی روایات جن کا ذکر بائبل کی کتاب سموئیل دوم کے باب ۱۱۔۱۲ میں تفصیل سے دیا گیا جس میں نہ صرف پر کا کوا بنایا گیا ہے بلکہ اسے اڑا بھی دیا گیا ہے ان ہی کو بنیاد بنا کر ایسی ایسی بے بنیاد باتیں لکھ دی ہیں' جو ایک نبی وہ بھی اللہ کے جلیل القدر نبی جن کو اللہ تعالیٰ نے کتاب الٰہی سے نوازا ہو وہ کیسے ایسی عظیم غلطی کر سکتے ہیں جس کو ایک عام انسان کو بھی اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا چہ جائیکہ ایک جلیل القدر نبی اس بڑی ہولناک غلطی کا مرتکب ہو۔

امام ابن کثیر نے اس بارے میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جب قرآن وحدیث اس معاملے میں خاموش ہیں تو ہمیں بھی اس کی تفصیلات کی کرید میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ مفسرین قرآن جو اس واقعے کی جزئیات اور تفصیلات بیان کرتے ہیں تاکہ قرآن کے اجمال کی کچھ توضیح ہو جائے' تاہم وہ بھی کسی ایک بیان پر متفق نہیں ہیں جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے ایک فوجی کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے' جبکہ یہ اس زمانے کے لحاظ سے کوئی غلط یا معیوب بات نہیں تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو جب اس عورت کی خوبیوں اور کمالات کا علم ہوا تو ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس عورت کو تو ملکہ ہونا چاہیے تاکہ اس کی خوبیوں اور کمالات سے پورا ملک فیض یاب ہو سکے۔ ان کی یہ خواہش کتنے ہی نیک اور اچھے جذبے کی بنیاد پر ہی کیوں نہ ہو اس کے لیے یہ اس لیے نامناسب تھی کہ متعدد بیویوں کی موجودگی میں اور بادشاہ وقت ہونے کی وجہ سے ان کا ایسا اظہار جبر میں آ جاتا ہے کیونکہ بادشاہ کا حکم تو حکم ہی سمجھا جاتا ہے درخواست نہیں۔ اسی لیے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک تمثیلی واقعے سے اس کے نامناسب ہونے

Marfat.com

کا احساس دلایا گیا جس سے انہیں ندامت کا احساس ہوا۔

بعض مفسرین کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں اپنا مقدمہ لے کر آنے والے دو بھائی فرشتے تھے جو ایک فرضی مقدمہ لے کر حاضر ہوئے تھے' حضرت داؤد علیہ السلام سے یہ کوتاہی ہوئی کہ انہوں نے مدعی کا ہی بیان سن کر اپنی رائے کا اظہار کر دیا اور مدعا علیہ کی بات سننے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے درجات کی بلندی کے لیے انہیں اس آزمائش میں ڈالا' وہ اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی سمجھ گئے کہ یہ تو میری آزمائش تھی۔ جو اللہ کی طرف سے مجھ پر آئی ہے اس کے ساتھ ہی وہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے اور اپنے رب سے توبہ واستغفار میں مشغول ہو گئے۔

بائبل کی کتاب سموئیل دوم کے باب بارہ میں دنبیوں والے معاملے کو بھی بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے جبکہ قرآن حکیم میں اس واقعہ کو حقیقی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول مسروق اور سعید بن جبیر نے اس طرح نقل کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا جو قصہ بیان فرمایا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اس شخص سے صرف یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ ان کے لیے اپنی بیوی کو چھوڑ دے۔"

علامہ ابوبکر جصاص نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ عورت اس شخص کی منکوحہ نہیں تھی بلکہ صرف خطوبہ یا منسوبہ تھی۔ حضرت داؤد نے اسی عورت سے اپنے نکاح کا پیغام دے دیا تھا' اس پر اللہ کا عتاب ہوا کیونکہ انہوں نے اپنے مومن بھائی کے پیغام پر پیغام دیا تھا حالانکہ ان کے گھر میں کئی بیویاں موجود تھیں۔ (احکام القرآن)

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝ۧ۲۶

ترجمہ:۔ اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنادیا' تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔ (ص۔۲۶)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ۭ۲۷

ترجمہ:۔ اور ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو ناحق پیدا نہیں کیا یہ گمان تو

Marfat.com

کافروں کا ہے سو کافروں کے لیے خرابی ہے آگ کی۔ (ص۔۲۷)

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے برابر کردیں گے جو (ہمیشہ) زمین میں فساد مچاتے رہے یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کردیں گے؟ (ص۔۲۸)

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:۔ یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔ (ص۔۲۹)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ:۔ہم زبور میں پند ونصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔ (الانبیاء۔۱۰۵)

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمہ:۔عبادت گزار بندوں کے لیے تو اس میں ایک بڑا پیغام ہے۔ (الانبیاء۔۱۰۶)

ایک روایت کی رو سے زبور جو مواعظ وحکم کا مجموعہ تھا یہ بھی رمضان کے مقدس مہینے میں ہی نازل ہوئی تھی۔(البدایۃ النہایۃ) زہد وعبادت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو جو انہاک عطا فرمایا تھا اسے انسانیت کے لیے ایک نمونہ قرار دیا گیا ہے وہ نصف شب تک تو آرام کرتے تھے پھر تہائی رات عبادت میں بسر کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''اللہ کے نزدیک پسندیدہ نماز حضرت داؤد کی نماز ہے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزہ داؤد کا روزہ ہے۔(البدایۃ والنہایۃ)

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خوش گلو بنایا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی شیریں آواز کو سنتے تو فرماتے کہ ''ابوموسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے لحنِ داؤدی عطا فرمایا ہے۔(الثعلبی۔البخار۔البدایۃ النہایۃ)

Marfat.com

صحیفہ حضرت سلیمان علیہ السلام (تورات)

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے یہ ۹۹۲ تا ۹۲۴ قبل از مسیح میں گزرے ہیں ان کا اصل عبرانی نام سولومون تھا جو سلیم کا ہم معنی ہے۔ یہ بھی اپنے والد کی طرح اسرائیلی قوم کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ ان کے والد حضرت داؤد علیہ السلام نے فلسطین میں جو حکومت قائم کی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو مستحکم کیا۔ ان کے عہد حکومت میں ملک نے ہر اعتبار سے بڑی ترقی کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی زندگی میں جس ہیکل کی بنیاد رکھی تھی اسے انہوں نے ہی تکمیل تک پہنچایا۔ قرآن کریم میں ان کا ذکر کئی سورتوں میں آیا ہے۔ البقرہ' النساء' الانعام' الانبیاء' النمل' سبا' ص' میں ان کا ذکر ہوا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں جنوں اور انسانوں کے ساتھ ہوا' جانوروں' پرندوں اور دیگر مخلوقات الٰہی کا بھی بادشاہ بنایا تھا۔ ساری مخلوق آپ کے تابع تھی۔ ان کا تخت ہوا میں اڑتا تھا اور دنیا کے خزانے ان کے قبضے میں تھے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کے حالاتِ زندگی اور نبوت کا احوال تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ خصوصاً ملکہ سبا بلقیس کا واقعہ کے جس کے بارے میں ایک پرندے ہدہد نے انہیں اطلاع دی تھی کہ وہ اور اس کی قوم سورج کی پرستش کرتی ہے۔ اس پر انہوں نے اسے ایک دعوتی خط تحریر لکھا جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اس پر وہ خود حاضر ہوگئی اور مشرف بہ اسلام ہوئی۔ کچھ مفسرین کے خیال میں اس نے مسلمان ہو کر حضرت سلیمان سے نکاح کر لیا تھا۔

مسجد اقصیٰ یعنی قبلۂ اول کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہی کرائی تھی۔ تورات میں ان کا ذکر صرف بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے طور پر کیا گیا ہے جبکہ قرآن کریم میں آپ کا ذکر اللہ کے نبی کہہ کر کیا گیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام علم وحکمت اور فہم وفراست میں یکتائے زمانہ تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اقتدار بھی ایسا عطا فرمایا تھا کہ ان کے بعد بنی اسرائیل میں پھر کسی کو ایسا اقتدار میسّر نہ ہوسکا۔ مقدمات کے فیصلے کرنے میں انہیں خصوصی ید طولیٰ حاصل تھا' عدل وانصاف قائم کرنے میں وہ پوری کوشش صرف کیا کرتے تھے۔ وہ "منطق الطیر" سے واقف تھے۔ وہ شریعت تورات کے مطابق ہی ان کی عبادت ومعاملات اور جملہ انتظاماتِ ملکی سرانجام دیتے تھے۔ کچھ ان کے مخالفین مذہبی سیاسی افراد نے اپنا اقتدار جمانے کے لیے ان پر غلط بیانی کر کے الزامات لگائے تھے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام الزامات سے انہیں قرآن کریم میں بری فرما دیا ہے۔ انہوں نے اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد تقریباً تیرہ سال کی عمر میں اور کچھ کے مطابق بائیس سال کی عمر میں اقتدار سنبھالا تھا۔

بائبل میں جو قصے حضرت سلیمان سے منسوب کیے گئے ہیں وہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہیں وہ سب کے سب ایک پیغمبر کی شان کے سراسر منافی ہیں۔ اللہ کے پیغمبروں کے بارے میں اسلام کا ایک

Marfat.com

بڑا ہی واضح موقف ہے۔ پیغمبر نہ تو کبھی کسی گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں نہ ہی کبھی کسی بھی طرح شرک وبت پرستی اختیار کرتے ہیں۔ پیغمبر تو اللہ کے منتخب بندے ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد بعثت ہی گمراہی وکفر شرک کو ختم کر کے رشد وہدایت اور توحید الٰہی کو پھیلانا ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہر قسم کے شرک والزامات سے پاک قرار دیا ہے۔ (البقرہ۔۱۰۲)

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

ترجمہ:۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم حقانیت کے ساتھ آپ پر پڑھتے ہیں' بالیقین آپ رسولوں میں سے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰي كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے یقیناً داؤدؑ اور سلیمانؑ کو علم دے رکھا تھا اور دونوں نے کہا' تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ (النمل۔۱۵)

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ ھٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ اور داؤدؑ کے وارث سلیمان (علیہ السلام) ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ میں سے دیئے گئے ہیں۔ بے شک یہ بالکل کھلا ہوا فضلِ الٰہی ہے۔ (النمل۔۱۶)

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔ اور سلیمان (علیہ السلام) کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرندوں میں سے جمع کیے گئے (ہر ہر قسم) الگ الگ درجہ بندی کر دی گئی۔ (النمل۔۱۷)

حَتّٰٓي اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے' تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ' ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے۔ (النمل۔۱۸)

بائبل اس ذکر سے خالی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے پرندوں اور

Marfat.com

جانوروں کی بولیوں کا علم دیا گیا تھا لیکن بنی اسرائیل کی روایات میں اس کی صراحت موجود ہے۔(جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد۔۱۱ صفحہ ۴۳۹) بائبل میں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے کہ جن بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں شامل تھے اور وہ ان سے خدمت لیتے تھے۔ جبکہ تلمود اور ربیوں کی روایات میں تفصیل سے ذکر پایا جاتا ہے۔(جیوش انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۱۔ صفحہ ۴۴۰)

آیاتِ کریمہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلند مرتبت ہونا اور ان کی انفرادی فضیلت وخصوصیت کا اظہار فرمایا ہے جس سے وہ پوری تاریخ انسانی میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کی حکمرانی صرف انسانوں پر ہی نہیں تھی بلکہ جنات' حیوانات' چرند پرند حتیٰ کہ ہوا تک کو ان کے ماتحت کردیا گیا تھا۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿١٩﴾

ترجمہ:۔ اس کی (چیونٹی) اس بات پر حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرا کر ہنس دیے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر' اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔ (النمل۔۱۹)

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾

ترجمہ:۔ آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟ (النمل۔۲۰)

لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢١﴾

ترجمہ:۔ یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا' یا اسے ذبح کرڈالوں گا' یا میرے سامنے کوئی صریح دلیل بیان کرے۔ (النمل۔۲۱)

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾

ترجمہ:۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ اس نے آکر کہا کہ میں ایک ایسی چیز کی خبر لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہیں' میں سبا کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں۔ (النمل۔۲۲)

سبا ایک شخص کے نام پر ایک قوم کا نام بھی تھا اور ایک شہر کا بھی' یہ شہر یمن کے شہر صنعاء سے تین دن کی مسافت پر تھا اب یہ شہر مارب یمن کے نام سے معروف ہے۔(فتح القدیر)

سبا جنوبی عرب کی مشہور تجارت پیشہ قوم تھی جس کا دارالحکومت مارب موجودہ یمن کے

Marfat.com

دارالحکومت صنعاء سے تقریباً ۵۵ میل شمال میں واقع تھا۔ تقریباً ۱۱۰۰ قبل از مسیح سے ان کا زمانہ شروع ہوتا ہے جو تقریباً ایک ہزار سال پر محیط ہے یہ قوم عرب میں اپنی عظمت کے ڈنکے بجاتی رہی تھی۔ ۱۱۵ قبل مسیح میں حمیر قوم نے ان کی جگہ لے لی۔ یونانی مورخ انہیں دنیا کی سب سے مالدار قوم کہتے ہیں' تجارت کے علاوہ انہوں نے جگہ جگہ بند باندھ کر زراعت کو فروغ دیا آب پاشی کا نظام قائم کیا تھا۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ:۔ میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے۔ (النمل۔۲۳)

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو' اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا' شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے۔ پس وہ ہدایت پر نہیں آئے۔ (النمل۔۲۴)

اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔ کہ اسی اللہ کے لیے سجدے کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے۔ (النمل۔۲۵)

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے۔ (النمل۔۲۶)

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:۔ سلیمان (علیہ السلام) نے کہا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے۔ (النمل۔۲۷)

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔ میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ اور دیکھ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ (النمل۔۲۸)

Marfat.com

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:۔وہ کہنے لگی اے سردار! میری طرف ایک بڑا اہم خط ڈالا گیا ہے۔(النمل۔۲۹)

اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۳۰﴾

ترجمہ:۔جو سلیمان (علیہ السلام) کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے۔ (النمل۔۳۰)

اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَ اْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ:۔یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ۔ (النمل۔۳۱)

قَالَتْ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:۔اس نے کہا اے میرے سردارو! تم میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی امر کا قطعی فیصلہ جب تک تمہاری موجودگی اور رائے نہ ہو نہیں کیا کرتی۔ (النمل۔۳۲)

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَا ذَا تَاْمُرِیْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:۔ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت اور قوت والے سخت لڑنے بھڑنے والے ہیں۔آگے آپ کو اختیار ہے آپ خود سوچ لیجیے کہ ہمیں آپ کیا کچھ حکم فرماتی ہیں۔(النمل۔۳۳)

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ:۔اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ (النمل۔۳۴)

وَ اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔ (النمل۔۳۵)

فَلَمَّا جَآءَ سُلَیْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۟ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَیْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِیَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:۔پس جب قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے جو اس نے

Marfat.com

تمہیں دیا ہے پس تم ہی اپنے تحفے سے خوش رہو۔ (النمل۔۳۶)

ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾

ترجمہ:۔جا ان کی طرف واپس لوٹ جا' ہم ان (کے مقابلہ) پر وہ لشکر وہ لائیں گے جن کے سامنے پڑنے کی ان میں طاقت نہیں اور ہم انہیں ذلیل و پست کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ (النمل۔۳۷)

قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾

ترجمہ:۔آپ نے (حضرت سلیمان نے) کہا اے میرے سردارو! تم میں سے کون ہے جو اس کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لا دے۔ (النمل۔۳۸)

قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾

ترجمہ:۔ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا آپ اپنی مجلس سے اٹھیں اس سے پہلے ہی میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں' یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔(النمل۔۳۹)

قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿٤٠﴾

ترجمہ:۔جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں' جب آپ نے (سلیمان نے) اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے' تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری' شکر گزار اپنے ہی نفع کے لیے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار (بے پرواہ اور بزرگ) غنی اور کریم ہے۔(النمل۔۴۰)

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾

ترجمہ:۔حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ پھیر بدل کر دو تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پا لیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے۔(النمل۔۴۱)

Marfat.com

فَلَمَّا جَآءَتۡ قِيۡلَ اَهٰكَذَا عَرۡشُكِ‌ؕ قَالَتۡ كَاَنَّهٗ هُوَ‌ ۚ وَاُوۡتِيۡنَا الۡعِلۡمَ مِنۡ قَبۡلِهَا وَكُنَّا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔پھر جب وہ آ گئی تو اس سے کہا (دریافت کیا) گیا کہ ایسا ہی تیرا (بھی) تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے' ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے۔(النمل۔۴۲)

وَصَدَّهَا مَا كَانَتۡ تَّعۡبُدُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّهَا كَانَتۡ مِنۡ قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ:۔اسے انہوں نے روک رکھا تھا (ایمان لانے سے) جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی' یقیناً وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔(النمل۔۴۳)

قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ‌ۚ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَتۡهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا‌ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ ؕ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔اس سے کہا گیا محل میں چلی چلو' جسے دیکھ کر وہ یہ سمجھی کہ یہ پانی کا حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں (پائینچے اٹھا لیے) (تو حضرت سلیمان نے) فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے' کہنے لگی میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں۔(النمل۔۴۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ سبا کا یہ قصہ جس طرح قرآن کریم میں رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا ہے وہی حقیقی اور درست واقعہ ہے جبکہ بائبل کے عہد نامہ قدیم یا عہد نامہ عتیق اور جدید روایات یہود میں اسے مختلف انداز و اسلوب سے پیش کیا گیا ہے گو کہ بائبل کی کتاب تواریخ دوم کا بڑا حصہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق ہی ہے لیکن خصوصاً یہ واقعہ جس میں حضرت سلیمان اور ملکہ سبا کا ذکر آیا ہے اسے کس طرح پیش کیا گیا عہد نامہ قدیم کی تحریر اس طرح ہے۔

(۱)۔اور جب سبا ملکہ نے (خداوند کے نام کی بابت) سلیمان کی شہرت سنی تو وہ (آئی تا کہ) مشکل سوالوں سے اسے آزمائے اور وہ بہت بڑی جلو کے ساتھ یروشلم میں آئی اور اس کے ساتھ اونٹ تھے جن پر مسالے اور بہت سا سونا اور بیش بہا جواہر لدے تھے اور جب وہ سلیمان کے پاس پہنچی تو اس نے ان سب باتوں کے بارے میں جو اس کے دل میں تھیں اس سے گفتگو کی۔(۲)۔سلیمان نے اس کے سب سوالوں کا جواب دیا۔سلیمان سے کوئی بات ایسی پوشیدہ نہ تھی جو اسے نہ بتائی۔(۳)اور جب سبا کی ملکہ نے سلیمان کی ساری حکمت اور محل کو جو اس نے بنایا

Marfat.com

تھا۔(۴)۔اور اس کے دستر خوان کی نعمتوں اور اس کے ملازموں کی نشست اور اس کے خادموں کی حاضر باشی اور ان کی پوشاک اور اس کے ساقیوں اور اس سیڑھی کو جس سے وہ خداوند کے گھر کو جاتا تھا دیکھا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔(۵)۔اور اس نے بادشاہ سے کہا کہ وہ سچی خبر تھی جو میں نے تیرے کاموں اور تیری حکمت کے بابت اپنے ملک میں سنی تھی۔(۶)۔تو بھی میں نے وہ باتیں باور نہ کیں جب تک خود آ کر اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ نہ لیا اور مجھے تو آدھا بھی نہیں بتایا گیا تھا کیونکہ تیری حکمت اور اقبال مندی اس شہرت سے جو میں نے سنی بہت زیادہ ہے۔(۷)۔خوش نصیب ہیں تیرے لوگ اور خوش نصیب ہیں تیرے یہ ملازم جو برابر تیرے حضور کھڑے رہتے اور تیری حکمت سنتے ہیں۔(۸)۔خداوند تیرا خدا مبارک ہو جو تجھ سے ایسا خوشنود ہوا کہ تجھے اسرائیل کے تخت پر بٹھایا ہے۔چونکہ خداوند نے اسرائیل سے سدا محبت رکھی ہے اس لیے اس نے تجھے عدل اور انصاف کرنے کو بادشاہ بنایا۔(۹)۔اور اس نے بادشاہ کو ایک سو بیس قنطار سونا اور مسالے کا بہت بڑا انبار اور بیش بہا جواہر دیئے اور جیسے مسالے سبا کی ملکہ نے سلیمان بادشاہ کو دیے ویسے پھر کبھی ایسی بہتات کے ساتھ نہ آئے۔(تواریخ دوم باب ۹ آیات ۱تا۹)

(۱۳)۔اور سلیمان بادشاہ نے سبا کی ملکہ کو وہ سب کچھ جس کی وہ مشتاق ہوئی اور جو کچھ اس نے مانگا دیا۔علاوہ اس کے سلیمان نے اس کو اپنی شاہانہ سخاوت سے بھی عنایت کیا پھر وہ اپنے ملازموں سمیت اپنی مملکت کو لوٹ گئی۔(بائبل کتاب سلاطین اول باب ۱۰ آیت ۱۳)

بائبل کے عہد جدید والے حصے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک تقریر کا صرف ایک فقرہ منقول ہوا ہے جو متی کی انجیل میں اور لوقا کی انجیل میں بھی دہرایا گیا ہے۔

"دکھن کی ملکہ عدالت کے دن اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ اٹھ کر ان کو مجرم ٹھہرائے گی۔کیونکہ وہ دنیا کے کنارے سے سلیمان کی حکمت سننے کو آئی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو سلیمان علیہ السلام سے بھی بڑا ہے۔(عہد نامہ جدید بائبل کی کتاب متی باب ۱۲ آیت ۴۲۔کتاب لوقا باب۔۱۱ آیت ۳۱)

یہودی رابیوں کی روایات میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور سبا کی ملکہ کا قصہ اپنی اکثر تفصیلات میں قرآن کریم سے ملتا جلتا ہے۔ہدہد کا غائب ہونا' پھر سبا اور اس کی ملکہ کے حالات بیان کرنا حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس کے ذریعے سے خط بھیجنا' ہدہد کا عین اس وقت وہ خط ملکہ کے آگے گرانا جب وہ آفتاب کی پرستش کو جا رہی تھی' ملکہ کا اس خط کو دیکھ کر اپنے وزراء کی کونسل منعقد کرنا' پھر ملکہ کا ایک قیمتی ہدیہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھیجنا' خود یروشلم پہنچ کر ان سے ملنا' ان کے محل میں پہنچ کر یہ خیال کرنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پانی کے حوض میں بیٹھے ہیں' اور اس میں اترنے کے لیے پائینچے چڑھا لینا' یہ سب ان روایات میں اسی طرح موجود ہے' ان کا خدا کے آگے جھکنا اور آخر کار ملکہ کا ان کے ہاتھ پر ایمان لانا' یہ سب باتیں جبکہ خدا پرستی اور توحید کی ساری باتیں ان تمام روایات میں قطعی ناپید و مفقود ہیں۔

Marfat.com

ان سب کے علاوہ سب سے خراب اور ہیبت ناک بات یہ کہ ظالموں نے یہ غضب بھی کیا ہے کہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام پر الزام لگایا کہ انہوں نے ملکہ سبا کے ساتھ (معاذ اللہ) زنا کا ارتکاب کیا اور اسی حرامی نسل سے بابل کا بادشاہ بخت نصر پیدا ہوا جس نے بیت المقدس کو تباہ کیا۔ (جیوش انسائیکلو پیڈیا' جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۴۴۳) یہودی علماء کا ایک متعصب گروہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا سخت مخالف رہا ہے ان ہی لوگوں نے ان پر تورات کے احکام کی خلاف ورزی کرنے اور غرور حکمرانی' غرور عقل و دانش' زن مریدی' عیش پرستی اور شرک و بت پرستی کے گھناؤنے الزامات لگائے ہیں۔ (جیوش انسائیکلو پیڈیا' جلد۔۱۱ صفحہ ۴۳۹ تا ۴۴۱) اسی پروپیگنڈے کے زیر اثر بائبل میں بھی انہیں نبی کے بجائے محض ایک بادشاہ کی حیثیت دی گئی ہے اور بادشاہ بھی ایسا جو معاذ اللہ احکام الٰہی کے خلاف مشرک عورتوں کے عشق میں گم رہتا تھا' جس کا دل خدا سے پھر گیا اور جو خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی طرف مائل ہو گیا۔ (اصل تحریر نقل کے قابل نہیں ہے) (سلاطین اول باب۔۱۱ آیات ا تا ۱۱) ان ہی چیزوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے بنی اسرائیل پر کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے اکابرین پر خود ان کی طرف سے ڈالی گئی گندگی و غلاظت کو کس طرح سے صاف کر دیا ہے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾

ترجمہ:۔ ہم نے تند و تیز ہوا کو سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا جو اس کے فرمان کے مطابق اس زمین کی طرف چلتی تھی۔ جہاں ہم نے برکت دے رکھی تھی اور ہم ہر چیز سے باخبر اور دانا ہیں۔ (الانبیاء۔۸۱)

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾

ترجمہ:۔ اسی طرح بہت سے شیاطین بھی ہم نے اس کے تابع کیے تھے جو اس کے فرمان سے غوطے لگاتے تھے اور اس کے سوا بھی بہت سے کام کرتے تھے ان کے نگہبان ہم ہی تھے۔ (الانبیاء ۸۲)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہی ارشاد سورۃ سبا میں بھی دہرایا ہے اور اس میں مزید اضافہ بھی فرمایا ہے جس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جلالت و اہمیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿١٢﴾

ترجمہ: اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی اور شام کی منزل بھی اور ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور اس کے رب کے حکم

Marfat.com

سے بعض جنات اس کے ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (سبا۔۱۲)

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

ترجمہ:۔ جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں، اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو، میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔ (سبا۔۱۳)

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ؕ﴿۱۴﴾

ترجمہ:۔ پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم پہنچا دیا تو انکی خبر جنات کو کسی نے نہیں دی سوائے گھن کے کیڑے کے جو ان کے عصا کو کھا رہا تھا۔ پس جب (سلیمان) گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔ (سبا۔۱۴)

انسانی حیوانی تصاویر اور مجسمے جس طرح شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حرام ہیں ایسے ہی شریعت موسوی میں بھی حرام تھیں۔ جس کے حضرت سلیمان علیہ السلام پیرو تھے۔ بنی اسرائیل کا ایک گروہ جو حضرت سلیمان علیہ السلام سے عداوت رکھتا تھا اسی نے ان پر طرح طرح کے الزام لگائے تھے، زنا، بت پرستی، شرک جادوگری کے بدترین الزامات لگائے تھے جس کی تردید و اصلاح اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ ۱۰۲ میں فرمائی ہے۔

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۭ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان (علیہ السلام) نے تو کفر نہیں کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا' وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے' اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا' وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں' تو کفر نہ کر' پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے' یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نفع نہ پہنچا سکے' اور وہ بالیقین جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں' کاش کہ یہ جانتے ہوتے۔ (البقرہ۔۱۰۲)

اللہ کے جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں کوئی بھی کمزور بات اور الزام کو کسی بھی طرح قبول نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بات تمام اہل علم جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے بھی نبی بنی اسرائیل میں آئے وہ سب کے سب تورات کے ہی پیروکار تھے' ان میں سے کوئی بھی نئی شریعت نہیں لایا تھا' جو تورات کے احکام وقوانین کو منسوخ کرتی تورات میں بھی صراحت کے ساتھ انسانی حیوانی تصاویر اور مجسموں کو قطعاً حرام قرار دیا گیا ہے۔

''تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔'' (بائبل کتاب خروج باب ۲۰ آیت ۴)

''تم اپنے لیے بت نہ بنانا اور نہ کوئی تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لیے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہہ دار پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو۔'' (بائبل کتاب احبار باب ۲۶ آیت ۱)

ایسا نہ ہو کہ تم بگڑ کر کسی شکل یا صورت کی کھودی ہوئی مورت اپنے لیے بنالو جس کی شبیہہ کسی مرد یا عورت (۱۷) یا زمین کے کسی حیوان یا ہوا میں اڑنے والے پرندے۔ (۱۸) یا زمین کے رینگنے والے جاندار یا مچھلی سے جو زمین کے نیچے پانی میں رہتی ہے ملتی جلتی ہو۔'' (بائبل کتاب استثنا باب ۴ آیت۔ ۱۶ تا ۱۸)

''لعنت اس آدمی پر جو کاریگری کی صنعت کی طرح کھودی ہوئی یا ڈھالی ہوئی مورت بنا کر جو خداوند کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس کو کسی پوشیدہ جگہ میں نصب کرے۔ (بائبل کتاب استثنا باب' ۲۷ آیت ۱۵).

سورۃ سبا کی آیت ۱۳ میں لفظ تماثیل آیا ہے تماثیل کا استعمال عربی میں ہر اس چیز کے لیے آتا ہے جو کسی قدرتی شے کے مشابہ بنائی جائے قطع نظر اس کے کہ وہ کوئی انسانی یا حیوانی یا کسی درخت' پھول یا دیوار و دریا کی تصویر ہو۔ تماثیل نام ہے ہر اس مصنوعی چیز کا جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کسی بھی چیز کے مانند بنائی گئی ہو۔ (تفسیر کشاف)

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے وہ کس طرح احکام الٰہی سے انحراف کر سکتے تھے یقیناً تماثیل سے مراد کچھ اور ہی ہے جس سے ہمارے مفسرین غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے یا انہوں نے بنی اسرائیل کی روایات پر اعتماد کیا ہوگا۔ تاہم مفسرین نے یہ ضرور کیا بنی اسرائیل کی روایات نقل کرنے کے ساتھ اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی اجازت نہیں ہے یہ کام حرام ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾

ترجمہ:۔ قوم سبا کے لیے اپنی بستیوں میں (قدرت الٰہی کی) نشانی تھی ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے (ہم نے ان کو حکم دیا تھا کہ) اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو، یہ عمدہ شہر اور وہ بخشنے والا رب ہے۔ (سبا۔۱۵)

فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾

ترجمہ:۔ لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کے سیلاب (کا پانی) بھیج دیا اور ہم نے ان کے (ہرے بھرے) باغوں کے بدلے دو (ایسے) باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور (بکثرت) جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے۔ (سبا۔۱۶)

ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾

ترجمہ:۔ ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلہ انہیں دیا ہم (ایسی) سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیتے ہیں۔ (سبا۔۱۷)

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی، چند بستیاں اور (آباد) رکھی تھیں جو بر سر راہ ظاہر تھیں، اور ان میں چلنے کی منزلیں مقرر کر دی تھیں ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن و امان چلتے پھرتے رہو۔ (سبا۔۱۸)

فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔لیکن انہوں نے پھر کہا کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفر دور دراز کردے۔چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا برا کیا اس لیے ہم نے انہیں (گزشتہ) فسانوں کی صورت میں کردیا' اوران کے ٹکڑے ٹکڑے اڑادیئے بلاشبہ ہر ایک صبروشکر کرنے والے کے لیے اس (ماجرے) میں بہت سی عبرتیں ہیں۔(سبا۔۱۹)

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

ترجمہ:۔اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا گمان سچا کردکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنوں کی ایک جماعت کے۔(سبا۔۲۰)

وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۞

ترجمہ:۔شیطان کا ان پر کوئی زور (اور دباؤ) نہیں تھا مگر اس لیے کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ظاہر کردیں ان لوگوں میں سے جو اس سے شک میں ہیں اور آپ کا رب (ہر) ہر چیز پر نگہبان ہے۔(سبا۔۲۱)

برکت والی بستیوں سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔یعنی ہم نے ملک سبا (یمن) اور شام کے درمیان لب سڑک بستیاں آباد کی ہوئی تھیں بعض مفسرین نے ''ظاہرۃ'' کے معنی ایک دوسرے سے پیوست اور مسلسل کے لیے ہیں۔مفسرین نے ان بستیوں کی تعداد چار ہزار سات سو بتائی ہے یہ ان کی تجارتی شاہراہ تھی جو مسلسل آباد رہتی تھی' جس کی وجہ سے ایک تو مسافروں کو کھانے پینے اور آرام کرنے کے لیے اور زادراہ ساتھ لینے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی دوسرے غیر ویرانی کی وجہ سے لوٹ مار اور قتل وغارت کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا تھا۔تمام آبادیوں کا فاصلہ متعین اور معلوم تھا اس کے حساب سے وہ بہ آسانی اپنا سفر طے کرلیتے تھے جب وہ صبح سفر کا آغاز کرتے تو دوپہر تک کسی آبادی تک پہنچ جاتے' وہاں سے کھاپی کر آرام کرکے چلتے تو رات تک کسی دوسری آبادی میں پہنچ جاتے تھے۔یعنی انہیں سفر کی وہ صعوبتیں اور جان ومال کے خطرات موسم کی شدتیں جسے دوسرے لوگوں کو ہوتی تھیں انہیں نہیں تھیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرما کر انہیں منتشر وبرباد کردیا سبا کے مختلف قبیلے مختلف جگہوں پر جاکر آباد ہوگئے ان کی اپنی بستیاں ویران ہوگئیں۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۞

ترجمہ:۔اور ہم نے داؤد کو سلیمان (نامی فرزند) عطا فرمایا' جو بڑا اچھا بندہ تھا اور بے حد رجوع کرنے والا تھا۔ (ص۔۳۰)

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۞

Marfat.com

ترجمہ:۔جب ان کے سامنے شام کے وقت تیز رو خاصے گھوڑے پیش کیے گئے۔(ص۔۳۱)

فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾

ترجمہ:۔تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑوں کی محبت کو ترجیح دی، یہاں تک کہ (آفتاب) چھپ گیا۔(ص۔۳۱)

رُدُّوْهَا عَلَیَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:۔ان (گھوڑوں) کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ! پھر تو پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔(ص۔۳۳)

ان آیات کے ترجمے اور تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عصر کی نماز یا وظیفہ خاص رہ گیا تھا جو وہ اس وقت کیا کرتے تھے، جن کی وجہ سے انہیں سخت صدمہ ہوا اور کہنے لگے کہ میں گھوڑوں کی محبت میں اتنا وارفتہ اور گم ہو گیا کہ سورج کے غروب ہونے کا احساس ہی نہیں ہوسکا اور اللہ کی یاد نماز یا وظیفے سے غافل رہا۔چنانچہ اس کی تلافی اور ازالے کے لیے انہوں نے سارے گھوڑے اللہ کی راہ میں ذبح کر دیے۔(امام شوکانی اور امام ابن کثیر اسی کو ترجیح دیتے ہیں)

وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَ اَلْقَیْنَا عَلٰى كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ:۔ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا۔(ص۔۳۴)

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:۔کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے سوا کسی (شخص) کے لائق نہ ہو تو بڑا ہی دینے والا ہے۔(ص۔۳۵)

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:۔پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے نرمی سے پہنچا دیا کرتی تھی۔(ص۔۳۶)

وَ الشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّ اٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور (طاقتور) جنات کو بھی ان کا ماتحت کر دیا ہر عمارت بنانے والے کو اور غوطہ خور کو۔ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے۔ یہ ہے ہمارا عطیہ اب تو احسان کر یا روک رکھ' کچھ حساب نہیں۔ ان کے لیے ہمارے پاس بڑا تقرب ہے اور بہت اچھا ٹھکانا ہے۔(ص۔۳۷ تا ۴۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا کہ ہم نے تجھے تیری دعا کے مطابق بادشاہی سے نواز دیا ہے۔ جس میں ہوا بھی تیرے ہی ماتحت کر دی۔ اب انسانوں میں سے جس کو چاہے دے جس کو چاہے نہ دے تجھ سے ہم حساب بھی نہیں لیں گے۔ اور آخر میں یہ نوید بھی سنادی گئی کہ دنیا میں جو جاہ ومرتبہ عطا کیا گیا ہے وہ اپنی جگہ آخرت میں بھی سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قرب اور مقام خاص سے نوازنے کی خوش خبری دے رہا ہے۔ جبکہ ان کی قوم بنی اسرائیل جس کی طرف انہیں مبعوث کیا گیا جن کی اصلاح ورہنمائی کے لیے انہیں ذمہ دار ٹھہرایا گیا انہوں نے ان کے خلاف کیسے کیسے الزامات خود بائبل جو ان کی آسمانی کتاب ہے میں تحریف کرتے ہوئے تراشے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں بائبل کیا کچھ الزامات لگاتی ہے اسے بھی ایک نظر دیکھ لیا جائے بائبل کی کتاب سلاطین اول یا ملوک اول میں اس طرح ان پر گندگی انڈیلی گئی ہے اس باب کا عنوان ہی کتنا خوفناک ہیبت ناک ہے۔ ''سلیمان خدا سے منحرف ہوتا ہے۔(Solomon`s Heart Turns the Lord)

(۱) اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی' عمونی' ادومی' صیدانی' اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا۔(۲)۔ یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کرلیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا۔(۳)۔ اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کا دل پھیر دیا۔(۴) کیونکہ سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کرلیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤد کا دل تھا۔(۵) کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی

Marfat.com

پیروی کرنے لگا۔(۶)اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ دادا نے کی تھی۔(۷)پھر سلیمان نے موآبیوں کے نفرتی کموس کے لیے اس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے نفرتی مولک کے لیے بلند مقام بنا دیا۔(۸)اس نے ایسا ہی اپنی سب اجنبی بیویوں کی خاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور قربانی گزارتی تھیں۔(سلاطین اول باب ۱۱ آیات ۱تا۸)

بائبل کی کتاب سلاطین اول کی ان چند آیات سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ کے اتنے بڑے اور اہم جلیل القدر پیغمبر کے ساتھ جو سلوک کیا ہے دیگر انبیاء کرام علیہ السلام کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا ہوگا۔دراصل تورات کی ابتدائی پانچ کتابیں جو اہلِ کتاب یعنی بنی اسرائیل میں خمیس موسیٰ علیہ السلام کے نام سے مشہور ہیں کسی ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں ہیں بلکہ ان کے مآخذ وہ مختلف تحریریں ہیں جن پر اگر غور کیا جائے تو ان میں اختلاف و تضاد صاف نظر آتا ہے جسے کتاب پیدائش باب ۲۲ کی آیت ۱۴ میں لکھا گیا ہے۔''اور ابرہام نے اس مقام کا نام ''یہوواہ یری'' رکھا چنانچہ آج تک یہ کہاوت ہے کہ خداوند کے پہاڑ پر مہیا کیا جائے گا۔جبکہ کتاب خروج باب ۶ آیت ۳ میں کہا گیا ہے''اور میں ابرہام اور اضحاق اور یعقوب کو خدائی قادر مطلق کے طور پر دکھائی دیا لیکن اپنے یہوواہ نام سے ان پر ظاہر نہ ہوا۔(کتاب خروج ۶ آیت ۳) جبکہ بائبل کے ۱۹۳۰ کے ایڈیشن میں خروج کی آیت ۳ میں یہ آیت جو نئے ایڈیشن میں بدل دی گئی ہے اس طرح آیا ہے۔''اور میں ابرہام، اضحاق، یعقوب مجھے اشدائی کے نام سے جانتے تھے اور وہ یہوواہ کے نام سے واقف نہ تھے۔'' ایسی بہت سی مثالوں سے بائبل کی کتب بھری ہوئی ہیں کیونکہ ہر دور ہر زمانے میں مترجموں نے اپنی سہولت اور آسانی کے لیے جیسی جی میں آئی تحریف و ترمیم کر لی ہیں۔اگر ہم یہاں تقابلی جائزہ شروع کریں تو بہت طویل بحث شروع ہو جائے گی اس لیے اسے یہیں روک دیتے ہیں۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے جنہیں وحی اور صالحیت کے اعلیٰ مقامات سے نوازا گیا تھا۔ انہیں اہل نینوا کی رہنمائی وہدایت کے لیے مبعوث کیا گیا تھا۔ نینوا عراق کا مشہور شہر اور آشوری حکومت کا دارالحکومت تھا۔ تورات میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام یوناں یا یوناہ Jonah بن امتای (امتی) لکھا گیا ہے ان کے نام بائبل میں ایک صحیفہ بھی موجود ہے قرآن حکیم میں بھی ایک مکمل صورت سورۂ یونس کے نام سے موجود ہے جس میں ۱۱ رکوع اور ۱۰۹ آیت ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کے عہد کے تعین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے ان کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت لقمان علیہ السلام کے درمیان درج کیا ہے۔ جبکہ امام ابن کثیر نے ان کا نام حضرت موسیٰ سے پہلے لکھا ہے، کچھ نے انہیں حضرت حزقیل علیہ السلام کا ہم عصر قرار دیا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کو موصل اور دجلہ کے قریب بت پرست اہل نینوا پر نبی بنا کر بھیجا گیا تھا جن کی آبادی اس وقت ایک لاکھ سے زائد تھی۔ انہوں نے کافی عرصہ محنت کی اور قوم کو پیغام حق سنایا اور توحید کی طرف بلایا، لیکن اس نافرمان وسرکش قوم نے ان کی ایک نہ سنی تو وہ قوم سے مایوس ہو گئے تب انہوں نے اپنے رب سے ان کے لیے عذاب الٰہی کی دعا کی اور غصہ اور ناراضگی کے عالم میں اپنی قوم کو کفر کی حالت میں چھوڑ کر شہر سے نکل کھڑے ہوئے جانے سے پہلے انہوں نے اپنے آخری خطاب میں اپنی قوم کو آگاہ کر دیا تھا کہ تم پر فلاں دن عذاب الٰہی آجائے گا۔ ان کے نکل جانے کے بعد عین اسی روز قوم پر عذاب آیا تو ان لوگوں کو ان کی نبوت کا یقین ہوا اور انہوں نے ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے ایمان قبول کر لیا اور ایمان لے آئے اس سے اس قوم کا عذاب ٹل گیا لیکن قوم کے ایمان لانے کے احوال سے حضرت یونس بے خبر ہی رہے وہ اپنی قوم سے بھاگ کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے کچھ ہی دیر بعد کشتی کو طوفانی موجوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، کشتی والوں نے اپنے عقیدے کے مطابق یہ سمجھ لیا کہ کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا موجود ہے جس کی وجہ سے کشتی کے ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ لہٰذا کشتی کے سوار لوگوں نے کشتی کی سلامتی کے لیے ایسے غلام کی شناخت کے لیے قرعہ اندازی کا طریقہ اپنایا تاکہ جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے پانی میں پھینک کر کشتی کو بچا لیا جائے۔ جب قرعہ اندازی کی گئی تو دو بار مسلسل حضرت یونس علیہ السلام کے نام کا قرعہ نکلا مگر ان کی پیغمبرانہ معصومیت پاک بازی اور نیک صورت دیکھ کر اہل کشتی کو یہ گوارا نہ ہوا کہ انہیں پانی میں پھینک دیا جائے مگر جب تیسری بار قرعہ ان کے ہی نام نکلا تو حضرت یونس علیہ السلام کو پانی میں کودنا پڑا۔ جہاں انہیں اللہ کے حکم سے ایک بڑی

Marfat.com

وہیل مچھلی نے نگل لیا۔ کیونکہ اس مچھلی کو حکم الٰہی تھا کہ وہ اللہ کے رسول کو نہ کھائے اور انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ مچھلی کو صرف انہیں نگلنے کا حکم دیا گیا تھا مچھلی انہیں نگلنے کے بعد تین دن تک کچھ مفسرین کے مطابق سات دن اور کچھ کے مطابق گیارہ دن تک پانی میں گھومتی رہی۔ جب حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا کہ وہ اللہ کی مرضی اور حکم کے خلاف صرف غصے کی شدت کے سبب اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل آئے ہیں تو انہوں نے اظہار ندامت کرتے ہوئے سمجھ لیا کہ درحقیقت انہوں نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا ہے تو اپنی پریشانی اور ندامت کا اظہار توبہ کے ذریعے کیا اور اپنے رب کو پکارنے لگے۔ ''لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین ۔(الانبیاء۔۸۷) اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو پاک ہے' بے شک میں ہی قصور وار اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہوں۔'' جب اللہ کی رحمت نے جوش مارا اور ان کی توبہ استغفار کی دعا قبول کر لی گئی تو مچھلی نے انہیں ساحل پر ایک چٹیل میدان میں اگل دیا۔ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے وہ بہت کمزور اور ناتواں ہو گئے تھے۔ تب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے منتخب بندے اور پیغمبر کے لیے اسی مقام پر ایک بیلدار درخت پیدا کر دیا۔ کچھ کے خیال میں وہ کدو کی بیل تھی اور ایک ہرنی حکم الٰہی سے انہیں اپنا دودھ پلاتی رہی جس سے وہ تندرست ہونے کے بعد حکم الٰہی کے مطابق دوبارہ واپس نینوا گئے اور لوگوں سے بیعت لی۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ:۔اور بلاشبہ (یونس (علیہ السلام) نبیوں میں سے تھے۔(الصفت ۔۱۳۹)

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾

ترجمہ:۔ہم نے انہیں رسول بنایا ہے' خوش خبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔(النساء۔۱۶۵)

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾

ترجمہ:۔جو کچھ آپ کی طرف اتارا ہے اس کی بابت خود اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ اسے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بطور گواہ کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾

ترجمہ:۔جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اوروں کو روکا وہ یقیناً گمراہی میں دور نکل

Marfat.com

گئے۔(النساء۔۱۶۷)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾

ترجمہ:۔جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا' انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔(النساء۔۱۶۸)

إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾

ترجمہ:۔بجز جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان ہے۔(النساء۔۱۶۹)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾

ترجمہ:۔اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر رسول آ گیا ہے' پس تم ایمان لے آؤ تاکہ تمہارے لیے بہتری ہو اور اگر تم کافر ہو گئے تو اللہ ہی کی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے' اور اللہ تعالیٰ دانا ہے اور حکمت والا ہے۔(النساء۔۱۷۰)

وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ ﴿١٣٤﴾

ترجمہ:۔اور اگر ہم ان کو (پیغمبر کے بھیجنے سے) پہلے ہی عذاب دے کر ہلاک کر دیتے تو وہ یقیناً کہتے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پیشتر تیری آیات کی پیروی کر لیتے۔(طٰہٰ۔۱۳۴)

ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾

ترجمہ:۔اللہ کی ہدایت ہی ہے جس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اُس کی ہدایت کرتا ہے اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔(الانعام۔۸۸)

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٩٨﴾

ترجمہ:۔چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا سوائے یونس (علیہ السلام) کی

Marfat.com

قوم کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیاوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک خاص وقت تک کے لیے زندگی سے فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا۔ (یونس۔ ۹۸)

قرآن کریم میں اس قصہ کی طرف تین جگہ صرف اشارات ہی کیے گئے ہیں کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔ سورۃ الانبیاء۔ ۸۷۔ ۸۸ سورۃ الصفات ۱۳۹ '۱۴۸ سورۃ القلم۔ ۴۸ '۵۰) اسی لیے یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس قوم کو کس خاص وجہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس قانون سے مستثنیٰ کیا کیونکہ عذاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد کسی کا ایمان اس کے لیے نافع نہیں ہوتا۔ بائبل میں جو مختصر صحیفہ ''یوناہ'' کے نام سے دیا گیا ہے اس کی تفصیل بھی کسی طرح قابل اعتماد و بھروسہ نہیں کیونکہ اول تو وہ آسمانی صحیفہ ہی نہیں ہے نہ خود حضرت یونس علیہ السلام کا اپنا لکھا ہوا ہے' بلکہ ان کے چار' پانچ سو سال بعد کسی نامعلوم شخص نے اسے تاریخ یونس علیہ السلام کے طور پر لکھا تھا جسے بنی اسرائیلیوں نے اپنی کتب مقدسہ میں شامل کر لیا۔ دوسرے اس میں بعض تصریحات مہمل بھی پائی جاتی ہیں جو کسی طرح بھی نہیں مانی جاسکتی۔ تاہم مفسرین قرآن کریم نے جو بیان کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ عذاب کی اطلاع دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر ہی اپنے مقام سے نکل گئے تھے۔ اس لیے جب ان کی قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو وہ توبہ استغفار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ جو بڑا رحیم و کریم ہے۔ معاف کر دینے والا مہربان ہے نے انہیں معاف فرما دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں جو الٰہی دستور اور اصول وکلیات بیان فرمائے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر حجت پوری نہیں کر لیتا' چونکہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کی مہلت کے آخری لمحے تک اپنی نصیحت وواعظ کا سلسلہ جاری نہیں رکھا تھا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے خود ہی ہجرت کر لی تھی' تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہیں کیا' کیونکہ ان پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں۔ پھر جب وہ قوم ایمان لے آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مہلت عمر میں اضافہ کر دیا۔ لیکن پھر جب انہوں نے اپنے قول وفعل اور عمل کی گمراہی اختیار کرنی شروع کر دی تو حضرت یونس علیہ السلام کے بعد بھی حضرت ناحوم نبی نے ۷۲۰ تا ۶۹۸ قبل از مسیح میں انہیں سمجھایا ہدایت الٰہی پر عمل کی ترغیب دی مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت تمام کرنے کے لیے حضرت صفنیاہ نبی کو ۶۴۰ تا ۶۰۹ قبل از مسیح ان کو آخری تنبیہ کے لیے مبعوث کیا لیکن وہ بھی کارگر نہ ہوئے پھر آخرکار اللہ تعالیٰ نے ان پر ۶۱۲ قبل از مسیح میں میڈیا والوں کو ان پر مسلط فرما دیا۔

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔مچھلی والے حضرت یونس (علیہ السلام) کو یاد کرو! جبکہ وہ غصے سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے نہیں پکڑ سکیں گے۔ بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے' بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔ (الانبیاء۔۸۷)

حضرت یونس علیہ السلام کو کہیں تو ان کا نام لے کر پکارا گیا ہے اور کہیں ذوالنون اور کہیں صاحب الحوت یعنی مچھلی والے کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ جب انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اب تو اس قوم پر عذاب آنے ہی والا ہے تو اب مجھے کہیں پناہ لے لینی چاہیے تاکہ میں خود بھی اس عذاب میں نہ گھر جاؤں یہ بات خود تو قابل گرفت نہیں تھی لیکن ایک پیغمبر جو اللہ کا منتخب بندہ ہوتا ہے وہ بغیر اللہ کی مرضی ومنشا اس کی اجازت کے بغیر اپنی ذمہ داری سے بچ نہیں سکتا یہی بات ان کے لیے قابل گرفت بن گئی۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸

ترجمہ:۔تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی' اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں۔ (الانبیاء۔۸۸)

ارشاد الٰہی ہوا ہے۔ کہ ہم نے یونس علیہ السلام کی دعا قبول کی اور اسے اندھیروں یعنی مچھلی کے پیٹ سے نجات دی اور جو بھی مومن ہمیں اسی طرح شدائد اور مصیبتوں میں پکارے گا ہم اسے بھی نجات دیں گے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' کہ جس مسلمان نے بھی اس دعا کے ساتھ کسی معاملے کے لیے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا ہے۔ (جامع ترمذی)

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۳۹ؕ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۱۴۰ۙ

ترجمہ:۔اور بلاشبہ یونس (علیہ السلام) نبیوں میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی پر پہنچ گئے۔ (الصفت۔۱۳۹۔۱۴۰)

حضرت یونس کا ذکر سورۃ الصفت میں تیسری بار آیا ہے اس سے پہلے سورۃ یونس اور سورۃ الانبیاء میں بھی ذکر آ چکا ہے۔ دوسری آیت میں لفظ ''ابق'' استعمال ہوا ہے جو عربی میں صرف اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی غلام اپنے آقا کے یہاں سے فرار ہو جائے کیونکہ ''اباق'' کے معنی ہیں کسی غلام کا اپنے آقا سے فرار ہونا۔''

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝۱۴۱ۚ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝۱۴۲

ترجمہ:۔پھر قرعہ اندازی ہوئی تو یہ مغلوب ہو گئے۔ تو پھر انہیں مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرنے لگ گئے۔ (الصفت ۱۴۱۔۱۴۲)

Marfat.com

فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمہ:۔پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔تو لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتے۔(الصفت۔۱۴۳۔۱۴۴)

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾

ترجمہ:۔پس ہم نے انہیں چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بیمار تھے۔اور ان پر سایہ کرنے والا ایک بیل دار درخت ہم نے اگا دیا۔(الصفت۔۱۴۵۔۱۴۶)

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے انہیں ایک لاکھ بلکہ اور زیادہ لوگوں کی طرف بھیجا۔پس وہ ایمان لائے' اور ہم نے انہیں ایک زمانے تک عیش وعشرت دی۔(الصفت۔۱۴۷۔۱۴۸)

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں کچھ تفصیل اس حصے کے ابتدا میں آ چکی ہے لیکن یہاں آیات کی تشریح کے طور پر مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام عراق کے علاقے نینوٰی (موجودہ موصل) میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے' یہ آشوریوں کا پایہ تخت تھا' انہوں نے ایک لاکھ بنی اسرائیلیوں کو قیدی بنا کر رکھا ہوا تھا' چنانچہ ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو بھیجا لیکن وہ قوم ایمان نہیں لائی۔ بالآخر اپنی قوم کو ڈرایا کہ عنقریب تم عذاب الٰہی کی گرفت میں آ جاؤ گے۔ عذاب میں تاخیر ہوئی تو وہ اللہ کی اجازت کے بغیر ہی اپنے طور پر وہاں سے نکل گئے اور سمندر پر جا کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے تاکہ اپنے علاقے سے نکل کر کہیں دور چلے جائیں۔اپنے علاقے سے نکلنے کو آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے کہ جس طرح کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر چلا جاتا ہے۔کیونکہ آپ بھی اللہ کی اجازت کے بغیر ہی اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل گئے تھے۔کشتی جو پہلے ہی لوگوں اور سامان سے بھری ہوئی تھی۔وہ سمندر کی موجوں میں جب گھر گئی تو اس کا وزن کم کرنے کے لیے ایک آدھ آدمی کو سمندر میں پھینکنے کی تجویز سامنے آئی تاکہ کشتی میں سوار دیگر انسانوں کو بچایا جا سکے لیکن یہ قربانی دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوا تو اسی سبب انہیں قرعہ اندازی کرنا پڑی جس میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام بار بار آیا تو وہ مغلوبین میں سے ہو گئے تب مجبوراً کشتی والوں کو کسی بھاگے ہوئے غلام کی طرح حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کی موجوں کے سپرد کرنا پڑا جہاں اللہ کے حکم سے ایک بڑی مچھلی جوان کا انتظار کر رہی تھی نے انہیں ثابت ہی نگل لیا اور یوں حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے حکم سے مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے۔اسی بات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ القلم میں بھی ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾

ترجمہ:۔پس تو اپنی رب کے حکم کا صبر سے انتظار کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جبکہ اس نے غم کی حالت میں دعا کی۔(القلم۔۴۸)

لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ﴿٤٩﴾

ترجمہ:۔اگر اسے اس کے رب کی نعمت نہ پالیتی تو یقیناً وہ برے حالوں میں چٹیل میدان میں ڈال دیا جاتا۔(القلم۔۴۹)

فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ:۔اسے اس کے رب نے پھر نوازا اور اسے نیک کاروں میں کر دیا۔(القلم۔۵۰)

یعنی اگر اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں توبہ ومناجات کی توفیق نہ دیتا اور ان کی دعا قبول نہ فرماتا اور انہیں ساحل کے بجائے جہاں ان کے لیے سایہ دار بیل دار درخت اگایا تھا کہیں اور بنجر سخت زمین پر پھینک دیا جاتا اور عنداللہ ان کی حیثیت بھی مذموم ہی رہتی جبکہ دعا کی مقبولیت کے بعد وہ محمود ہو گئے۔ایسا سلوک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بھی اپنایا تھا جب انہیں ان کے قصور کی سزا کے طور پر جنت میں ہی انہیں برہنہ کر دیا تب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے ندامت وشرمندگی کے ساتھ توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا تھا بالکل ایسا ہی وہ رب غفور ورحیم اپنے تمام بندوں کے ساتھ معاملہ فرماتا ہے کوئی بندہ اگر اپنی غلطی پر اظہار ندامت کرتے ہوئے توبہ واستغفار کرے تو اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے وہ معاف فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت لقمان علیہ السلام

تاریخی اعتبار سے حضرت لقمان کی شخصیت کے بارے میں خاصہ اختلاف پایا جاتا ہے وہ روایات جو سیکڑوں سال سے چلی آرہی ہیں ان کے مطابق حضرت لقمان قوم عاد کے ایک فرد تھے کچھ کے مطابق یمن کے بادشاہ تھے۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ان ہی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے ''ارض القرآن'' میں تحریر کیا ہے کہ قومِ عاد پر عذاب الٰہی آنے کے بعد اس قوم کے جو لوگ بچ گئے تھے حضرت لقمان ان ہی کی اولاد میں سے تھے' یمن میں اس قوم نے جو حکومت قائم کی تھی یہ اس کے بادشاہوں میں سے ایک تھے۔ جبکہ دوسری روایات جو بعض اکابر صحابہ و تابعین سے مروی ہیں اس کے برعکس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لقمان ایک حبشی غلام تھا یہی قول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور مجاہدؒ عکرمہ اور خالد الربعی کا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ وہ نوبہ کے رہنے والے تھے سعید بن مسیب کا قول ہے کہ وہ مصر کے سیاہ رنگ لوگوں میں سے تھے۔ قدیمی تاریخ میں آیا ہے لقمان بن عنقاان کا تعلق نوبہ قبیلے سے تھا جو حبشی غلام تھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں علم وفہم اور حکمت ودانائی کی بے پناہ صلاحیت سے نوازا تھا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے شاگرد تھے نہایت درجہ پاک باز پارسا زاہد تھے۔ درزی کا کام کرتے تھے اور بکریوں کی عیالی بھی کرتے تھے۔ ان کے دانائی وحکمت کو ہر قوم وقبیلے کے لوگ تسلیم کرتے تھے۔ ان کے نام سے قرآن کریم کی ایک سورۃ بھی ہے۔ جس میں ان کی تعریف کی گئی ہے کچھ علمائے کرام کے مطابق وہ نبی تھے اور کچھ کے خیال میں ولی تھے۔

حضرت لقمان کی شخصیت عرب میں ایک حکیم ودانا کی حیثیت سے بہت مشہور تھی۔ شعرا جاہلیت کے کلاموں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ بعض پڑھے لکھے اہلِ عرب کے پاس حکیمانہ اقوال پر مشتمل ''صحیفہ لقمان'' کے نام سے ان کے حکیمانہ اقوال کا ایک مجموعہ موجود تھا چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے مدینہ کا اولین شخص جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متاثر ہوا وہ سوید بن صامت تھا جو حج کے لیے مکہ آیا تھا۔ وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قاعدے اور معمول کے مطابق مختلف علاقوں سے آئے ہوئے حاجیوں کی قیام گاہوں پر جاجا کر دعوت اسلام دیتے چل پھر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وعظ ونصیحت کو سن کر سوید بن صامت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ جو باتیں فرما رہے ہیں ایسی ہی ایک چیز میرے پاس بھی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا ''وہ کیا ہے؟'' اس نے کہا۔ ''مجلّہ لقمان'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر اس نے بہت سا کلام سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بہت اچھا کلام ہے مگر میرے پاس ایک اور کلام اس سے بھی بہتر ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم سنایا تو اس نے اعتراف کیا کہ بلاشبہ یہ کلام صحیفہ لقمان سے بہتر ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام۔ اسد الغابہ)

Marfat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔ (لقمان۔۱۲)

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

ترجمہ:۔اور جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے کہا کہ میرے پیارے بچے! اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ کرنا بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ (لقمان۔۱۳)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:۔ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھڑائی دو برس میں ہے۔ کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (لقمان۔۱۴)

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ؗ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔اور اگر وہ دونوں (ماں اور باپ) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے (اللہ) کے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے تم جو کچھ بھی کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کر دوں گا۔ (لقمان۔۱۵)

يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾

ترجمہ:۔ پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ (بھی) خواہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ بڑا ہی باریک بین اور خبردار ہے۔ (لقمان۔۱۶)

Marfat.com

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔اے میرے پیارے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا، اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا، برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تم پر آ جائے تو صبر کرنا (یقین مان) یہ بڑے تاکیدی کاموں میں سے ہے۔(لقمان۔۱۷)

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾

ترجمہ:۔لوگوں کے سامنے اپنے گال نہ پھلا اور زمین پر اترا کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔(لقمان۔۱۸)

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾

ترجمہ:۔اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔(لقمان۔۱۹)

اگرچہ عکرمہؒ کی روایت ہے کہ لقمان نبی تھے (کتاب التیجان) میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لقمان نبی تھے مگر رسول نہیں تھے) جبکہ مواہب الرحمٰن میں عکرمہ کی روایت کو ضعیف اور غیر ثقہ کہا گیا ہے۔ جمہور سلف کا قول ہے کہ لقمان نبی نہیں تھے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ قدیم عربوں میں اس قدر شہرت کی حامل شخصیت اور صحیفہ لقمان کی موجودگی کے باوجود ان کا نسب معروف نہیں۔ انہیں حضرت ایوب علیہ السلام کا بھانجا بھی کہا گیا ہے اور خالہ زاد بھائی بھی لکھا گیا ہے ان کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام سے علم سیکھا اور داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا۔ بنی اسرائیل میں قاضی رہے۔ امام ابن کثیرؒ نے انہیں لقمان بن ثاران بھی لکھا ہے۔ مواہب الرحمٰن میں ان کا سلسلہ نسب اس طرح درج ہے۔ ”لقمان بن باعود بن ناحور بن تارح (تارح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے) ان کے نسب کے حوالے سے تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ان کا ذکر بنی اسرائیل کے سلسلہ یہود یا انجیل مقدس میں ہونا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہے۔ جبکہ تفسیر القاسمی میں لکھا ہے کہ تورات میں بلعام سے مراد حضرت لقمان ہی ہیں۔ جبکہ دائرہ یہود اور انجیل میں بلعام کی سیرت کو اس قدر نفرت انگیز بیان کیا گیا ہے کہ اسے لقمان سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی۔

لقمان حکیم کے حسب و نسب کے متعلق التیجان کا بیان کسی قدر مختلف ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ افریقی الاصل نہیں بلکہ عربی النسل تھے۔ وھب بن منبع کی روایت ہے کہ جب شداد بن عاد کا انتقال ہوا تو حکومت اس کے بھائی لقمان بن عاد کو ملی۔ لقمان کو سو انسانوں کے برابر فہم و ادراک عطا ہوا تھا وہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ طویل قامت تھے۔

Marfat.com

صحیفہ حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام اولاد سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام میں سے تھے۔انبیائے بنی اسرائیل میں زکریا نام کے دو نبی ہوئے ہیں ان میں سے ایک زکریا بن برخیا ہیں جو انبیائے تورات میں سے تھے ان کا ظہور فارس یعنی ایران میں بادشاہ دارا بن گیشتا سب کے عہد میں ہوا تھا۔دوسرے نبی حضرت زکریا علیہ السلام ابو یحیٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت مریم ام عیسیٰ علیہ السلام کے خالو تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رشتے کے نانا معاصر تھے۔پہلے والے زکریا نبی کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے ان کا ذکر مجموعہ تورات کے صحیفہ زکریا میں ملتا ہے۔دونوں حضرات کے درمیان تقریباً چار سو سال کا عرصہ حائل ہے۔

مسلم مؤرخین و مفسرین نے احادیث اور روایات کی مدد سے حضرت زکریا علیہ السلام کے حالات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ زکریا علیہ السلام حضرت سلیمان بن داؤد کی اولاد میں سے تھے' لیکن ان کے والد کے نام کے بارے میں خاصہ اختلاف پایا جاتا ہے' کسی نے ان کے والد کا نام ''اون'' تو کسی نے ''لدن'' تو کسی نے ''دان'' تو کسی نے بشوئی یا برخیا لکھا۔وہ پیشے کے اعتبار سے بڑھئی تھے۔(قصص الانبیاء۔قصص القرآن) ان کی اہلیہ کا نام ایشاع بنت فاقوذہ تھا حضرت مریمؑ کی والدہ جو ان کے والد عمران کی بیوی تھی کا نام حنہ بنت فاقوذہ تھا۔

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کے سچے نبی تھے۔ان کا ذکر انجیل برناس میں ہے جبکہ ان سے پہلے زکریا کا تذکرہ لوقا کی انجیل باب ۱ آیت ۵ تا ۶ میں آیا ہے۔دونوں شخصیات الگ الگ ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر دو جگہ تفصیل سے آیا ہے ایک جگہ حضرت مریم علیہ السلام کی کفالت کے ضمن میں' دوسرا ان کی اولاد حضرت ام یحیٰ اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کے ضمن میں جن کی ولادت الطبری کے بیان کے مطابق بابل پر سکندر کے حملے کے تین سو سال بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے صرف چھ ماہ قبل ہوئی۔

بائبل کے عہد نامہ جدید کی کتاب لوقا میں ان کے ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلے میں ان کی شہادت کے متعلق دیے گئے ہیں جو انجیل متی کے ۳۳-۳۵ اور لوقا کے باب ۱۱-۵۱ میں پائے جاتے ہیں۔قرآن میں آپ کو پیغمبر قرار دیا گیا ہے جبکہ انجیل انہیں پیغمبر نہیں بلکہ صرف کاہن قرار دے رہی ہے۔بنی اسرائیل نے ان پر اپنی بھانجی جس کی انہوں نے پرورش و کفالت کی تھی حضرت مریم علیہ السلام جنہیں اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے شرف سے نوازا گیا تھا کے ساتھ زنا کی تہمت لگا کر انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا جب ان کی تلاش میں بنی

Marfat.com

اسرائیلیوں کا ایک ہجوم نکلا تو وہ بھاگ کر جب نکلے تو ایک درخت نے اللہ کے حکم سے انہیں پناہ دینے کے لیے خود کو کھول دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام درخت میں داخل ہو گئے تب بنی اسرائیلیوں نے درخت کو آرے سے کاٹ دیا اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام بھی شہید ہو گئے تھے۔ انہوں نے تقریباً ایک سو دس برس کی عمر پائی تھی۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾

ترجمہ:۔ ک ہ ی ع ص یہ ہے تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ جبکہ اس نے اپنے رب سے چپکے چپکے دعا کی تھی۔ (مریم۔ ۱ تا ۳)

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾

ترجمہ:۔ کہ اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے، لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔ (مریم۔ ۴)

وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾

ترجمہ:۔ مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے، میری بیوی بھی بانجھ ہے پس تو مجھے اپنے پاس سے وارث عطا فرما۔ (مریم۔ ۵)

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾

ترجمہ:۔ جو میرا بھی وارث ہو اور یعقوب (علیہ السلام) کے خاندان کا بھی جانشین ہو اور میرے رب! تو اسے مقبول بندہ بنا لے۔ (مریم۔ ۶)

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾

ترجمہ:۔ اے زکریا! ہم تجھے ایک بچے (لڑکا) کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے، ہم نے اس سے پہلے اس کا ہم نام بھی کسی کو نہیں کیا۔ (مریم۔ ۷)

حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ ڈر تھا کہ اگر میرا کوئی وارث میری مسند وعظ و ارشاد نہیں سنبھالے گا تو میرے قرابت داروں میں اور تو کوئی ایسا نہیں جو اس مسند کا اہل ہو اس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ میرے قرابت دار یعنی پیروکار بھی ان کے راستے سے بھٹک جائیں گے اور کہیں وہ گریز و انحراف نہ اختیار کر لیں۔ اس لیے ظاہر اسباب کے نہ ہوتے ہوئے اپنی کمی کو محسوس کرتے ہوئے اور ذاتِ الٰہی پر کامل یقین رکھتے ہوئے انہوں نے اپنے پروردگار سے اپنی اولاد کے لیے دعا مانگی جو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے نہ صرف قبول فرمالی بلکہ ان کا وارث جو آنے والا تھا کو ایک ایسے نام سے سرفراز بھی فرمادیا جو اس سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا۔

لوقا کی انجیل کے باب اول کی آیت ۶۱ میں اس بات کو اس طرح سے کہا گیا ہے "انہوں نے اس سے کہا تیرے کنبے میں کسی کا یہ نام نہیں۔" (لوقاء باب اول آیت ۶۱)

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾

ترجمہ:۔ زکریا (علیہ السلام) کہنے لگے اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا' جب کہ میری بیوی بانجھ اور میں خود بڑھاپے کے انتہائی ضعف کو پہنچ چکا ہوں۔ (مریم۔۸)

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ﴿٩﴾

ترجمہ:۔ ارشاد ہوا کہ وعدہ اسی طرح ہو چکا' تیرے رب نے فرمادیا ہے کہ مجھ پر تو یہ بالکل آسان ہے اور تو خود جبکہ کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں۔ (مریم۔۹)

آیت کریمہ میں حضرت زکریا علیہ السلام اور اللہ کی جانب سے بھیجے گئے فرشتے کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ دیا گیا ہے فرشتے نے ان کا تعجب وحیرت دور کرنے کے لیے ان سے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا دینے کا فیصلہ کرلیا ہے تو اس کے مطابق آپ کو یقیناً بیٹا ملے گا' کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے قطعی مشکل نہیں ہے کیونکہ جب آپ خود کچھ نہیں تھے کوئی وجود نہیں رکھتے تھے تب اس نے آپ کو پیدا کردیا تھا تو وہ مالک ظاہر اسباب سے ہٹ کر بھی آپ کو بیٹا دے سکتا ہے۔

ان آیات سے زکریا علیہ السلام کے ہاں حکم الٰہی کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی تفصیل بتادی گئی ہے آیات کے مضمون کو بائبل میں کس طرح پیش کیا گیا ہے اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکے گا کہ بائبل میں کس قدر اور کس طرح کی تحریف کی گئی ہے اور یہ بھی کہ قرآن کی روایت جو حقیقی اور درست ہے انجیل میں مسیحی روایات نے کیا انداز اپنایا ہے۔

"(۵) یہودیہ کے بادشاہ ہیرودیس کے زمانے میں ابیاہ کے فریق میں سے زکریاہ نام کا ایک کاہن تھا' اور اس کی بیوی ہارون کی اولاد میں سے تھی۔ اس کا نام الیشبع (Elizabeth) تھا (۶) اور وہ دونوں خدا کے راستباز اور خداوند کے سب احکام وقوانین پر بے عیب چلنے والے تھے۔ (۷) اور ان کے اولاد نہ تھی کیونکہ الیشبع بانجھ تھی اور وہ دونوں عمر رسیدہ تھے۔ (۸) جب وہ خدا کے حضور فریق کی باری پر کہانت کا کام انجام دیتا تھا تو ایسا ہوا (۹) کہ کہانت کے دستور کے موافق اس کے نام کا قرعہ نکلا کہ خداوند کے مقدس میں جا کر خوشبو جلائے۔ (۱۰) اور لوگوں کی ساری جماعت خوشبو جلاتے وقت باہر دعا کررہی تھی۔ (۱۱) کہ خداوند کا فرشتہ خوشبو کے مذبح کی

Marfat.com

دہنی طرف کھڑا ہوا اس کو دکھائی دیا۔(۱۲) زکریاہ دیکھ کر گھبرایا اوراس پر دہشت چھا گئی۔
(۱۳) مگر فرشتہ نے اس سے کہا اے زکریاہ! خوف نہ کر کیونکہ تیری دعا سن لی گئی اور تیرے لیے تیری بیوی ایشبع کے بیٹا ہوگا۔ تو اس کا نام یوحنا رکھنا۔(۱۴) اور تجھے خوشی وخرمی ہوگی اور بہت سے لوگ اس کی پیدائش کے سبب سے خوش ہوں گے۔(۱۵) کیونکہ وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے بطن ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا۔(۱۶) اور بہت سے بنی اسرائیل کو خداوند کی طرف جو ان کا خدا ہے پھیرے گا۔
(۱۷) اور وہ ایلیاہ کی روح اور قوت میں اس کے آگے آگے چلے گا کہ والدوں کے دل اولاد کی طرف اور نافرمانوں کو راستبازوں کی دانائی پر چلنے کی طرف پھیرے اور خداوند کے لیے ایک مستعد قوم تیار کرے۔

(۱۸) زکریاہ نے فرشتے سے کہا میں اس بات کو کس طرح جانوں؟ کیونکہ میں بوڑھا ہوں اور میری بیوی عمر رسیدہ ہے۔(۱۹)۔فرشتے نے جواب میں اس سے کہا میں جبرائیل ہوں جو خدا کے حضور کھڑا رہتا ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھ سے کلام کروں اور تجھے ان باتوں کی خوش خبری دوں۔(۲۰) اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہولیں تو چپکا رہے گا اور بول نہ سکے گا۔ اس لیے کہ تو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پوری ہوں گی یقین نہ کیا۔" (انجیل لوقا باب اول آیات۔۵تا۲۰)

انجیل لوقا میں یہاں بیان قرآن کریم سے مختلف ہوگیا ہے۔قرآن کریم اسے نشانی قرار دیتا ہے اور لوقا کی روایت اسے سزا کہتی ہے نیز قرآن حکیم میں تو صرف تین دن کی خاموشی کا ذکر آیا ہے اور لوقا کے مطابق انہیں اس وقت تک یعنی حضرت یحیٰ علیہ السلام کی پیدائش تک خاموش یعنی گونگا رہنا ہے۔ جبکہ قرآن میں حضرت زکریا علیہ السلام خود کسی نشانی کی فرمائش کر رہے ہیں جیسا کہ سورہ مریم کی آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد ہوا ہے۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝

ترجمہ:۔(حضرت زکریا علیہ السلام) کہنے لگے میرے پروردگار میرے لیے کوئی علامت (نشانی) مقرر فرما دے ارشاد ہوا کہ تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ باوجود بھلا چنگا ہونے کے تو تین راتوں تک کسی شخص سے بول نہ سکے گا۔(مریم۔۱۰)

راتوں سے مراد تین دن اور رات ہے اور "سویا" کا مطلب ہے بالکل ٹھیک ٹھاک تندرست یعنی ایسی کوئی بیماری نہیں ہوگی جو تجھے بولنے سے روک دے۔ لیکن اس کے باوجود تیری زبان بند رہے گی۔ تو سمجھ لینا کہ خوش خبری کے دن قریب آگئے ہیں۔ آنے والی آیات کا بھی اسی طرح موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝

Marfat.com

ترجمہ:۔اب زکریا (علیہ السلام) اپنے حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں اشارہ کرتے ہیں کہ تم صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔(مریم۔۱۱)

یہاں محراب سے مراد وہ حجرہ ہے جس میں وہ اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ حرب سے ہے جس کے معنی لڑائی کے ہیں۔ کسی بھی عبادت گاہ میں رہ کر اللہ کی عبادت کرنا ایسے ہی ہے جیسے گویا شیطان سے لڑ رہا ہو۔ اب دیکھنا سمجھنا یہ ہے کہ اس بارے میں انجیل کیا کہتی ہے۔ کتاب لوقا میں اس طرح آیا ہے۔

(۲۱) اور لوگ زکریا کی راہ دیکھتے اور تعجب کرتے تھے کہ اسے مقدس میں کیوں دیر لگی۔ (۲۲) جب وہ باہر آیا تو ان سے بول نہ سکا۔ پس انہوں نے معلوم کیا کہ اس نے مقدس میں رویا دیکھی ہے اور وہ ان سے اشارے کرتا تھا اور گونگا ہی رہا۔ (۲۳) پھر ایسا ہوا کہ جب اس کی خدمت کے دن پورے ہو گئے تو وہ اپنے گھر گیا۔ (۲۴) ان دنوں کے بعد اس کی بیوی ایشبع حاملہ ہوئی اور اس نے پانچ مہینے تک اپنے تئیں یہ کہہ کر چھپائے رکھا کہ (۲۵) جب خداوند نے میری رسوائی لوگوں میں سے دور کرنے کے لیے مجھ پر نظر کی ان دنوں میں اس نے میرے لیے ایسا کیا۔ (انجیل لوقا باب اول آیات۔۲۱ تا ۲۵) اب اس کے بعد یہاں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم میں ہو رہا ہے۔ یہی مضمون سورہ مریم کی آیات میں بھی زکریا علیہ السلام کے لیے آیا ہے جیسا کہ اوپر کی سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ چونکہ یہ قرآن حکیم کا خصوصی اسلوب ہے کہ احکام و واقعات کو بار بار دہرایا جاتا ہے اسی سبب ان آیات الٰہی کو یہاں دوبارہ پیش کیا گیا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾

ترجمہ:۔اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی' کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما' بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔(آل عمران۔۳۸)

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ:۔پس فرشتوں نے انہیں آواز دی' جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے' کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی یقینی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا' سردار ضابطہ نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔(آل عمران۔۳۹)

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿٤٠﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ کہنے لگے اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں بالکل بوڑھا ہوگیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے' فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (آل عمران۔۴۰)

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ:۔ کہنے لگے پروردگار! میرے لیے اس کی کوئی نشانی مقرر کردے' فرمایا! نشانی یہ ہے کہ تین دن تک تو لوگوں سے بات نہ کر سکے گا' صرف اشارے سے سمجھائے گا' تو اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح وشام اسی کی تسبیح بیان کرتا رہ۔ (آل عمران۔۴۱)

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿۱۲﴾

ترجمہ:۔ ''اے یحییٰ! میری کتاب کو مضبوطی سے تھام لے۔'' اور ہم نے اسے لڑکپن ہی سے دانائی عطا فرمادی۔ (مریم۔۱۲)

حکم سے مراد قوت فیصلہ' قوت اجتہاد' تفقہ فی الدین' دانائی' عقل وشعور' صحیح رائے قائم کرنے کی صلاحیت اور کتاب میں درج احکام دینیہ کی سمجھ' علم وعمل کی جامعیت یا نبوت مراد ہے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس امر میں کوئی مانع نہیں ہے کہ حکم میں یہ ساری چیزیں داخل ہیں۔

وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿۱۳﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿۱۴﴾

ترجمہ:۔ اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی بھی' وہ پرہیزگار شخص تھا۔ اور اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والا تھا وہ سرکش اور گناہ گار نہیں تھا۔ (مریم۔۱۳۔۱۴)

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿۱۵﴾

ترجمہ:۔ اس پر سلام ہے جس دن وہ پیدا ہوا' اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے۔ (مریم۔۱۵)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے جو حالات مختلف انجیلوں میں بکھرے ہوئے ہیں انہیں یہاں مختصراً پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

لوقا کے بیان کے مطابق حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے چھ مہینے بڑے تھے۔ ان کی والدہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ آپس میں قریبی رشتہ دار تھیں۔ تقریباً ۳۰ سال کی عمر میں وہ نبوت کے منصب پر عملاً مامور ہوئے اور یوحنا کی روایت کے مطابق انہوں نے شرق اردن کے علاقے میں دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا۔ وہ کہتے تھے۔

''میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔''

Marfat.com

(یوحنا۔باب ا۔آیت ۲۳)
مرقس کا بیان ہے کہ وہ لوگوں سے گناہوں کی توبہ کراتے تھے اور توبہ کرنے والوں کو بپتسمہ دیتے تھے یعنی توبہ کے بعد غسل کراتے تھے تا کہ روح اور جسم دونوں پاک ہو جائیں۔ یہودیہ اور یروشلم کے بکثرت لوگ ان کے معتقد ہو گئے تھے اور ان کے پاس جاکر بپتسمہ لیتے تھے۔ (مرقس باب اول آیات ۴۔۵) اسی بنا پر ان کا نام یوحنا بپتسمہ دینے والا مشہور ہو گیا تھا۔ عام طور پر بنی اسرائیل ان کی نبوت تسلیم کر چکے تھے۔ (متی۔باب ۲۱۔آیت ۲۶) مسیح علیہ السلام کا قول تھا کہ ''جو عورتوں سے پیدا ہوئے ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا۔ (متی۔باب ۱۱۔آیت ۱۱)

حضرت یحییٰ علیہ السلام۔ بنو اسرائیل کے پیغمبر تھے اسرائیلی کتب میں ان کا نام یوحنا معمد درج ہے آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے فرزند تھے اسرائیلی روایات کے مطابق صحرائے یہودیہ میں ایک عرصے تک زہد و ریاضت کی زندگی گزارنے کے بعد اردن کے ساحل پر نمودار ہوئے۔ وہ لوگوں کو گناہ سے بچنے کی تاکید کرتے' توحید کی تبلیغ کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خوش خبری سناتے تھے۔ نبوت کے بعد انہوں نے بیت المقدس کی مسجد میں بنی اسرائیل کی قوم کو جمع کیا اور مسجد کے بھر جانے پر انہوں نے جو وعظ کیا اس میں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے' توحید' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج' اور یہ پانچوں حکم اللہ تعالیٰ کی عبادت ہیں جو رات و دن کرنا چاہیے۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ صحرا اور جنگلوں میں گزرا جہاں وہ اللہ کی عبادت کرتے اور روتے رہتے تھے وہیں ان پر کلام اللہ نازل ہوا۔ (لوقا باب ۳)

ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے زندگی بھر شادی نہیں کی اور نہ ہی زندگی بھر کوئی گناہ کیا جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت ۴۰ میں ہے کہ ان کے والد حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی وہ نہ صرف قبول ہوئی بلکہ حکم الٰہی کے مطابق انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے نوازا گیا اسی دعا کی قبولیت تھی کہ حضرت یحییٰ ایک انتہائی نیک پاکیزہ کردار کے حامل شخصیت تھے۔

ان کی موت کے بارے میں مختلف قیاس کیے گئے ہیں ایک تو یہ ہے کہ انہیں یہودیوں نے شہید کر دیا۔ دوم یہ کہ وہاں کا بادشاہ ہیرو ڈوس جو اپنے سگے بھائی کی بیٹی سے خود شادی کرنا چاہتا تھا اس نے ان سے فتویٰ مانگا انہوں نے انکار کیا تو اس نے انہیں قتل کرا دیا۔ کچھ کا کہنا ہے کہ دمشق کے بادشاہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی لیکن وہ چاہتا تھا کہ اسے دوبارہ اپنی بیوی بنا لے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس کے خلاف فتویٰ دیا جس پر ملکہ ناراض ہوئی اور عین اس وقت جب وہ نماز میں مصروف تھے اس نے ان کا سر کاٹ دیا۔ ان کے نام یوحنا سے بائبل میں ایک کتاب یوحنا کی انجیل کے نام سے منسوب ہے اور ان کا مکاشفہ بھی دیا گیا ہے۔

Marfat.com

حضرت مریم علیہ السلام

حضرت مریم علیہ السلام پر کوئی صحیفہ تو نہیں اترا لیکن قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں جس انداز سے متعارف فرمایا ہے وہ ان کے نبی ہونے پر دلیل ہے۔ حضرت مریم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ تھیں۔ قرآن مجید میں ان کے نام سے ایک مکمل سورۃ آئی ہے۔ اور سورۃ المائدہ میں سورۃ النساء میں سورۃ المومنون میں ان کا تفصیلی ذکر آیا ہے۔ (ان کے والد کا نام عمران تھا اور والدہ کا نام حنہ بنت فاقوذہ تھا۔ یہ بائبل کی معلومات ہیں۔) ان کے بارے میں جو کچھ قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہی درست ہے باقی تاریخ اسلام یا بنی اسرائیل کا بیشتر حصہ اسرائیلیات پر منحصر ہے۔

بائبل کے انگریزی ترجمہ میں انہیں MARY کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جبکہ اردو ترجمہ میں (غالباً قرآن کریم کے زیر اثر) مریم لکھا گیا ہے۔ یہودیوں کے دینی کتب میں مریم نامی خاتون حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی بہن کا نام ہے۔ اور قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق انہیں "اختِ ہارون" کہا گیا ہے۔ ان کی ولادت اور ابتدائی حالات کا ذکر سورۂ آل عمران میں آیا ہے اور بعد کے حالات اور خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا مفصل ذکر سورۂ مریم میں آیا ہے۔ جو ان کے نام سے ہی منسوب ہے۔

علامہ ابن کثیر نے حضرت مریم علیہ السلام کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد بتایا ہے اور لکھا ہے کہ سورۂ آل عمران ۳۳ میں عمران سے مراد حضرت مریم علیہ السلام کے والد سے ہے۔ علامہ ابن کثیر نے ان کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے۔ عمران بن یاشم بن میشا بن حزقیا بن ابراہیم بن غرایا بن ناوش بن اجر بن بہوا بن نازم بن مقاسط بن الیشا بن ایاز بن رخیم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام محمد بن اسحاق اور ابوالقاسم عسا کر نے بھی انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہی لکھا ہے۔

حضرت مریم کی والدہ حنہ بنت فاقوذہ زوجہ عمران چونکہ بانجھ تھیں انہوں نے ایک روز ایک پرندے کو دیکھا جو اپنے بچے کی چونچ بھر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ان کے دل پر چوٹ لگی اور بچے کی شدید آرزو سے بیتاب ہو کر انہوں نے بے ساختہ بارگاہ ایزدی میں دعا کے لیے ہاتھ بلند کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ وہ تھوڑے ہی عرصے میں امید سے ہو گئیں۔ اسی حالت امید میں انہوں نے نذر مان لی کہ وہ اپنے ہونے والے بچے کو بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اس قدر پسند آئی کہ اسے قرآن کریم میں آل عمران کا حصہ بنا دیا۔

إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٥﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔ جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے اُسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی نذر مانی، تو میری طرف سے قبول فرما، یقیناً تو خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔(آل عمران۔۳۵)

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾

ترجمہ:۔ جب بچی کو جنا تو کہنے لگی کہ پروردگار! مجھے تو لڑکی ہوئی، اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں، میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے، میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔(آل عمران۔۳۶)

حضرت ابن کثیرؒ نے لکھا ہے حنہ ام مریم نے بچی کے پیدا ہونے پر تاسف کا اظہار اس لیے کیا تھا کہ اس زمانے میں اہل یہود بیت المقدس کی خدمت کی لیے اپنے بیٹے ہی وقف کیا کرتے تھے۔ حنہ ام مریم علیہ السلام نے اپنی نذر کی نیت کو نہیں بدلا چونکہ مریم سدانت اور کاہنت کے فرائض انجام نہیں دے سکتی تھیں اس لیے انہیں زہد و عبادات کے لیے وقف کر دیا۔

آیت کریمہ کے ابتدا میں حضرت مریم علیہا السلام کے جملے میں ایک حسرت کا اظہار بھی ہے اور عذر کا بھی حسرت اس طرح کہ ان کی امید و خواہش کے برعکس ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی اور عذر اس کا کہ انہوں نے اللہ کی رضا کے لیے نذر مانی تھی کہ اپنے ہونے والے بچے کو اللہ کے لیے وقف کر دوں گی۔ اس خدمت کے لیے ایک مرد ہی زیادہ بہتر خدمت گار ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا اور سننے والا ہے۔(فتح القدیر)

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾

ترجمہ:۔ پس اسے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اور اسے بہترین پرورش دی۔ اس کی خیر خبر لینے والا (حضرت) زکریا (علیہ السلام) کو بنایا۔ جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے حجرے میں جاتے تو ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے تو وہ پوچھتے اے مریم! یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے

Marfat.com

آئی؟وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے' بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزی دے۔(آل عمران۔۳۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے منتخب بندوں کے لیے بڑا ہی خاص اہتمام وانتظام فرماتا ہے۔حضرت مریم علیہا السلام کی تعلیم وتربیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک منتخب بندے اور پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔حضرت زکریا علیہ السلام جو رشتے میں سگے خالو بھی تھے اور اپنے وقت کے پیغمبر بھی وہی سب سے بہتر کفیل بن سکتے تھے جو ایک نوعمر نوجوان مریم علیہا السلام کی مادی' علمی' اخلاقی تربیت کا درست اہتمام کر سکتے تھے۔

حضرت مریم علیہا السلام اللہ تعالیٰ کی منتخب بندی تھیں انہیں جب ان کی والدہ نے بیت المقدس کے سپرد کیا تو اس وقت حضرت زکریا اس کے متولی تھے۔انہوں نے حضرت مریم کو رہنے کے لیے ایک الگ جگہ یا حجرہ دے دیا تھا۔اس حجرے میں رہتے ہوئے ان کی خوراک کا بندوبست بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی ذریعے سے فرمایا تھا جیسا کہ آیت کریمہ میں اظہار بھی ہو رہا ہے۔حضرت زکریا علیہ السلام جب ان کے پاس وعظ ونصیحت کے لیے جاتے تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہوتے کہ حضرت مریم کے پاس ایسے پھل رکھے ہوتے جو اس موسم کے تو نہیں اس سے پہلے کے موسموں کے ہوتے۔اس کا جواب جو حضرت مریم علیہا السلام نے دیا وہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کا حصہ بنا دیا ہے۔اسے ایک معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا فرمایا گیا کہ ان کے رزق کا بندوبست اللہ تعالیٰ نے بطور خاص فرمایا تھا۔ اس نوجوان اور صالحہ لڑکی کو دیکھ کر ان کے دل میں بھی یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی قدرت سے اس بڑھاپے میں اولاد عطا فرما دے۔

وَاِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓـئِكَةُ يٰمَرۡيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰٮكِ وَطَهَّرَكِ وَاصۡطَفٰٮكِ عَلٰى نِسَآءِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:۔اور جب فرشتوں نے کہا' اے مریم اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کر لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہاں کی عورتوں میں سے تیرا انتخاب کر لیا۔(آل عمران۔۴۲)

يٰمَرۡيَمُ اقۡنُتِىۡ لِرَبِّكِ وَاسۡجُدِىۡ وَارۡكَعِىۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ:۔اے مریم! تو اپنے رب کی اطاعت کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔(آل عمران۔۴۳)

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ‌ؕ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ اَيُّهُمۡ يَكۡفُلُ مَرۡيَمَ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:۔یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم تیری طرف وحی سے پہنچاتے ہیں' تو ان کے پاس نہیں تھا جبکہ وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ کون ان میں سے مریم کو پالے گا؟اور نہ تو ان کے جھگڑنے کے وقت

Marfat.com

ان کے پاس تھا۔ (آل عمران۔۴۴)

اس آیت کریمہ کے مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انہیں حضرت مریم کے واقعہ سے آگاہ کیا جارہا ہے کہ جب بنی اسرائیل کے لوگ حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش ونگہداشت کے بارے میں جھگڑا کررہے تھے کیونکہ ان کی محترم والدہ نے اپنے ہونے والے بچے کے لیے منت مان رکھی تھی جیسا کہ اس سورۃ کی آیت ۳۵ میں گزر چکا ہے کہ ان کی والدہ نے ان کو خدا کے کام کے لیے حضرت مریم علیہا السلام کو ہیکل کی نذر کردیا تھا۔ چونکہ وہ ایک لڑکی تھیں اور ہیکل کے تمام مجاور اور کارکن مرد تھے اسی لیے یہ نازک مسئلہ بن گیا اسی کام کے لیے ان میں جھگڑا ہورہا تھا اور اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ ہوا جس میں حضرت زکریا کا نام قرعہ میں بار بار نکلا تھا۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہورہی ہے کہ حضرت نبی کریم احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود غیب کا علم اللہ نے عطا نہیں فرمایا تھا جبکہ خود اللہ تعالیٰ ہی جس بات کی خبر کرنا چاہتا تھا وہ کردیتا تھا جیسا کہ اس آیت کریمہ کے ذریعے کیا گیا ہے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾

ترجمہ:۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں ذی عزت ہے اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔ (آل عمران۔۴۵)

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔ وہ لوگوں سے اپنے گہوارے میں باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران۔۴۶)

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾

ترجمہ:۔ کہنے لگیں الٰہی مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب بھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ہوجا! تو وہ ہوجاتا ہے۔ (آلعمران۔۴۷)

آیت کا ابتدائی حصہ سورۂ مریم ۲۰ میں بھی دہرایا گیا ہے۔ اسی طرح تعجب کا اظہار وہاں بھی کیا گیا ہے یہاں تفصیل سے انہیں جواب بھی دیا گیا ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ اسے لکھنا اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔(آل عمران۔۴۸)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾

ترجمہ:۔اس کتاب میں مریم کا بھی واقعہ بیان کر، جبکہ وہ اپنے گھر کے لوگوں سے الگ ہو کر مشرقی جانب آئیں۔(مریم۔۱۶)

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾

ترجمہ:۔اور ان لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا، پھر ہم نے اس کے پاس روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) کو بھیجا پس وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔(مریم۔۱۷)

قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾

ترجمہ:۔یہ کہنے لگیں میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو کچھ بھی اللہ سے ڈرنے والا ہے۔اس نے جواب دیا کہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا قاصد ہوں، تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دینے آیا ہوں۔(مریم۔۱۸۔۱۹)

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾

ترجمہ:۔کہنے لگیں، بھلا میرے ہاں بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے تو کسی انسان کا ہاتھ تک نہیں لگا اور نہ میں بدکار ہوں۔(مریم۔۲۰)

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾

ترجمہ:۔اس (فرشتے) نے کہا بات تو یہی ہے لیکن تیرے پروردگار کا ارشاد ہے کہ وہ مجھ پر بہت ہی آسان ہے ہم تو اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیں گے اور اپنی خاص رحمت، یہ تو ایک طے شدہ بات ہے۔(مریم۔۲۱)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وہی قول الٰہی دہرایا یعنی ''کذلک'' ایسا ہی ہوگا۔یہ وہی جملہ ہے جو اس سے پہلے سورۃ ذاریات کی آیات ۲۸ تا ۳۰ میں جب فرشتے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تھی تو حضرت سارہ علیہا السلام نے فرمایا تھا کہ میں تو بوڑھی بانجھ ہوں میرے ہاں کیسے اولاد ہو۔یہ جملہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سلسلے میں بھی ادا ہو چکا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ جو قادر مطلق ہے وہ ہر چیز پر ہر طرح سے قادر ہے وہ کسی اسبابِ عادیہ کا محتاج نہیں ہے۔وہ جب چاہے جس طرح چاہے جس چیز کو بھی پیدا کرنا چاہے کر سکتا ہے۔اسی لیے فرشتے نے بھی حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کے لیے یہ بالکل آسان ہے وہ اپنی قوت تخلیق کے لیے نشانی بنانا چاہتا ہے۔ جس طرح اس سے پہلے تمہارے باپ حضرت آدم کو بغیر کسی مرد اور عورت کے پیدا کیا اور تمہاری ماں حوا کو بغیر ماں کے صرف مرد سے پیدا کیا اور اب وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو پیدا کر کے اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور وہ ہے صرف عورت کے بطن سے بغیر مرد کے چھوئے پیدا کر دینا وہ تخلیق کی ہر صورت پر پوری طرح قادر ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾

ترجمہ:۔ پس وہ حمل سے ہو گئیں اور اسی وجہ سے وہ یک سو ہو کر ایک دور کی جگہ چلی گئیں۔ (مریم۔۲۲)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو کامل انسانی شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کی خدمت میں بھیجا گیا تھا' انہیں اپنے قریب دیکھ کر حضرت مریم ڈر گئیں کہ یہ کون شخص ہے جو بے دھڑک اندر آ گیا ہے کہیں یہ کسی بری نیت سے تو نہیں آیا۔ انہیں خوفزدہ دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں وہ نہیں ہوں جو تو گمان کر رہی ہے بلکہ میں تو تیرے رب کا قاصد ہوں اور یہ خوش خبری دینے آیا ہوں کہ تجھے اللہ تعالیٰ ایک لڑکا عطا فرمائے گا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے گریبان میں پھونک ماری تھی جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاملہ ہو گئی تھیں۔ جب ولادت کا وقت قریب آیا تو وہ اپنے حجرے سے نکل کر دور چلی گئی تھیں۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

ترجمہ:۔ پھر دردزہ (زچگی) اسے ایک کھجور کے تنے کے نیچے لے آیا' بولی کاش! میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور لوگوں کی یاد سے بھی بھولی بسری ہو جاتی۔ (مریم۔۲۳)

حضرت مریم کی حقیقی کیفیت کو بھی اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کے ذریعے بیان فرما دیا ہے جو انسانی فطرت کا تقاضہ بھی ہے۔ عابدہ وزاہدہ نوجوان لڑکی جو ایک مقدس ترین گھرانے بنی ہارون سے تعلق رکھتی تھی جو بیت المقدس میں بیٹھی اللہ کی عبادات کے لیے وقف تھی یکایک حاملہ ہو گئی اسی حالت میں اگر وہ اپنے حجرے میں ہی رہتی تو ان کا حمل لوگوں پر ظاہر ہو جاتا اور قوم کے لوگ ان کا جینا مشکل کر دیتے۔ اسی سبب وہ اس آزمائش الٰہی میں مبتلا ہونے کے بعد خاموشی سے وہاں سے نکل گئیں۔ موت کی آرزو اس ڈر سے کی جو عین انسانی فطرت کے مطابق ہے کہ اس آنے والے بچے کے مسئلے پر لوگوں کو کس طرح مطمئن کر سکوں گی' جب کہ میری بات کی تصدیق کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ یہ تصور ہی ان کے لیے روح فرسا تھا کہ میری میرے خاندان کی نیک نامی بدنامی سے بدل نہ جائے لیکن اللہ تعالیٰ جو لمحہ لمحہ ان کی نگرانی کر رہا تھا اس نے ہی انہیں اس جگہ پہنچایا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہونا مقرر کر دیا گیا تھا۔ اسی لیے اس ویرانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی خوراک کے لیے ان کے رزق کا بندوبست بھی فرما دیا تھا اور انہیں مطمئن کرنے کے لیے ہی انہیں بتا بھی دیا گیا۔

Marfat.com

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

ترجمہ:۔(فرشتے) نے اتنے میں اسے نیچے سے ہی آواز دی کہ آزردہ خاطر نہ ہو تیرے رب نے تیرے پاؤں کے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔(مریم۔۲۴)

وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾

ترجمہ:۔اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، یہ تیرے سامنے تر و تازہ پکی کھجوریں گرا دے گا۔ (مریم۔۲۵)

فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾

ترجمہ:۔اب چین سے کھا پی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ اگر تجھے کوئی انسان نظر پڑ جائے تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمٰن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے میں آج کسی شخص سے بات نہیں کروں گی۔(مریم۔۲۶)

بطور کرامت اور خرق عادت اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مریم کے پیروں کے نیچے پینے کے لیے پانی کا انتظام چشمہ جاری کر کے کیا اور کھانے کے لیے ایک سوکھے ہوئے درخت سے پکی ہوئی تازہ کھجوروں کا انتظام فرما دیا۔ ندا دینے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں حکم الٰہی پہنچایا کہ بے فکر ہو کر کھاؤ پیو اور اپنے بچے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اگر کوئی راہ چلتا شخص تمہیں نظر آ جائے تو اس سے اپنے اشارے سے بتاؤ کہ تم روزے سے ہو تمہیں بچے کے معاملے میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل میں نہ بولنے یعنی چپ رہنے کے روزے کا رواج پایا جاتا تھا۔ اس میں نہ صرف کھانے پینے سے پرہیز کیا جاتا تھا بلکہ بولنے سے بھی پرہیز کیا جاتا تھا۔ پھر وہ حکم الٰہی کے مطابق اپنے بچے کو لے کر اپنی بستی میں داخل ہوتی ہیں یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے وہ انسانی فطری کیفیت جو ایسے حالات میں ہو سکتی ہے اسے بھی پیش کر دیا ہے۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔـا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾

ترجمہ:۔جب وہ بچے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں تو سب کہنے لگے اے مریم تو نے بڑی بری حرکت کی ہے۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی۔(مریم۔۲۷۔۲۸)

حضرت مریم کا تعلق ہارون کے مقدس خاندان سے تھا ان کی ان کے والدین کی نیک نامی خاندان ہارون کا فرد ہونے کے باعث تھی جس کے باعث لوگ اس خاندان کی عزت و احترام کیا کرتے تھے۔ اسی

Marfat.com

نیک اور مقدس خاندان کی ایک کنواری نوجوان بن بیاہی لڑکی جب ایک بچہ گود میں لیے قوم میں واپس آئی تو ایک ہجوم نے انہیں گھیر لیا اور طرح طرح کی باتیں اور سوال کرنے لگے وہ ایسی ہی باتوں سے گھبرا کر ان کا سامنا کرنے سے بچنے کے لیے ہی اپنے حجرے سے نکل کر ویرانے میں چلی گئی تھیں لیکن حکم ربی کے مطابق انہیں اپنی قوم میں اپنے اسی بچے کے ساتھ آنا پڑا اور لوگوں کے سوالوں کے جواب میں انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ یہ بات قرآن میں یوں دی گئی ہے۔

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ؕ قَالُوْا كَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾

ترجمہ:۔ مریم نے اپنے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ سب کہنے لگے کہ لو بھلا ہم گود کے بچے سے کیسے باتیں کریں۔ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ (مریم۔۲۹۔۳۰)

ان آیات کریمہ سے یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ میں آ رہی ہے کہ یہ سب اللہ کے حکم اور مشیت کے مطابق ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزہ الٰہی ہے جیسا کہ پہلے آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہو چکا ہے یہ سراسر کرشمہ قدرت اور قوت وخالقیت الٰہی کا مظہر ہے لیکن یہودیوں نے اور پھر عیسائیوں نے اس عظیم ترین معجزہ الٰہی کو اپنی مذہبی کتابوں میں کس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اللہ کی پناہ۔ بائبل کی کتاب متی کی انجیل باب اول میں اس طرح دیا گیا ہے آیات ۱۸ تا ۲۵)

یسوع مسیح کی پیدائش:۔

(۱۸)۔ اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ (۱۹)۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راستباز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا اسے چپکے سے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ (۲۰) وہ ان باتوں کو سوچ ہی رہا تھا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا اے یوسف ابن داؤد! اپنی بیوی مریم کو اپنے ہاں لے آنے سے نہ ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ (۲۱)۔ اس کے بیٹا ہوگا اور اس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا۔

(۲۲) یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ (۲۳) دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ۔ (۲۴) پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا خداوند کے فرشتے نے اسے حکم دیا تھا اور اپنی بیوی کو اپنے ہاں لے آیا۔ (۲۵) اور اس کو نہ جانا جب تک اس کے بیٹا نہ ہوا اور اس کا نام یسوع رکھا۔ (انجیل متی باب۔ اول آیات۔ ۱۸ تا ۲۵)

Marfat.com

بائبل کی اس کتاب متی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو قرآن کے برعکس پیش کیا گیا ہے یہی نہیں بلکہ خود انجیل میں ہی دوسری جگہ کتاب لوقا کی انجیل میں بالکل مختلف انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ عنوان اس کا بھی وہی ہے یسوع کی پیدائش۔

(۱) ان دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اوگوسٹس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ (۲)۔ پہلی اسم نویسی سوریہ کے حاکم کورنیس کے عہد میں ہوئی۔ (۳) اور سب لوگ نام لکھوانے کے لیے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ (۴) پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرۃ سے داؤد کے شہر بیت اللحم کو گیا جو یہودیہ میں ہے اس لیے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اولاد سے تھا۔ (۵) تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ جو حاملہ تھی نام لکھوائے۔ (۶) جب وہ وہاں تھے تو ایسا ہوا کہ اس کے دفع حمل کا وقت آ پہنچا۔ (۷) اور اس کا پہلوٹا بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھا کیونکہ ان کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔

چرواہے اور فرشتے:۔

(۸)۔ اسی علاقے میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگرانی کر رہے تھے۔ (۹) اور خداوند کا فرشتہ ان کے پاس آ کھڑا ہوا اور خداوند کا جلال ان کے چوگرد چمکا اور وہ نہایت ڈر گئے۔ (۱۰) مگر فرشتے نے ان سے کہا ڈرو مت کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی۔ (۱۱) کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لیے ایک منجی پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند۔ (۱۲) اور اس کا تمہارے لیے یہ نشان ہے کہ تم ایک بچہ کو کپڑے میں لپٹا اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے۔ (۱۳) اور یکایک اس فرشتے کے ساتھ آسمانی لشکر کی ایک گروہ خدا کی حمد کرتی اور یہ کہتی ہوئی کہ۔ (۱۴) عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح۔ (۱۵) جب فرشتے ان کے پاس سے آسمان پر چلے گئے تو ایسا ہوا کہ چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ بیت اللحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے اور جس کی خداوند نے ہم کو خبر دی ہے دیکھیں۔ (۱۶) پس انہوں نے جلدی سے جا کر مریم اور یوسف کو دیکھا اور اس بچہ کو چرنی میں پڑا پایا۔ (۱۷) اور انہیں دیکھ کر وہ بات جو اس لڑکے کے حق میں ان سے کہی گئی تھی مشہور کی۔ (۱۸) اور سب سننے والوں نے ان باتوں پر جو چرواہوں نے ان سے کہیں تعجب کیا۔ (۱۹) مگر مریم ان سب باتوں کو اپنے دل میں رکھ کر غور کرتی رہی۔ (۲۰) اور چرواہے جیسا ان سے کہا گیا تھا ویسا ہی سب کچھ سن کر اور دیکھ کر خدا کی تمجید اور حمد کرتے ہوئے لوٹ گئے۔ (انجیل لوقا باب ۲ آیات ۱ تا ۲۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا وہی درست اور حقیقی امر ہے اس سے بخوبی اندازہ ہو رہا ہے کہ بائبل کے لکھنے والوں نے اس واقعہ عظیم کو کس طرح پیش کیا ہے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ انہوں نے تو معجزہ الٰہی کو ہی ملیامیٹ کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد بھی فراہم کر لیے اور قرآن گواہ ہے کہ یوسف بن داؤد اور حضرت مریم علیہ السلام کے

Marfat.com

درمیان سیکڑوں برسوں کا فاصلہ ہے یہود اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کے منکر ہیں بائبل کی ان آیات سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ انہوں نے اس عظیم ترین معجزے سے بچنے کے لیے اور اللہ کی قائم کردہ نشانی کو جھٹلانے کے لیے غلط تاویلات کا سہارا لیا ہے جو ان کی بدنیتی' بے ایمانی کا کھلا ثبوت ہے کہ بنی اسرائیلی علماء نے مذہب کے معاملے میں کس طرح اپنی قوم کو گمراہ کیا اور اس عظیم نشانی کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں بنی اسرائیل کے سامنے پیش کی گئی تھی کو اپنی بدترین تدبیر سے بدل ڈالا۔

اللہ تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم و کریم معاف کر دینے والا ہے بنی اسرائیل کی مسلسل بدکرداری پر انہیں عبرتناک سزا دینے سے پہلے اپنی حجت تمام کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر فرمائی کہ بنی ہارون کی ایک ایسی زاہدہ عابدہ لڑکی جو بیت المقدس میں معتکف تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام کے زیر تربیت تھی جب اللہ کے حکم سے وہ حاملہ ہو گئیں اور پھر وہ بچہ لیے ہوئے اپنی قوم میں واپس آئیں تو ان کی پوری قوم ہیجان میں مبتلا ہو گئی اور سارا ہجوم ہی حضرت مریم پر ٹوٹ پڑا تھا اور طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے تو انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا ان کی قوم کے لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ نوزائیدہ بچہ ہم سے کیسے بات کرے گا۔ لیکن حکم الٰہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی نوزائیدگی کی عمر میں ہی بول پڑے جیسا کہ اوپر آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے نہ صرف ان کی باتوں کا جواب، بلکہ اپنی پیغمبری کا بھی آغاز کر دیا انہوں نے جو کچھ حکم الٰہی سے کہا اسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا حصہ بنا دیا۔

وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾

ترجمہ:۔ اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں ہوں' اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ ہوں۔ (مریم۔۳۱)

وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾

ترجمہ:۔ اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا۔ (مریم۔۳۲)

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ "مجھے اپنی والدہ کا خدمت گزار بنایا ہے۔" یہ بھی ایک قرآنی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا۔ اگر بائبل کے مطابق ایسا ہوا ہوتا تو وہ یہاں اپنے باپ اور ماں دونوں کا ہی ذکر کرتے اور یہ بھی قطعی دلیل ہے کہ قرآن کریم میں انہیں ہر جگہ عیسیٰ ابن مریم کہا گیا ہے۔

وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

ترجمہ:۔ اور مجھ پر میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن کہ دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں سلام ہی سلام ہے۔ (مریم۔۳۳)

Marfat.com

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ:۔یہ ہے صحیح واقعہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کا یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہیں۔(مریم۔۳۴)

یہاں مناسب ہوگا کہ حضرت مریم علیہ السلام کے متعلق یہودی اور نصرانی تصور بھی مختصراً پیش کردیا جائے تاکہ جائزہ لیا جاسکے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ النساء میں یہود کے گھناؤنے کردار کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ دیگر سنگین جرائم کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان بھی لگایا تھا۔

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ:۔اوران کے کفر کے باعث اور مریم پر بہتان باندھنے کے باعث۔(النساء۔۱۵۶)

جیسا کہ سورۂ مریم کی آیت میں آیا ہے کہ ان کی قوم بنی اسرائیل کو ابتدا میں تو حضرت مریم علیہا السلام پر شبہ گزرا لیکن جب نوزائیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے اپنے گہوارے میں ہی معجزانہ طور پر کلام کرلیا تو انہیں ایک محیر العقول عظیم شخصیت کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رہا۔چنانچہ انہوں نے تیس برس تک جب تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کار نبوت انجام دینا نہیں شروع کیا تھا اس تمام عرصے میں انہوں نے عفیفہ حضرت مریم علیہا السلام پر کوئی تہمت کوئی طعن نہیں کیا اور نہ ہی کبھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز ولادت کا طعنہ دیا لیکن جب تیس برس کے ہونے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کے کام کا آغاز کیا اور اخلاقی تعلیمات پیش کی تو یہود جو مسیح کے منتظر تھے اور اس سے عسکری توقعات وابستہ کیے ہوئے تھے وہ ان کے سخت مخالف ہوگئے اور نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طعنہ زنی کرنے لگے بلکہ ان کی محترم پاکباز والدہ پر بھی بہتان عظیم کے مرتکب ہوئے اسی طرف قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا۔

قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کا محفوظ اور ابدی کلام ہے اور جس کی روش وقتی وسیاسی مصلحتوں سے بلند تر ہے وہ یہود ونصاریٰ دونوں کے موقف کی واضح تردید کرتا ہے۔اور ان دونوں یعنی یہود ونصاریٰ کے مقاماتِ لغزش کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔قرآن حکیم میں حضرت مریم علیہا السلام کو ایک صالح' زاہدہ' عفیفہ' عابدہ اور سیدہ النساء العالمین' فرشتوں سے مکالمہ کرنے والی' رب کریم کی مناجات کرنے والی ایک اعلیٰ ترین روحانی شخصیت کی حیثیت سے پیش کررہا ہے۔جیسا کہ گزشتہ صفحات میں سورۂ آل عمرا کی آیات گزرچکی ہیں سورۃ المائدہ میں انہیں صدیقہ کہا گیا ہے۔سورۃ الانبیاء میں حضرت مریم کا تابناک کردار ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

وَالَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰیَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ:۔اور وہ پاک دامن بی بی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی ہم نے اس کے اندر اپنی روح سے پھونک دی اور خود انہیں اور ان کے لڑکے کو تمام جہان کے لیے نشانی بنا دیا۔(الانبیاء۔۹۱)

آیت کریمہ میں بہت ہی واضح الفاظ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمادیا ہے کہ جس خاتون نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی اس میں ہم نے اپنی روح پھونکی اور اسے اور اس کے بیٹے کو ہم نے دنیا بھر کے لیے اپنی نشانی بنادیا۔حضرت مریم علیہا السلام کے کردار کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ التحریم میں انہیں ایک عظیم روحانی شخصیت کے طور پر پیش فرمارہا ہے۔

وَمَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِنَا وَصَدَّقَتۡ بِکَلِمٰتِ رَبِّهَا وَکُتُبِهٖ وَکَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ:۔اور (مثال بیان فرمائی) مریم بنتِ عمران کی جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پھر ہم نے اپنی طرف سے اس میں روح پھونک دی اور (مریم) اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور عبادت گزاروں میں سے تھی۔(التحریم۔۱۲)

سورۃ الانبیاء اور سورۃ التحریم کی ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ بہت واضح الفاظ میں یہودیوں کے اس بہتان جس کا ذکر سورۃ النساء ۱۵۶ میں ہوا ہے کی تردید فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معاذ اللہ کسی گناہ کا نتیجہ تھی۔ان ہی آیات مبارکہ کے ذریعے یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر کسی مرد سے تعلق کے ان کے رحم میں اپنی طرف سے ایک جان ڈال دی اور یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ وہ ایک نیک پارسا اور عبادت گزار اور اللہ کی منتخب خاتون تھیں۔

اب یہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا احوال شروع ہوتا ہے جب انہوں نے تیس سال کی عمر میں کارِ نبوت انجام دینا شروع کیا تو اپنی قوم بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡیَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰیَةً وَّاٰوَیۡنٰهُمَاۤ اِلٰی رَبۡوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیۡنٍ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:۔ہم نے ابن مریم اور اس کی والدہ کو ایک نشانی بنایا اور ان دونوں کو بلند صاف قرار والی اور جاری پانی والی جگہ پناہ دی۔(المومنون۔۵۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک نشانی قرار دیا ہے جس طرح ان سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کی اور حضرت حوا علیہا السلام کو بغیر مادہ کے پیدا فرمایا اور دیگر تمام انسانوں کو ماں باپ سے پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

Marfat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾

ترجمہ:۔ہم نے (حضرت) موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے پیچھے اور رسول بھیجے اور ہم نے (حضرت) عیسیٰ ابن مریم کو روشن دلیلیں دیں اور روح القدس سے ان کی تائید کروائی لیکن جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ چیز لائے جو تمہاری طبیعتوں کے خلاف تھی' تو تم نے جھٹ سے تکبر کیا' پس بعض کو تو جھٹلا دیا اور بعض کو قتل بھی کر ڈالا۔(البقرہ۔۸۷)

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

ترجمہ:۔یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں' اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو معجزات عطا فرمائے اور روح القدس سے ان کی تائید کی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس دلیلیں آ جانے کے بعد ہرگز آپس میں لڑائی بھڑائی نہ کرتے' لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا' ان میں سے بعض تو مومن ہوئے اور بعض کافر' اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے' لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔(البقرہ۔۲۵۳)

وَقَفَّيْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لیے۔ (المائدہ۔۴۶)

Marfat.com

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ:۔اور انجیل والوں کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انجیل میں نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق حکم کریں اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ سے ہی حکم نہ کریں وہ (بدکار) فاسق ہیں۔(المائدہ۔۴۷)

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــــَٔــةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ:۔اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا' کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں' میں تمہارے لیے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مردے جلا دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتا دیتا ہوں اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔(العمران۔۴۹)

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝

ترجمہ:۔اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں' اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں' اس لیے تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو!(العمران۔۵۰)

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔یقین مانو! میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے' تم سب اسی کی عبادت کرو' یہی سیدھی راہ ہے۔(العمران۔۵۱)

ان آیاتِ الٰہی سے یہ بات خوب اچھی طرح روشن ہو رہی ہے اللہ کے تمام نبی' پیغمبر اور رسول ایک ہی دین ایک ہی مذہب کے پیروکار رہے ہیں اسی دینِ حق دینِ توحید کو آگے بڑھاتے رہے ہیں جس کی ابتدا اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائی تھی تمام انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ حق کی بنیاد بھی ان ہی تین نکات پر تھی جو مسلسل چلی آ رہی تھیں یعنی:

Marfat.com

(۱)۔ یہ کہ اقتدارِ اعلیٰ جس کے مقابلے میں بندگی کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور جس کی مکمل اطاعت پر ہی اخلاق تمدن وتہذیب کا پورا نظام قائم ہوتا ہے' کہ صرف ایک اکیلے اللہ کے لیے مختص تسلیم کیا جائے۔

(۲)۔ دوسرے یہ کہ اس مقتدرِ اعلیٰ کے نمائندے کی حیثیت سے نبی کے حکم کی اطاعت کی جائے۔

(۳)۔ تیسرے یہ کہ انسانی زندگی کو حلت وحرمت اور جواز اور عدم جواز کی پابندیوں میں جکڑنے والا قانون وضابطہ صرف اللہ کا ہی ہو دوسروں کے عائد کردہ تمام قوانین منسوخ کردیئے جائیں۔

یہ حقیقت بھی قرآن کریم سے روشن ہو کر سامنے آ گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کے مشن میں یک سر مو فرق نہیں ہے۔ اللہ کی طرف سے جو بھی منتخب بندہ مامور کیا گیا ان کے آنے کا مقصد اس کے سوا کچھ اور تھا ہی نہیں کہ انسانوں کو اللہ کی نافرمانی کرنے اور خود مختاری سے روکیں اور شرک سے روکیں اور وہ واحد خالق مالک الملک کے ساتھ ہر قسم کے شرک سے منع کرنے اور اصل مالک کی خالص بندگی واطاعت وفاداری کی طرف دعوت وتعلیم دے۔

افسوس ہے کہ موجودہ اناجیل جو آج کل کلیساؤں میں رائج ہیں ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مشن کو اس وضاحت کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا جس طرح قرآن کریم میں پیش کیا گیا ہے۔ کلیسائی اکابرین کی لاکھ کوشش کے باوجود بھی دین حق کے تینوں بنیادی نکات منتشر شکل میں ہی سہی ان کے اندر مل جاتے ہیں جو اوپر بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً یہ بات کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف اللہ کی بندگی کے قائل تھے ان کے اس ارشاد سے جو متی کی موجودہ انجیل میں بھی موجود ہے صاف ظاہر ہو رہی ہے۔

(۱۰)۔ یسوع نے اس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ (انجیل متی باب ۴ آیت ۱۰)

(۹)۔ پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔ (۱۰)۔ تیری بادشاہی آئے' تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ (انجیل متی۔ باب ۶ آیات ۔۹۔۱۰)

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمہ:۔ پھر جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کر لیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے؟ حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ کے مددگار ہیں' ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہئے کہ ہم تابعدار ہیں۔ (العمران۔۵۲)

آیت میں حواریوں کا لفظ استعمال ہوا ہے جو حواری کی جمع ہے یہ انصار کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی مددگار کے ہیں۔ بائبل میں بالعموم حواریوں کے بجائے شاگردوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے

Marfat.com

اور کہیں کہیں انہیں رسول بھی لکھا گیا ہے۔رسول اس معنی میں کہ حضرت مسیح علیہ السلام ان لوگوں کو تبلیغ کے لیے بھیجتے تھے نہ کہ اس معنی میں کہ وہ خدا کے رسول تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ان کا پیغام لے کر جانے والے تھے' وہ ان کے پیغامبر تو تھے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نہیں تھے۔ جہاں تک اللہ کے مددگار ہونے کا تعلق ہے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر''اللہ کی مدد کرنے'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دراصل نصیحت سے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی تدبیر کرنا' دراصل یہ اللہ کا کام ہے اور جو اللہ کے بندے اس کام میں آگے آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنا رفیق و مددگار قرار دیتا ہے اور یہی وہ بلند ترین مقام ہے جہاں بندے کی پہنچ ہو سکتی ہے۔ دیگر تمام عبادات' نماز' روزہ میں تو انسان محض بندہ و غلام ہوتا ہے لیکن تبلیغ دین میں اللہ تعالیٰ کی رفاقت و مددگاری کا شرف حاصل کر لیتا ہے۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾
وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ:۔اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی' پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔(آلعمران۔۵۳۔۵۴)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:۔جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں کے اوپر غالب کرنے والا ہوں۔ قیامت کے روز تک۔ پھر تم سب کو لوٹنا میری ہی طرف ہے میں ہی تمہارے آپس کے تمام تر اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔(آلعمران۔۵۵)

آیت مبارکہ ایک واضح دلیل اور ثبوت ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہودیوں کی سازش سے بچا کر پورا کا پورا اپنی طرف آسمانوں پر اٹھا لیا ہے جیسا کہ آیت میں لفظ ''متوفیک'' استعمال ہوا ہے التوفی کا مصدر توفی اور مادہ وفی ہے۔اس کے اصل معنی پورا پورا لینے کے ہیں' وصول کرنے کے ہیں۔انسان کی موت پر وفات کا لفظ بولا جاتا ہے وہ اس لیے کہ انسانی جسم کے تمام اختیارات مکمل طور پر سلب کر لیے جاتے ہیں۔''روح قبض کرنا'' اس لفظ کا مجازی استعمال نہیں ہے اصل لغوی معنوں میں یہ انگریزی کے لفظ ToRecall کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے یعنی اپنے عہدہ دار کو اس کے منصب سے واپس بلا لینا' آیت میں ''متوفیک'' کے فوراً بعد ہی ''رافعک'' یعنی میں اپنی طرف اٹھانے

Marfat.com

والا ہوں۔اس سے یہ وضاحت ہو رہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ ماننا ہے کہ انہیں یہودیوں نے اپنی سازش سے مصلوب کر دیا تھا۔اللہ جب واضح طور پر ارشاد فرما رہا ہے میں تجھے آسمانوں پر اٹھالوں گا اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ان کا دوبارہ دنیا میں نزول ہو گا تب انہیں اس وقت اللہ موت سے ہمکنار کرے گا یعنی یہودیوں کے ہاتھوں ان کا قتل نہیں ہوا بلکہ انہیں اللہ کے حکم کے مطابق طبعی موت ہی نصیب ہو گی۔(فتح القدیر۔ابن کثیر)

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ:۔پھر کافروں کو تو میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔ (العمران۔۵۶)

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ:۔لیکن ایمان والوں اور نیک اعمال والوں کو اللہ تعالیٰ ان کا ثواب پورا پورا دے گا اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔(العمران۔۵۷)

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾

ترجمہ:۔یہ جسے ہم تیرے سامنے پڑھ رہے ہیں آیتیں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہیں۔ (العمران۔۵۸)

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال ہو بہو آدم علیہ السلام کی مثال ہے جسے مٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا۔

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ:۔تیرے رب کی طرف سے حق یہی ہے خبردار شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔(العمران۔۶۰)

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰي مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَھُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

ترجمہ:۔اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو، عیسیٰ ابن مریم (علیہا السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول کے اور اس کے کلمہ (کن سے پیدا

Marfat.com

شدہ) ہیں جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس روح ہیں اس لیے تم اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانو اور یہ نہ کہو کہ اللہ تین ہیں اس سے باز آجاؤ کہ تمہارے لیے بہتری یہی ہے۔ اللہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا۔ (النساء۔۱۷۱)

آیت کریمہ اپنے موضوع اور مضمون کے اعتبار سے بڑی اہم آیت ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہایت ہی واضح انداز میں عیسائیوں کے عقیدے کی تردید فرمادی ہے ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی محترم والدہ کے بارے میں کہ ان کی قوم نے انہیں رسالت و بندگی سے اٹھا کر الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا' ان کو اللہ کی مانند اپنی عبادت کا حصہ بنالیا اور ان کی عبادت کرنے لگے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو بھی اپنے شرک کا حصہ بنا کر انہیں معصوم بنا کر ان کو حرام وحلال کا اختیار دے دیا ان کے حرام کیے کو حرام اور ان کے حلال کیے کو حلال سمجھنا' حالانکہ حرام وحلال کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوٹوک انداز میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کی قدرت قوت کے مظہر لفظ کن کہ ہو جا جو اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے کے کرشمے سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ حضرت مریم علیہا السلام کی جانب کلمہ بھیجنے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے رحم پر یہ فرمان نازل فرمایا کہ کسی مرد کے نطفہ سے سیراب ہوئے بغیر حمل کا استقرار قبول کرلے سو ایسا ہی ہوا یہی وجہ ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کو آیت مبارکہ میں ''اللہ کی طرف سے ایک روح'' کہا گیا ہے۔ یہود ونصاریٰ نے روح القدس کی بھی اپنی من مانی تشریح کرتے ہوئے اللہ اور مسیح کے ساتھ تیسرا معبود روح القدس کو بھی بناڈالا۔ یہ ان کا زبردست جھوٹ اور فریب ہے جو انہوں نے اپنی قوم کو دیا ہے۔ جس کے باعث ان کی قوم بنی اسرائیل پوری کی پوری گمراہ ہوگئی جبکہ انجیل متی میں تمام تر تحریف کے وہ لکھتے ہیں۔

''فرشتے نے اسے (یعنی یوسف نجار کو) خواب میں دکھائی دے کر کہا کہ اے یوسف ابن داؤد اپنی بیوی مریم کو اپنی ہاں لے آنے سے نہ ڈر' کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے۔ (انجیل متی باب اول آیت ۲۰)

کلمہ اللہ سے مراد یہ ہے کہ لفظ کن سے بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور یہ لفظ ''کن'' حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت مریم علیہا السلام تک پہنچایا گیا۔ روح اللہ کا مطلب وہ پھونک (نفخہ) ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونکا' جسے اللہ تعالیٰ نے باپ کے نطفہ کا قائم مقام کر دیا۔ یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلمہ بھی ہیں اور جو فرشتے نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف پھونکا وہ اس کی روح ہیں جسے لے کر حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا ہے کہ اللہ تین نہیں صرف ایک ہی ہے۔ کیونکہ

Marfat.com

عیسائیوں کے کئی فرقے ہیں۔ بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ مانتے ہیں بعض انہیں اللہ کا شریک اور بعض اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ جو فرقہ اللہ کو مانتا ہے وہ تین خداؤں کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ثالث ثلاثہ یعنی تین میں سے ایک ہونے کے قائل ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اسی عمل سے روک رہا ہے کہ تین خدا کہنے سے باز آجاؤ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک ہی ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت عیسیٰ کی طرح فرشتوں کو بھی اللہ کی خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ سب کے سب اللہ کے ہی بندے ہیں۔ تم انہیں اللہ یا اس کی الوہیت کا کس طرح شریک بناتے ہو۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

ترجمہ:۔ مسیح (علیہ السلام) کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی ننگ وعار یا تکبر وانکار ہرگز ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے جو بھی دل چرائے اور تکبر وانکار کرے اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا۔ (النساء۔۱۷۲)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:۔ یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے' آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور اس کی والدہ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ آسمانوں اور زمین دونوں کے درمیان کا کل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (المائدہ۔۱۷)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

ترجمہ:۔ بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جن کا قول ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے حالانکہ خود مسیح نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے' یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے' اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (المائدہ۔۷۲)

Marfat.com

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا إِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَإِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:۔وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا تیسرا ہے' دراصل سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ آئے تو ان میں سے جو کفر پر رہیں گے انہیں المناک عذاب ضرور پہنچے گا۔(المائدہ۔۷۳)

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۷۴﴾

ترجمہ:۔یہ لوگ کیوں اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں استغفار نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔(المائدہ۔۷۴)

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿۷۵﴾

ترجمہ:۔مسیح ابن مریم پیغمبر ہونے کے سوا اور کچھ بھی نہیں' اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں ان کی والدہ ایک راست باز عورت تھیں دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے' آپ دیکھیے کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلیلیں رکھتے ہیں پھر غور کیجیے کہ کس طرح وہ پھر جاتے ہیں۔(المائدہ۔۷۵)

آیتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چند الفاظ میں عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح علیہ السلام کی ایسی صاف اور دوٹوک وضاحت اور صفائی فرما دی کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہیے کہ فی الحقیقت وہ کیا تھے؟ تو اس آیت کریمہ میں دی گئی علامات سے کسی شک وشبہ کے بغیر معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ایک انسان ہی تھے جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور جن کا شجرہ نسب بھی موجود ہے' وہ انسانی جسم رکھتے تھے جو ان تمام حدود وقیود پر محیط تھا جو ایک عام انسان کی زندگی کے لیے مخصوص ہیں۔ وہ سوتے بھی تھے وہ کھاتے پیتے بھی تھے چلتے پھرتے اور گرمی سردی بھی محسوس کرتے تھے۔ اور انہیں شیطان کے ذریعے آزمائش میں بھی ڈالا گیا۔ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے متعلق کوئی معقول اور فہم وادراک رکھنے والا انسانی ذہن انہیں انسان سے ماوراء ہستی تسلیم نہیں کر سکتا۔ لیکن عجب تماشہ ہے کہ کلیسا اور اس کے پیروکاروں نے نہ صرف خود بلکہ اپنی تمام ہی مذہبی کتب میں ان کی زندگی کو سراسر انسانی صفات پاتے ہوئے بھی انہیں خدائی سے متصف کر دیا ہے۔ اسی باعث اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اتنی وضاحت فرمائی ہے کہ اگر اب بھی گمراہ اور بداعمال لوگ سیدھا راستہ اختیار کرنا چاہیں تو ان کے لیے راستہ یعنی صراط مستقیم کھلا ہے۔

Marfat.com

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ:۔ جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے، جب میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔ تم لوگوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جب کہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور جب کہ تم میرے حکم سے گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے۔ مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب کہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے، پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا بجز کھلے جادو کے یہ اور کچھ بھی نہیں۔ (المائدہ۔۱۱۰)

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمہ:۔ اور جب کہ میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہیے کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں۔ (المائدہ۔۱۱۱)

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ:۔ وہ وقت یاد کے قابل ہے جب حواریوں نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل فرما دے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ (المائدہ۔۱۱۲)

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے۔ اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔(المائدہ۔۱۱۳)

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ:۔عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما! کہ وہ ہمارے لیے یعنی ہم جو اول ہیں اور جو بعد کے ہیں سب کے لیے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور تو ہم کو رزق عطا فرما دے اور تو سب عطا کرنے والوں سے اچھا رازق ہے۔(المائدہ۔۱۱۴)

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

ترجمہ:۔حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں، پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے پھر کسی کو نہیں دوں گا۔(المائدہ۔۱۱۵)

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ:۔اور وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی اللہ کے علاوہ معبود قرار دے لو! عیسیٰ عرض کریں گے کہ میں تو تجھ کو پاک منزہ سمجھتا ہوں، مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی اختیار ہی نہیں اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھ کو اس کا علم ہوگا۔ تو تو میرے دل کے اندر کی بات کو بھی خوب جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کو جاننے والا تو ہی ہے۔(المائدہ۔۱۱۶)

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو تو نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں ان پر گواہ رہا' جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر مطلع رہا اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے۔ (المائدہ۔۱۱۷)

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾

ترجمہ:۔اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں' اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو زبردست حکمت والا ہے۔ (المائدہ۔۱۱۸)

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا ۚ وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٧٦﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے۔ اللہ ہی خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔ (المائدہ۔۷۶)

یہ آیت اور آنے والی دو آیات میں نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ ان میں مشرکوں کی کم عقلی کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ انہوں نے ایسوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جو کسی کو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ہی کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ کسی کی کوئی بات سن سکتے ہیں نہ ہی کسی کا حال جان سکتے ہیں۔ یہ قدرت تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی مخصوص ہے۔ کیونکہ ایسے ہی حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارکہ میں بھی موجود تھے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٧٧﴾

ترجمہ:۔کہہ دیجیے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو' اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے سے ہی بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں' اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ (المائدہ۔۷۷)

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٧٨﴾

ترجمہ:۔بنی اسرائیل کے کافروں پر (حضرت) داؤد (علیہ السلام) اور (حضرت) عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کی زبانی لعنت کی گئی اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ (المائدہ۔۷۸)

Marfat.com

لعنت سے مراد اللہ کی رحمت اور خیر سے دوری ہے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام اور انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اور اب قرآن کریم میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت کی گئی ہے جو لوگ اپنے پچھلے بزرگوں کی مانند اپنے نبی جو صرف اللہ کا منتخب نمائندہ یعنی پیغمبر ہوتا ہے اسے اپنا معبود اپنا الہ بنا کر خود تو گمراہ ہوئے ہی تھے اپنے ساتھ اپنی آنے والی نسلوں تک کو گمراہی میں گرا گئے ہیں۔ لعنت کے اسباب میں عیاں یعنی واجبات و فرائض کو ترک کر کے محرمات کو اپنانا اور دین میں اپنی طرف سے جھوٹ اور بدعات ایجاد کرنا یہ سب اللہ کی حد کو پار کرنا ہی ہے جن سے انسان پر کفر لازم ہو جاتا ہے۔ ہر قوم میں بگاڑ کی ابتداء چند افراد سے ہی شروع ہوتی ہے۔ جب غلط کار لوگوں کو ملامت کرنے کے بجائے انہیں معاشرے میں ان کی غلط کاریوں کے لیے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہی خرابی پہلے تو چند افراد تک ہی محدود رہتی ہے پھر بتدریج قوم میں پھیلتی چلی جاتی ہے یہی خرابی تھی جس نے بنی اسرائیل کو کہیں کا نہ رکھا۔ زبور اور انجیل میں کی گئی لعنت زبور کے باب نمبر ۱۰ اور ۵۰ میں اور متی کے باب ۲۳ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: عیسیٰ (علیہ السلام) بھی صرف بندہ ہی ہے جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے نشانِ قدرت بنایا۔ (الزخرف۔۵۹)

وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: اگر ہم چاہتے تو تمہارے عوض فرشتے کر دیتے جو زمین میں جانشینی کرتے۔ (الزخرف۔۶۰)

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾

ترجمہ: اور یقیناً عیسیٰ (علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں۔ پس تم (قیامت) کے بارے میں شک نہ کرو اور میری تابعداری کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ (الزخرف۔۶۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی قرار دیا ہے۔ مفسرین کے مطابق اور جیسا کہ متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ قیامت کے قریب ان کا آسمان سے نزول ہوگا۔ ان کا نزول اس بات کی علامت ہوگا کہ اب قیامت قریب ہی ہے۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾

ترجمہ: اور شیطان تمہیں روک نہ دے یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (الزخرف۔۶۲)

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُم بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُم بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾

Marfat.com

ترجمہ:۔اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) معجزے لائے تو کہا میں تمہارے پاس حکمت لایا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ جن بعض باتوں میں تم مختلف ہو انہیں واضح کردوں پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ (الزخرف۔۶۳)

إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾

ترجمہ:۔میرا اور تمہارا پروردگار فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے۔پس تم سب اس کی عبادت کرو۔راہ راست (یہی) ہے۔(الزخرف۔۶۴)

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِن بَيْنِهِمْ ۖ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾

ترجمہ:۔پھر (بنی اسرائیل کی) جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا پس ظالموں کے لیے خرابی ہے دکھ والے دن کی آفت سے۔(الزخرف۔۶۵)

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی دو جماعتوں یہودی اور عیسائیوں کے اختلاف کی بابت ارشاد فرمایا ہے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات پر تہمت لگائی اور انہیں نعوذ باللہ ناجائز اولاد قرار دیا جبکہ عیسائیوں نے غلو سے کام لیتے ہوئے انہیں معبود ہی بنالیا۔عیسائیوں میں بھی کئی فرقے ہیں جن میں سے ایک انہیں ابن اللہ کہتا ہے تو دوسرا انہیں اللہ کا ثلاثہ کہتا ہے۔ان میں کا ایک فرقہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مسلمانوں کی طرح اللہ کا بندہ اور رسول تسلیم کرتا ہے۔

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ:۔ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کردیا ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کرلی تھی ہم نے ان پر اسے واجب نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی رضا جوئی کے۔سوانہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہیں ان کا اجر دیا اور ان میں سے زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں۔(الحدید۔۲۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں سے مراد ان کے حواری ہیں۔اللہ نے ان کے دل اپنے نبی کے لیے پیار محبت وعقیدت واحترام سے بھر دیے تھے۔رہبانیت کا مفہوم ہے ترک دنیا یعنی دنیا سے منقطع ہو کر دور کسی ویرانے میں جنگل میں نکل جانا اور دنیا اور معاشرے سے کٹ کر عبادت میں مشغول

Marfat.com

ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں رہبانیت سے روکا ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ بادشاہوں نے تورات اور انجیل میں تحریف اور تبدیلی کرادی تھی جسے بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے قبول نہیں کیا اور وہ بادشاہ وقت کے خوف سے پہاڑوں اور غاروں میں چھپ کر رہنے لگے۔ یہ رہبانیت کا آغاز تھا جس کی بنیاد اضطراری طور پر پڑی تھی لیکن ان کے بعد آنے والوں نے اپنے بزرگوں کی تقلید میں اس شہر بدری کو اپنی عبادت کا ایک طریقہ ہی بنالیا اور اب اپنے گرجاؤں اور معبدوں میں خود کو محبوس کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ہی فعل کو خود گھڑنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ رہبانیت ان کی اپنی ایجاد تھی اللہ کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑥

ترجمہ:۔اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں خوشخبری تمہیں سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔ (الصف۔۶)

قرآن مجید کی یہ ایک بہت ہی اہم آیت ہے جس پر مخالفین اسلام نے بڑی لے دے بھی کی ہے اور بدترین خیانت مجرمانہ سے بھی کام لیا ہے۔ کیونکہ آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول کریم نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف صاف نام لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارکہ کی بشارت دی تھی۔ آیت مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد بتایا گیا ہے۔ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک صرف محمد ہی نہیں تھا بلکہ احمد بھی تھا۔ آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مخاطب فرما کر کہہ رہے ہیں کہ "اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور تصدیق کرنے والا ہوں یعنی تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی اور بشارت دینے والا ہوں اللہ کے رسول احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اور ایک مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ میں تورات میں دی گئی بشارت کی تصدیق کرتا ہوں اور خود بھی ان کے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آنے کی تصدیق کرتا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دراصل تورات کا وہ قول جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا اسے دہرایا تھا جو انجیل میں تورات کی کتاب استثناء میں اس طرح آج بھی درج ہے۔ تورات کی یہ صریح پیش گوئی ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر چسپاں نہیں ہو سکتی۔

"(۱۵) خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند

Marfat.com

ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا۔

(۱۶) یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تا کہ میں مرنہ جاؤں۔(۱۷)۔اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔(۱۸)۔میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔(۱۹)۔اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔(انجیل حصہ تورات کتاب استثناء باب ۱۸ آیات ۱۵ تا ۱۹)

جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی اسی طرح انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی انکار کیا تھا۔یہودیوں کی تو پوری تاریخ ہی ان کے سیاہ کاری اور سیاہ کارناموں سے بھری پڑی ہے اور تاریخ انبیاء علیہم السلام بھی ہے۔یہاں تورات کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) جو دعوت تمہیں دے رہے ہیں یہ وہی دعوت حق ہے جو تورات کی بھی دعوت رہی ہے یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جو پیغمبر مجھ سے پہلے آ چکے ہیں وہ بھی یہی دعوت حق لے کر آئے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔میں تورات کے تسلسل میں ہی انجیل لے کر آیا ہوں ان دونوں کا اصل ماخذ ایک ہی ہے۔اس لیے اگر تم موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائے ہو تو مجھ پر بھی ایمان لاؤ اس لیے کہ میں تورات کی تصدیق کر رہا ہوں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ:۔اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ (افترا) باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔(الصف۔۷)

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸

ترجمہ:۔وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے گو کافر برا مانیں۔(الصف۔۸)

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۹

ترجمہ:۔وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر

Marfat.com

غالب کر دے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔(الصف۔۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿١٠﴾

ترجمہ:۔اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے؟ (الصف۔۱۰)

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١﴾

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔(الصف۔۱۱)

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچادے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے' یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔(الصف۔۱۲)

وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣﴾

ترجمہ:۔اور تمہیں ایک دوسری (نعمت) بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے ایمانداروں کو خوش خبری دے دو۔(الصف۔۱۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾

ترجمہ:۔اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے مددگار بن جاؤ جس طرح حضرت مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار بنے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کی راہ میں مددگار ہیں' پس بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے کفر کیا' تو ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی پس وہ غالب آ گئے۔(الصف۔۱۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے لیے بائبل میں عموماً لفظ "شاگرد" استعمال کیا گیا ہے لیکن

Marfat.com

بعد میں ان کے لیے رسول کی اصطلاح عیسائیوں میں رائج ہو گئی اس معنی میں نہیں کہ وہ اللہ کے رسول تھے بلکہ اس معنی میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو اپنی طرف سے مبلغ بنا کر فلسطین کے اطراف میں بھیجا کرتے تھے۔ یہودیوں کے ہاں یہ لفظ پہلے سے ہی ان لوگوں کے لیے بولا جاتا تھا جو ہیکل کے لیے چندہ جمع کرنے بھیجے جاتے تھے۔ اس کے مقابلے میں قرآن کی اصطلاح "حواری" ان دونوں مسیحی اصطلاحوں سے کہیں بہتر ہے۔ اس لفظ کی اصل حور ہے جس کے معنی سفیدی کے ہیں۔ دھوبی کو حواری کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے دھو کر سفید کر دیتا ہے۔ خالص اور بے آمیز چیز کو بھی حواری کہا جاتا ہے۔ جس آٹے کو چھان کر اس کی بھوسی نکال دی گئی ہو اسے بھی حواری کہتے ہیں۔ اسی معنی میں بے غرض حامی اور دوست کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ (لسان العرب)

آیت کریمہ میں یہ آخری مقام ہے جہاں قرآن مجید میں ان لوگوں کو اللہ کا مددگار کہا گیا ہے جو خلقِ الٰہی کو دین کی طرف بلانے اور اللہ کے دین کی کفر کے مقابلے میں غالب کرنے کی جدوجہد کریں۔ اس سے پہلے یہی مضمون سورۂ آل عمران آیت ۵۲ میں، سورۃ الحج آیت ۴۰ میں، سورۂ محمد آیت ۷ میں، سورۃ الحدید آیت ۲۵ میں، سورۃ الحشر آیت ۸ میں آ چکا ہے۔ اکثر لوگوں کے ذہن میں یہ بات الجھن پیدا کرتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تمام خلق سے بے نیاز ہے کسی کا کسی بھی طرح محتاج نہیں ہے سب ہی اس کے محتاج ہیں تو کوئی بندہ آخر کس طرح اللہ کا مددگار ہو سکتا ہے۔ اللہ ہی سب کا حامی و مددگار ہے۔ اس الجھن کو رفع کرنے کے لیے وضاحت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے؟

اللہ کا مددگار کسی کو بھی اس لیے نہیں کہا گیا کہ اللہ جو رب العالمین ہے معاذ اللہ اپنے کسی کام کے لیے اپنی کسی مخلوق کی مدد کا محتاج ہے۔ بالکل نہیں قطعی نہیں بلکہ یہ تو صرف اس لیے کہا گیا ہے کہ زندگی کے جس دائرے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو کفر و ایمان اور اطاعت و معصیت کی آزادی بخشی ہے اس میں وہ لوگوں کو اپنی قوتِ قاہرہ سے کام لے کر بجز مومن و مطیع نہیں بناتا بلکہ اپنے انبیاء اور کتابوں کے ذریعے ان کو راہ راست دکھانے کے لیے تذکیرہ و تعلیم اور تفہیم و تلقین کا طریقہ اختیار فرماتا ہے۔ اس طریقہ تعلیم یعنی تذکیرو تعلیم کو جو شخص اپنی مرضی اور رغبت سے قبول کرلے وہ مومن ہے، جو عملاً مطیع و فرمانبردار بن جائے وہ مسلم و قانت اور عابد ہے، جو خدا ترسی کا رویہ اختیار کرے وہ متقی ہے جو نیکیوں کی طرف سبقت کرنے لگے وہ محسن ہے اور اس سے مزید ایک قدم آگے بڑھ کر جو اس تذکیرو تعلیم کے ذریعے سے بندگان الٰہی کی اصلاح کے لیے اور کفر و فسق کی جگہ اللہ کی اطاعت کا نظام قائم کرنے کے لیے کام کرنے لگے تبلیغ دین کے کام میں لگ جائے اسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا مددگار قرار دیا ہے۔

Marfat.com

انجیل اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن حکیم میں اس کتاب کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی انجیل کہا گیا ہے قرآن مجید میں انجیل کی جو تعریف ملتی ہے اس سے وہ کتاب اور تعلیم مراد ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ وہ تمام کتب نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لوگوں نے ان کی طرف منسوب کرتے ہوئے تالیف کیں' ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات واقوال کو صحیح یا غلط طور پر جمع کر دیا گیا ہے جسے عیسائی متی مرقس' لوقا اور یوحنا کی اناجیل کہتے ہیں یہ وہ انجیل ہرگز نہیں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ امام قرطبیؒ نے اپنی کتاب ''الاعلام'' میں اس کی تصریح کی ہے جس کی تائید امام رازیؒ نے بھی کی ہے۔ ''اس ابتری کے زمانے میں اصل انجیل جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی وہ تو ضائع ہوگئی۔ اس میں سے صرف چند ایک حصے ہی باقی ہیں۔ ان ہی کی روشنی میں ان پر حجت تمام کی جاسکتی ہے۔''

قرآن مجید میں جو لفظ ''انجیل'' کا استعمال ہوا ہے اس کے بارے میں صدر اسلام کے بزرگوں کا جو تصور ہے اس کی وضاحت قتادہ بن جعفر اور ابن حمید ایسے تابعین رحم اللہ کے اقوال سے ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انجیل سے وہ کتابِ الٰہی واحکام مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بذریعہ وحی نازل ہوئے۔ (ابن جریر)

علامہ رحمت اللہ کیرانویؒ نے تصریح کی ہے کہ قرآن مجید میں انجیل سے مراد وہ اصل کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کی گئی تھی یہ عہد نامہ جدید انجیلِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہے۔

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں کہ چوتھی صدی عیسوی میں متعدد اناجیل موجود تھیں جن میں سے چار انجیلیں منتخب کر کے موجودہ عہد نامے میں شامل کر لی گئی ہیں ان کتابوں کو ہم انجیل نہیں کہہ سکتے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہر جگہ صیغہ واحد میں کیا گیا ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ (تفسیر المنار)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب انجیل دراصل ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق تورات کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے جیسا کہ سورۃ المائدہ میں ارشاد ربانی ہوا ہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات

Marfat.com

کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لیے۔ (المائدہ۔ ۴۶)

انجیل اور تورات کے نئے عہدنامے اور پرانے عہدنامے کا باہم کیا تعلق ہے؟ یہودی نقطہ نگاہ سے تو عہدنامہ جدید کوئی الہامی اور دینی کتاب ہے ہی نہیں' نہ ہی وہ اس کے تقدس کو تسلیم کرتے ہیں۔ جبکہ مسیحی دونوں کتابوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾

ترجمہ:۔ جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب (قرآن مجید) کو نازل فرمایا ہے کہ جو اپنے سے پہلے کی (کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے' اسی نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا۔ (آل عمران۔ ۳)

عام طور پر لوگ تورات سے مراد بائبل کے پرانے عہدنامے کی ابتدائی پانچ کتابیں' اور انجیل سے مراد نئے عہدنامے کی چار مشہور انجیلیں لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ الجھن اور مسئلہ درپیش رہتا ہے کہ فی الواقع کیا یہ کتابیں کلام الٰہی ہیں؟ اور کیا واقعی قرآنِ کریم ان سب باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو ان میں لکھی ہوئی ہیں؟ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ تورات بائبل کی ابتدائی پانچ کتابوں کا نام نہیں ہے (گو کہ اہل کلیسا ایسا ہی کہتے اور سمجھتے ہیں) بلکہ تورات ان کتابوں میں تحریف شدہ درج ہے۔ ایسے ہی انجیل بھی نئے عہدنامے کی چار کتابیں نہیں ہے بلکہ وہ بھی کسی قدر ہی ان میں پائی جاتی ہے۔

دراصل تورات سے مراد وہ احکام الٰہی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے لے کر ان کی وفات تک تقریباً چالیس برس میں ان پر نازل ہوئے۔ ان میں سے دس احکام الٰہی تو وہ تھے جو براہ راست اللہ تبارک وتعالیٰ نے پتھر کی تختیوں (الواح) پر لکھ کر انہیں عطا فرمائے تھے۔ باقی احکام ان پر بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے جنہیں انہوں نے لکھوا کر اس کی بارہ نقلیں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کو دے دی تھیں اور ایک نقل ''بنی لاوی'' کے حوالے کی تھی تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ اسی کتاب کا نام تورات تھا جو ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے بیت المقدس کی پہلی تباہی تک محفوظ رہی تھی۔ اس کی ایک نقل جو بنی لاوی کے حوالے کی گئی تھی پتھر کی لوحوں سمیت عہد کے صندوق (تابوت سکینہ) میں رکھ دی گئی تھی' بنی اسرائیل کے لوگ اس کو ''تورات'' ہی کے نام سے جانتے تھے۔

اپنی مذہبی کتاب تورات سے ان کی غفلت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ جب یہودیہ کے بادشاہ ''یوسیاہ'' کے عہد میں ہیکل سلیمانی کی از سرِ نو تعمیر کا مرحلہ شروع کیا گیا تو اس کی مرمت کے دوران

Marfat.com

اتفاق سے ہیکل کے سجادہ نشین اور قوم کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور سردار کاہن خلقیاہ کو ایک جگہ وہ صندوق جس میں تورات محفوظ رکھی گئی تھی مل گیا۔ سردار کاہن ہونے کے باوجود خلقیاہ نے تورات کو ایک عجوبے کی مانند دیکھا اور عجیب وغریب چیز کے بطور اسے شاہی منشی کے حوالے کر دیا جس نے تورات کے اس نسخے کو لے جا کر بادشاہ کے سامنے اس طرح پیش کیا جیسے کوئی عجیب انکشاف ہوا ہو۔ (ملاحظہ ہو کتاب سلاطین دوم باب ۲۲ آیات ۸ تا ۱۳)

جب بخت نصر نے یروشلم فتح کیا اور ہیکل سمیت شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو بنی اسرائیل نے تورات کے وہ اصل نسخے جو ان کے یہاں بہت تھوڑی تعداد میں بچے کھچے لوگوں کے پاس تھے وہ بھی گم کر دیے۔ پھر جب عزرا کاہن (حضرت عزیر) کے زمانے میں جب بنی اسرائیل کے کچھ لوگ بابل کی قید سے واپس یروشلم آئے اور پھر دوبارہ بیت المقدس تعمیر ہوا تو عزرا نے اپنی قوم کے چند دوسرے بزرگوں کی مدد سے بنی اسرائیل کی پوری تاریخ مرتب کی جو اب موجودہ بائبل کی سترہ (۱۷) ابتدائی کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس تاریخ کے چار ابواب یعنی خروج، احبار، گنتی اور استثناء، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر مشتمل ہیں اور اس سیرت میں ہی تاریخ نزول کی ترتیب کے مطابق تورات کی وہ آیات بھی حسب موقع درج کر دی گئی ہیں جو عزرا اور ان کے مددگاروں کو دستیاب ہو سکیں۔ اس لیے بھی یہ کہا جاتا ہے کہ دراصل تورات تو ان منتشر اجزا کا نام ہے جو سیرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر بکھرے ہوئے ہیں۔ پڑھنے والے انہیں صرف علامات سے ہی پہچان سکتے ہیں۔ ان تاریخی بیانوں کے درمیان جہاں کہیں بائبل کا مولف یا سیرت نگار موسوی یہ لکھتا ہے کہ ''خدا نے موسیٰ'' سے فرمایا یا موسیٰؑ سے کہا کہ خداوند تیرا خدا یہ کہتا ہے تو وہاں سے تورات کا ایک جز شروع ہوتا ہے اور جہاں سے سیرت شروع ہو جاتی ہے وہیں وہ جز ختم ہو جاتا ہے۔ اور جہاں جہاں بائبل کے مصنف نے تشریح وتفسیر کی ہے وہاں تمیز کرنا سخت مشکل ہوتا ہے کیونکہ تفسیری وتشریحی اضافے ملحق کر دیے گئے ہیں۔

قرآن کریم ان ہی منتشر اجزا کو ''تورات'' کہتا ہے اور ان کی ہی تصدیق بھی کرتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب ان منتشر اجزا کو جمع کر کے قرآن کریم سے موازنہ کیا جاتا ہے تو بجز اس کے کہ بعض مقامات پر جزوی احکام میں اختلاف ہے ورنہ اصولی تعلیمات میں دونوں کتب قرآن کریم اور تورات میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ اس ساری تحریف اور تبدیلی کے باوجود جب قرآن حکیم کا کوئی ناظر توجہ سے جب ان اجزائے منتشر کو پڑھتا ہے جو تورات کے حصہ بائبل میں پائے جاتے ہیں تو وہ محسوس کرتا ہے کہ دونوں ہی چشمے ایک ہی منبع سے جاری ہوئے ہیں۔

انجیل تو دراصل ان الہامی خطبات اور اقوال کا نام ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی زندگی کے آخری ڈھائی تین برسوں میں بحیثیت نبی ارشاد فرمائے تھے۔ وہ کلمات ان کی زندگی میں لکھے گئے اور مرتب کیے گئے تھے یا نہیں کیے گئے تھے اس سے متعلق کوئی ایسا ذریعہ موجود نہیں ہے کہ ان

Marfat.com

کی تصدیق کر سکے لیکن گمان غالب ہے کہ ان کے معتقدین اور پیروکاروں' حواریوں نے کچھ ازخو دلکھ لیے ہوں گے اور کچھ کو زبانی یاد ہوں گے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ ایک طویل مدت بعد ہی جب ان کی سیرت پر لکھا گیا تو ہی جمع کیے گئے وہ تمام ارشادات وخطبات مصنفین تک زبانی رویات اور کسی قدر تحریری یادداشتوں کی شکل میں ہی پہنچے تھے۔ آج موجودہ انجیل کے نام سے جو اناجیل یعنی متی کی انجیل، مرقس کی انجیل' لوقا کی انجیل اور یوحنا کی انجیل یہ وہ انجیل نہیں ہیں جس کا قرآن حکیم میں ذکر آیا ہے۔

ایک اور قابل غور فکر بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں اپنے پیروکاروں کا نام کبھی بھی "عیسائی" یا "مسیحی" نہیں رکھا یا کہا تھا' کیونکہ نہ تو وہ کسی نئے مذہب کو لانے والے تھے اور نہ ہی کسی نئے مذہب کے داعی تھے۔ ان کی دعوتِ حق تو اسی دین حق کو تازہ کرنے کے لیے تھی جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ اسی لیے انہوں نے نہ تو عام بنی اسرائیل اور پیروان شریعت موسوی سے الگ کوئی جماعت بنائی اور نہ اس کا کوئی مستقل نام ہی رکھا۔ ان کے ابتدائی پیروکار خود بھی نہ اپنے آپ کو اسرائیلی ملت سے الگ سمجھتے تھے نہ ہی وہ کوئی مستقل گروہ بن کر رہے تھے اور نہ ہی انہوں نے کوئی امتیازی نام ونشان اختیار کیا تھا۔ وہ لوگ عام یہودیوں کے ساتھ ہی بیت المقدس کے ہیکل میں ہی عبادت کیا کرتے تھے' اور اپنے آپ کو موسوی شریعت کا پابند سمجھتے تھے۔

اس سلسلے میں بائبل کی کتاب اعمال کا باب ۳ آیت ا' باب ۱۰ آیت ۱۴۔ باب ۱۵ کی آیت ا۔ باب ۲۱ کی آیت ۲۱۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کو مسیحی کے موجودہ یعنی (Christian) کے نام سے پہلی مرتبہ ۴۳ء یا ۴۴ء میں انطاکیہ کے مشرک باشندوں نے پکارا تھا۔ جب سینٹ پال اور برنباس نے وہاں جا کر اپنے مذہب کی تبلیغ عام کی (کتاب اعمال باب ۱۱ آیت ۲۶) یہ نام دراصل طنز وتمسخر کے طور پر انطاکیہ والوں نے اپنے مخالفین کو دیا تھا جبکہ خود حضرت عیسیٰ کے پیروکار اس کو کسی طرح قبول کرنے کو تیار نہیں تھے لیکن جب ان کے دشمنوں نے انہیں اسی نام سے پکارنا جاری رکھا تو ان کے اکابرین نے اپنی قوم اور مذہب کے ماننے والوں کو یہ سمجھایا کہ تمہیں یہ لوگ اس طرح مسیح کی طرف نسبت دے رہے ہیں تو تمہیں اس پر شرمانا نہیں چاہیے یہ بات پطرس کے پہلے عام خط میں اس طرح کہی گئی ہے۔ (۱۶) لیکن اگر مسیحی ہونے کے باعث کوئی شخص دکھ پائے تو شرمائے نہیں بلکہ اس نام کے سبب خدا کی تمجید کرے۔ (ا۔ پطرس باب ۴۔ آیت ۱۶) پھر آہستہ آہستہ لوگ اس کے عادی ہوتے چلے گئے اور خود کو اسی نام مسیحی سے موسوم کرنے لگے جبکہ ان کے دشمنوں نے تو طنزاً اس نام سے موسوم کیا تھا۔

قرآن حکیم میں اسی لیے مسیح علیہ السلام کو ماننے والوں کو مسیحی یا عیسائی کے نام سے یاد نہیں کیا گیا بلکہ انہیں تو یہ یاد دلایا گیا ہے کہ تم دراصل ان لوگوں کے ماننے والے ہو جنہیں عیسیٰ ابن مریم نے

Marfat.com

پکارا تھا۔ ''کون ہے جو اللہ کی راہ میں میری مدد کرے'' تو انہوں نے جواب دیا تھا۔ ''نحن انصار اللہ'' ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ نصاریٰ کا لفظ انصار سے ہی نکلا ہے اور قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو اسی لیے نصاریٰ یعنی اللہ کے کام کے مددگار کے طور پر پکارا ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نصاریٰ کا لفظ ''ناصرہ'' سے ماخوذ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وطنِ عزیز تھا، قطعی غلط ہے۔ اس لفظ کا اصل مآخذ ''نصرت'' ہے۔

قبل اس کے کہ ''انجیل برنباس'' سے نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتیں نقل کریں بہتر محسوس ہوتا ہے کہ اس کا مختصراً تعارف کرا دیا جائے۔ تاکہ اس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو سکے اور یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ کلیسائی ''انجیل برنباس'' سے اتنے شدید ناراض کیوں ہیں۔ مسیحی ادب ولٹریچر میں جہاں کہیں انجیل برنباس کا ذکر آتا ہے اسے یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے کہ یہ ایک جعلی انجیل ہے جسے کسی مسلمان نے تصنیف کر کے برناباس کی طرف منسوب کر دیا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

جارج سیل کے انگریزی مقدمہ قرآن کریم سے پہلے تک مسلمانوں کو یہ بالکل علم نہیں تھا کہ انجیل برناباس یا اور دیگر جعلی انجیلیں بھی ہیں۔ مسلمانوں کے جید اور مستند علمائے کرام جن میں سرفہرست علامہ طبریؒ، یعقوبیؒ، مسعودیؒ، البیرونیؒ، ابن حزم اور دیگر مصنفین جو مسلمانوں میں مسیحی ادب ولٹریچر پر وسیع اطلاع وعلم رکھنے والے مانے جاتے تھے۔ ان میں سے کسی کے ہاں بھی مسیحی مذہب پر بحث کرتے ہوئے انجیل برناباس کی طرف معمولی سا اشارہ تک نہیں ملتا۔ دنیائے اسلام کے کتب خانوں میں جو کتابیں پائی جاتی ہیں ان کی بہترین فہرستیں علامہ ابن ندیم کی ''الفہرست'' ہے دوسری حاجی خلیفہ کی ''کشف الظنون'' ہے وہ بھی انجیل برناباس کے ذکر سے خالی ہے۔ مستند حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ انیسویں صدی سے پہلے کسی مسلمان عالم نے انجیل برناباس کا نام تک نہیں لیا ہے۔

تیسری اور سب سے اہم اور بڑی دلیل تو یہ ہے کہ اس بات کے جھوٹ ہونے کی کہ انجیل برناباس کسی مسلمان مصنف کی لکھی ہوئی ہے کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے بھی تقریباً پچھتر (۷۵) برس پہلے جب پوپ گلاسیس اول کے زمانے میں بدعقیدہ اور گمراہ کن یعنی ''Heretieal'' کتابوں کی جو فہرست مرتب کی گئی تھی، اور ایک پاپائی فتوے کے ذریعے جن کتابوں کا پڑھنا ممنوع قرار دے دیا گیا تھا ان میں انجیل برناباس بھی شامل تھی۔ اس وقت تو دنیا میں کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارکہ سے بھی پچھتر برس پہلے ایک جعلی انجیل تیار کر دیتا جبکہ خود عیسائی علماء نے یہ تسلیم کیا ہے کہ شام، مصر، اسپین کے ممالک میں ابتدا میں مسیحی کلیساؤں میں ایک مدت تک انجیل برناباس ہی رائج رہی ہے۔ اسے تو چھٹی صدی عیسوی میں ممنوع ومتروک قرار دیا گیا ہے۔

Marfat.com

اس سے پہلے کہ ہم آگے بڑھیں یہ سمجھ لیں کہ آخر یہ برناباس تھا کون؟ خود بائبل کی کتاب اعمال میں کثرت سے برناباس نامی شخص کا تذکرہ ملتا ہے جو قبرص کے ایک یہودی خاندان سے تعلق رکھتا تھا ۔مسیحیت کی تبلیغ اور پیروان مسیح کی مدد واعانت کے سلسلے میں اس کی خدمت کی بڑی تعریف بھی کی گئی ہے مگر اس میں کہیں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ شخص برناباس کیسے اور کب دین مسیح میں داخل ہوا اور کیسے ابتدائی حواریوں کی جو فہرست تین انجیلوں میں دی گئی ہے اس میں اس کا نام درج نہیں ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انجیل برناباس کا مصنف وہی برناباس ہے یا کوئی اور۔ متی مرقس میں حواریوں Apostles کی جو فہرست دی ہے‘ اس میں اور برناباس کے حواریوں کی فہرست میں صرف دو ناموں میں اختلاف یا فرق ہے ایک نام توما کا ہے‘ جس کی جگہ برناباس نے خود اپنا نام دیا ہے اور دوسرا نام شمعون قنانی کا ہے جس کی جگہ اس نے یہوداہ بن یعقوب کا نام دیا ہے۔ جبکہ لوقا کی انجیل میں یہ دوسرا نام بھی موجود پایا جاتا ہے۔ اس لیے یہ قیاس کرنا درست ہوگا کہ بعد میں کسی وقت کسی مصنف نے اختلاف کے سبب برناباس کا نام حواریوں کی فہرست سے خارج کر کے توما کا نام داخل کر دیا ہوتا کہ کلیسا برناباس کی انجیل سے پیچھا چھڑا سکے۔ اس طرح کی تبدیلی اپنی مذہبی کتب میں کر لینا کلیسائی نظام میں کوئی عیب یا برا کام نہیں ہے جس کے باعث انجیل میں تحریف در تحریف ہوتی چلی گئی ہے۔

برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی شاگردوں یعنی حواریوں میں سے ایک حواری تھا اسی نے حضرت عیسیٰ کے بعد انجیل لکھی جو اس کے نام سے انجیل برناباس کہلائی۔ اس کے بارے میں لوقا کی کتاب اعمال میں یوں ذکر آیا ہے۔ وہ یوسف نامی ایک لاوی تھا جس کا لقب رسولوں نے برناباس یعنی نصیحت والا بیٹا رکھا تھا اور جس کی پیدائش قبرص (کپرس) کی تھی‘ اس کا ایک کھیت تھا جسے اس نے بیچا اور قیمت لا کر رسولوں کے پاؤں پر رکھ دی۔ اسی نے پولس کا تعارف دیگر حواریوں سے کرایا تھا کتاب اعمال سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ پولس اور برناباس کافی عرصے تک ایک ساتھ دور دراز کے سفر میں ساتھ ساتھ رہے اور انہوں نے ایک ساتھ تبلیغ عیسائیت کا فریضہ انجام دیا۔ پھر اچانک ہی دونوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہوا اور سخت تکرار کی بعد برناباس پولس سے علیحدہ ہو کر قبرص چلا گیا وہیں اس کا انتقال ہوا۔

اگر انجیل برناباس کو کوئی شخص بغیر کسی تعصب کے کھلی آنکھوں سے پڑھے اور ساتھ ہی نئے عہدنامے کی چاروں انجیلوں یعنی متی کی انجیل‘ مرقس کی انجیل‘ لوقا کی انجیل‘ یوحنا کی انجیل‘ سے اس انجیل برناباس کا مقابلہ کرے تو وہ یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ان چاروں انجیلوں کے مقابلے میں انجیل برناباس بدرجہا بہتر و برتر ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت و حالات زیادہ بہتر اور تفصیل کے ساتھ عینی مشاہدات کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ جیسے اس انجیل کا لکھنے والا فی الواقع ہی وہاں سب کچھ دیکھ رہا تھا اس نے آنکھوں دیکھا

Marfat.com

کانوں سنا حال نہ صرف لکھا ہے بلکہ وہ خود بھی ان واقعات میں شریک رہا تھا' جبکہ چاروں انجیلوں کی تحریر اس کے مقابلے میں بے ربط غیر مربوط اور حقیقت سے دور معلوم ہوتی ہیں۔ انجیل برناباس میں ان چاروں انجیلوں کے مقابلے میں حالات و واقعات زیادہ موثر مربوط اور موثر طریقے سے بیان ہوئے ہیں جو سمجھ میں بھی آتے ہیں' اس انجیل میں توحید کی تعلیم دی گئی ہے اور شرک کی تردید کی گئی ہے اور صفات باری تعالیٰ بیان کی گئی ہیں اور عبادت کی روح اور اخلاق فاضلہ کے مضامین بڑے ہی پرزور اور موثر انداز سے مدلل و مفصل بیان کیے گئے ہیں۔ انجیل برناباس کا اپنا اسلوب ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے واقعی یہ مضامین ایسے ہی بیان کیے ہوں گے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کی تعلیم و تربیت کس طرح حکیمانہ طریقہ سے فرمائی تھی۔ اس میں کوئی بناوٹ یا جعلی پن نہیں محسوس ہوتا جبکہ عہد نامہ جدید کی چاروں انجیلیں اس کی عشر عشیر بھی نہیں معلوم ہوتی۔

انجیل برناباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی ان کی تعلیمات ٹھیک ٹھیک ایک نبی کی زندگی کی احوال اور تعلیمات کے مطابق نظر آتی ہے۔ اس کتاب میں وہ اپنے آپ کو ایک نبی کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ تمام پچھلے انبیاء علیہ السلام اور کتابوں کی تصدیق کرنے والے اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کہ جن کے سوا معرفت حق کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ وہ اپنی تعلمات کے ذریعے توحید' رسالت اور آخرت کے ٹھیک وہی عقائد پیش کرتے ہیں جن کی تعلیم تمام انبیاء نے دی ہے۔ وہ نماز' روزہ' زکوٰۃ کی تلقین کرتے ہیں۔ ان کی نمازوں کا جو ذکر بکثرت مقامات پر انجیل برناباس میں ملتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یہی فجر' ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور تہجد کے اوقات تھے جن میں وہ نماز پڑھتے تھے' اور ہمیشہ نماز سے پہلے وضو بھی کیا کرتے تھے۔

برناباس نے اپنی انجیل میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبی قرار دیا ہے جبکہ یہودی اور عیسائیوں نے' ان انبیاء علیہم السلام کو انبیاء کی فہرست سے ہی خارج کر رکھا ہے۔ ایسے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برناباس ذبیح اللہ قرار دیتا ہے اور ایک یہودی عالم سے بھی اقرار کراتا ہے کہ واقعی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ تھے جبکہ بنی اسرائیل نے زبردستی حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ بنا رکھا ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے منسوب چاروں انجیلیں کوئی معتبر ذریعہ نہیں ہیں کیونکہ ان سے تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور ان کے احوال و حالات تک درست پتہ نہیں چلتے جبکہ مسیحی کلیسا نے انہیں ہی معتبر و مسلم اناجیل قرار دے رکھا ہے۔ جبکہ ان سب سے زیادہ قابل اعتماد اور قابل فہم انجیل برناباس ہے جس میں نہ صرف حضرت عیسیٰ کے حقیقی حالات و احوال پیش کیے گئے ہیں بلکہ احکام و قوانین بھی درست ہی پیش کیے گئے ہیں اسی لیے شاید مسیحی کلیسا داروں نے غیر قانونی اور مشکوک الصحت قرار دے کر متروک ہی

Marfat.com

کردیا ہے۔حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا کہنا ہے کہ مجھے آکسفورڈ سے شائع ہونے والی انجیل برناباس کے انگریزی ترجے کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے میں نے اسے لفظ بہ لفظ پڑھا ہے۔میرا احساس ہے کہ انجیل برناباس ایک بہت بڑی نعمت ہے جس سے عیسائیوں نے محض اپنے تعصب اور ضد کی بنا پر اپنے آپ کو محروم کررکھا ہے۔(تفہیم القرآن۔تشریح سورۃ الصف۔)

انجیل برناباس اس لیے غیر مسند کتابوں میں شامل کی گئی کہ وہ مسیحیت کے اس عقیدے کے سراسر خلاف ہے جو سینٹ پال نامی شخص نے اس جماعت میں داخل ہوکر رومیوں' یونانیوں اور دوسرے غیر یہودیوں غیر اسرائیلیوں کو نئے دین میں داخل کرنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کے لائے ہوئے دین سے اختلاف کرتے ہوئے دین کی بنیاد ہی کو بدل ڈالا تھا اور ایک نیا ہی دین بنا ڈالا۔سینٹ پال نامی شخص کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہ تو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحبت پائی نہ ہی ان پر کبھی ایمان لایا بلکہ ان کے زمانے میں تو وہ ان کا سخت ترین مخالف تھا اور ان کے بعد بھی کئی برسوں تک حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں کا سخت دشمن بنا رہا۔یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے اقوال کی سند پیش کرنے کے بجائے اپنے کشف والہام کا ذکر کر کے اپنے نئے دین کی تشکیل کرنے لگا اس کا مطمع نظر یہ تھا کہ دین ایسا ہونا چاہیے کہ جیسے کھانے پینے میں حرام وحلال کی ساری قیود ختم کردیں' ختنہ کا حکم ہی منسوخ کردیا جو غیر یہودی دنیا کو خاص طور پر سخت ناگوار لگتا تھا۔اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ان کے ابن خدا ہونے اور صلیب پر جان دے کر اولادِ آدم کے پیدائشی گناہ کا کفارہ بن جانے کا عقیدہ تصنیف کر ڈالا غرض سینٹ پال نے وہ دین جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے کو مسخ کر ڈالا جس کے باعث غیر اسرائیلی یعنی غیر یہودی وغیر عیسائی لوگوں کی اکثریت اس نئے دین میں شامل ہوتی چلی گئی اور مسیحیت اپنے ابتدائی دور میں ہی کچھ سے کچھ بن کر رہ گئی۔اس بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ انجیل برناباس درحقیقت اناجیل اربعہ سے زیادہ معتبر ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور سیرت واقوال کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔یہ تمام عیسائی قوم اور پوری نسل بنی اسرائیل کی انتہائی بدقسمتی ہے کہ انہوں نے انجیل برناباس کے ذریعے اپنے عقائد کو درست کرنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات کو جاننے سمجھنے کا جو موقع اللہ تعالیٰ نے انہیں مہیا کیا اسے محض اپنی ضد اور شیطانی وسواس کی بنا پر کھودیا اور سینٹ پال جو خود بھی شیطانی چنگل میں پھنسا ہوا اس کا ہرکارہ تھا کے پیچھے لگ کر اپنا مذہب اپنی دنیا و آخرت کا مہنگا ترین سودا کرلیا اور اپنی آخرت کی نجات کا موقع کھودیا ہے۔

اس ساری بحث کے بعد ہم پورے اطمینان کے ساتھ انجیل برناباس کی وہ بشارتیں نقل کررہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں برناباس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہیں۔ان بشارتوں میں کہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کا نام لیتے ہیں، اور کہیں رسول اللہ کہتے ہیں اور کہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ''مسیح'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کہیں وہ ''قابل تعریف'' کہتے ہیں اور کہیں صاف صاف ایسے فقرے ارشاد فرماتے ہیں جو بالکل ہی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے ہم معنی ہیں۔ جو انجیل برناباس میں جگہ جگہ مختلف پیرایوں میں سیاق وسباق میں آئے ہیں۔

انجیل برناباس کے وہ اقتباسات جن میں نبی آخر الزماں حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق بشارتیں دی گئی ہیں۔

1۔(۲۱) تمام انبیاء نے جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار (تک پہنچی) ہے جن کو کہ اللہ نے دنیا میں بھیجا۔ انہوں نے ابہام کے ساتھ باتیں کی ہیں۔(۲۲) لیکن عنقریب میرے بعد تمام نبیوں اور پاک آدمیوں کی روشنی میں آئے گا تب وہ تمام نبیوں کے اقوال کی تاریکی پر نور چمکائے گا۔(۲۳) کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے۔(انجیل برناباس باب ۱۷ آیات ۲۱ تا ۲۳)

2۔(۱۳) پھر اللہ نے اپنی (طرف سے) انسان کو جان عطا کی اور اس وقت سب فرشتے یہ راگ گاتے تھے ''بزرگ ہے تیرا پاک نام'' (۱۴) پس جب کہ آدمؑ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان پر ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' (۱۵) تب آدمؑ نے منہ کھولا اور کہا۔ ''میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے پروردگار، اللہ کیونکہ تو نے مہربانی کی پس مجھ کو پیدا کیا۔(۱۶) لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں ''محمد رسول اللہ'' (۱۷) تب اللہ نے جواب دیا مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدمؑ (۱۸)۔ اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا۔(۱۹)۔ اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو اس وقت کے بہت سے سال بعد دنیا میں آئے گا۔(۲۰)۔ اور وہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لیے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔(۲۱)۔ وہ رسول کہ جب آئے گا، دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔(۲۲)۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔(۲۳)۔ پس آدمؑ نے بمنت یہ کہا کہ! اے پروردگار! یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔(۲۴) تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا فرمائی۔ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لا الہ الا اللہ (۲۵)۔ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر محمد رسول اللہ۔(۲۶)۔ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا۔(انجیل برناباس باب ۳۹ آیات ۱۳ تا ۲۶)

3۔(۱۰)۔ (غریبوں اور لاویوں) انہوں نے کہا اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا (الیاس) نہ کوئی اور نبی، تو پھر کیوں نئی تعلیم کی بشارت دیتا ہے (منادی کرتا ہے) اور اپنے آپ کو مسّیا سے بہت بڑھ کر شاندار بتاتا ہے۔(۱۱) یسوع نے جواب دیا! تحقیق خدا کی نشانیاں (معجزے) جو اللہ میرے ہاتھ

Marfat.com

سے نمایاں کرتا ہے۔ وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو اللہ کا ارادہ ہوتا ہے۔ (۱۲) اور میں اپنے آپ کو اس کے مانند (مسیح) شمار نہیں کرتا، جس کی نسبت تم کر رہے ہو۔ (۱۳) کیونکہ میں تو اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول اللہ کے جوتے کے بند یا موزے کے تسمے کھولوں جن کو تم مسّیا کہتے ہو۔ (۱۴) وہ جو کہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا۔ (۱۵) اور وہ بہت جلد کلامِ حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہیں ہوگی۔ (انجیل برناباس۔ باب ۴۲۔ آیات ۱۰ تا ۱۵)

تقریباً یہی بات یوحنا کی انجیل میں بھی تھوڑی تبدیلی کے ساتھ استعمال ہوئی ہے جو یوں ہیں۔

(۱۹)۔ اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ (۲۰) تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ (۲۱)۔ انہوں اس سے نے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ (۲۲) پس انہوں نے اس سے پھر کہا پھر تو ہے کون؟ تا کہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ (۲۳) اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سدھا کرو۔ (۲۴) یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ (۲۵) انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے۔ (۲۶) یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے۔ (۲۷) یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں۔ (انجیل یوحنا باب اول آیات ۱۹ تا ۲۷) (ان آیات کا ذکر تفہیم القرآن میں سورۃ الصف کی تشریح میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی کیا ہے۔)

انجیل برناباس اور انجیل یوحنا کے یہ الفاظ جو ان آیات میں آئے ہیں صریح دلالت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے لوگ حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے علاوہ ایک اور نبی کے بھی منتظر تھے اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نہیں تھے جنہیں وہ یوحنا کہہ کر پکارتے ہیں۔ ''اُس نبی'' کی آمد کا عقیدہ بنی اسرائیل کے ہاں اس قدر مشہور و معروف تھا کہ ''وہ نبی'' کہہ دینا گویا اس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا، یہ کہنے کی قطعی ضرورت بھی نہیں ہوئی تھی کہ ''جس کی خبر تورات میں دی گئی ہے'' اس سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ جس نبی کی طرف وہ اشارہ کر رہے تھے ان کا آنا قطعی طور پر ثابت تھا کیونکہ جب کاہنوں اور لاویوں نے حضرت یحییٰ (یوحنا) سے سوالات کیے تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے تم کس نبی کے متعلق پوچھ رہے ہو بلکہ انہوں نے ان آنے والے نبی سے اپنی عقیدت اور ان کے احترام کے لیے یہ کہا کہ میرے بعد آنے والا اتنا اہم اتنا محترم اور اعلیٰ مقام ہوگا کہ میں ان کی جوتی

Marfat.com

کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق خود کو نہیں سمجھتا۔

ایک اور جگہ انجیل برناباس میں یسوع اپنے شاگردوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔

4۔(۱۲) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے تو وہ فقط ایک ہی قوم کے لیے اللہ کی رحمت کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے۔(۱۳) اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس کی قوم سے آگے نہیں بڑھا۔(کہیں اور نہیں پھیلا) جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔(۱۴) لیکن رسول اللہ جب آئے گا تو اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو کہ اس کے ہاتھ کی انگشتر (مہر) کی مانند ہے۔(۱۵) پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لیے نجات اور رحمت لائے گا جو کہ اس کی تعلیم کو قبول کریں گی۔(۱۶) اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا۔(۱۷)۔اور بتوں کی عبادت کو مٹا دے گا کہ شیطان ذلیل وخوار ہوگا۔(انجیل برناباس باب ۴۳ آیات ۱۲ تا ۱۷) اس کے بعد اسی باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک طویل مکالمے کے ذریعے اپنے شاگردوں کو بتاتے ہیں کہ وہ نبی بنی اسماعیل سے ہوگا۔

5۔انجیل برناباس کے باب ۴۴ میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام اپنے شاگردوں کی تعلیم فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱۹)۔اور اسی لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ بے شک ''رسول اللہ'' ایک روشنی ہے جو تقریباً تمام مخلوقات باری کو مسرور کرے گا۔(۲۰) کیونکہ وہ فہم اور مشورت کی روح سے آراستہ ہے۔(۲۱) حکمت وقوت کی روح سے (۲۲) خوف اور محبت کی روح سے (۲۳) بینش اور اعتدال کی روح سے۔(۲۴)(وہ) محبت اور رحمت کی روح سے آراستہ ہے۔(۲۵) عدل اور تقویٰ کی روح سے۔(۲۶) الطف اور صبر کی روح سے' ایسی روحیں کہ منجملہ ان کے اس رسول نے اللہ سے سہ چند حصہ اس کا پالیا ہے جو اللہ نے اپنی تمام مخلوقات کو عطا کی ہے۔(۲۷) وہ کیسا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ (رسول) دنیا میں آئے گا۔(۲۸) تم مجھے سچا مانو میں نے ہر آئینہ میں اس کو دیکھا ہے اور اس کے سامنے عزت وحرمت کو پیش کیا (اس کی تعظیم کی) ہے جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس کو دیکھا ہے۔(۲۹) کیونکہ اللہ ان نبیوں کو اس (رسول) کی روح بطور پیش گوئی کے عطا کرتا ہے۔(۳۰) اور جب میں نے اس کو دیکھا' میں تسلی سے پھر کر کہنے لگا اے محمد اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں۔(۳۱) کیونکہ اگر میں یہ (شرف) حاصل کرلوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا۔(۳۲) اور جب کہ یسوع نے اس بات کو کہا تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔(انجیل برناباس باب ۴۴۔آیات ۱۹ تا ۳۲)

برناباس کی انجیل ہی وہ واحد انجیل ہے جس میں ایک مکمل باب نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ جو قرآن اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب بھی ہے۔

Marfat.com

نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے ایک سال قبل معراج سے سرفراز فرمایا گیا تھا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ۵۷۵ برس پہلے پیدا ہوئے تھے اور جب انہیں حکم الٰہی سے آسمان پر اٹھالیا گیا تو ان کی عمر صرف ۳۳ برس کی تھی انہوں نے اپنی بعثت کے بعد دوران نبوت اپنے شاگردوں کے مجموعے میں نبی کریم کی معراج کو بیان کر دیا تھا گو کہ یہ تفصیل انجیل برناباس میں تو ہے لیکن صد افسوس کہ عیسائی مذہب کی کتاب مقدس یعنی بائبل کی کسی بھی کتاب مین معراجِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تک نہیں ہے۔ انجیل برناباس واقعہ معراج سے تقریباً پونے چھ سو سال قبل لکھی جا چکی تھی۔ برناباس اپنی انجیل کے باب ۵۵ میں یوں لکھتے ہیں۔

6۔(۱) اور رسول اللہ ان تمام نبیوں کو جمع کرنے جائے گا جن سے وہ یہ خواہش کرے گا کہ وہ اس کے ساتھ چلیں تا کہ اللہ کی جناب میں مومنوں کے لیے منت کریں۔(۲) پر ہر ایک خوف کی وجہ سے عذر کرے گا۔(۳) اور قسم ہے اللہ کی زندگانی کی کہ بے شک میں بھی وہاں نہ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں جو کچھ کہ جانتا ہوں۔(۴) اور جس وقت کہ اللہ اس بات کو دیکھے گا وہ اپنے رسول کو یاد دلائے گا کہ کیوں کر اس نے سب چیزوں کو اس کی محبت کے لیے پیدا کیا ہے۔(۵) تب اس (رسول) کا خوف جاتا رہے گا اور وہ محبت اور ادب کے ساتھ عرش کی طرف بڑھے گا اور فرشتے گاتے ہوں گے' برکت والا ہے تیرا اقدس نام اے اللہ ہمارے معبود۔(۶) اور جب وہ عرش کے نزدیک آ پہنچے گا۔ اللہ اپنے رسول کے لیے یوں پردہ کھول دے گا جیسے کہ ہر ایک دوست اپنے دوست کے لیے ملاقات پر لمبی مدت گزارنے کے بعد دروازہ (کھول دیتا ہے)۔(۷) اور رسول اللہ پہلے بات چیت کی ابتدا کر کے کہے گا! میں تیری عبادت اور تجھ سے محبت کرتا ہوں اے میرے معبود۔(۸) اور اپنے تمام دل اور جان سے تیرا شکر کرتا ہوں۔(۹) کیونکہ تو نے ارادہ کیا۔ پس مجھ کو پیدا کیا تا کہ میں تیرا بندہ بنوں۔(۱۰)۔ اور تو نے ہر چیز کو میری محبت کے سبب پیدا کیا تا کہ میں ہر چیز کی وجہ سے ہر چیز کے اندر اور ہر چیز سے بڑھ کر تجھ سے محبت کروں۔(۱۱)۔ پس چاہیے کہ اے میرے معبود تیری تمام مخلوقات تیری حمد کرے۔(۱۲) اس وقت تمام اللہ کی مخلوقات کہے گی!''اے رب ہم تیرا شکر کرتے ہیں برکت والا ہے تیرا اقدس نام۔(۱۳) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ شیطان اور شیطان کے ساتھ نکالے گئے سب اس وقت یہاں تک روئیں گے کہ ان میں سے ایک ایک کی آنکھ سے اردن کے پانی سے زیادہ پانی جاری ہوگا۔(۱۴) اور اللہ اپنے رسول سے یہ کہہ کر کلام کرے گا''خوب آیا تو اے میرے امانت دار بندے''(15) پس تو مانگ تجھ کو ہر چیز ملے گی۔(۱۶) تب رسول اللہ جواب دے گا! اے رب تو یاد کر کہ تو نے جب مجھ کو پیدا کیا' اس وقت کہا تھا کہ بے شک تو نے ارادہ کیا ہے کہ دنیا اور جنت اور فرشتوں اور آدمیوں کو میری محبت میں پیدا کیا ہے تا کہ وہ میرے ساتھ تیری

Marfat.com

بزرگی بیان کریں میں جو کہ تیرا بندہ ہوں۔(۱۷) اسی لیے تیری جناب میں منت کرتا ہوں کہ اے پروردگار' معبود رحیم اور عادل یہ کہ تو اپنا وعدہ اپنے بندے کے ساتھ یاد کر۔(۱۸) تب اللہ ایک ایسے دوست کی مانند جو اپنے دوست سے ہنسی کرتا ہو یہ جواب دے گا اور کہے گا کہ ''کیا تیرے پاس اس بات پر کچھ گواہ ہیں اے میرے دوست ''محمد'' (۱۹) پس وہ ادب کی ساتھ کہے گا!'' بے شک میرے رب!'' (۲۰) تب اللہ کہے گا'' جا اوران کو بلا کر لا اے جبرئیل'' (۲۱) پس جبرئیل رسول اللہ کے پاس آ کر کہے گا! اے سید تیرے گواہ کون کون ہیں؟۔(۲۲) تب رسول اللہ جواب دے گا وہ یہ ہیں۔'' آدم اور ابراہیم اور اسماعیل اور موسیٰ اور داؤد اور یسوع مریم کا بیٹا۔(۲۳) پس فرشتہ جا کر مذکورہ بالا گواہوں کو پکارے گا جو وہاں ڈرتے ڈرتے حاضر ہوں گے۔(۲۴) پھر جب کہ وہ حاضر ہو جائیں گے۔ اللہ ان سے کہے گا!'' کیا تم اس بات کو یاد رکھتے ہو جسے میرے رسول نے ثابت کیا ہے؟'' (۲۵) پس وہ جواب دیں گے۔'' اے پروردگار کیا چیز؟ تب اللہ کہے گا۔'' یہ کہ میں نے سب چیزیں اس کی محبت میں پیدا کی ہیں تا کہ تمام مخلوقات اس کے ساتھ میری حمد کرے۔(۲۶) اس وقت ہر ایک ان میں سے جواب دے گا!'' اے رب! ہمارے پاس تین گواہ ہم سے بڑھ کر معتبر ہیں۔(۲۷) پس اللہ جواب دے گا۔'' وہ تینوں گواہ کون کون ہیں۔(۲۸) تب موسیٰ کہے گا'' پہلا گواہ وہ کتاب ہے جو تو نے مجھے عطا کی ہے۔(۲۹) داؤد کہے گا!'' دوسرا گواہ وہ کتاب ہے جو کہ تو نے مجھے دی۔'' (انجیل برناباس باب ۵۵ آیات ۱ تا ۲۹)

(۷) انجیل برناباس کے باب ۷۲ میں بھی رسول اللہ کا ذکر آیا ہے۔ یوں تو پوری انجیل برناباس ہی قرآنی احکام آیات سے خاصی قریب تر محسوس ہوتی ہے لیکن اس کا انداز اس کا اسلوب وہ نہیں جو قرآن حکیم کا ہے۔ کلام الٰہی تو کلام الٰہی ہی ہے جبکہ انجیل برناباس میں قرآنی احکام کی کسی قدر مماثلت محسوس ہوتی ہے یقیناً یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بائبل کے عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے مقابلے میں انجیل برناباس زیادہ معتبر معلوم ہوتی ہے شاید اہل کلیسا نے اس وجہ سے کہ اس میں جگہ جگہ بلکہ بار بار رسول کریم کے بابت بشارتیں ہی بشارتیں دی گئی ہیں اور احکام الٰہی کو واضح کیا گیا اس انجیل کو نہ صرف غیر معتبر غیر مستند بنا کر متروک قرار دیا ہے بلکہ واقعی متروک بھی کر دیا گیا ہے۔

تفہیم القرآن کی جلد نمبر ۵ صفحہ ۴۷۳ میں سورۃ الصف کی آیت ۶ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا ابو اعلیٰ مودی نے انجیل برناباس کے باب ۷۲ کا ترجمہ اختصار کے ساتھ اس طرح کیا ہے۔(۷) (میرے جانے کے بعد) تمہارا دل پریشان نہ ہو۔(۸) نہ تم خوف کرو۔(۹) کیونکہ میں نے تم کو پیدا نہیں کیا ہے' وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔(۱۰) رہا میں' تو اس وقت میں دنیا میں راستہ تیار کرنے آیا ہوں جو دنیا کے لیے نجات لے کر آئے گا۔(۱۱)......(۱۲) اندریاس نے کہا' استاد ہمیں اس کی نشانی بتا دے تا کہ ہم اسے پہچان لیں۔(۱۳) یسوع نے جواب دیا وہ تمہارے

Marfat.com

زمانے میں نہیں آئے گا بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں کے بعد آئے گا جبکہ میری انجیل ایسی مسخ ہو چکی ہوگی کہ مشکل سے کوئی تیس مومن بھی نہیں پائے جائیں گے۔(۱۴)اس وقت اللہ دنیا پر رحم فرمائے گا اور اپنے رسول کو بھیجے گا جس کے سر پر سفید بادل کا سایہ ہوگا جس سے وہ اللہ کا برگزیدہ جانا جائے گا اور اس کے ذریعے سے اللہ کی معرفت دنیا کو حاصل ہوگی۔(۱۵)اور وہ (رسول) بدکاروں (کفر کرنے والوں) پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا اور بت پرستی کو زمین سے مٹا دے گا۔(۱۶)اور میں اس بات کو راز کی طرح کہتا ہوں کیونکہ اسی (رسول) کے ذریعے سے اس کا اعلان ہوگا اور اللہ کی بڑائی کی جائے گی اور میری صداقت دنیا کو معلوم ہوگی۔(۱۷)اور وہ عنقریب وہ (رسول) ان لوگوں سے انتقام لے گا جو کہتے ہیں کہ میں انسان سے بڑھ کر ہوں۔(۱۸)......(۱۹)......(۲۰)......(۲۱)......(۲۲)اور وہ ایک ایسے حق کے ساتھ آئے گا جو تمام انبیاء کی لائے ہوئے (حق) سے زیادہ واضح ہوگی۔(انجیل برناباس باب ۷۲ آیات ۷ تا ۲۲)

انجیل برناباس کے باب ۸۲ میں اس طرح نبی کریم کے بارے میں بشارت دی گئی ہے۔

(۶)اللہ کا عہد اس کے سوا کچھ نہیں کہ یروشلم میں ہیکل سلیمانی میں لیا گیا تھا نہ کہیں اور (۷) کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب اللہ اپنی رحمت ایک اور شہر میں نازل فرمائے گا پھر ہر جگہ اس کی صحیح عبادت ہو سکے گی' اور اللہ اپنی رحمت سے ہر جگہ حقیقی نماز قبول کرے گا۔(۸) تا......(۱۴)......(۱۵)حق یہ ہے کہ میں بنی اسرائیل کے گھرانے کی طرف نجات کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔(۱۶)لیکن میرے بعد مسیح آئے گا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا' تمام دنیا کے لیے آئے گا' جس کے لیے اللہ نے یہ ساری دنیا پیدا کی ہے۔(۱۷)اس وقت ساری دنیا میں اللہ کی عبادت ہوگی' اور اس کی رحمت نازل ہوگی۔(انجیل برناباس باب ۸۲ آیات ۶ تا ۱۷)

انجیل برناباس کے باب ۹۶ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یوں بشارت سنائی گئی ہے۔

(۸)(یسوع نے سردار کاہن سے کہا)اس اللہ کی جان کی قسم جس کے حضور میری جان حاضر ہے' درحقیقت میں وہ مسیح نہیں ہوں جس کا تمام دنیا کے قبیلے (قومیں) انتظار کر رہی ہیں' جس کا وعدہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہ کہہ کر کیا تھا کہ ''تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی تمام قومیں برکت پائیں گی۔(یہ آیت عہد نامہ قدیم کی کتاب پیدائش کے باب ۲۲ آیت ۱۸ میں بھی آئی ہے۔)(۹)مگر جب اللہ مجھے دنیا سے اٹھا لے گا تو شیطان پھر یہ بغاوت برپا کر دے گا کہ ناپرہیزگار (غیر متقی) لوگ مجھے خداوند اور خدا کا بیٹا مانیں۔(۱۰)اسی وجہ سے میرا کلام اور میری تعلیمات کو مسخ کر دیا جائے گا یہاں تک کہ بمشکل تیس مومن بھی باقی نہیں رہیں گے۔(۱۱)اس وقت اللہ دنیا پر رحم فرمائے گا اور اپنا رسول بھیجے گا جس کے لیے اس نے دنیا کی ساری چیزیں پیدا کی ہیں۔(۱۲)وہ نبی جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کو اور بت

Marfat.com

پرستوں کے ساتھ برباد کردے گا۔(۱۳)اور شیطان سے اس کا اقتدار چھین لے گا جو اس نے انسانوں پر حاصل کرلیا ہے۔(۱۴)وہ اللہ کی رحمت ان لوگوں کے لیے اپنے ساتھ لائے گا جو اس پر ایمان لائے گا۔(۱۵)اور مبارک ہے وہ جو اس کی باتوں کو مانے ایمان لائے (انجیل برناباس باب ۹۶ آیات ۸تا۱۵)

انجیل برناباس کے باب ۹۷ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اس طرح بشارت سنائی گئی ہے۔

(۹) (۱)۔اس کے باوجود کہ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کا بھی مستحق نہیں ہوں' میں نے اللہ کی طرف سے نعمت اور رحمت کے طور پر یہ (رتبہ) حاصل کیا ہے کہ اس کو دیکھوں۔(۵) مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں یہ ہے کہ وہ میرے بارے میں ہر جھوٹے خیال کی نفی کردے گا۔اس کا دین خوب پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے' کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہی وعدہ کیا ہے۔(۶) جو چیز مجھے تسلی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس رسول کے دین کی کوئی حد نہیں' اس لیے کہ اللہ اس کو درست اور محفوظ رکھے گا۔(۷) (سردار کاہن نے پوچھا) کیا رسول اللہ کے آنے کے بعد بھی اور رسول آئیں گے؟ (۸) یسوع نے جواب دیا!''اس کے بعد اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی کوئی نہیں آئیں گے۔(۹) مگر جھوٹے نبیوں کی بڑی بھاری تعداد آئے گی۔یہی بات ہے جو کہ مجھے رنج دیتی ہے' اس لیے کہ شیطان ان کو عادل اللہ کے حکم سے بہکائے گا' پھر وہ میری انجیل کے دعوے کے پردے میں چھپیں گے۔(انجیل برناباس باب ۹۷ آیات۔۱تا۹)

برناباس کی انجیل کے اسی باب میں آگے چل کر سردار کاہن حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال کرتا ہے۔

(۱۳) سردار کاہن نے کہا۔''وہ مسیح کس نام سے پکارا جائے گا' اور وہ کیا نشانیاں ہیں جو اس کی آمد کا اعلان کریں گیں؟ (۱۴) یسوع نے جواب دیا' اس مسیح کا نام (قابل تعریف) عجب ہے اس لیے کہ اللہ نے جس وقت اس کی ذات (روح) کو پیدا کیا اور اسے آسمانی روشنی میں رکھا' اور خود ہی اس کا نام بھی رکھا۔(۱۵) اللہ نے کہا''اے محمدؐ! تو صبر کر اس لیے کہ میں تیرے لیے ہی جنت اور دنیا اور بہت سی مخلوقات کی بڑی بھاری بھیڑ جس کو کہ تجھے بخشوں گا پیدا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں' یہاں تک کہ تجھے جو تبریک دے گا اسے برکت دی جائے گی' اور جو تجھ پر لعنت کرے گا وہ ملعون ہوگا۔(۱۶) اور جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تجھے نجات کے لیے اپنا رسول بناؤں گا اور تیرا کلام سچا ہوگا' یہاں تک کہ زمین وآسمان دونوں کمزور ہو جائیں گے مگر تیرا ایمان کبھی کمزور نہیں ہوگا۔(۱۷) تحقیق اس کا مبارک نام محمد ہے''(انجیل برناباس باب ۹۷ آیات ۱۳تا۱۷)

(۱۰) برناباس نے اپنی انجیل کے باب ۱۱۲ میں ایک جگہ آیت ۱۳ میں اس طرح لکھا ہے۔کہ

Marfat.com

حضرت مسیح علیہ السلام نے اس سے یوں کہا۔ (۱۳) اے برناباس تو معلوم کر کہ اسی وجہ سے مجھ پر (اپنی) حفاظت کرنا واجب ہے کہ عنقریب میرا ہی ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے ٹکڑوں کے عوض بیچ ڈالے گا۔ (۱۴) اور اس بنا پر مجھ کو اس بات کا یقین ہے کہ جو شخص مجھے بیچے گا وہ میرے ہی نام پر قتل کیا جائے گا۔ (یہ شخص یہودہ اسکریوتی تھا) (۱۵) اس لیے اللہ مجھ کو زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا یہاں تک کہ اس کو ہر ایک یہی خیال کرے گا کہ وہ میں ہوں۔ (۱۶) مگر جب مقدس محمد رسول اللہ آئے گا تو وہ میری اس بدنامی کے دھبے کو مجھ سے دور کرے گا۔ (۱۷) اور اللہ ایسا اس لیے کرے گا کہ میں نے مسیح کی حقیقت (صداقت) کا اقرار کیا ہے مسیح مجھے یہ نیک بدلہ دے گا یعنی میں پہچانا جاؤں کہ میں زندہ ہوں اور میں ذلت کی موت مرنے سے آزاد ہوں۔ (باب ۱۱۲ آیات ۱۳ تا ۱۷)

(۱۱) برناباس اپنی انجیل میں لکھتا ہے۔ (۴) اس وقت اندراوس (ایک شاگرد کا نام) نے دریافت کیا کہ حق کو کیونکر پہچانا جاتا ہے؟ (۵) یسوع نے جواب دیا' ہر وہ چیز جو موسیٰ کی کتاب پر پوری اترتی ہے (منطبق) وہ حق ہے پس تم اس کو ہی قبول کرو۔'' (۶) اس لیے کہ جب ایک اللہ حق ہے تو حق بھی ایک ہی ہے۔ (۷) اس لیے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تعلیم بھی ایک ہی ہے اور تعلیم کے معنی بھی ایک ہی ہیں اس حالت میں ایمان بھی ایک ہی ہے۔ (۸) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ موسیٰ کی کتاب حق ہے اگر اس کو مسخ نہ کر دیا جاتا تو اللہ ہمارے باپ دادا کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا۔ (۹) اور اگر داؤد کی کتاب کو نہ بگاڑا جاتا (تحریف نہ کی جاتی) تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا۔ (۱۰) اس لیے کہ پروردگار ہمارا معبود (کسی طرح) بدلنے والا نہیں ہے اور اس نے تمام انسانوں کے لیے ایک ہی پیغام دیا ہے۔ (۱۱) لہٰذا جب اللہ کا رسول آئے گا تو اس لیے آئے گا کہ ان ساری چیزوں کو جنھیں بدکار لوگوں نے میری کتاب میں خراب کر دیا ہے اسے پاک کرے۔ (انجیل برناباس باب ۱۲۴۔ آیات ۴ تا ۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاگرد کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ (۷) یسوع نے جواب دیا' ہر شخص کو خواہ وہ کوئی بھی ہو جہنم میں جانا لازمی ہے۔ (۸) مگر یہ بات کہ اللہ کے نیک و پاک بندے اور نبی وہاں صرف اسے دیکھنے کے لیے جائیں گے کوئی تکلیف برداشت کرنے نہیں جائیں گے۔ (۹) اللہ کے نیک بندے تو خوف کے سوا کوئی اور دکھ نہ سہیں گے۔ (۱۰) اور میں کہتا ہوں اور تم کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ تک وہاں جائیں گے تاکہ اللہ کے عدل کو دیکھیں۔ (۱۱) تب اس وقت دوزخ ان کے آنے سے کانپنے لگے گی۔ (۱۲) اس وجہ سے کہ وہ (رسول اللہ) انسانی جسم رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہر انسانی جسم رکھنے والے پر عذاب کا حکم کر دیا گیا ہے' عذاب اٹھایا جائے گا۔ وہاں رسول اللہ کے ٹھہرنے کی مدت جہنم کو دیکھنے کے لیے بغیر عذاب برداشت کرنے کی ہوگی۔ رسول اللہ وہاں صرف ایک پلک جھپکنے کے وقفہ تک رہیں

Marfat.com

گے۔(۱۳)اور اللہ یہ محض اس لیے کرے گا تاکہ تمام مخلوقات اس بات کو جان لیں کہ اس نے رسول اللہ سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔(۱۴)......(۱۵)......(۱۶)......(۱۷)اور ان برسوں (ستر ہزار برس) کے بعد فرشتہ جبرئیل جہنم میں جائے گا اور انہیں (جہنم میں رہنے والوں کو) یہ کہتے سنے گا' اے محمد' تیرا ہم سے وعدہ کرنا کہاں ہے کہ جو شخص بھی تیرے دین پر ہوگا وہ جہنم میں ابد تک نہیں رہے گا؟(۱۸) تب اس وقت فرشتہ جبرئیل جنت کو واپس جائے گا' اور بہت ادب کے ساتھ رسول اللہ کے قریب آئے گا' جو کچھ سنا (جہنم میں) وہ ان سے بیان کرے گا۔(۱۹) پس اس وقت رسول اللہ کلام کرے گا اور کہے گا! اے میرے پروردگار اور اللہ! تو اپنا یہ وعدہ مجھ اپنے بندے سے یاد کر کہ جو لوگ میرا دین قبول کریں گے' وہ ابد تک جہنم میں نہیں رہیں گے۔(۲۰) تب اللہ جواب دے گا! اے میرے پیارے جو تو چاہتا ہے مانگ کیونکہ میں تجھ کو سب کچھ جو تو مانگے بخشوں گا۔(باب ۱۳۶۔آیات ۷ تا ۲۰)

(۱۲) باب نمبر ۱۳۷ کل پانچ آیات پر مشتمل ہے اس کا مضمون اپنے پہلے باب سے مسلسل ہے۔

(۱) تب اس وقت رسول اللہ کہے گا! اے رب! جہنم میں مومنوں میں سے جو شخص ملتا ہے جو کہ ستر ہزار برس وہاں رہا ہے پس اے رب! تیری رحمت کہاں ہے۔(۲) میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں کہ اے رب! تو ان کو سخت عذابوں سے آزاد کردے۔(۳) تب اسی وقت اللہ اپنے چاروں مقرب فرشتوں کو حکم دے گا کہ جہنم میں جاؤ اور ہر اس شخص کو جو کہ رسول اللہ کی دین پر ہو نکال کر جنت میں لے جاؤ۔(۴) اور یہی کام ہے جس کو یہ فرشتے کریں گے۔(۵) اور رسول اللہ کے دین کا نفع یہاں تک ہوگا کہ ہر وہ شخص جو ان پر ایمان لایا ہوگا وہ اس سزا کے بعد اس کی نسبت سے جنت میں جائے گا اگرچہ اس نے کوئی بھی نیک کام نہ کیا ہو اس لیے کہ وہ اس کے دین پر مرا ہے۔(برنباس انجیل باب۔۱۳۷ آیات ۱ تا ۵)

(۱۳) باب ۱۶۳ میں برنباس نے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا قول اس طرح نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے۔

(۴) ایک وہی انسان ہے جس کی طرف تو میں گردن اٹھا کر دیکھ رہی ہیں۔ وہ ایسا انسان ہے کہ اللہ کے راز اس پر پوری طرح واضح و جلی ہوں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کے کلام پر کان لگائیں گے' جبکہ وہ دنیا میں آئے گا۔(۵) اس کے لیے اللہ اس پر سایہ کرے گا' جیسا کھجور کا درخت ہم پر سایہ کر رہا ہے۔(۶) ہاں بے شک جس طرح یہ درخت ہم کو جلانے والے سورج کی دھوپ سے ہمیں بچاتا ہے' ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی۔(۷) شاگردوں نے جواب میں پوچھا' اے معلم! وہ شخص کون ہوگا؟ جس کی نسبت یہ باتیں آپ کہہ رہے ہیں جو عنقریب دنیا میں آئے گا۔(۸) یسوع نے خوش دلی کے ساتھ جواب دیا۔ بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے۔(۹) جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصلی رحمت کے وسیلہ سے

Marfat.com

'جس کو وہ لائے گا انسانوں کے درمیان نیک اعمال کا ذریعہ ہوگا۔ (۱۰) جس طرح کہ برسات زمین کو پھل دینے والا بنا دیتی ہے' بارش کے عرصہ دراز تک بند رہنے کے بعد بھی۔ (۱۱) پس وہ سفید ابر اللہ کی رحمت سے بھرا ہوا ہے اور یہی رحمت ہے کہ اللہ ایمان والوں پر اس کی پھوار کا پانی بوندوں کی طرح نثار کرے گا۔ (انجیل برنباس باب ۱۶۳۔ آیات ۴ تا ۱۱)

نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان صاف اور مفصل پیش گوئیوں میں صرف تین چیزیں ایسی ہیں جو بادی النظر میں کسی قدر کھٹکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان میں اور انجیل برنباس کی متعدد دوسری عبارتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے مسیح ہونے کا انکار کیا ہے' دوسری چیز یہ کہ ان ہی عبارتوں میں نہیں بلکہ اس انجیل کے بہت سے مقامات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل عربی نام ''محمد'' لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ انبیاء کی پیش گوئیوں کا عام طریقہ نہیں ہے کہ اپنے بعد آنے والی کسی بھی ہستی کا اصل نام لیا جائے' تیسری یہ بات کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسیح کہا گیا ہے۔

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ صرف انجیل برناباس میں ہی نہیں بلکہ لوقا کی انجیل میں بھی یہ ذکر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو اس بات سے منع کیا تھا کہ وہ انہیں مسیح کہیں۔ لوقا کے الفاظ یہ ہیں۔ (۲۰) اس نے ان سے کہا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں کہا کہ خدا کا مسیح۔ (۲۱) اس نے ان کو تاکید کر کے حکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہنا۔ (لوقا باب ۹۔ آیات ۲۰۔ ۲۱) غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل جس مسیح کے منتظر تھے اس کے متعلق ان کا خیال یہ تھا کہ وہ تلوار کی زور سے دشمنانِ حق کو مغلوب کرے گا' اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ مسیح میں نہیں ہوں بلکہ وہ میرے بعد آنے والا ہے۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ برناباس کا جو اطالوی ترجمہ اس وقت دنیا میں موجود ہے اس کے اندر تو حضور کا نام بے شک محمد لکھا ہوا ہے۔ مگر یہ کسی کو بھی نہیں معلوم کہ یہ کتاب جو اصل میں سریانی زبان میں رہی ہوگی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی زبان سریانی ہی تھی کن کن زبانوں میں ترجمہ در ترجمہ ہوتی رہی ہوگی اگر اصل کتاب دستیاب ہوتی تو دیکھا جا سکتا تھا کہ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اسم گرامی لکھا گیا تھا۔ اب جو کچھ قیاس کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ ''منحمنا'' استعمال کیا ہوگا' جیسا کہ ابن اسحاق نے انجیل یوحنا کے حوالے سے بتایا ہے پھر مختلف مترجموں نے اپنی اپنی زبانوں میں اس کے ترجمے کر دیے ہوں گے۔ اس کے بعد ہی غالباً کسی مترجم نے یہ دیکھ کر کہ پیش گوئی میں آنے والے کا جو نام بتایا گیا ہے وہ بالکل لفظ ''محمد'' کا ہم معنی ہے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اسم مبارک لکھ دیا ہوگا۔ اس لیے صرف اس نام کی تصریح یہ شبہ پیدا کرنے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے کہ پوری کی پوری انجیل برناباس کسی مسلمان نے جعلی تصنیف کر دی ہے۔

Marfat.com

تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ لفظ "مسیح" درحقیقت ایک اسرائیلی اصطلاح ہے جسے قرآن کریم میں مخصوص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اس بنا پر استعمال کیا گیا ہے کہ یہودی ان کے مسیح ہونے کا انکار کرتے تھے' ورنہ یہ نہ خود قرآن کی اصلاح اور نہ ہی قرآن میں کہیں اس کو اسرائیلی اصطلاح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ لفظ مسیح استعمال کیا ہو اور قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا تو اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہیں نکالا جا سکتا کہ انجیل برناباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرتی ہے جس سے قرآن انکار کرتا ہے۔ دراصل بنی اسرائیل کے ہاں یہ قدیم طریقہ تھا کہ اگر وہ کسی چیز یا کسی شخص کو جب کسی مقدس مقصد کے لیے مختص کرتے تھے تو اس چیز پر یا اس شخص کے سر پر تیل مل کر اسے متبرک کر دیا کرتے تھے۔ عبرانی زبان میں تیل ملنے کو مسح کہتے ہیں اور جس شخص پر تیل ملا جاتا ہے اسے مسیح کہا جاتا تھا۔ عبادت کے برتنوں کو اسی طریقہ سے مسح کر کے عبادت کے لیے وقف کیا جاتا تھا۔ کاہنوں کو کہانت کے منصب پر مامور کرتے وقت انہیں مسح کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بائبل کی رو سے بھی اسرائیل کی تاریخ میں بکثرت مسیح پائے جاتے ہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کاہن کی حیثیت سے مسیح تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کاہن اور نبی کی حیثیت سے اور حضرت الیسع نبی کی حیثیت سے مسیح تھے۔ بعد میں یہ بھی ضروری نہیں رہا تھا کہ تیل مل کر ہی کسی کو مامور کیا جائے بلکہ محض کسی کا مامور من اللہ ہونا ہی مسیح ہونے کا ہم معنی بن گیا تھا۔

بائبل کی کتاب سلاطین اول میں ذکر آیا ہے۔ (۱۵) خدا نے اسے (ایلیا الیاس) فرمایا تو اپنے راستے سے لوٹ کر دمشق کے بیابان کو جا اور جب تو وہاں پہنچے تو حزائیل کو مسح کر کہ ارام کا بادشاہ ہو۔ (۱۶) اور نمسی کے بیٹے یاہو کو مسح کر کہ اسرائیل کا بادشاہ ہو اور ابیل محولہ کے الیشع (الیسع) بن سافط کو مسح کر کہ تیری جگہ نبی ہو۔ (سلاطین اول باب ۱۹۔ آیات ۱۵۔۱۶) ان میں سے کسی کے سر پر بھی تیل نہیں ملا گیا۔ بس خدا کی طرف سے ان کی ماموریت کا فیصلہ سنا دینا ہی گویا انہیں مسح کر دینا تھا۔ اس لیے ہی اسرائیلی تصورات کے مطابق لفظ مسیح درحقیقت "مامور من اللہ" کا ہم معنی تھا اور اسی معنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ لفظ مسیح استعمال کیا تھا۔ (لفظ مسیح کی اسرائیلی تشریح انسائیکلوپیڈیا آف ببلیکل لٹریچر میں لفظ میسیاہ دیکھا جا سکتا ہے۔)

یہاں تک تمام آیات جو نقل کی گئی ہیں وہ انجیل برناباس سے لی گئی ہیں۔ کلیسائی علما نے یقیناً ان آیات کے باعث ہی انجیل برناباس کو نہ صرف اپنی مذہبی کتاب سے خارج کیا ہے بلکہ اس انجیل کو متروک کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے کوشش کی ہے کہ اسے صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیا جائے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جو بڑا ہی سننے والا جاننے والا باخبر ہستی ہے اس نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام و نامراد بنا دیا اور اس کتاب کو دستیاب کر دیا۔

Marfat.com

نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید!

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول عام الفیل (۲۲ اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ اور وصال ۲۲ ربیع الاول ۱۱ھ ۸ جون ۶۳۲ء بروز دوشنبہ کو ہوا۔

سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، طلوع آفتاب کی مانند عرب کی بے آب وگیاہ وادی میں اس وقت طلوع ہوئے جب ہر طرف ظلم وجور کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔ عرب اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ بیت اللہ کا ننگا ہو کر طواف ہوتا تھا۔ خود اللہ کے گھر میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے جن کو اہل عرب اپنے معبود تسلیم کرتے تھے اور ان سے اپنی مختلف حاجات کو پورا کرنے کے لیے نذر و نیاز دیتے۔

وہ وقت تھا جب انسانیت پر حجت کے اتمام اور اکمال کے لیے ایک رہبر کامل کی ضرورت تھی اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا وقت مقرر کر رکھا تھا جب انسانیت ایسے ایک راہنما کی منتظر ہوگی۔

عام الفیل سے کچھ عرصہ قبل قریش کے معزز سردار اور متولی خانہ کعبہ جناب عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی قریش کے ایک اور معزز گھرانے کی ایک خاتون آمنہ بنت وہب سے کی تھی۔ اس وقت جناب عبداللہ کی عمر ۲۴ برس تھی۔ اس موقع پر عبدالمطلب نے ہالہ بنت وہب سے جو آمنہ کی رشتہ دار تھیں۔ اپنی شادی کی تھی۔ اس بیوی سے عبدالمطلب کے بیٹے حضرت حمزہؓ (نبی کریم کے چچا) پیدا ہوئے تھے، شادی کے چند روز بعد جناب عبداللہ بغرض تجارت ملک شام کی طرف روانہ ہوئے۔ شام سے واپسی پر بیماری کی وجہ سے مدینہ میں اپنے عزیزوں کے ہاں ٹھہرے وہاں بیماری کی شدت سے انتقال ہوگیا۔ وہ مدینہ منورہ میں ہی دفن ہوئے۔ نبی کریم ﷺ ابھی شکم مادر میں ہی تھے کہ یتیم ہوگئے۔

واقعہ اصحاب الفیل کے ۵۲ یا ۵۵ روز بعد اور محققین کے مطابق ۹ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ بعد از صبح صادق اور قبل از طلوع شمس، نبی کریم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔

آپ کی والدہ نے ایام حمل میں ایک خواب دیکھا تھا جس میں انہیں ہدایت کی گئی تھی کہ بچے کا نام احمد ﷺ رکھنا۔ اسی لیے والدہ نے آپ ﷺ کا نام احمد ﷺ رکھا۔ دادا عبدالمطلب نے محمد ﷺ رکھا۔ ابوالفدا کی روایت کے مطابق جب لوگوں نے تعجب سے عبدالمطلب سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے خاندان کے مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا ہے۔ تو عبدالمطلب نے جواب دیا۔ "اس لیے کہ میرا پوتا دنیا بھر کی ستائش وتعریف کا شایانِ شان قرار پائے۔" مورخین نے یہ روایت بیان کی کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے ٹھیک اسی وقت فارس کے بادشاہ نوشیروان کے محل میں سخت زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ استخر کا مشہور آتش کدہ، نور توحید کے روشن ہوتے ہی بجھ گیا۔ آپ ﷺ کے دادا نے پیدائش کے ساتویں روز اس خوشی میں قربانی کی اور تمام قریش کی دعوت کی۔

Marfat.com

ولادت کے سات روز تک ثوبیہ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا جو ابولہب بن عبدالمطلب کی لونڈی تھیں۔ حضرت حمزہؓ نے بھی ثوبیہ کا دودھ پیا۔ اس لحاظ سے وہ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ آٹھویں روز شرفائے عرب کے دستور کے مطابق آپ ﷺ قوم ہوازن کے قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون حلیمہ کے سپرد کئے گئے تاکہ وہ آپ ﷺ کی پرورش کریں اور دودھ پلائیں۔ شرفائے عرب اس لیے اپنے بچوں کو ان بدوی عورتوں کے سپرد کرتے تھے کہ کھلی اور آزاد آب وہوا میں بچے تندرست رہیں اور ان کی زبان زیادہ فصیح وبلیغ ہوجائے کیونکہ بدوؤں کی زبان کافی شستہ اور فصیح ہوتی تھی۔ حلیمہ سعدیہ آپ ﷺ کو سال میں دومرتبہ ہر چھٹے ماہ مکہ مکرمہ لاتیں تاکہ آپ کی والدہ اور دادا کو دکھا سکیں۔ آپ ﷺ چار برس کی عمر تک بنی سعد میں رہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے آمنہ کی گود سے بچہ لیا تو میری چھاتیوں میں اتنا دودھ نہ تھا کہ میں اپنے بچے کو اور اُن کو بہ یک وقت دودھ پلا سکوں۔ جونہی یہ مبارک بچہ میری گود میں آیا میری چھاتیوں میں دودھ بڑھ گیا جب میں ان کو گھر لائی تو ہمارے دودھ دینے والے جانوروں کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ بنی سعد میں قیام کے دوران جب آپ ﷺ اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ہمراہ گھر کے پچھواڑے کھیل رہے تھے تو دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو لٹا کر سینہ چاک کیا اور سونے کے طشت میں لایا ہوا دل تبدیل کر دیا۔ اور پیٹ کے اندرونی حصوں کو اچھی طرح دھویا۔ چار برس کی عمر میں جب حضرت حلیمہ محمد ﷺ کو مکہ لائیں تو والدہ نے اپنے پاس رکھ لیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قبیلہ بنی سعد میں پانچ برس کی عمر تک رہے۔ چھ برس کی عمر میں والدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف گئے جہاں وہ آپ ﷺ کو اپنے عزیز واقارب سے ملانے لے کر گئی تھیں۔ وہاں سے واپسی کے سفر میں ابوا کے مقام پر حضرت آمنہ کا انتقال ہوگیا اور وہیں ان کو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد اس یتیم بچے کی پرورش دادا نے کی۔

دو برس تک جناب عبدالمطلب کی سرپرستی ونگرانی میں پرورش پا کر ۸ سال کی عمر تک پہنچے تھے کہ عبدالمطلب کا بھی انتقال ہوگیا۔ اب آپ ﷺ کی پرورش کی ذمہ داری آپ ﷺ کے چچا ابوطالب نے اٹھائی۔ حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کو اپنے بچوں سے بڑھ کر عزیز رکھا۔ آپ ﷺ کی طفولیت کا زمانہ عرب کے دوسرے بچوں کی نسبت بہت ہی الگ گزرا۔ آپ ﷺ کو عام بچوں میں کھیلنے کا شوق نہ تھا۔

بارہ سال کی عمر میں چچا ابوطالب کے ہمراہ ایک تجارتی سفر میں شام گئے۔ ملک شام میں ایک عیسائی راہب ''بحیرہ'' نے آپ ﷺ کو دیکھا اور ابوطالب کو آگاہ کیا کہ یہ بچہ آئندہ مبعوث ہونے والا نبی ہے اس کے اندر وہ علامات ہیں جو نبی آخرالزماں کے متعلق تورات اور انجیل میں لکھی ہوئی ہیں۔ ''بحیرا'' نے حضرت ابوطالب کو بتایا کہ اس بچہ کو یہودیوں کے علاقے میں نہ لے کر جانا کیونکہ ہوسکتا ہے اسے کوئی گزند پہنچ جائے۔ ابوطالب بحیرا کی یہ باتیں سن کر جلد ہی مکہ مکرمہ لوٹ آئے۔

Marfat.com

پندرہ برس کی عمر میں آپ ﷺ نے قریش اور ہوازن کے درمیان ہونے والی ایک جنگ میں حصہ لیا۔ اس جنگ کو حرب فجار کہتے ہیں جو عکاظ کے ایک میلہ میں دونوں قبیلوں کے افراد کے درمیان معمولی جھگڑے سے بڑھتے بڑھتے جنگ کی شکل اختیار کر گئی۔

جب آپ ﷺ ذرا جوان ہوئے تو چچا ابوطالب کی تجارت میں مدد کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تجارت کے پیشہ کو مستقل اپنا لیا۔ جلد ہی اپنی دیانت اور صداقت کی وجہ سے عام لوگوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔

قبیلہ بنو اسد کی ایک معزز اور مالدار خاتون حضرت خدیجہؓ بنت خویلد آپ ﷺ کی دیانت اور امانت کی شہرت سے بہت متاثر ہوئیں اور آئندہ سے اپنے تجارتی کاروبار کو سنبھالنے کی خواہش کا آپ سے اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے مشورہ سے اس پیشکش کو منظور کر لیا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر ملک شام کو روانہ ہوئے۔ اس تجارتی سفر میں آپ ﷺ کو بہت نفع ہوا۔ اس کے بعد بھی حضرت خدیجہؓ کا سامان لے کر کئی بار شام کے سفر کیے۔ ہر تجارتی سفر میں آپ ﷺ کو بہت نفع ہوتا۔

حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کی دیانت داری، خوش اخلاقی، پاکیزگی سے متاثر ہو کر نکاح کا پیغام بھیجا۔ ۲۵ سال کی عمر میں آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہو گیا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی۔

ابن اسحاق اور ابنِ ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؓ کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب اولادیں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہوئیں۔ بعض روایات کے مطابق جن کی تعداد ۷ تھی۔ جن میں تین لڑکے قاسمؓ طاہرؓ طیبؓ اور چار لڑکیاں زینبؓ رقیہؓ کلثومؓ اور فاطمہؓ ہیں۔ لڑکے تو سب بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ لڑکیاں زندہ رہیں۔

ابنِ اسحاق اور ابنِ ہشام کی روایت کے مطابق جب آپ ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی۔ اس تعمیر کے دوران مشہور عالم واقعہ پیش آیا۔ جب حجر اسود کی تنصیب کے سلسلے میں سرداران قریش آپس میں لڑے کیونکہ ان میں سے ہر کوئی حجر اسود کو نصب کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جب جھگڑا زیادہ بڑھا تو یہ طے ہوا کہ اگلے دن سب سے پہلے جو شخص حرم شریف میں داخل ہوگا وہی حجر اسود کو نصب کرے گا۔ حسنِ اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصبح سب سے پہلے حرم میں داخل ہوئے تو سب آپ ﷺ کو دیکھ کر پکار اٹھے۔ ''الامین والصادق'' یہ امین ہے اور صادق ہے۔ ہم سب راضی ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک کپڑے (چادر) میں حجر اسود کو رکھا اور چادر کے کونے مختلف سرداروں کو پکڑنے کے لیے کہا اس طرح آپ ﷺ کی حکمتِ عملی اور فراست سے یہ جھگڑا طے ہوا۔

Marfat.com

آغاز نبوت اور دعوتِ حق

۴۰ سال کی عمر میں جب آپ غارِ حرا میں مصروفِ تحنث تھے کہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں آیا اور آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا اقرا (پڑھ) آپ ﷺ نے کہا' ما انا بقاری (میں تو نہیں پڑھ سکتا)۔ دوبارہ فرشتہ نے آپ ﷺ کو سینہ سے لگایا اور زور سے بھینچا اور کہا۔ اقرا آپ ﷺ نے پھر کہا۔ ما انا بقاری۔ فرشتہ نے تیسری مرتبہ آپ ﷺ کو زور سے بھینچا اور پھر آزاد چھوڑ کر کہا۔ اقرا باسم ربک الذی خلق...... (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے ہر شے کو پیدا کیا اور انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا......) سورۂ علق کی پانچ آیات کے متعلق مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ پہلی وحی تھیں۔ جو غارِ حرا میں اس موقع پر نازل ہوئی۔ چند روز تک آپ ﷺ پر کوئی مزید وحی نازل نہ ہوئی۔ پھر اچانک سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ یاایھا المدثر........... ان آیات میں آپ ﷺ کو دعوتِ حق کے لیے کمربستہ ہونے کا حکم تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو شرک سے باز رہنے اور رب کی طرف پکارنے کا فریضہ شروع کیا۔ آپ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ بن ابی قحافہ آپ ﷺ کی اہلیہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ' حضرت زیدؓ بن حارث' حضرت علیؓ بن ابوطالب شامل تھے۔ آہستہ آہستہ ان لوگوں کی دعوت اور نبی کریم ﷺ کی تگ و دو اور محنت سے مزید لوگ دعوتِ اسلام کو قبول کرتے گئے۔ یہ دعوت آپ ﷺ نے خاموشی سے اور قریبی لوگوں تک محدود رکھی۔ اس اولین گروہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان' حضرت سعدؓ بن ابی وقاص' حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ' حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف' حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح' حضرت زبیرؓ بن العوام' حضرت عثمانؓ بن مظعون' حضرت قدامہؓ بن مظعون' حضرت سعیدؓ بن زید' حضرت ابوسلمہؓ حضرت عبدالاسدؓ بن ہلال' حضرت فاطمہؓ بنت خطاب' حضرت عمیرؓ بن ابووقاص' حضرت عبداللہؓ ابن مسعودؓ اور حضرت جعفر بن ابوطالب رحم اللہ اجمعین شامل ہیں۔

مشرکین مکہ کے خوف سے اہل ایمان کا گروہ پہاڑ کی گھاٹی میں نمازیں ادا کیا کرتا تھا۔ تین سال تک یہی کیفیت رہی پھر حکم ربانی پر ایک دن نبی کریم ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر قریش کو پکارا اور انہیں آگاہ کیا اور دعوتِ اسلام دی۔ اس موقع پر آپ ﷺ کے چچا ابولہب نے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور آپ ﷺ کے لیے نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ ابولہب کے اس رویہ پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ لہب نازل کی۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی اس اعلانیہ دعوت سے قریش کی طرف سے مخالفت شروع ہوگئی۔ اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے لیے مصائب کا دروازہ کھل گیا۔ قریش اہل ایمان کو مختلف طریقوں سے ایذائیں دیتے۔ حضرت بلال حبشیؓ، حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت ابوذر غفاریؓ ان باہمت اہل ایمان میں سے تھے جنہوں نے ہر ظلم وستم کو خوشی خوشی سہا اور کسی بھی حربہ سے خوفزدہ ہوکر ایمان کی دولت کو ضائع نہ ہونے دیا۔ حضرت بلال حبشیؓ قریش کے سخت ترین مظالم کے باوجود ''احد احد'' پکارتے رہے۔ ان دنوں اہل ایمان کے لیے دارارقم (حضرت ارقمؓ کی قیام گاہ جو کوہِ صفا کے دامن میں تھی) ایک تربیت گاہ اور درس گاہ تھی، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر دین کی باتیں معلوم کرتے۔

نبی کریم ﷺ کو بھی پریشان کیا جانے لگا۔ خانہ کعبہ کے صحن میں ابوجہل کی ترغیب پر دو نوجوانوں نے آپ کی گردن پر سجدہ کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی۔

قریش، نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوطالب کے پاس وفود کی شکل میں آئے کہ نبی کریم ﷺ اس دعوت کو چھوڑ دیں اور آپ ﷺ کو ہر قسم کا لالچ دیا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''چاہے یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی لا کر رکھ دیں، تب بھی میں دعوتِ حق سے باز نہ آؤں گا۔''

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد کی مکی زندگی تیرہ سال ہے۔ اسے تین حصوں میں تقسیم جاسکتا ہے۔ (۱)۔ اوپر مذکور تین سالہ دور جس میں آپ ﷺ نے خاموشی سے دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔

(۲)۔ دوسرا دور جب قریش کی طرف سے مخالفت میں شدت پیدا ہوتی گئی۔ اس میں آپ ﷺ کے ساتھیوں کو اور خود آپ ﷺ کو کافی مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ عرصہ تقریباً ٦ سال کا ہے۔

(۳)۔ تیسرا دور حضرت ابوطالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد سے لے کر ہجرت تک تقریباً ۳ سال کا عرصہ ہے جسے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر انتہائی سختی کا زمانہ کہا جاسکتا ہے۔ جس میں شعب ابی طالب کی اسیری بھی ہے۔

دوسرے دور کے آغاز میں قرآن مجید کی جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں آپ ﷺ کو ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے برابر ہدایات دی جا رہی تھیں اور صبر واستقامت کی تلقین تھی۔

مکی دور کے ان نو دس برس میں دعوتِ اسلام آہستہ آہستہ مکہ کے باہر بھی متعارف ہوتی گئی۔

Marfat.com

جب ۵ نبوی میں قریش کے مظالم سے تنگ آ کر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ پہلی بار گیارہ مرد اور چار عورتیں ہجرت کر گئیں۔ قریش نے نجاشی (شاہِ حبشہ) کے دربار تک جا کر ان مسلمانوں کو واپس لانے کوششیں کیں لیکن کامیابی نہ ہوئی جب حبشہ میں مسلمانوں کے آرام وسکون سے رہنے کی صورت محسوس ہوئی تو کئی اور لوگ بھی ہجرت کر گئے۔ حتیٰ کہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد ۸۳ ہو گئی۔

مکے میں ایک طرف قریش کے مظالم تھے اور دوسری طرف آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے صبر واستقامت کے مظاہرے تھے۔ ۶ نبوی میں قریش کے دو اہم فرد جناب حضرت حمزہؓ جو نبی کریم کے چچا اور دودھ شریک بھائی بھی تھے اور حضرت عمر بن خطابؓ ایمان لے آئے ان دو اہم شخصیتوں کے ایمان لانے میں دو اہم واقعات تاریخ میں بیان کیے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ اب مسلمان اپنے دینی فرائض علی الاعلان خانہ کعبہ میں جا کر ادا کرنے لگے۔ اس کی ابتدا خود حضرت عمرؓ نے کی۔ جس سے کافی ہنگامہ ہوا لیکن بالآخر قریش کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔

جوں جوں اسلام کی دعوت میں وسعت ہوتی چلی گئی قریش کی مخالفت بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ ایک منصوبے کے تحت نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا مکمل معاشی بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا گیا۔ اس فیصلہ کی وجہ سے نبی کریم ﷺ اور خاندانِ بنی ہاشم کو پہاڑ کے ایک درہ میں مقیم ہونا پڑا۔ یہ محصوری ۳ سال تک رہی۔ اس عرصہ میں بچے بھوک و پیاس سے بلک بلک کر مر گئے۔ گھاس اور درختوں کے پتے تک کھانے کی نوبت آ گئی۔ ۱۰ نبوی میں یہ محصوری ختم ہوئی۔ اس دوران دعوتِ اسلام سے مدینے کے کچھ لوگ متعارف ہوئے۔ ۱۱ نبوی میں مدینہ سے ۱۲ آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔ ان کی خواہش پر اسلام کی تعلیم کے لیے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ مدینہ بھیج دیا گیا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کی کوششوں سے اگلے سال یعنی ۱۲ نبوی کو ۷۲ آدمی حج کے زمانہ میں مکہ آئے۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

مدینہ منورہ ہجرت سے قبل، مکہ مکرمہ کے آخری برسوں کے قیام میں دو اہم واقعات پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی تائید اور ان کی دعوتِ سچائی کو ثابت کرنے کے لیے دو معجزوں کا ظہور کیا۔ ایک تو شق القمر کا معجزہ ہے۔ دوسرے نبی کریم ﷺ کی معراج شریف کی سیر۔ معراج کے واقعہ کا بیان سورۃ اسریٰ میں کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ہجرتِ مدینہ

جب نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا تو ارشاد ربانی کے مطابق آپ ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ ایک تو مکہ مکرمہ میں اب رہنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ دوسرے دعوتِ اسلام کے قبول کرنے اور پھیلنے کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے‘ جب قریش نے دیکھا کہ مسلمان تو مدینہ میں جا کر طاقت پکڑتے جا رہے ہیں اور وہاں اسلام پھیلتا جا رہا تو انہیں بڑی تشویش ہوئی۔ انہوں نے آخری وار کرنے کا فیصلہ کیا۔ مشورے کے بعد نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو کفار کے اس منصوبہ سے آگاہ کیا اور آپ ﷺ کو مدینہ منورہ ہجرت کا حکم دیا۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ اس رات کو گھر سے نکلے جب باہر کفار آپ ﷺ کے قتل کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ غار ثور میں تین دن قیام کیا۔ جب کفار کا خطرہ کچھ ٹل گیا تو وہاں سے نکل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ مدینہ سے ۳ میل پہلے قبا کی بستی میں آپ ﷺ نے قیام کیا۔ قبا میں آپ ﷺ کی تشریف آوری نبوت کے تیرھویں سال ۸ ربیع الاول (۳۰ ستمبر ۶۲۲ء) کو ہوئی۔ انصار کے ممتاز خاندان عمرو ابن عوف کے سردار کلثوم بن الہدم کے ہاں آپ ﷺ ٹھہرے‘ وہاں آپ ﷺ نے ایک مسجد تعمیر کی۔ قبا میں چند روز قیام کے بعد آپ ﷺ مدینہ کی بستی میں داخل ہوئے۔ مدینہ میں آپ ﷺ نے ۷ ماہ تک حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ وہاں آپ ﷺ نے پہنچتے ہی ایک مسجد کی تعمیر کی جسے اب مسجد نبوی کہا جاتا ہے۔ مسجد کے قریب ہی آپ ﷺ کے ٹھہرنے کے لیے حجرہ تعمیر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے انصارین اور مکہ کے مہاجرین میں مواخات کا سلسلہ قائم کر دیا۔ مدینہ ہجرت سے سالِ ہجرت کا آغاز ہوا۔ مدینہ کے یہودیوں سے آپ ﷺ نے امن و امان سے رہنے کا معاہدہ کیا۔ اس طرح سے مدینہ منورہ میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست کی بنیاد پڑ گئی۔ جس کے سربراہ آپ ﷺ ہی تھے۔ ۲ھ میں بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم آیا۔ مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام سے اور اسلام کی دعوت میں توسیع سے قریش مکہ کو کافی تکلیف پہنچی۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ جنگوں کا آغاز کیا اور اندرونِ مدینہ بھی بعض منافقین کی مدد سے مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنے کی سازشیں کی گئیں۔ نبی کریم ﷺ مدینہ کی اسلامی ریاست کے استحکام اور اسلامی دعوت کی توسیع کے لیے ہمہ تن جدوجہد میں مصروف رہے۔ اسلامی دعوت کے مخالفین کے خلاف جہاد میں بھی اپنے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ شریک ہوتے رہے۔ قرآن مجید مدنی دور میں معاشرتی مسائل کے لیے آپ ﷺ کی رہنمائی کرتا رہا۔

ہجرت کے دسویں سال نبی کریم ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ حج سے مدینہ منورہ واپسی کے بعد

Marfat.com

صفر ۱۱ھ کی ۱۸ یا ۱۹ تاریخ کو آپ ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آہستہ آہستہ تکلیف بڑھتی گئی۔ جب آپ ﷺ تکلیف اور بیماری کی شدت کی وجہ سے مسجد نبوی میں آنے سے معذور ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ کے حکم سے نمازوں کی امامت کرائی۔ مرض میں کبھی زیادتی ہو جاتی اور کبھی کمی۔ جس دن وفات ہوئی یعنی دوشنبہ کے دن۔ اس دن بظاہر طبیعت پرسکون تھی لیکن جیسے دن چڑھتا گیا' آپ ﷺ پر غشی طاری ہوتی گئی۔

مع الذین انعم اللہ علیہم

اللھم فی الرفیق الاعلی

بل الرفیق الاعلی۔

کہتے کہتے روحِ پاک عالمِ قدس کی طرف پرواز کر گئی۔

اَللّٰھُمَّ صلی اعلی مُحَمَّدٍ وَبَارِك وَسلم

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپ ﷺ کا یوم وفات ہے۔ دوسرے دن تجہیز و تکفین کی تکمیل ہوئی اور جسدِ مبارک اسی حجرے میں جہاں آپ ﷺ نے انتقال فرمایا تھا سپرد خاک کر دیا گیا۔

تعلیمات:۔ ایک خدا کا آفاقی تصور جو تمام انبیاء کی تعلیم کا مرکزی نقطہ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے بھی پیش کیا۔

رسالت کے باب میں آپ ﷺ کی تعلیمات اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے پیروؤں کو تمام انبیاء اور مصلحین کی عزت و احترام کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ تمام لوگ جو پیغامِ خداوندی پہنچانے کا فریضہ انجام دیتے رہے قابل صد احترام ہیں۔

آخرت کا تصور جس انداز میں پیش کیا گیا اس میں انسانوں کو محاسبہ نفس' برائی سے نفرت اور اچھائی کی ترغیب دی گئی جو انسانوں کو راہِ راست کی طرف موڑنے کا ایک بہترین ذریعہ ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات مجرد نظریہ کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ آپ ﷺ نے عملی طور پر ان تعلیمات کی بنیاد پر ایک حکومت قائم فرمائی جو حجاز میں باقاعدہ طور پر جو پہلی اسلامی حکومت تھی۔

آپ ﷺ کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبہ میں روزِ قیامت تک ہدایت و رہنمائی کا آخری ذریعہ اور سرچشمہ ہیں۔ زندگی کا وہ کونسا شعبہ ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنی بلند و پاکیزہ اور مقدس زندگی سے نمونہ پیش نہ کیا ہو۔

ایک خاوند کے لیے آپ ﷺ کی زندگی نمونہ ہے۔ ایک باپ کی مثالی محبت آپ ﷺ کی زندگی سے ملتی ہے' ایک مہربان دوست کی زندگی' ایک مشفق سرپرست کا نمونہ آپ ﷺ ہی کی ذات سے ملتا ہے' ایک مدبر حکمران' ایک ماہر سیاست دان' ایک بہترین سپہ سالار' ایک دردمند دل رکھنے والا داعی و نذیر صرف اور صرف آپ ﷺ کی ہی ذات میں ہمیں نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ کے دشمنوں تک نے اور اس مادی دور کے ملحد لوگوں نے اور غیر مسلم مفکرین نے آپ ﷺ کی ان اعلیٰ صفات

Marfat.com

کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ یہ ان تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ چند برسوں میں عرب کے بے آب وگیاہ خطے میں آپ ﷺ کے لاکھوں عقیدت منداور پیروکار ہو گئے۔ جن کی اپنی زندگیاں آئندہ آنے والے انسانوں کے لیے ایک نمونہ بنیں۔

انفرادیت:۔ آپ ﷺ کی تعلیمات دوسرے انبیاء کرام اور مصلحین سے منفرد ہیں۔ جملہ انبیاء اکرام جو تعلیمات لے کر آئے وہ ایک خاص مدت اور خاص ماحول کے لیے تھیں' جونہی تقاضے بدلے یہ تعلیمات بھی غیر موثر ہو گئیں۔ اُس کے علاوہ ان کے پیروؤں اُن کی تعلیمات کی حفاظت میں ناکام رہے۔

آپ ﷺ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آپ ﷺ کو امام الانبیاء اور خاتم المرسلین کا اعزاز بخشا۔ اس لیے آپ ﷺ کی تعلیمات رہتی دنیا تک کے لیے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا بہت بڑا ماخذ قرآن مجید' ایک حرف اور نقطے کی تبدیل کے بغیر موجود ہے۔

قرآن:۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری الہامی کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی (فرشتے کے ذریعے) اپنے آخری نبی' محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ قرآن کا لفظ خود اس وحی میں بہ تکرار آیا ہے۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۰۵...... انزل فیہ القرآن...... رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا۔ اس کے علاوہ سورۂ یونس آیت ۳۷' ۹۱' سورۂ بنی اسرائیل آیت ۱۰۶' سورۂ طٰہٰ آیت ۱۱۴ سورۂ فرقان آیت ۳۰' ۳۲۔ سورۂ نحل آیت ۱' ۹۲ اور سورۂ روم آیت ۵۸ میں لفظ ''قرآن'' آیا ہے۔

لفظ قرآن یا تو قرع سے مشتق ہے یا قراءۃ سے یا قرن سے۔ قرء کے معنی جمع کے ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کتاب کو قرآن کہتے ہیں کہ یہ تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں ''ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمام چیزوں کو واضح بیان کرنے والی ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا۔ فیھا کتب قیمتہ یعنی قرآن مجید میں تمام کتب کے علوم سمو دیے گئے ہیں۔ نیز تمام بکھری ہوئی انسانیت کو ایک مقام پر جمع کرنے والا ہے۔

اگر قراءۃ سے مشتق ہو تو اس کے معنی ہیں پڑھی ہوئی چیز۔ ایک مفہوم سے اس لیے قرآن کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت جبرئیلؑ پڑھ کر سناتے تھے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ کتاب دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جائے گی۔ اس بات کی شہادت تو دشمنوں نے بھی دی ہے کہ ''قرآن سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔'' (انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا)

اگر قرن سے مشتق ہو تو قرن کے معنی ہیں ملنا اور ساتھ رہنا۔ اس مفہوم کی رو سے اس کتاب کو اس لیے قرآن کہتے ہیں کہ یہ حق اور ہدایت اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ نیز اس کی سورتیں اور آیات آپس میں اس طرح مربوط ہیں کہ کہیں بھی ان میں تعارض اور تخالف معلوم نہیں ہوتا اور اسی طرح قرآن مجید کے مضامین' خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات یا اخلاق فاضلہ یا سیاسیات سے

Marfat.com

یا معاملات سے آپس میں اس طرح ایک لڑی میں پروئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ ان کو جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح ایک رائے یہ بھی ہے قرآن قرأ یقرا سے مصدر ہے یعنی پڑھنا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے ''اتقان'' میں قرآن مجید کے ۵۵ خصوصی ناموں کا اعلان کیا ہے جو خود قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں آئے ہیں۔

الکتاب	المبین	الکلام
الفرقان	الذکر	القرآن
الکریم	البرھان	النور
التنزیل	احسن الحدیث	الموعظة
الحکم	الحکمة	الشفا
الھدیٰ	الرحمة	الخیر
البیان	الروح	النعمة
الرحمان	المبارک	العلی
الحکیم	المھیمن	المصدق
الحبل	الصراط المستقیم	القیم
القول الفضل	المثانی	المتشابہ
الوحی	العربی	البصیر
العلم	الحق	الھادی
العجب	التذکرة	العروة الوثقیٰ
الصدق	العدل	الامر
المنادی	البشریٰ	المجید
الزبور	البشیر	النذیر
الرفوع	المطھر	المکرم
العزیز	القصف	

قرآن مجید میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ترتیب کے لحاظ سے پہلی سورۃ الفاتحہ ہے۔ اور آخری والناس ہے۔ موجودہ قرآن توقیفی ترتیب پر ہے جبکہ نزول کے لحاظ سے پہلی سورۃ علق تھی اور آخری توبہ تھی۔ اس میں سات منازل ہیں۔ پہلی منزل سورۃ الفاتحہ سے سورۃ النساء تک ہے۔ دوسری منزل سورۂ مائدہ سے سورۂ توبہ تک ہے۔ تیسری منزل قرآن سورۂ یونس سے سورۂ نحل تک ہے۔ چوتھی منزل سورۂ بنی اسرائیل سے سورۂ فرقان تک ہے۔ پانچویں منزل کا آغاز سورۂ شعراء سے ہوتا ہے اور اختتام سورۂ یسین پر ہوتا ہے۔ چھٹی منزل سورۂ والصفت تا سورۂ حجرات پر مشتمل ہے۔ ساتویں

Marfat.com

منزل سورۂ ق سے شروع ہو کر سورۂ الناس تک جاتی ہے۔قرآن مجید میں رکوعات کی تعداد ۵۴۰ ہے۔کل آیات ۶۶۶۶ ہیں۔

(۱) آیاتِ وعدہ۔۱۰۰۰	(۲)۔آیاتِ وعید۔۱۰۰۰
(۳)۔آیاتِ نہی۔۱۰۰۰	(۴)۔آیاتِ امر۔۱۰۰۰
(۵)۔آیاتِ امثال۔۱۰۰۰	(۶)۔آیاتِ قصص۔۱۰۰۰
(۷)۔آیاتِ تحلیل۔۲۵۰	(۸)۔آیاتِ تحریم۔۲۵۰
(۹)۔آیاتِ تسبیح۔۱۰۰	(۱۰)۔آیاتِ متفرقہ۔۶۶

قرآن مجید کے کل کلمات کی تعداد ۸۶۴۳۰ ہے۔قرآن مجید میں کل فتحات یعنی زبر تعداد میں ۵۳۲۲۳ ہیں۔کسرات یعنی زیر کی کل تعداد ۳۹۵۸۲ ہے۔ضمات یعنی پیش ۸۸۰۴ ہیں۔مدات (ٓ) ۱۷۷۱ ہیں۔قرآن مجید میں کل تشدید ۱۲۷۴ استعمال ہوئے ہیں۔قرآن مجید میں کل ۱۰۵۶۸۴ نقاط ہیں۔قرآن مجید میں پندرہ سجدے ہیں۔جن میں سے چودہ مقامات متفق علیہ ہیں اور ایک مقام اختلافی ہے۔قرآن مجید کے کاتبانِ وحی کی تعدد چالیس ہے۔

قرآن مجید میں حرف تہجی کی تعداد

(۱) الف۔۴۸۸۷۲	(۲) ب۔۱۱۲۲۸	(۳) ت۔۱۱۹۹
(۴) ث۔۱۲۷۶	(۵) ج۔۳۲۷۳	(۶) ح۔۹۷۳
(۷) خ۔۲۴۱۶	(۸) د۔۵۶۰۲	(۹) ذ۔۴۶۷۷
(۱۰) ر۔۱۱۷۹۳	(۱۱) ز۔۱۵۹۰	(۱۲) س۔۵۹۹۱
(۱۳) ش۔۲۱۱۵	(۱۴) ص۔۲۰۱۲	(۱۵) ض۔۱۳۰۷
(۱۶) ط۔۱۲۷۷	(۱۷) ظ۔۸۴۲	(۱۸) ع۔۹۲۲۰
(۱۹) غ۔۲۲۰۸	(۲۰) ف۔۸۴۹۹	(۲۱) ق۔۶۸۱۳
(۲۲) ک۔۹۵۰۰	(۲۳) ل۔۳۴۳۲	(۲۴) م۔۳۶۵۳۵
(۲۵) ن۔۴۰۱۹۰	(۲۶) و۔۲۵۵۳۶	(۲۷) ہ۔۱۹۰۷۰
(۲۸) لا۔۳۷۲۰	(۲۹) ی۔۴۵۹۱۹	

قرآن مجید کی سب سے بڑی سورہ سورۃ البقرہ ہے جس کے چالیس رکوع ہیں۔اسی سورۃ کو سنام القرآن بھی کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں اس کا مرتبہ ایسا فرمایا ہے جیسا کہ اونٹ کی کوھان۔سب سے چھوٹی سورۃ ''الکوثر'' ہے جس کی تین آیات ہیں۔یہ سورۃ حضرت ابراہیمؑ (صاحبزادہ رسول ﷺ) کی وفات کے موقع پر نازل کی گئی جب کہ کفار حضور اکرم ﷺ کو اولاد نہ ہونے یا اور اولاد کے نہ بچنے کے طعنے دے رہے تھے۔سورۃ الفاتحہ کو ام الکتاب' فاتحۃ الکتاب' سورۃ الصلوۃ' سورۃ دعا اور خلاصۂ القرآن کہا جاتا ہے۔اس کی صرف سات آیات ہیں۔قرآن

Marfat.com

مجید میں سترہ مقامات ایسے ہیں جہاں پڑھتے ہوئے ذراسی بھی غلطی جملۂ کفر تصور کی جاتی ہے۔
قرآن مجید کی بہت سی سورتوں کے مشہور ناموں کے علاوہ کچھ دوسرے القابی نام بھی ہیں۔ سورۃ الرحمٰن کو زینت القرآن اور عروس القرآن کہتے ہیں۔ سورۂ دھر کو ہل اتی کہتے ہیں۔ سورۂ اخلاص کو سورۂ توحید کہتے ہیں۔ پیغمبروں کے نام سے قرآن مجید میں چھ سورتیں ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ سورۃ یوسف' سورۃ یونس' سورۃ ابراہیم' سورۃ نوح' سورۃ محمد' سورۃ ہود۔ حضور اکرم ﷺ کے معراج کا واقعہ قرآن مجید کی دو سورتوں سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ النجم میں آیا ہے۔ قرآن مجید میں سب سے طویل تذکرہ حضرت موسیٰ کے بارے میں آیا ہے اور قصص میں سب سے بڑا قصہ یہی ہے۔ کل پچیس پیغمبروں کے نام اور مجمل کوائف قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔
قرآن مجید کے بعض حصے چونکہ مکہ مکرمہ اور بعض مدینہ منورہ میں نازل ہوئے اس بنا پر سورتوں کی مکی اور مدنی تقسیم معروف ہے۔ روایات کے مطابق مکی دور ۱۷ رمضان' ۱۱ سال قبل ہجرت سے شروع ہوتا ہے اور ۱۱ ربیع الاول ۱ھ پر ختم ہوتا ہے۔ یعنی مکی دور چار ہزار چار سو بیس دنوں پر مشتمل ہے جن میں ہجرت کے گیارہ دن شامل ہیں۔ مدنی دور ۱۲ ربیع الاول ۱ھ سے شروع ہوتا ہے اور تین ہزار چار سو پینتیس (۳۴۳۵) دنوں پر مشتمل ہے۔ پورا زمانہ نزول قرآن تقریباً ۲۲ سال ۵ ماہ اور ۱۴ دن ہوتا ہے۔ مختلف روایات کی بنا پر مدت کا یہ تعین تخمینی ہے۔ قطعی نہیں۔

مکی سورتیں:۔

فاتحہ' انعام' اعراف' یونس' ہود' یوسف' ابراہیم' حجر' نحل' بنی اسرائیل' کہف' مریم' طٰہٰ' انبیاء' مومنون' فرقان' شعراء' نمل' قصص' عنکبوت' روم' لقمان' سبا' فاطر' یٰسین' صفت' ص' زمر' مومن' حمٓ سجدہ' شوریٰ' زخرف' دخان' جاثیہ' احقاف' ق' ذاریات' طور' نجم' قمر' واقعہ' طلاق' ملک' قلم' حاقتہ' معارج' نوح' جن' مزمل' مدثر' قیامہ' مرسلات' النباء' نازعات' عبس' تکویر' انفطار' مطففین' انشقاق' بروج' طارق' الاعلیٰ' فجر' البلد' الشمس' الیل' والضحیٰ' الم نشرح' التین' علق' قدر' بینہ' قارعہ' تکاثر' عصر' ہمزہ' فیل' قریش' ماعون' کوثر' کافرون' لہب' اخلاص' فلق' الناس۔ (تعداد ۸۵)

مدنی سورتیں:۔

بقرہ' آل عمران' نساء' مائدہ' انفال' توبہ' رعد' حج' نور' احزاب' محمد' فتح' حجرات' رحمان' حدید' مجادلہ' الحشر' ممتحنہ' صف' جمعہ' منافقون' تغابن' تحریم' الدھر' زلزال' نصر۔ (تعداد۔ ۲۶)
جو سورتیں بالاتفاق مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں ان کی تعداد ۶۵ ہے اور جو بالاتفاق مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں ان کی تعداد ۱۸ ہے۔ اور جن سورتوں کے مقام نزول میں اختلاف ہے ان کی تعداد ۳۱ ہے۔ اصولی طور پر مکی اور مدنی سورتوں کا پس منظر' اسلوب' طرز بیان' اور آہنگ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ مکہ میں ابتدائی دعوت کے بعد قریش کی مخالفت میں شدت کا دور بھی ہے۔ اسی لیے مکی سورتیں عموماً اصولی تعلیمات پر مشتمل ہیں۔ زیادہ زور عقائد اور اخلاق پر دیا گیا

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ ان میں توحید، رسالت، آخرت، تقویٰ، فضیلت، اخلاق، تبلیغ کے طریقے، صبر وثبات، فداکاری، انفاق فی سبیل اللہ، راہ حق سے منہ موڑنے والوں کا انجام اور اس کی مثالیں، کفار اور مشرکین کے الزامات اور ان کے جوابات بڑی خوبی سے بیان کیے گئے ہیں۔ یہ سورتیں مختصر اور پرجوش خطابوں کی صورت میں ہیں۔ جن میں دریا کی روانی، سیلاب کی سی قوت محسوس ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بلیغ فقروں میں مطالب کو ادا کیا گیا ہے۔ خطاب میں عموم پایا جاتا ہے اور اکثر پوری انسانیت کو مخاطب کیا گیا ہے۔

مدینہ میں ہجرت کے بعد وہاں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست قائم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے تمدن، معاشرت، معیشت، قانون اور سیاست کے متعلق ہدایات دینی شروع کیں۔ اخلاق، تہذیب، تمدن، معاملات اور ریاست کے مسائل کے جزوی اور تفصیلی تعلیمات کے مباحث زیادہ ہیں۔ مدنی سورتیں عموماً طویل ہیں۔ عقائد کا بیان کم ہے۔ خطاب میں بھی عموم کم ہے۔ خصوص زیادہ ہے فصاحت و بلاغت کی وہی شان ہے جو مکی سورتوں میں پائی جاتی ہے۔

قرآن مجید کی پہلی وحی غار حرا میں نبی کریم ﷺ پر اتری۔ جب آپ ﷺ وہاں یاد الٰہی میں مصروف تھے۔ اور یہ آپ ﷺ کا معمول تھا۔ ایک فرشتے نے آپ ﷺ سے آ کر کہا۔ ''اقرا'' یعنی پڑھ......

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ما انا بقاری'' میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر دبایا اور اس طرح تین بار دبایا اور پھر پڑھنے کی فرمائش کی۔

اقرا باسم ربك الذی خلق

پہلی وحی سورۃ علق ۵ آیات پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد سلسلۂ وحی برابر کم وبیش تقریباً ۲۳ سال تک جاری رہا۔

تدوین قرآن:۔

قرآن مجید نبی کریم ﷺ کی زندگی میں احاطہ تحریر میں آ گیا تھا۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ اسی وقت کسی ایک کاتب وحی کو بلا کر اس آیت کو لکھوا کر مناسب جگہ پر (حسب ہدایت خداوندی) رکھوا دیتے۔ مناسب جگہ کا مطلب یہ ہے کہ فرشتہ یہ بتا دیتا تھا کہ یہ آیت کس مقام سے متعلق ہے۔ یہ بات جو کہی جاتی ہے کہ قرآن مجید منتشر صورت میں تھا جو نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد مرتب کیا گیا، بالکل غلط بات ہے۔ قرآن مجید کے کتاب کی سورت میں تدوین کی شہادتیں خود اندرونِ کلام سے بھی ملتی ہیں اور وہاں کے ماحول سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ لکھنے کا رواج ان دنوں عام تھا۔ جیسا کہ قصائد سبعہ معلقہ۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں خود اس کو کتاب کہا گیا ہے۔

ذالك الكتب لاريب فيه

Marfat.com

کتاب انزل الیک

قرآن مجید کے ایک کتابی صورت میں لکھے جانے کی ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کے مختلف مقامات سورۂ ہود آیت ۱۳' سورۂ بنی اسرائیل آیت ۹۱' سورۂ بقرآیات ۲۱'۲۲ پر قرآن مجید کے مقابل ایک کتاب' کہیں دس سورتوں کے بالمقابل دس سورتیں' کہیں قرآن مجید کی ایک سورۃ کے مقابل ایک سورۃ بنانے کا چیلنج کیا گیا ہے یعنی معلوم ہوا کہ قرآن مجید ایک کتاب کی صورت میں موجود تھا۔

کتب احادیث میں ایسی کئی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ کی حیات میں باقاعدہ کتابی صورت میں مرتب کیا گیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ اسلامی تاریخ میں بھی آیا ہے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ اسلام لانے سے قبل اپنی بہن اور بہنوئی کو اس وجہ سے قتل کرنے کے لیے گئے کہ وہ اسلام لاچکے تھے۔ جب وہ اپنی بہن کے گھر داخل ہوئے تو وہ سورۂ طٰہٰ کی آیات ایک جلد سے تلاوت کررہی تھیں۔

یہ روایت کہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تدوین ہونا شروع ہوا یا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قرآن مجید کی تدوین مکمل ہوئی اور اسی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''جامع قرآن'' کہا جاتا ہے تو اس میں اصل صورت یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے زمانے میں عجمی علاقوں کی فتوحات سے اسلام عرب سے نکل کر عجم کے علاقوں میں پھیلنا شروع ہوا تو تلاوتِ قرآن میں عجمی انداز غالب ہونے لگا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مسلمانوں کو قرآن مجید کی ایک قرأت پر جمع کیا یعنی قرأت قریش پر اور باقی تمام قسم کی قرأتوں کو ختم کرنے کا حکم دیا۔

نظم قرآن:۔

قرآن مجید کی ہر سورت اور ہر آیت ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ اسی لیے قرآن مجید کی ترتیب 'نزولی ترتیب کی بجائے' اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ترتیب توقیفی پر ہوئی ہے۔ کیونکہ جو آیت ایک جگہ پر رکھی گئی ہے وہی اس کا بہترین مقام ہے۔ اگر قرآن مجید کا تدبر سے مطالعہ کیا جائے تو اس بات کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ قرآن مجید ایک مربوط کلام ہے اور اس میں نظم ہے۔

ضرورت قرآن مجید:۔

جب قرآن مجید نازل کیا گیا اس وقت درج ذیل وجوہ کی بنا پر ایسے ایک ہدایت نامہ کی ضرورت تھی۔

(۱)۔ تکمیل شریعت۔

(۲)۔ نسلِ انسانی سے نفرت وتعصب کو دور کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا۔

(۳)۔ مذہبی اختلافات کا خاتمہ۔

Marfat.com

(۴)۔ کتب سابقہ کے برحق ہونے کی تصدیق اور حفاظت اور ان کی غلطیوں کی اصلاح۔

(۵)۔ تکمیل انسانیت۔

(۶)۔ گمشدہ توحید کو دوبارہ قائم کرنا۔

(۷)۔ اللہ تعالیٰ کے ازلی ارادہ، کہ انسانوں کے لیے رہنمائی موجود ہو، کی تکمیل کرنا۔

مضامین قرآن:۔

۱۔ اجزائے ایمان کے مباحث

۲۔ عبادات کے مباحث

۳۔ حسنات وسیات کا بیان

۴۔ قصص وحکایات کا بیان

۵۔ نجات حقیقی اور اس کے حصول کے ذرائع کا بیان

۶۔ رسول کریم ﷺ کے سوانح اور آپ ﷺ کی نبوت کے لیے دلائل کاملہ کا بیان

۷۔ خصائص قرآن کا بیان

۸۔ اسلام کی حقیقت اور صداقت پر دلائل قاطعہ کا بیان

۹۔ کفر وشرک کے تفصیلی احوال

۱۰۔ مظاہر قدرت کا بیان

قرآنی تمثیلات:۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اکثر باتوں کو واضح کرنے کے لیے مثالیں بیان کی ہیں تاکہ اپنے ماحول اور ذہن سے قریب تمثیلات سن کر مخاطب بات کو بہ آسانی سمجھ سکے۔ خود سورۃ الزمر کی آیت ۲۷ میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

’’ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح کی مثالیں دی ہیں کہ یہ ہوش میں آئیں۔‘‘

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ روز قیامت سب لوگوں کو مردہ حالت سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اعتراض کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ہماری جسم کا ذرہ ذرہ مٹی میں مل جائے گا اور ہڈیاں الگ الگ ہو جائیں تو یہ کیسے ممکن ہوگا کہ ہمارے اجسام دوبارہ زندہ ہو سکیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک مثال سے بات کو اس طرح واضح کیا، کہ جس طرح ایک انسان کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا کوئی وجود نہ تھا تو ہم نے اسے وجود دیا، اسی طرح ہم ان ہڈیوں کو بھی جوڑ سکتے ہیں اور دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح حیات بعد الموت کے لیے زمین کی مثال دی جو کہ سونی پڑی تھی لیکن بارش پڑتے ہی اس میں جان پیدا ہو جاتی ہے اور پھل دینے لگتی ہے۔

گلا پھاڑ پھاڑ کر بولنے والے متکبروں کے لیے گدھے کی مثال دی جو کہ ناگوار ہوتی ہے۔

کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کے ثمرات کے لیے شجرۃ طیبہ اور شجرہ خبیثہ کی مثال دی ہے۔

Marfat.com

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے مختلف واقعات کی توضیح کے لیے کثرت سے قرآن مجید میں مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا' سید قاسم محمود)

قرآن کریم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس میں تمام ادیانِ الٰہی کو نہ صرف یک جا فرما دیا گیا ہے' بلکہ سورۂ آل عمران میں واضح ترین الفاظ میں یہ اعلان بھی فرما دیا گیا ہے کہ "بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔"

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

یہ وہی دین ہے جس کی تعلیم ہر پیغمبر اپنے اپنے دور میں دیتے رہے ہیں اور اب اسی کی کامل ترین شکل یہ ہے کہ جسے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ جس میں توحید و رسالت اور آخرت پر اس طرح یقین و ایمان رکھنا شامل ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔ محض یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ ایک ہے یا کچھ اچھے عمل کر لینا یہ اسلام نہیں ہے نہ ہی اس سے نجاتِ آخرت ملے گی۔ ایمان اور اسلام اور دین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانا جائے اور صرف اسی کے لیے بحیثیت معبود عبادت کی جائے اور حضرت محمد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیھم السلام پر ایمان لایا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر رسالت کے خاتمے کو تسلیم کیا جائے اور ایمانیات کے ساتھ ساتھ وہ عقائد و اعمال اختیار کیے جائیں جو قرآن کریم یا حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف اور دوٹوک انداز میں اعلان فرما دیا ہے کہ اب اس دینِ اسلام کے سوا کوئی اور دین عند اللہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ (آل عمران:19)

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

ترجمہ: "جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔" (آل عمران:85)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی پوری انسانیت کے لیے ہے جیسا کہ الاعراف میں ارشاد ہوا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے! اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔" (الاعراف:۱۵۸)

اس آیت مبارکہ کے ذریعے یہ اعلان عام فرما دیا گیا ہے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عالمگیر رسالت ہے۔ اس میں رب کائنات نے اپنے محبوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیجیے کہ اے کائنات کے انسانوں! میں تم سب کی طرف تمہارے رب کا

Marfat.com

بھیجا ہوا رسول ہوں۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری نوع انسانی کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔
اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اب نجات اور ہدایت نہ تو عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں اور نہ ہی کسی اور مذہب میں ہے۔ نجات وہدایت اگر اب کسی مذہب میں ہے تو وہ صرف اسلام میں ہے اسے بھی اس طرح اختیار کیا جائے جیسا کہ حکم ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو یہودی یا نصرانی مجھ پر ایمان لائے بغیر فوت ہوگیا وہ جہنمی ہے۔'' (صحیح مسلم)
دین اسلام کے بارے میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے کہ یہ دین اسلام مکمل کر دیا گیا ہے۔ المائد میں ارشاد ہوا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

ترجمہ: ''میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نصیحت تم پر تمام کر دی ہے۔ اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔'' (المائدہ:3)
اس آیت میں بھی حرام وحلال کی تمام قیود جو عائد کی گئی ہیں اس کا اعلان کر دیا گیا ہے تا کہ مسلمان اس کی پابندی کریں۔ دین کو مکمل کر دینے سے مراد اس کو ایک مستقل نظامِ فکر وعمل اور ایک ایسا نظام تہذیب وتمدن بنا دینا ہے جس میں زندگی کے تمام مسائل کے جواب اصولاً اور تفصیلاً موجود ہوں اور ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے کسی حال میں اس سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ نعمت تمام کرنے سے مراد ہدایت کی نعمت کی تکمیل کر دینا ہے۔ اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے میری بندگی اختیار کرنے کا اقرار کیا تھا۔ اس کی تم اپنے عمل اور کوشش سے سچا اور مخلصانہ اقرار ثابت کر چکے ہو اس لیے میں نے اسے قبولیت عطا کر دی ہے اور تمہیں عملاً اس حالت میں پہنچا دیا ہے کہ اب تم میرے سوا کسی کی بندگی نہیں کرو گے۔
کفار کو تمہارے دین سے مایوسی ہو چکی ہے۔ یعنی اب تمہارا دین ایک مستقل نظام بن کر نافذ ہو چکا ہے۔ اور اپنی حاکمانہ قوت سے قائم ہو گیا ہے۔ کفار اب اس کی طرف سے مایوس ہو چکے ہیں کہ وہ اب اسے مٹا نہیں سکیں گے۔ تمہیں ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے صرف مجھ سے (اللہ تعالیٰ سے) ڈرو یعنی اس دین اسلام کے احکام وہدایت پر عمل کرو۔ اس سے تمہیں اب کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ تمہیں اب صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا ہے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ تمام اہل ایمان کو پورا کا پورا دینِ حق دینِ اسلام میں داخل فرما دے اور صراط مستقیم پر چلنے والا بنا دے۔ آمین یارب العالمین

Marfat.com

دعائے تکمیل

اے ہمارے پروردگار! پاک ہے تیری ذات' ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھارکھا ہے' بے شک تو ہی تو پوری طرح علم و حکمت والا ہے۔ (البقرہ۔۳۲) اگر اللہ نے چاہا تو ہم بے شک ہدایت والے ہو جائیں گے۔ (البقرہ۔۷۰) اے ہمارے ربّ ہم سے قبول فرما لے بے شک تو سننے والا' جاننے والا ہے' اور ہماری توبہ قبول فرما لے بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (البقرہ۔۱۲۷۔۱۲۸) اے ہمارے ربّ ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے اپنی فرمانبردار ایک امت بنا۔ (البقرہ۔۱۲۸) اے ہمارے ربّ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے معجزات میں قرآن کریم سب سے بڑا اور اہم معجزہ ہے جو قیامت تک زندہ اور محفوظ رہنے والا معجزہ ہے۔ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود صاحب کلام ربّ العلمین نے اپنے ذمہ خود ہی رکھی ہے۔ قرآن مجید قیامت تک آنے والوں کے لیے واحد ذریعۂ ہدایت و نجات ہے اس میں انسان کی فوز فلاح اور آخروی نجات کا نسخہ کیمیا اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما دیا ہے۔ ایمانیات' عبادات' معاملات' اخلاقیات غرض ہر شعبہ زندگی سے متعلق اس کتابِ الٰہی میں رہنما اصول دے دیئے گئے ہیں۔ ایسے اصول جن کی روشنی میں انسان ایک کامیاب زندگی گزار سکتا ہے اور دنیا کی امتحان گاہ اور آزمائش میں پورا اتر سکتا ہے۔

اے مالک الملک اے ربّ ذوالجلال۔ اے مالک و خالق اے رحیم و کریم اے آقائے دو جہاں یہ تیرا کرم خاص ہی ہے کہ تیرا یہ خادم تیرا یہ بندہ تیرے عظیم ترین کلام کی وہ خدمت جو اس کا حق ہے پوری طرح ادا نہیں کر سکا۔ یہ ادنیٰ کمتر بندہ تیری ہی دی ہوئی توفیق اور علم کی ادنیٰ فہم کے سہارے ہی آگے بڑھا ہے یقیناً مجھے شدید احساس ہے مالک جو فہم جو علم و ادراک تیرے عظیم تر کلام کے لیے ضروری ہے اس سے تیرا یہ عاجز بندہ محروم ہے۔ پھر بھی ایک ادنیٰ سی کوشش لے کر حاضر ہوا ہے اپنے اس ناچیز کمتر بندے کی کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ اے ربّ ذوالجلال یہ تیرا عظیم ترین کلام ہے جس میں تو نے ہر ہر لفظ میں معنیٰ کا سمندر پنہاں کر رکھا ہے۔ وہ کون ہوگا جو تیرے توفیق خاص کے بغیر اس کلام پاک کو سمجھ سکے یا سمجھا سکے۔ یہ تیرا اس ناچیز بندے پر احسان ہوگا مالک میرے قلم کو راہ راست پر لگا دے مجھے توفیق عطا فرما اپنے رحم و کرم اور فضل سے کہ میں تیرے پاک کلام کی خدمت کر سکوں۔ اے مالک الملک! اے آقائے دو جہاں' میری اس ادنیٰ سی کوشش کو اپنے کرم و فضل خاص سے قبول فرما اور بندگانِ الٰہی کے لیے اسے نافع بنا دے۔

Marfat.com

اے آقا اے مالک میرے اپنے کلام پاک کی عظیم برکت وعظمت وحرمت کے صدقے مجھ ناچیز گنہگار کی بخشش فرما' میری مغفرت فرمادے مجھے معاف فرمادے اے مالک کون ومکاں اے ہمارے پروردگار مجھے میری آل اولاد کو میرے ماں باپ کو میرے بہن بھائیوں کی ان کی اولادوں کی مغفرت وبخشش فرمادے ہر قسم کی زمینی وسماوی آفات وبلاؤں سے محفوظ فرمادے' شیاطین جن وانس سے تمام خطرات ووسواس سے ہمیں اپنی پناہ عطا فرمادے۔ میرا میرے والدین میری اولادوں کا میرے شیوخ کا شمار اپنے نیک وصالح بندوں میں فرما اور اپنے محبوب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرما۔ اے مولائے کریم ہمیں حوض کوثر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے آبِ کوثر نصیب فرما۔ اے مالک! روز جزا ہمیں حشر کی سختیوں سے پناہ عطا فرما۔ اے ربّ ذوالجلال اے رحیم وکریم اے غفور اے ارض وسما کے مالک ومختار مجھے میرے والدین میرے بہن بھائیوں میری تمام آل اولاد اور اہلیہ کی مغفرت وبخشش فرما ہمیں سب کو اپنے رحم وکرم کے ذریعے بغیر حساب کے اپنی رحمت خاص سے جنت الفردوس میں داخل فرما ہمیں دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرما۔

اے سمیع وعلیم اے ہر چیز سے ہر طرح باخبر رہنے والے تو خوب جانتا ہے جو دعائیں میں نے مانگی ہیں اور جو نہیں مانگی تو ان سب سے بخوبی آگاہ وواقف ہے۔ اے آقا ہمارے اے مالک وخالق پروردگار وہ تمام دعائیں جو تیرے محبوب سرکار دوعالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے اپنی امت کے لیے تجھ سے مانگی ہیں وہ سب ہمیں عطا فرمادے اور جو تیرے محبوب نبی آخرالزماں نے نہیں مانگا اس سے ہمیں بھی بچا وہ سب عطا فرما جو ہمارے لیے ہماری آنے والی نسلوں کے لیے بہترین ہے۔ اے مالک الملک تو خوب جانتا ہے میری اہلیت' میرے علم کو سب کچھ تیرا ہی دیا ہوا ہے تیری ہی توفیق خاص سے اس کتاب کی تکمیل ممکن ہوئی اور اس سے پہلے کی تمام کتب بھی تیری ہی دی ہوئی توفیق کا ثمر ہیں اے آقا اے رب ہمارے میری ان تحریروں کو اپنے فضل خاص سے پراثر بنادے' بندگانِ الٰہی کے لیے نافع وکار آمد بنادے' اے خالق ومالک اے پروردگار! میری اس ادنیٰ وکمزور تحریروں کو قبول فرمالے' قبول فرمالے' قبول فرمالے۔ مالک مجھے علم وتوفیق عطا فرمادے' علم وتوفیق عطا فرمادے آمین یارب العالمین۔

Marfat.com

حوالہ جاتِ کتب

وہ کتب جن سے اس تالیف کے سلسلے میں مدد لی گئی

(۱) تفہیم القرآن حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(۲) القرآن کریم حضرت مولانا محمد جونا گڑھیؒ

(۳) فی ظلال القرآن سید قطب شہید ترجمہ معروف شاہ شیرازی

(۴) القرآن الحکیم مولانا حافظ سید فرمان علی

(۵) بائبل سے قرآن تک اظہار الحق کا اردو ترجمہ۔ مولانا اکبر علی شرح و تحقیق جسٹس حضرت مولانا محمد تقی عثمانی

(۶) سیرت سرورِ عالمؐ سید مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ

(۷) کتاب مقدس (اردو) عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید

(۸) انجیل برناباس صحیح انجیل جسے کلیسا نے متروک قرار دے دیا

(۹) HOLY BIBLE (انگریزی)

(۱۰) تاریخ صحف سماوی سید نواب علی

(۱۱) اسلامی انسائیکلوپیڈیا سید قاسم محمود

(۱۲) اردو انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز

Marfat.com

معروف صحافی، ادیب اور مفسر مشتاق احمد قریشی کی ایک اور معرکتہ الآرا تالیف

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

کیا کبھی انسان نے یہ سوچنے سمجھنے کی زحمت کی کہ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر اپنا نائب، اپنا خلیفہ فی الارض کیوں بنایا ہے؟
مصنف نے اس کتاب میں وہ سب کچھ سمیٹ لیا ہے جو ذہن انسانی کو صراط مستقیم کی طرف لے چلے اور اسے اپنی اصل حقیقت کا ادراک ہو سکے۔

مخدوم جناب الحاج مشتاق احمد قریشی صاحب نے پیش نظر کتاب لکھ کر ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اعزاز اور فضیلت عطا فرمائی ہے کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور ان کی اولاد کو حضرت آدم اور حضرت حوا سے تخلیق فرمایا۔ (مولانا سعید احمد جلال پوری)

کتاب "لقد خلقنا الانسان" کو متعدد مقامات سے پڑھنے کی سعادت ملی، ورق پلٹتا گیا دل سے دعائیں نکلتی رہیں، اللہ تعالیٰ اس کتاب سے خوب نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (حافظ فضل الرحیم اشرفی للہ)

محترم جناب مشتاق احمد قریشی نے اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ نہایت عمدہ، آسان اور عام فہم انداز میں روشنی ڈالی ہے کہ انسان کو کس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے تاکہ وہ انسانیت کے بلند مقام پر فائز ہو سکے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کا حق دار بن سکے۔
(مفتی حافظ محمد حسام اللہ شریفی)

منگوانے کا پتہ
منہج گروپ آف پبلی کیشنز 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 74400 فون: 021-35620771/2
اسلامی کتب خانہ الحمد مارکیٹ غزنوی روڈ لاہور۔ فون: 042-37116257

Marfat.com

معروف صحافی ادیب اور مفسر مشتاق احمد قریشی ایک اور معرکۃ الآرا تالیف

امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرہ اہل سنت اور فقہ حنفی کے بانی ہیں
حنفی فقہ کے بانی امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
کی سیرت حیات اور ان کی فقہی زندگی اور کام کے بارے میں ایک مختصر جائزہ

امام اعظم ابوحنیفہ

حیات و فقہی کارنامے

تلخیص و تالیف: مشتاق احمد قریشی ◆ ہدیہ: ایک سو پچاس روپے

منگوانے کا پتہ
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 74400 فون: 021-35620771/2
اسلامی کتب خانہ الحمد مارکیٹ غزنوی روڈ لاہور۔ فون: 042-37116257

Marfat.com

علم مومن کی میراث ہے یہ جہاں سے ملے اسے حاصل کرو (حدیث)

تشنگان علم کیلئے محترم مشتاق احمد قریشی کی
جانب سے ایک اور تحفہ، قرآن آسان تحریک کے تحت

اللہ جل جلالہ

اللہ کون ہے اور کیوں ہے جانیے اور سمجھیے صرف کلام اللہ کی روشنی میں
بقول ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ یہ کتاب بطور خاص
ان لوگوں کیلئے ہے جو عصری تعلیم کے دلدادہ اور سائنسی ترقی کی چمک سے
چندھیائے ہوئے اور اللہ کی صفت خالقیت، مالکیت اور رزاقیت سے ناآشنا
بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہی منکر ہیں

اسلامی کتب خانہ الحمد مارکیٹ غزنی روڈ اردو بازار لاہور۔ 0423-7116257
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز، 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 0213-5620771/2

Marfat.com

اللہ کی پہلی وحی سے لے کر آخری وحی تک
صحف سماوی قرآن کریم کے آئینے میں

آسمانی صحیفے اور قرآن کریم

مؤلف

مشتاق احمد قریشی

Marfat.com